وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عاؔر
غیر ممالک سے تین روپے

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام صاحب نے شائع کیا

۱۹۱۷ء کے لئے وی پی آتے ہیں

برادرانِ مکرم! ۱۹۱۷ء کا چندہ سالانہ پیشگی وصول کرنے کے لئے فرصت کا تشحیذ پانچ تاریخ کو انشاء اللہ وی پی کیا جائیگا امید ہے کہ جملہ اصحاب وصول فرمالینگے کیونکہ کاغذ وغیرہ دن بدن گراں ہوتا جاتا ہے رسالہ کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے سب سامان ابتداء سال میں خرید لینا ضروری ہے۔ جو صاحب وی پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں وہ مہربانی فرما کر پہلے اطلاع دیں جن اصحاب نے ابھی تک ۱۹۱۶ء کا چندہ نہیں دیا وہ بھی مہربانی سے توجہ فرمائیں

رسالہ کی قیمت سالانہ عہ/

چونکہ کاغذ کی قیمت پہلے سے دُگنی ہوگئی ہے اور خریدار پچھلے سال سے بہت کم رہ گئے ہیں اور پریس والوں کو بھی پہلے سے ڈیوڑھی اجرت دینی پڑتی ہے اسلئے انجمن تشحیذ الاذہان کی جنرل کمیٹی نے اپنے اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ حالات مساعد ہونے تک چندہ سالانہ عہ/ کر دیا جائے امید ہے ہمارے مہربان خریداران تشحیذ اس قلیل سی ایزادی کو قبول فرمائینگے۔

القول المحمود

سید محمد احسن صاحب امروہوی نے ایک کتاب القول الممجد لکھی تھی جسمیں اسمہٗ احمد اور مسئلہ نبوت پر پیغامی عقائد کی تائید کی۔ اسکا مسکت و مدلل جواب مولٰنا سید محمد سرور شاہ صاحب نے ۱۸۰ صفحے پر دیا ہے یہ کتاب ہمارے احباب کو ضرور منگوا کر پڑھنی اور غیر مبایعین میں تقسیم کرنی چاہئے قیمت ۸/ دفتر تشحیذ سے ملے گی۔

رعایت کتب

۱۰ر جنوری تک قیمت کتب میں رعایت موجود ہے۔ جو صاحب ابتک اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے وہ اب توجہ فرمائیں کیونکہ اس میں تشحیذ فنڈ کی اعانت بھی ہے۔

مینجر تشحیذ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء

بہائیوں کی عقاید

تشحیذ میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے دوستوں کو دوسرے مذاہب کے عقاید سے پوری واقفیت ہو جائے پھر اسکے بعد وہ ان پر اسلام عرض کر سکیں اور ان کے نقائص سے انہیں آگاہ کرنے میں سہولت ہو کیونکہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ غیر مذاہب کی خواہ مخواہ تردید کرو۔ اور انہیں سرتاپا باطل قرار دو۔ بلکہ طریق انصاف یہ ہے کہ جو سچی اور صحیح باتیں ہیں ان کی تصدیق کیجائے اور جو غلط باتیں ہیں ان کی تردید۔ اسی سلسلہ میں بہائی مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں جن کے متعلق واقفیت بہم پہنچانا ہر ایک کا کام نہیں اور خدا کے فضل سے مجھے ذاتی طور پر موقعہ ملا کہ میں ان کے عقائد معلوم کروں میرے پاس بہت سا ذخیرہ ہے اور میں وہ دلائل بھی بالتفصیل لکھ سکتا ہوں جو یہ لوگ اپنے بانی مذہب کی صداقت کے دیتے ہیں مگر فی الحال مختصراً عقائد کا ایک نقشہ پیش کرتا ہوں۔

خدا کے متعلق بہائی عقیدہ جسقدر اسماء حسنہ اور صفات علیا ہیں یہ خدا تعالےٰ کی نبیوں اور اس کے رسولوں اور برگزیدوں کی طرف راجع ہیں کیونکہ ملکوت الاسماء میں یہی وجود ان صفات کے مظاہر ہیں اور خود اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات میں غیب ہے جس سے یہ مراد ہے کہ عالم خلق میں جو کچھ اسماء حسنہ اور صفات علیا سے عقلاء و حکماء و بلغاء کے ادراکات میں آسکتا ہے وہ حق تعالےٰ کے مظاہر کی طرف راجع ہے اور حق جل جلالہٗ کل سے منزّہ ہے اور اسکی تمام صفات

قدیمہ اسکی ذات اقدس کی مانند لا یدرک و لا یوصف ہیں۔

مسئلہ وحدت وجود | توحید یہ نہیں کہ کل کو ایک جانیں بلکہ توحید یہ ہی کہ ایک کو (حق جل جلالہ کو) کل سے مقدس جانیں۔

روح و مادہ | روح و مادہ اور خلقت کے قدیم ہونے کے بارے میں یہ عقیدہ ہی کہ خالق کبھی بھی مخلوق کے بغیر نہیں رہا اور نہ ہوگا باوجود اس کے یہ بھی مانتے ہیں کہ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ مِنْ شَیْءٍ (اللہ تعالےٰ تھا اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی) اور اب بھی ایسا ہوگا۔ جیسا وہ تھا اور اسکی شان بہت بلند ہے۔

ملائکہ | ملائکہ کی نسبت یہ عقیدہ ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنَا مَلَکًا لَجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَیْہِ مَا یَلْبِسُوْنَ (انعام ۷) اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو اسے آدمی ہی بناتے اور پھر بھی انہیں وہی اشتباہ ڈالتے جو شبہ یہ اب کرتے ہیں۔

وحی و الہام | خدا تعالےٰ نے وَنَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ عَلٰی قَلْبِکَ فرما کر وحی کی حقیقت بتادی ہی میرے (راقم) نزدیک اس سے بہائیوں کی یہ مراد معلوم ہوتی ہی کہ وہ وحی کو قلب سے نکلا ہوا مانتے ہیں۔

مسئلہ رسالت و ختمیت | بہائی کہتے ہیں ہمیں تعجب ہے کہ مسئلہ ختمیت اہل اسلام پر مشتبہ رہی۔ اور نبی کریم صلعم کو آخر نبی اور اسلام کو آخر دین مانیں۔ حالانکہ دین اور نبوت کا آخر نہیں احادیث مسلمہ سنی و شیعہ میں یہ بھی ہی کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی اوسطھا والمسیح آخرھا جس سے ظاہر ہے کہ وہ موعود جو آئیگا تو دین اسلام کے بعض مسائل کی تعدیل و تبدیل بھی فرمائیگا یہ وہ موعود مولویوں کی پوزیشن میں نہیں ہوگا۔ پس جب تک خلقت خلق اور خالق ہی اللہ تعالیٰ ایک انسان کامل مبعوث فرماتا رہیگا جو عالم انسانی کا ربّ النوع ہوگا اور اس منبع فیوضات پر اسم ربّ کا اطلاق ہو سکیگا اور ربّ کہنا شرک نہیں۔ کیونکہ وہ ہیکل اکرم ہر روز الٰہی ہیں کسی نہ کسی نام سے مبعوث ہوتی ہی اور وہ ہیکل اوّل فیض حق اور اوّل خلق ہی اور وہ مشیت اولیہ اور کلمہ جامعہ اور صفات کاملہ کو روئے زمین کے لوگوں پر ظاہر

کرنے والی ہو اسکے سوا خدا تعالٰے کے صفات اور ارادہ اور مشیت سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا بہاء اللہ اور باب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ نبی کریم کے بعد ادعائے نبوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ نبی کریم صلعم کے خلفاء جو ترویج شریعت اسلامیہ کے لئے ہونگے ان میں سے کوئی نبی نہیں ہوگا بخلاف دوسرے انبیاء کی شریعت کے مروج انبیاء ہوتے تھے اور وہ موعود جس کی پیشگوئی خاتم النبیین نے فرمائی وہ خلیفہ نہیں پس اسکے لئے ادعائے نبوت جائز ہے وہ تو اسلام کے بعض احکام کی بھی بحکم خدا تبدیل و تعدیل کرنیوالا ہے ہاں یہ سوال کہ پھر وہ نبی کیوں نہ کہلائے سو اسکا جواب یہ ہے مظاہر حق جل جلالہٗ مختار ہیں کہ پھر کسی وقت اور زمانے میں کسی خاص نام اور طرز میں ظاہر ہوں جس کے لئے وہ خدا سے مامور ہوں اسم نبوت سے ظاہر ہوں یا اسم ولایت سے روح اللہ ہو کر یا کلیم اللہ ہو کر کیونکہ وہ تمام صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں نہ کسی خاص صفت کے۔ تمام اسماء حسنیٰ الٰہی ہیاکل قدسیہ کے گرد طواف کرنے والے ہیں اور بہائی اسکے بھی معتقد ہیں کہ بہاء اللہ و باب کے منکر ناجی نہیں۔

عصمتِ انبیاء گو ہر ایک نبی نے ذات اقدس باری تعالٰے کے مقابلہ و حضور میں اپنے عجز و ضعف و خطا و نادانی کا اظہار کیا ہے مگر بہ نسبت جمیع ماسوی اللہ امر و نہی کے ابلاغ میں کسی قسم کا کوئی قصور ان سے سرزد نہیں ہوا۔ اور نہ وحی الٰہی میں انہوں نے کبھی شک کیا وہ محفوظ و معصوم تھے۔

معجزات وہ تمام معجزات و خوارق عادات جن کا ذکر آیات قرآنیہ اور ایسے ایسے قوی ثبوتوں سے ہو۔ وہ اس علم و قدرت و احاطہ کا نتیجہ ہے کہ جو ان حقائق صافیہ میں مخلوقات کے علم و قدرت و احاطہ سے زیادہ پایا جاتا ہے۔

کتب الٰہیہ وہ تمام کتب برحق ہیں جو وارائے حجیت و شئون انبیاء صادقہ ہیں خواہ انکا ذکر قرآن مجید میں ہو یا نہ ہو۔

ابن اللہ کی اصطلاح ابن اللہ ہونا حضرت مسیح کا قرآن کے مخالف نہیں کیونکہ یہ بنص قرآن روح القدس الٰہی سے متولد ہیں۔ بعض آیات قرآنی ان نصاریٰ کے عقائد کے رد میں ہیں جو مسیح کو خدا کہتے ہیں یا خدا کو روح اللہ کا پدر جسمانی مانتے ہیں

حالانکہ خود حضرت مسیح سے انجیل میں لکھا ہوا موجود ہی کہ جو ملکوت اللہ میں داخل ہوتا ہی اسکے لئے تولد ثانی ضروری ہی اور یہی ہی حقیقت ولد اللہ مسیح کا مقبرہ نہیں تو موسیٰ کا بھی مقبرہ نہیں۔

حفاظت کتب سابقہ توریت و انجیل کے معنی و تفسیر میں علماء یہود و نصاریٰ نے بہت کچھ تاویل و تحریف کی ہی مگر تمام اخبارات اور آیات کتب کی تحریف اور محو ثابت نہیں مصدقاً لما معہم من التوراۃ والانجیل سے ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس خدا کی توریت و انجیل موجود ہی ہاں انمیں تین قسم کی تحریف ہی (۱) کلمات اور حروف میں تغییر کے بغیر معانی میں تحریف (۲) اپنے عقل و فہم و وہم کے مطابق آیات کی تفسیر (۳) اصطلاحی تحریف یعنی انبیاء کی اصطلاحات اور الہامات کے اپنی اصطلاح میں معنی کرنے حالانکہ محاورات کلمات الٰہی ایک خاص علم کے ماتحت ہیں۔ غرض یحرفون الکلم عن مواضعہا میں تحریف معنوی کا ذکر ہے دیدہ و دانستہ انہوں نے الفاظ نہیں بدلے۔

یوم آخر و قیامت یوم آخر و قیامت۔ قیامت کبریٰ کے ظہور کے علاوہ ہی۔ اور ہر خلق کے فناء کے بعد حق تعالیٰ اور خلق کے پیدا کرنے پر قادر ہی اور اس مخلوق سے پہلے بھی مخلوق تھی اور حشر و نشر جسمانی و روحانی دونوں ہونگے۔

دوزخ بہشت عذاب و بہشت۔ خدا تعالیٰ کے قرب اور بُعد کا نام ہی

تقدیر انسان اپنی حیثیت میں فاعل مختار ہی مگر تمام تقدیرات و خلقتہائے الٰہیہ میں نہیں

نماز روزہ طائفہ بابیہ و بہائیہ کے عبادات نہ تو اہل سنت سی ہیں نہ شیعہ سی کیونکہ موعود فرق مختلفہ کے عقائد و جزئیات کی ترویج کے لئے نہیں آیا اس خصوص میں میری (ایڈیٹر) تحقیقات یہانتک پہنچی ہی کہ بہائی مطلق عبادت کے قائل ہیں جائز سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں کے گرجے میں عبادت کرلیں یا نماز مسلمانوں کی طرح پڑھ لیں یا اپنے بہاء اللہ کے ارشاد کے ماتحت کچھ تسبیح اور مناجات کرلیں۔

عبادت طریق وصول الی اللہ میں سے عبادت بھی ہی اور جب عبادت کا ایک طریق مرور زمانہ سی اس قوم کی رسم و عادت ہو جاتا ہی تو پھر اس غرض کو پورا نہیں کرتا۔ جس کے لئے وہ مشروع ہوا۔ پس ایک موعود کے ظہور سے حسب اقتضاء ضروریات و حالات

زمانہ اسکو بدل دیا جاتا ہے تاکہ پھر اذہان ظاہر و باطن ہر متوجہ ہو سکیں۔

کتب بہائیہ طائفہ بہائیہ کے لئے اوامر و اصول میں جامع کتب چار ہیں۔ ۱۔ کتاب اتقان۔ کتاب اشراقات۔ کتاب اقدس۔ کتاب مبین

متفرقات ماکولات کا حرام و حلال وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے مگر کچھ تبدیل و تعدیل بہاء اللہ نے فرمائی۔

جسمانیات کو بھی دین میں دخل ہے مثلاً لباس ریش کہ عباد اللہ کے اختیار میں ہیں جہاد اور جنگ بادشاہ وقت کا کام ہے اور بادشاہ کی اطاعت واجب رہنمائے دیانت و دین و شریعت جو ہیں انکو امور سیاست میں دخل دینے سے امتناع کلی ہے انہیں صبر و شکر و تحمّل کا حکم ہے اور ضرب و شتم و جدال جائز نہیں۔

نوٹ:- بہائی عقاید کا ایک حصّہ مینے انہیں کے الفاظ میں شائع کر دیا ہے اگر آپ ان کی تمام کتب بھی پڑھ دیں جنکا حاصل ہونا از بس دشوار ہے تو بھی اتنی باتیں نہیں نکال سکتے بغیر اسکے کہ ان کے کسی عالم و مبلّغ کی صحبت میں ایک عرصہ رہکر خاص تعلّق قائم کریں۔

عیسائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

عیسائیوں کا ایک بہت بڑا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں واللہ یعصمک من النّاس وارد ہوا ہے مگر آپ کو ایک یہودیہ نے زہر دیا جس سے ایک سال بعد آپکی وفات واقع ہوئی پس اللہ یعصمک من النّاس صحیح نہ رہا۔

اس اعتراض کے بہت سے جواب ہیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس مقصد کے لئے آپنے آواز اٹھائی تھی اسے پورا کر کے آپ فوت ہوئے اور دنیا نہ آپ سے پہلے اور نہ ابتک کوئی نظیر ایسی پیش کر سکی ہے جو ایک شخص تن تنہا اتنی مخالفتوں میں یوں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کہ تمام خطّہ زیر دعوت اولی کو اپنا پیرو بنا کر فوت ہو۔ پس جب آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور آپنے امر تبلیغ تحدّ کمال پہنچا دیا تو پھر آپ کی وفات کے

متعلق کسی قسم کا اعتراض انصاف پر مبنی نہیں۔ کیونکہ یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا گیا کہ آپ فوت ہی نہیں ہونگے۔ بلکہ دعویٰ تو یہ ہے کہ یا یہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین اے رسول جو کچھ تیرے ربّ کی طرف سے نازل ہوا اسے خوب کھول کھول کر پہنچا دو۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھیگا اور قوم کافرین کو تیرے مقابل پر کامیاب نہیں کریگا چنانچہ جب ما انزل الیک کی تبلیغ ہو چکی اور آنحضرت کا کام ختم ہو گیا تو پھر اسکے بعد سوائے اسکے اور کیا ہونا تھا کہ آپ الرفیق الاعلیٰ سے جا ملیں۔

دوم۔ حال ہی میں چیفکورٹ کا ایک فیصلہ ہوا ہے جو یہ ہے۔ "ہمارا وکل رپورٹر راوی ہے کہ رجبا پاولی ساکن چک نمبر ۲۸ ضلع لائلپور مر گیا جسکو دفن کرنیکے بعد افواہ اڑا دی کہ اسکی بدچلن عورت نے اسے زہر دیکر مار ڈالا ہے۔ پولیس نے بعد تفتیش عورت کا چالان کر دیا۔ سشن جج نے اسے پھانسی کی سزا دیدی اپیل ہونے پر مسٹر بدرالدین قریشی بیرسٹر ایٹ لا چیفکورٹ میں ملزمہ کی طرف سے پیش ہوئے فاضل وکیل نے عدالت کو بتلایا کہ چالان میں لکھا ہے کہ زہر کھانیکے ۵ ادن بعد متوفی کی موت ہوئی۔ یہ بظہوری غلط ہے زہر کا اثر فوری ہونا چاہیئے تھا اسلیئے ملزم بیگناہ ہے۔ فاضل ججان نے فریقین کے وکلاء کی تقاریر سماعت کرنے پر ملزمہ کو سزائے پھانسی سے بری فرمایا۔"

(بلا تشبیہ) اس سے ظاہر ہے کہ زہر کھلانے کے ۵ ادن بعد وفات ہونے سے متوفیّ کی موت کو زہر کا نتیجہ نہیں قرار دیا گیا تو ایک سال گذر جانے کے بعد اسی نقطۂ خیال سے عیسائی کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ آپکی موت زہر کا نتیجہ تھی۔ یا وہ زہر دینے میں کامیاب ہوئی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

اطلاع خریداران تشحیذ کو اطلاع ہو کہ اگلا پرچہ ستمبر ۱۹۱۷ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی کیا جائیگا۔ احباب وصول فرما کر مشکور کرینگے اگر کوئی صاحب اسوقت تک وصولی کے لئے تیار نہ ہوں تو پہلے اطلاع دیں۔ منیجر

عیسائی اصحاب توجّہ فرماویں

ہمیں کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ شانہٗ عمّ نوالہٗ کے تین اقنوم ہیں - باپ بیٹا روح القدس - اور یہ مسئلہ تثلیث عیسائیت کا اصل الاصول ہے - ہمارا سوال یہ ہے کہ شرائع بیشک تبدیل ہو سکتی ہیں مگر اصول دین کبھی نہیں بدلتے خصوصاً خدا تعالیٰ جو ازلی ابدی ہے اسکی ذات کے متعلق تمام انبیاء ؑ کی ایک ہی تعلیم ہونی چاہئے کیونکہ جس کے وہ فرستادہ ہیں جب اسکے بارے میں وہ مختلف خیال رکھتے ہیں تو جو احکام وہ اسکے سناتے ہیں کیونکر صحیح اور معتبر و مستند مانے جا سکتے ہیں -

عیسائی عہد عتیق کو الہامی مانتے ہیں اور جب ہمیں بائبل دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے - یہ خدا کا کلام ہے ہم اس خدا کے کلام میں اول سے آخر تک تمام انبیاء علیہم السّلام کے اقوال میں خدا کو ایک ہی پڑھتے ہیں پھر عہد جدید میں یکایک ہمیں بتایا جاتا ہے کہ تین اقنوم ہیں - تو کیا پہلے تمام انبیاء حقیقی خدا سے بیخبر رہے یا انہیں غلطی لگ گئی یا وہ اس مسئلہ تثلیث کو سمجھ نہیں سکتے یہ ایک ایسی بات ہے جسے کم از کم ہم سمجھنے سے معذور ہیں بہت مہربانی ہوگی اگر کوئی عیسائی صاحب اسپر روشنی ڈالینگے - ذیل میں ہم عہد عتیق کی متعدد کتب سے دکھاتے ہیں کہ پہلے انبیاء نے خدا کے بارے میں کیا تعلیم دی -

حوالہ اوّل - میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا تو انہیں سجدہ نہ کر - نہ ان کی بندگی کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں (استثنا باب ۵ آیت ۷ - ۸ - ۹)

حوالہ دوم "سو تو اے خداوند خدا بزرگ ہے اسلئے کہ کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا جہانتک کہ ہمنے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں (۲ سموائیل باب - آیت ۲۲ - ۲۳)

حوالہ سوم - اے خداوند اسرائیل کے خدا جو کروبیوں کے درمیان سکونت کرتا - تو ہی اکیلا زمین کی ساری مملکتوں کا خدا ہے تو ہی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (۲ سلاطین باب ۱۹ آیت ۱۶)

حوالہ چہارم - تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے تو نے آسمان کو اور آسمانوں - کے آسمان کو اور ان کی ساری فوجی آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے بنایا

اور تو سبھوں کا پروردگار ہی (نحمیاہ باب ۹ آیت ۶)

حوالہ پنجم - میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں (یسعیاہ باب ۴۶ آیت ۹)

(۲) میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۵)

(۳) میں خداوند سب کا بنانے والا ہوں میں ہی نے اکیلے آسمانوں کو تانا اور آپ تنہا زمین کو فرش کیا (باب ۴۴ یسعیاہ آیت ۲۴)

حوالہ ششم - معبودوں کے درمیان اے خداوند تجھ سا کوئی نہیں × × × تو بزرگ ہے اور عجائب کام کرتا ہی تو ہی اکیلا خدا ہے - (زبور ۸۶ - آیت ۸ - ۱۰)

حوالہ ہفتم | سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند تو اپنے سارے دل اور اپنی سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ (استثنا باب ۶ آیہ ۵)

حوالہ ہشتم | بیشتر اس سے کہ پہاڑ پیدا ہوئی اور زمین اور دنیا کو تو نے بنایا - ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے - (زبور باب ۹۰ آیت ۲)

حوالہ نہم | کیا میں خداوند ہی نے یہ نہیں کیا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں - (یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۲۱)

حوالہ دہم | اب دیکھو کہ میں ہاں میں ہی وہ ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں - میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں (استثناہ باب ۳۲ آیت ۳۹)

حوالہ یازدہم | اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے اور نہ نیچے زمین میں (سلاطین باب ۸ آیت ۲۳)

اسکے بعد **عہد نامہ** میں آپ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم دیکھیں جنہیں ثالث ثلثہ بتایا جاتا ہی فرماتے ہیں -

پہلا حوالہ | سب حکموں میں سے اوّل کونسا ہی یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہی اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ (مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹)

دوسرا حوالہ | اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو

جسے تو نے بھیجا ہی جانیں" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

یہ آیت نہ صرف یہ بتاتی ہی کہ خدا ایک ہے بلکہ جناب یسوع مسیح کی پوزیشن بھی واضح کرتی ہی کہ وہ اسکا فرستادہ یعنی رسول ہی اور بس

پھر حواریوں کی تعلیم بھی یہی ہی۔

حوالۂ اوّل اگرچہ آسمان و زمین میں بہت سی خدا کہلاتے ہیں لیکن ہماری نزدیک تو ایک ہی خدا ہی یعنے اب جس کی طرف سے ساری خبریں ہیں اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ (اکرنتھیون باب ۸ آیت ۶)

حوالہ دوم ایک ہی خداوند ہی ایک ہی ایمان ایک ہی بپتسمہ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہی جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہی (افسیون باب ۴ آیت ۶)

حوالہ سوم جو مبارک اور واحد حاکم بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہی۔ پس نہایت ادب و خصوص سی ہم عیسائی صاحبان کی خدمتمیں عرض پرداز ہی کہ ہم تو عہد عتیق و عہد جدید میں توحید ہی کی تعلیم پڑھتے ہیں اور تثلیث کا لفظ تک نہیں دیکھتے پس اگر کچھ ایسے الفاظ ہوں جن سی تین اقنوم نکلتے ہیں تو یہ محکم آیات بہرحال مقدم ہونی چاہئیں کہ یہ سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم ہی۔ ولکل وجہۃ ھو مولیھا۔

پیشگوئیوں کے بارے میں چند اصول

اکثر غیر احمدی شور مچاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ انہیں کہنا چاہئے کہ اچھا یہ پیشگوئیاں تو پوری نہیں ہوئیں اسکے علاوہ جو پیشگوئیاں ہیں اور جن پر تم کوئی جرح نہیں کر سکتے ان سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔

۲۔ پھر تم مسلمان کہلاتے ہو قرآن مجید کو حکم مانتے ہو اسمیں لکھا ہے وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم (اگر یہ نبی سچا ہے تو جو وعدہ کرتا ہے اسکا بعض ضرور پہنچیگا) اس سے ثابت ہے کہ تمام پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور پھر ایسے رنگ میں پورا ہونا کہ سب سمجھ جائیں اور مان لیں ضروری نہیں پس جب خدا کی کتاب فرماتی ہے کہ سب پیشگوئیاں پوری ہونی ضروری نہیں تو تم کسطرح بعض پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کو دلیل کذب بنا سکتے ہو۔

(ب) یہ بھی غور کر لو کہ یہاں کفار مخاطب ہیں اور مقصود تخویف ہے پس ضرور تھا کہ تخویف کے موقعہ پر کہا جاتا کل پیشگوئیاں پوری ہونگی۔ مگر چونکہ ایسا ہونا سنت اللہ کے خلاف ہے اسلئے بعض ہی فرمایا

۳۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دنیا میں پوری ہونے والی پیشگوئیاں مراد ہیں کیونکہ یہاں اول تو دنیا کا لفظ نہیں۔ دوم یہ صیغہ مضارع استقبال کو شامل ہے قیامت کو مستثنیٰ کی کوئی وجہ نہیں سوم کیا کفار قیامت کو عذاب وغیرہ سے بچے رہینگے جو آخرت کو مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ صرف دنیا میں تم کو پہنچ جائیگا جو تم سے وعدہ ہے اور آخرت میں چونکہ تم قبضہ الٰہی سے (نعوذ باللہ) نکلجاؤ گے اسلئے اسکے متعلق یقین نہیں۔

۴۔ یہ کہنا کہ قرآن مجید میں فلا تحسبنّ اللہ مخلف وعدہ رسلہ آیا ہے اس لئے وعدہ کا پورا ہونا ضروری ہے اسکے متعلق کئی جواب ہیں۔

اوّل تو وعدہ بہ سبب مضاف ہونے کے معرفہ ہو گیا ہے اسلئے خاص وعدہ مراد ہے ہر ایک وعدہ مراد نہیں۔

دوم۔ تمام آیت پڑھے جو یوں ہے کہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ،

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ یعنی جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائیگی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ واحد قہار کے حضور حاضر ہونگے اس دن وہ اپنے اس خاص وعدے کو جو رسولوں سے ہے نہیں بدلیگا اور یہ ہم بھی مانتے ہیں اسمیں یہ کہاں لکھا ہے کہ سب پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری ہے۔

۵۔ پیشگوئیاں کہ آیات ہیں۔ ان کے متعلق قرآن مجید نے کچھ اصول بتائے ہیں۔ ان میں ایک اصل یہ بھی ہو وما کان لرسولٍ ان یاتی بایۃٍ الا باذن اللّٰہ لکل اجل کتاب یمحوا اللّٰہ مایشاء ویثبت (رعد ع ۱۲ ۱۳) خدا کے حکم کے بغیر رسول کوئی پیشگوئی نہیں کرتا اور پھر اسکے لئے ایک وقت مقرر ہو۔ اور اللہ چاہے تو اسے بھی محو کردے یا جتنے حصے کو چاہے رہنے دے۔

دوم۔ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ۔ جب ایک نشان کو بدلکر دوسرا نشان دیں تو کفار کہتے ہیں تو مفتری ہے گویا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا پہلے ایک نشان دے اور پھر اسے بدل دے۔

سوم۔ بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں روک بھی پڑجاتی ہی مثلاً یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللّٰہ لکم ایک وعدہ ہو کہ وہ ارض مقدسہ تمہارے خاص تمہارے لئے لکھدی گئی ہے مگر پھر ارشاد ہوتا ہے فانّھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ چالیس سال حرام ہے وہ زمین ان پر۔

چہارم۔ آیات کچھ محکمات ہوتی ہیں کچھ متشابہات ایمان بالغیب کے لئے ضروری ہے کہ بعض پیشگوئیاں متشابہات میں رہیں جن کی تاویل صرف راسخون فی العلم بلکہ لایعلم تاویلہ الا اللّٰہ کے مطابق صرف اللہ ہی جانے ایمانداروں کا کام ہے کل من عند اللّٰہ کہنا محکم پر بحث کرنی اور متشابہات پر ایمان لانا۔

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

اس پیشگوئی پر نہایت بسط سے ایک مضمون مئی ۱۹۱۳ء کے تشحیذ میں چھپ چکا ہے جس میں بالتفصیل یہ بتا دیا تھا کہ اس پیشگوئی کا مقصد ہرگز ہرگز لڑکی کا نکاح میں لانا نہ تھا۔ بلکہ اپنے رشتہ داروں پر حجت الٰہی قائم کرنا اور انہیں خدا کی ہستی اور اپنی صداقت کا ثبوت دینا چنانچہ حضور ؑ خط بنام مولوی محمد حسین میں بھی لکھتے ہیں کہ "اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں کہ خواہ نخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ بنیاد یہ تھی کہ یہ فریق مخالف جنمیں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھا × × خدا تعالےٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے سو اسنے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بیدین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں۔"

پھر تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالےٰ نے انہیں انکی بھلائی کے لئے انہی کے تقاضا سے انہیں کے درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہی ظاہر فرما دیا ہے تا کہ وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہی اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔"

پس اس پیشگوئی کو ہمیں اس پہلو سے دیکھنا چاہئے کہ اس خاندان پر اس پیشگوئی کے بعد کیا اثر ہوا اگر تو وہ خدا کی طرف متوجہ ہو گئے اور سلسلہ میں داخل تو پھر یہ وہ کامیابی ہی جس کی نظیر صرف انبیاءؑ کی کامیابیوں میں مل سکتی ہے اور اگر یہ مطلب حاصل نہیں تو پھر خواہ نکاح ہو بھی جاتا تو نہیں کہہ سکتے تھے جو پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ اصل مقصد حاصل نہ ہوا۔ الحمدللہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس خاندان کا کثیر حصہ آج سلسلہ احمدیہ میں داخل ہی اور جو کسی وجہ سے داخل نہیں وہ شوخی اور مخالفت کو چھوڑ چکا ہے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ پھر لکھتا ہوں کہ اس خاندان کا سردار محمود بیگ بیعت میں داخل ہوا

۲۔ مرزا احمد بیگ کی لڑکی جو مرزا احسن بیگ صاحب کے نکاح میں ہے وہ بھی احمدی ہے

۳۔ خود مرزا محمد احسن بیگ صاحب بھی مخلص احمدی ہیں۔

۴- دوسری دو لڑکیاں بھی مخالف نہیں بلکہ درس قرآن میں شامل ہوتی ہیں۔

۵- مرزا احمد بیگ صاحب کے فرزند مرزا محمد بیگ کا یہ بیان ابھی چند روز ہوئے الفضل میں چھپا ہے "میں اپنی رائے کے مطابق نیکبخت اور بزرگ سمجھتا ہوں اور مجھے احمدی جماعت قادیان سے کسی قسم کی عداوت اور اعتراض نہیں ہے۔" (الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

۶- مرزا محمد بیگ کا لڑکا تو بیعت بھی کر چکا ہے۔

۷- مرزا سلطان محمد بیگ کا خط بھی چھپ چکا ہے۔ جو ابھی درج کیا جاتا ہے۔

"السلام علیکم۔ نوازش نامہ آپکا پہنچا یا وآوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزاجی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگذار۔ شریف النفس۔ خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے انکی زندگی میں انکا شرف نہیں حاصل نہ کر سکا۔"

نیازمند سلطان محمد

۸- اور اب آپ خوشی سے سنینگے کیونکہ اسی بات سے اس مضمون لکھنے کی تحریک ہوئی۔ کہ

مرزا احمد بیگ صاحب کی بیوی بھی سلسلہ احمدیہ میں داخل اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت نہایت اخلاص سے کر چکی ہے۔

اور اس رشتہ کے متعلق سب سے مانع بھی یہی تھیں انکے سلسلہ میں آنے کی خبر خدا تعالےٰ کے کلام میں بھی تھی۔ ایتھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک۔

اب اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ یہ پیشگوئی اصل میں وعید ہے اور جو توبہ و انابت سے ٹلجاتی ہے۔

دوم۔ یہ کہ توبہ کرلینا یقینی ہے جبھی تو اللہ تعالےٰ نے اسطرف اسے متوجہ فرمایا۔ تعجب ہے کہ جس خاندان کی نسبت پیشگوئی تھی وہ تو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا جاتا ہے جو زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ پیشگوئی پوری ہوئی اور ایسی شان سے پوری ہوئی کہ وہ جو مخالف تھے اور سخت مخالف تھے اور جنکو صدمہ بھی شدید پہنچا تھا وہ تو سب باتیں بھلا کر احمدی بن رہے ہیں۔ اور یہ بیرونی لوگ خواہ مخواہ یہ بات پیش کرتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لوگوں کو قبول حق سے

ہو رہی ہیں العجب ثم العجب اتنا غور نہیں کرتے کہ جن کے لئے پیشگوئی تھی جب ان پر اس پیشگوئی کا اثر اچھا ہوا تو تم کون ہو جو کہہ رہے ہو کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ پیشگوئی پوری نہ ہوتی تو یہ رشتہ دار اور بھی شدید مخالف ہو جاتے نہ یہ کہ توبہ و انابت کر کے سلسلہ میں داخل ہوتے۔

چند لطائف

غیر احمدی۔ اعجاز احمدی میں مرزا صاحب کا ایک مصرعہ ہے۔ ولودی بین النّاس والخلق احضروا۔ بصیغہ مجہول ظاہر کرتا ہے کہ لوگ ڈنڈے مار مار کر لائے گئے حالانکہ وہ مرضی سے آئے

احمدی۔ جناب من قرآن مجید میں جنتیوں کے بارے میں ہے ویسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلًا۔ کیا انہیں ڈنڈے مار مار کر زنجبیل ملی ہوئی شراب طہور پلائی جائیگی۔

غیر احمدی۔ خاموش!

" مرزا صاحب اعجاز احمدی میں مکذبین سے کہتے ہیں وان کنت فی شك فسل یا مکذّبی تو کیا مکفر و مکذّب شک میں ہوتے ہیں انکو تو مرزا صاحب کی گمراہی پر یقین ہے۔

احمدی۔ حضرت قرآن مجید میں ہے کہ کفار انبیاء سے کہتے ہیں واننا لفی شك مما تدعوننا الیه مریب (ہود ع ۶) (۲) وانھم لفی شك منه مریب (ہود ع ۱۰)

غیر احمدی۔ خاموش!

" ما علّمناہ الشعر وما ینبغی له سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب چونکہ شاعر تھے اسلئے نبی نہیں۔

احمدی۔ بھائی صاحب مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎ کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق جس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے۔ آپ تو شاید حضرت داؤد کو بھی نبی نہ مانتے ہونگے جنکے لئے قرآن مجید میں زبور دیئے جانیکا حکم ہے

سنو! حضرت نبی کریم نے کبھی شعر نہیں کہا یہ مسلمہ بات ہے مگر پھر بھی عرب کے لوگ کہتے تھے شاعرًا و مجنونٌ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک خیالی ڈھکوسلے چلانے والا شاعر کہلاتا ہے نہ کہ پابند عروض۔ پس ما ینبغی له الشعر کے یقینًا یہی معنے ہیں کہ خیالی ڈھکوسلے

چلانا نبوت کی شان سے بعید ہے، وہ جوبات کرتا ہے پختہ اور حکمت سے بھری ہوئی صحیح اور اٹل ہوتی ہے

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۲)

شیعہ۔ بعد وفات رسول صلعم جو جو ظلم و ستم اہلبیت کرام پر ہوئے بیان نہیں ہوسکتے مثلاً مروی ہے حضرت عمر کے ہاتھ سے جناب فاطمہؓ کو ایسا صدمہ ہوا کہ آپ کا حمل ساقط ہوگیا اور حضرت محسن شہید ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احمدی۔ پیارے دوست اگر جناب فاطمہ ایک ہی بیٹی رسول صلعم کی ہیں اور ان کا بچہ محسن نام بھی ایک ہی دفعہ پیدا ہوا ہے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ روایت بالکل جھوٹی اور حضرت عمر کے حاسدوں کی طبع زاد ہے محسن کا پیدا ہونا خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ثابت اور یہ نام بھی آپکا ہی تجویز کردہ ہے پھر کتنا اندھیر ہے کہ اسی سیدہ کے اسی صاحبزادہ کی ولادت دوسری دفعہ ایسے شرمناک طور پر بھی بیان کیجاتی ہے فرمائیے اس سے بڑھکر اہلبیت رسول کی کوئی ہتک ہو سکتی ہے ہرگز نہیں لیجئے اب وہ روایت عرض کرتا ہوں ذرا غور سے مطالعہ فرمائیے گا۔

جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حسن پیدا ہوئے تو تشریف لائے رسول اللہ صلعم تو فرمایا لاؤ میرے بچّے کو مجھے دکھاؤ۔ اور اسکا نام کیا تجویز کیا ہے؟ میں (جناب علی) نے عرض کی کہ حرب تو آنحضرت صلعم نے فرمایا نہیں یہ تو حسن ہے پھر جب حسین پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا لاؤ میرا بچہ مجھے دکھاؤ۔ نام کیا رکھا ہے میںنے عرض کی کہ حرب فرمایا نہیں یہ تو حسین ہے۔ پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا۔ تو آنحضرت صلعم تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرا بچہ دکھاؤ کیا نام ہے میںنے عرض کیا کہ حرب فرمایا بُلْ ھُوَ مُحسِّنٌ بلکہ محسن نام رکھو۔ اسد (نام راوی) نے اس روایت میں اتنا اور کہا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے میںنے انکو فرزندان ہارون کے نام سے موسوم کیا ہے جن کے نام شبر شبیر اور مشبر تھے دیکھو استیعاب جلد اول صفحہ ۱۴۲ ترجمہ الحسن بن علی بن ابی طالب

شیعہ۔ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں بارہ خلیفوں کی پیشگوئی آئی ہے کہ ان کے زمانہ میں

دین اسلام برقرار رہیگا۔ وہ بارہ کون کون ہیں ہمارے علماء کہتے ہیں کہ ان سے مراد دوازدہ امام علیہم السلام ہی ہیں اور بس۔

احمدی۔ یہ حدیث مختلف الفاظ میں نہ صرف اہلسنت کی کتب حدیث میں ہی وارد ہے۔ بلکہ کتب معتبرہ شیعہ میں بھی آئی ہے

علمائے اہلسنت کے اسکی تشریح میں مختلف اقوال ہیں مثلاً اول یہ کہ خلفائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خلافت سے مابعد والے ہیں یعنی خلفاء بنی امیہ اور جو الفاظ انکی خلافت کی مدح وثنا پر دلالت کرتے ہیں وہ باعتبار انکے کمال دین اور عدالت کے نہیں بلکہ باعتبار اجتماع اور انتظام سلطنت اسلامی و اتفاق اہل اسلام کے ہے یعنے جو خلافت کہ خلافت نبوت و خلافت کبریٰ ہے اور جس کا زمانہ بحکم حدیث الخلافۃ فی امتی ثلثون سنۃ (ترمذی صفحہ ۳۷۰ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۰ھ) تیس برس ہی وہ مراد نہیں ہی۔ بلکہ خلافت امارت ہی کیونکہ خلیفہ کے معنے لغت عرب میں السلطان الاعظم کے بھی آئے ہیں (مجمع البحرین زیر لفظ خلف صفحہ ۴۰۹) اور وہ یزید ہیں معاویہ سے لیکر مروان حمار آخر خلفائے بنی امیہ تک پورے بارہ ہو جاتے ہیں دیکھو تاریخ الخلفاء۔

علاوہ ازیں اس توجیہ کی تائید خود اسی حدیث کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو دوسرے طرقوں سے مروی ہے مثلاً جابر بن سمرۃ سے کہا سمعت النبی یقول یکون بعدی اثنا عشر امیراً (منقول از بخاری غایۃ المرام سید ہاشم البحرانی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۷ باب ۲۴ حدیث نمبر ۱ مقصد اول

دوسرے یہ کہ اس سے مراد بارہ خلیفے قیامت تک ہیں خواہ وہ یکے بعد دیگرے خلیفے نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ترمذی صفحہ ۳۶۹ حاشیہ نمبر ۶ بحوالہ مجمع البحار اس توجیہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہو جاتے ہیں اور ان کے شمول کی ایک نہایت واضح دلیل کی غایۃ المرام جیسی معتبر کتاب سے مجھکو ہاتھ آگئی ہے۔ اسی باب ۲۴ کے اندر احادیث نمبر ۱۲ اور نمبر ۱۴ میں بحوالہ صحیح مسلم والجمع بین الصحاح الستہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم نے بارہ خلیفوں کی بشارت دینے کے بعد فرمایا عصبۃ من المسلمین یفتتحون البیت الابیض کسریٰ وال کسریٰ × × × اذا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ والذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوز کسریٰ

فی سبیل اللہ۔ کیا اسمیں صاف طور پر خلفائے راشدین کا عموماً اور حضرت عمرؓ کا خصوصاً داخل خلفائے اثنا عشر ہونا ثابت نہیں ہوتا کیا آپ اس سے انکار کرسکتے ہیں کہ عمر فاتح کسریٰ نہیں یا اس سے انکار کرسکتے ہیں کہ سراقہ بن مالک کو شاہ عجم کے کنگن نہیں پہنائے گئے مجلسی فرماتے ہیں "پس چوں در زمانِ عمر فتح مدائن کردند عمر اورا طلبید و دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دست ہائے او کرد" حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۸۔ اخبار مغیبات پنجاہم۔

اب فرمایئے کہ ہماری کتابوں کی بنا پر دوازدہ امام علیہم السلام اس حدیث کے مصداق کیسے ہوسکتے ہیں کیونکہ نہ تو ان کو خلیفہ ہی کہا جاتا ہے اور نہ وہ امیر تھے اور نہ فاتح کسریٰ نہ ان کے عہد میں دین اسلام یا اہل اسلام کو ترقی و رونق ہوئی بلکہ حسب اعتقاد شیعہ خود حضرت ابو الائمہ یعنی جناب علیؓ کے سامنے قرآن میں تغیر و تبدل کیا گیا دین میں قسم قسم کے احداث و بدعات پیدا ہوگئے حدود شرعیہ کو توڑا گیا خلافت غصب کرلی گئی اور وہ چپکے بیٹھے دیکھتے رہے اور کچھ ایسا انتظام نہ فرمایا کہ دین برحق کو قائم رکھیں۔ دوسرے ائمہ کا تو کیا کہنا خود تمہاری معتبر روایات میں آیا ہے ولو ان امیر المومنین ثبتت قدماہ اقام کتاب اللہ کلہ والحق کلہ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ تفسیر صافی زیر آیت وان تجمعوا بین الاختین۔ اسکے بعد مناسب ہے کہ اپنی تائید میں اس حدیث کے متعلق خود کتب شیعہ سے بھی کچھ عرض کیا جائے۔

واضح ہو کہ کتاب غایت المرام میں بعد بیان کرنے احادیث بطریق اہلسنت کے شیعہ طریق سے جو حدیثیں مرقوم ہیں۔ ان میں بھی بعض کے اندر یکون اثنا عشر خلیفۃ کے بجائے اثنا عشر امیراً کے الفاظ وارد ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں لایزال ھذہ الامۃ امرھا صالحاً ظاھرۃ علی عدوھا حتیٰ یمضی اثنا عشر ملکاً دیکھو حدیث نمبر عاشر یعنی اس امت سے جبتک بارہ بادشاہ نہ ہو گذرینگے ہمیشہ مسلمانوں کا حال درست رہے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہینگے۔

اب فرمائیے کہ بارہ اماموں کو کب ایسا غلبہ نصیب ہوا کہ ان پر بادشاہی کا اطلاق درست ہو۔ یا ان کے عہد میں مسلمانوں کو صلاحیت اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رہا ہو۔ اگر کہو کہ بارہویں امام کے زمانہ میں مشرق و مغرب کے ممالک فتح کئے جائینگے اور تمام روئے زمین کے کفار پر غلبہ

ہو جائے گا۔ تو اول تو یہ امر موہوم ہے۔ دوسرے حدیث میں کسی ایک امام کے غلبہ کا ذکر نہیں۔ بلکہ بارہ خلفاء میں سے ہر ایک کی نسبت غلبہ و امارت اور دین کی حمایت و تقویت مشروط ہے پس نرے بارہ کے اعداد پر فخر کرنا شیعوں کی خوش فہمی پر دال ہے۔

شیعہ: ۔ اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ قیامت میں رویت باریتعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگی۔ لیکن ہم شیعہ اسکے قائل نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ مکان اور جہت سے منزّہ ہے اور اسکے جمال کو ہماری آنکھیں احاطہ نہیں کر سکتیں لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کیا آپ ہماری کتابوں سے اپنے عقیدہ کی صحّت دکھلا سکتے ہیں۔

احمدی: ۔ دراصل انکار رویت باری تعالےٰ کا مذہب معتزلہ سے منسوب ہے اور زیادہ تر اسکا تعلق فلسفہ سے ہے نہ کہ مذہب سے جس طرح آریہ نے قدامت روح اور مادہ کو جو دراصل مذہب حکمائے فلسفہ کا ہے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے اسی طرح شیعہ نے بھی اس فلسفیانہ عقیدہ کو لازمہ مذہب قرار دے لیا ہے جبکہ عالم آخرت کے حالات و کوائف اس عالم سے اکثر مختلف ہیں مثلاً یہاں پر استعمال حریر و زیور طلاء و شراب مسلمانوں پر حرام ہیں لیکن آخرت میں خداوند کریم نے ان ہی اشیاء کو نعمائے جنت میں شمار کیا ہے اور خاص الخاص مومنین و متقین کو اسکا مستحق فرمایا ہے تو رویت باری تعالےٰ کے بارہ میں بھی زیادہ بحث و تکرار فضول ہے ہم اسی قدر مکلّف ہیں۔ کہ آخرت کے کوائف پر ہمارا ایمان مجمل ہو۔ باقی اسکی کیفیت و تشریح حوالہ بخدا کرنی چاہیئے۔ میں اسموقعہ پر فریقین کی کتب معتبرہ سے اس بارہ میں کچھ عرض کر دیتا ہوں یقین ہے کہ آپ کی تسلّی ہو جائے گی۔

اول۔ مالک رضؓ بن انس سے آیت الیٰ ربّہا ناظرہ کی تفسیر پوچھی گئی جس کے ظاہر معنے یہ ہیں کہ کتنے منہ ہونگے جو قیامت میں اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہونگے پھر کہا گیا۔ کہ ایک قوم (مثل معتزلہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ اس آیت میں اپنے رب کی طرف دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کے عطا کردہ ثواب و انعام کو دیکھنے والے ہونگے پس کہا امام مالک نے وہ جھوٹے ہیں بھلا وہ آیت کلا انہم عن ربّہم یومئذٍ لمحجوبون (یعنے حقّا تحقیق کفار اپنے پروردگار کے دیکھنے سے منع کئے جائینگے) کے کیا معنے کرتے ہیں کہا مالک نے کہ لوگ قیامت کے دن خدا کی طرف اپنی

آنکھوں سے دیکھ رہے ہونگے اور کہا کہ اگر مومنین کے حق میں اپنے رب کا دیکھنا قیامت کے دن مقرر نہ ہوتا تو خدا قرآن میں ہرگز کفار کو حجاب کے عتاب آمیز خطاب سے شرمندہ نہ کرتا جیسے کہ فرمایا کلا انہم من ربہم یومئذ لمحجوبون رواہ فی شرح السنۃ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ ۔جواز رویت باری تعالےٰ کا استدلال حجاب عن الکفار سے قابل غور ہے۔

دوم ۔امام صادق علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کے جبل طور والے قصہ میں مروی ہے کہ موسیٰ کے سوال رویت صریح پر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تو مجھ کو نہیں دیکھ سکے گا جبتک فوت نہ ہو۔البتہ آخرت میں مجھکو دیکھے گا ہاں اگر اسی دنیا میں دیکھنا ہی تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو بھی عنقریب مجھ کو دیکھ لیگا اصل الفاظ یہ ہیں :-

فقال اللہ تعالیٰ ۔لن ترانی فی الدنیا حتیٰ تموت فترانی فی الاٰخرۃ الخ تفسیر صافی زیر آیت وخر موسیٰ صعقاً۔

(ب) کما جاء فی الحدیث ستروں ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر یعنے جیسے کہ حدیث میں آیا ہی کہ تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ ابارزین رضؓ کے سوال رویت پر آنحضرت نے فرمایا الیس کلکم یری القمر لیلۃ البدر مخلیاً۔کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالےٰ۔

(ج) عن الصادق ۔انہ سئل عن اللہ عزوجل ھل یراہ المومنون یوم القیمۃ قال نعم وقد راوہ قبل یوم القیمۃ فقیل متیٰ قال حین قال لہم الست بربکم قالوا بلیٰ الخ ۔ہر دو مذکورہ حوالوں کے لئے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت وخر موسیٰ صعقاً۔

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا خدا تعالےٰ کو مومنین قیامت کے دن دیکھینگے فرمایا کہ ہاں اور تحقیق انہوں نے قیامت سے پہلے بھی اسکو دیکھا۔عرض کیا گیا کب دیکھا۔فرمایا جبکہ خدا نے کہا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں تو انہوں نے کہا تھا کہ ہاں ۔علاوہ ازیں آیت لاتدرکہ الابصار سے صرف نفی احاطہ مستنبط ہو سکتی ہے نہ کہ مطلق رویت کی اور رویت کا ثبوت جو مختصراً اوپر کی آیات واحادیث میں دیا گیا ہی اہل انصاف کی تسلی کے لئے کافی ہے۔

شیعہ ۔اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ نیکی بدی سب خدا کی طرف سے ہے چنانچہ ان کا آمنت باللہ

والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ پر ختم ہوتا ہے۔

احمدی :- نیکی بدی کا خدا کی طرف منسوب کرنا اور بات ہے اور قدر خیرہ وشرہ اور بات۔ اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ بدیاں بھی خدا کراتا ہے تو کسی متقی مومن سنی کا عقیدہ نہیں۔ اگر اسکا یہ مطلب ہے کہ بدیوں کو بھی خدا نے ہی پیدا کیا ہے تو اسمیں اہلسنت پر کوئی الزام نہیں۔ شیعوں کی سب سے معتبر کتاب حدیث اصول کافی میں اس بارہ میں ایک مستقل باب ہے جسمیں ایک چھوڑ تین حدیثیں ہیں اور ان سب میں لکھا ہے کہ خیر کو میں نے پیدا کیا اور شر کو بھی میں نے پیدا کیا اور یہ کہ خالق خیر و شر میں ہوں بطور نمونہ ایک حدیث عرض کیجاتی ہے۔

عن ابی عبد اللہ ع قال قال اللہ عزّ وجلّ انا اللہ لا الٰہ الا انا خالق الخیر والشرّ فطوبیٰ لمن اجریت علیٰ یدیہ الخیر وویل لمن اجریت علیٰ یدیہ الشرّ وویل لمن یقول کیف ھٰذا۔ اصول کافی کتاب التوحید۔ (باب الخیر والشر صفحہ ۸۹)

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے میں اللہ ہوں کوئی معبود برحق نہیں۔ مگر میں پیدا کرنے والا ہوں نیکی کا اور بدی کا۔ مبارک ہے وہ جس کے ہاتھ پر میں نے خیر کو جاری کیا اور افسوس ہے واسطے اسکے جس کے ہاتھ پر میں نے شر کو جاری کیا اور افسوس ہے اس شخص پر جو کہتا ہے۔ کہ یہ کس طرح پر ہوا۔

(ب) پھر احادیث شیعہ سے ثابت ہوتا ہے ابلیس سے خدا نے ہی سجدہ نہ کرایا۔ اور آدم کو شجر ممنوع سے کھانے کے لئے بھی اسی نے اکسایا دیکھو اصل حدیث

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ ع قال سمعتہ یقول امر اللہ ولم یشأ وشاء ولم یامر امر ابلیس ان یسجد لآدم وشاء ان لا یسجد ولو شاء لسجد ونھی آدم عن اکل الشجرۃ وشاء ان یأکل منھا ولو لم یشاء لم یاکل۔ اصول کافی کتاب التوحید باب المشیۃ والارادۃ صفحہ ۸۷

(ترجمہ) عبد اللہ بن سنان نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کہا سنا میں نے کہ فرماتے تھے خدا نے امر فرمایا لیکن نہ چاہا اور چاہا اور امر نہ فرمایا جیسے امر فرمایا ابلیس کو کہ آدم کو سجدہ کرے اور چاہا کہ سجدہ نہ کرے اگر چاہتا تو وہ سجدہ کرتا اور منع کیا آدم کو درخت کے کھانے سے اور چاہا

کہ وہ اسمیں سے کھائے اور اگر نہ چاہتا تو وہ نہ کھاتا۔

پھر اندازہ نیکی اور بدی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننا اسمیں کونسی قباحت ہے؟ اگر یہ اندازہ خدا نہیں کرتا تو کیا اسکے سوا کسی اور میں یہ طاقت ہے؟ کیا اسنے نہیں فرمایا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ اصل یہ ہے کہ اس عربی عبارت کا مفہوم غلط طور پر زبان زد عوام ہوگیا جو کہتے ہیں کہ نیکی بدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہمنے تو ثابت کر دیا کہ یہ امر بھی خود شیعوں کی صحیح احادیث سے ثابت ہے فرمایئے اس اعتراض کی اب کوئی گنجایش باقی ہے

شیعہ۔ کتاب ملل ونحل شہرستانی میں آیا ہے کہ سب سے پہلا فتنہ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ کے دن پیدا ہوا۔ اگر اس دن جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ بنایا جاتا تو مسلمانوں میں کوئی اختلاف یا فتنہ نمودار نہ ہوتا۔

احمدی۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن کا اختلاف بظاہر فتنہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اختلاف بہت سے خانہ برانداز فتنوں کا مٹانے والا ثابت ہوا۔ تفصیل اسکی کسی دوسرے موقعہ پر عرض کرونگا۔ سردست اسقدر بتلا دینا ضروری ہے کہ اس اختلاف کا نام فتنہ رکھنے والے عام لوگ ہیں جنکا قول ہمپر حجت نہیں لیکن ایک اور قوم ایسی فتنہ گر ہے جنکا فتنہ سقیفہ سے بھی ایک مدت پہلے کا ہے اور ان کے فتنہ کو خود حضرت مخبر صادق رسول صلعم نے اسلام میں پہلا فتنہ قرار دیا ہے اور وہ قوم خوارج ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایکدفعہ حرقوص بن زہیر جو بظاہر بڑا عابد وزاہد تہا۔ ایکدن آنحضرت صلعم کے حضور میں صحابہ اسکی کثرت عبادت کی تعریف کر رہے تھے کہ اسی وقت وہ آپ مسجد نبوی میں آگیا۔ حاضرین نے عرض کیا یہی وہ شخص ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم اسکے خبث باطن سے بھی خوب واقف تھے یہانتک کہ اسکو واجب القتل جانتے تھے۔ حرقوص مسجد میں آتے ہی مشغول عبادت ہوگیا۔ آنحضرت نے سب سے پہلے ابوبکر کو حکم دیا کہ جا کر اس شخص کو قتل کر دو۔ وہ مسجد کے اندر گئے دیکھا تو وہ رکوع میں ہے ظاہر حال کو دیکھکر انہوں نے قتل میں تامل کیا پھر آپنے عمر کو حکم دیا وہ گئے تو حرقوص سجدہ میں تھا۔ انکو بھی ایسی حالت میں قتل کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر آنحضرت صلعم نے جناب علی کو ارشاد فرمایا جب وہ اندر گئے تو حرقوص کو نہ پایا اور واپس آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اسپر آنحضرت صلعم نے فرمایا لو قتل لکان اول فتنۃ و آخرھا یعنے اگر یہ قتل کیا جاتا تو اسلام میں پہلے بھی فتنہ ہوتا۔ اور آخری فتنہ بھی یہی ہوتا یعنے اسکے بعد کوئی اور فتنہ برپا نہ ہوتا

اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ فرمایا ھٰذا اول قرن یطلع فی امّتی لو قتلتموہ ما اختلف بعدی اثنان۔ یعنی یہ پہلا شخص بانی فتنہ کا ہے میری امت میں اگر تم اسکو قتل کر دیتے تو میرے بعد دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اس سے آنحضرت صلعم کا مخبر صادق ہونا مثل روز روشن کے ثابت ہو گیا کیونکہ یہ حرقوص آخر رؤسائے خوارج میں جاکر شمار ہوا۔ اور نہروان میں جناب علی علیہ السلام کے دست حق پرست سے داخل نار ہوا۔ یاد رکھو کہ حسب ارشاد نبوی جسقدر بداعتقادیاں اور فتنے اور خونریزیاں ہوئیں اکثر اسی قوم خوارج کی شرارت سے ہوئیں۔ شیعہ لوگ مہاجرین و انصار کے برگزیدہ گروہ کو ناحق بانیٔ فتن جانتے ہیں۔ قتل عثمانؓ و جناب علیؑ و واقعات جمل و صفین و واقعہ کربلا جیسے دردناک حوادث میں اسی سنگدل قوم خوارج کا ہاتھ کام کرتا ہوا پایا گیا ہے۔

شیعہ۔ حج اکبر کے موقعہ پر سورہ برات سنانے کے لئے آنحضرت صلعم نے پہلے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا۔ لیکن خدا نے وحی بھیجی کہ علیؑ کو روانہ کرو۔ وہ گئے اور راستہ سے ہی ابوبکرؓ کو واپس کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس شخص میں خدا کے نزدیک چند آیات پڑھکر سنانے کی قابلیت نہیں وہ امارت اور خلافت کی اہلیت بھی نہیں رکھتا

احمدی۔ اس اعتراض میں آپنے بہت کچھ غلط فہمی کا اظہار فرمایا ہے اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سنہ ۹ھ میں واپسی جنگ تبوک پر ابوبکر صدیق کو مسلمانوں پر امیر الحاج مقرر فرماکر مکہ روانہ کیا تھا اور وہ آخر وقت تک امیر الحاج رہے دیکھو بخاری کتاب المغازی باب حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ مصر۔ حضرت علی کے پہنچ جانے پر وہ ہرگز آنحضرت صلعم کی خدمت میں نہیں آگئے یہ صرف شیعوں کی خانہ ساز روایت ہے۔

اور کتاب زاد المعاد میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا ذکر ہے بلکہ اس سے بروایت ابن اسحٰق ثابت ہوتا ہے کہ سورہ برات انکی روانگی کے بعد نازل ہوئی جس کے سنانے کے لئے جناب علی علیہ السلام مامور ہوئے۔ اور لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے جناب علی سے دریافت کیا کہ آپ امیر ہوکر آئے ہیں یا مامور ہوکر تو جناب علی نے فرمایا کہ لا بل مامور" یعنے نہیں بلکہ مامور ہوکر بھیجا گیا ہوں۔ اور سورہ برات سنانے اور جس سے عہد و معاہدہ ہے ان سے آئندہ کے لئے عہد توڑنے کے لئے۔ آگے لکھا ہے کہ فقام ابوبکر للناس فحجھم حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب فاذن فی الناس الخ

زاد المعاد صفحہ ۲۸۴ یعنی پس ابوبکر نے مسلمانوں سے فریضہ حج ادا کروا دیا اور قربانی کے دن جناب علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں میں منادی کی۔

بلکہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی کے کام میں بھی ابوبکر شریک تھے وکان علی ینادی فاذا عیی قام ابو بکر فنادی بھا دیکھو ترمذی کتاب التفسیر سورہ التوبہ صفحہ ۵۰۵ مطبع فخر المطابع دہلی اور ابوبکر کے کام میں جناب علی کی شرکت محتاج ثبوت ہے فتدبر۔

اب فرمائیے کہ ابوبکر میں امارت کی اہلیت تھی یا نہ اگر نہیں تھی تو آنحضرت صلعم نے صحابہ کو چھوڑ کر ان ہی کو کیوں امیر الحاج بنایا تھا۔

پھر اور سنئے اگر ابوبکر میں امارت کی اہلیت نہیں تھی تو سقیفہ کے دن انکے سوا کسی اور کو کیوں خلیفہ نہ بنایا گیا اگر کہو کہ وہ ایک جھوٹی سی حدیث الائمۃ من القریش سنا کر خود بخود خلیفہ بن گئے تب بھی ان کی اہلیت میں کلام نہیں کیونکہ ہزاروں صحابہ میں سے کسی کو چون و چرا کی جرأت نہیں ہوئی اگر کہو دوسروں نے انکو بنایا جب بھی انکی اہلیت تو ثابت ہو گئی اگر اسکو اہلیت امارت نہیں کہہ سکتے تو پھر خدا جانے اہلیت کا مطلب شیعوں کے نزدیک کیا ہے؟

شیعہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے بہتر فرقے ہو جائینگے اور ان میں صرف ایک جنتی ہوگا باقی سب ناری ہونگے وہ ناجی فرقہ کونسا ہے؟ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اسکے مصداق ہم شیعہ اثنا عشری ہیں۔

احمدی۔ صاحب! یہ سب غلط فہمیاں ہیں آپ لوگ ایسی احادیث و روایات کو اصل کتابوں میں سے دیکھتے سنتے نہیں۔ بلکہ جو کچھ آپ لوگوں کے مولوی یا واعظ سنا دیتے ہیں۔ آپ اس کو امر واقعہ تسلیم کر لیتے ہیں مثال کے طور پر اسی حدیث کو لے لو۔ ترمذی میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی تو اسی وقت سننے والوں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ وہ ناجی فرقہ کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ما انا علیہ واصحابی یعنے ناجی وہ فرقہ ہے جو اس طریق پر ہے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضؓ۔ دیکھو ترمذی باب افتراق ہذہ الامۃ صفحہ ۴۳۵۔ آنحضرت صلعم نے نہ سنی کا نام لیا ہے نہ شیعہ کا۔ لیکن آپ خود فرمائیں کہ صحابہ رضؓ رسول صلعم کی پیروی میں دونوں میں سے کون سا فرقہ بدنام ہے حسن اتفاق سے حدیث مذکور کا پتہ کتب شیعہ سے بھی چل گیا ہے چنانچہ مجمع البحرین جیسی معتبر

کتاب میں جو احادیث شیعہ کی لغت میں بنظیر ہی اسی قسم کے الفاظ موجود ہیں وفی الحدیث قیل یا رسول اللہ وما الفرقۃ الناجیۃ قال ھو ما نحن علیہ واصحابی - دیکھو مجمع البحرین زیر لفظ نجا صفحہ ۸۲

شیعہ - جنگ حنین میں سب صحابہ بھاگ گئے تھے اور آپ کے ابوبکر و عمر تو خاص کر -

احمدی آپ کا یہ اعتراض بھی زیادہ تر تعصب پر مبنی ہی کیونکہ بعد فرار جو جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر و ثابت قدم رہے انکو مورخین اسلام نے نام بنام لکھا ہی اور لطف یہ ہی کہ انمیں ابوبکر و عمر کا نام بھی ہی وفی من ثبت معہ من المھاجرین ابوبکر و عمر و من اھل بیتہ علی والعباس - ابو سفیان بن الحارث وابنہ والفضل بن العباس و ربیعہ وابن الحارث واسامہ بن زید وایمن بن ام ایمن قال وقتل یومئذ - دیکھو زاد المعاد بروایت ابن اسحاق جلد اول صفحہ ۴۳۶

رہی عام صحابہ رضی اللہ عنہم سو انکی نسبت بھی روایات معتبرہ میں آیا ہی کہ جب آنحضرت صلعم اور عباس رضی اللہ عنہ نے باواز بلند انکو بلایا تو پروانوں کی طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے بیتابانہ شمع رسالت کے گرد جمع ہو گئے دیکھو زاد المعاد -

بلکہ صحیح مسلم میں صحابہ کی واپسی کو ایک دلچسپ مثال میں ظاہر کیا گیا ہی قال فو اللہ لکان عطفتھم حین سمعوا صوتی عطفۃ البقر علی اولادھا زاد المعاد حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۴۳۷ - یعنے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی صحابہ کا میری آواز سُن کر واپس آنا ایسا تھا جیسے کہ گائی اپنی اولاد کا آواز سن کر لپک کر آتی ہی تعجب ہی کہ ایسی روایات کے ہوتے ہوئے شیعوں نے حنین کے فراریوں میں ابوبکر و عمر کا نام حتمی طور پر کیسے جڑ دیا - نبی کریم کی ذات تو وہ رؤف و رحیم ہی کہ اپنے اصحاب کی خطا پوشی اور ان کے فرار والی لغزش سے چشم پوشی فرماتے اور ان کے دوبارہ حاضر ہو جانے پر تحسین فرماتے ہیں - لیکن کچھ لوگ ہیں کہ برخلاف سنت رسول صلعم ان کے اس عیب کا افشا کرتے اور بغلیں بجاتے ہیں چہ خوش ؟

شیعہ - ہمنے کتنے ہی لوگوں سے دریافت کیا کہ کہیں سے ابوبکر و عمر کا جہاد کرنا بھی ثابت ہے یا نہ مگر جواب باصواب نہ ملا اور جناب علی علیہ السلام کے جہادوں کے تو کیا کہنے ہیں - لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار -

احمدی - واضح ہو کہ آجکل دینی مذاق مسلمانوں سے ایسا کم ہوگیا ہے کہ وہ موٹی موٹی باتوں میں بھی تمیز نہیں کرسکتے مثال کے طور پر اسی لفظ جہاد کو لے لو جو کہ جہد یا جہد سے مشتق ہے جس کے معنی سعی بلیغ کے ہیں اجہد جہدک فی ھذا الامر - ای ابلغ غایتک دیکھو صراح زیر لفظ جہد - اور عام طور پر یہ مشہور ہوگیا ہے کہ تلوار سے کسی کو قتل کر دینے کو ہی جہاد کہتے ہیں - حالانکہ خداوند کریم مومنین کی تعریف میں فرماتا ہے یجاھدون باموالہم وانفسہم یعنے وہ لوگ جو جہاد کرتے ہیں ساتھ اپنے مالوں اور جانوں کے - اس سے ثابت ہوا کہ از روئے قرآن مجید جہاد دو قسم پر مشتمل ہے - ایک جہاد مالی اور دوسرا جہاد جانی - پس جس شخص کے جہاد کرنیکا جب سوال پیدا ہوگا تو ہر دو قسموں کو مدنظر رکھا جائیگا -

ابوبکرؓ اور علیؓ کے متعلق ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے دونوں مجاہد تھے اگر جناب علی علیہ السلام تلوار کے دھنی ہیں تو ابوبکر صدیق اپنے مال سے جہاد کرنے میں تمام صحابہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے - دیکھو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں میں سے از روئے دوام صحبت و اعانت مالی کے میں ابوبکر کا زیادہ ممنون ہوں - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - ان امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر - بخاری جلد ۲ باب ہجرۃ النبی صفحہ ۳۰۲ - اور پھر فرمایا ہے کہ کسی کے مال نے مجھکو اتنا فائدہ نہیں بخشا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر ابن ماجہ باب فضائل الصحابہ مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۱۰

رہے حضرت عمرؓ سو انکی خداداد ہیبت اور رعب کے کیا کہنے ہیں - ان کے اسلام لانے سے پہلے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم خدا سے دعائیں مانگتے تھے کہ یا اللہ عمر کو مسلمان کر تاکہ اسلام غالب ہو - اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃً دیکھو ابن ماجہ صفحہ ۱۱ - آپ متعجب ہونگے کہ احادیث شیعہ میں بھی بغیر طوعاً و کرھاً اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے - چنانچہ حیدر علی الآملی جیسا شیعہ فاضل لکھتا ہے - وکان النبی لما یجد من اذی عمر بن الخطاب وابی جھل بن ھشام یقول اللہم اید ھذا الدین ولو باحد ھذین الرجلین الخ دیکھو کشکول - والعیاشی عن الباقر ان رسول اللہ قال اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ بمبئی

مورخین اسلام نے لکھا ہے وکان اجہاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقد ...

یصلون عند الکعبۃ حتّٰی اسلم عمر فلمّا اسلم قاتل قریشا حتی صلی عندھا وصلی معہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان قد اسلم قبلہ حمزۃ بن عبد المطلب فقوی المسلمون بھما وعلموا انھما سیمنعان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم والمسلمین۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد۲ ذکر اسلام عمر یعنی عمرؓ کے اسلام لانے سے پیشتر صحابہ کرام میں جرأت نہ تھی کہ کعبہ کے پاس نماز ادا کر سکیں۔ پس جب وہ مسلمان ہوگئے تو قریش سے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ان کیساتھ تمام صحابہ نے بھی پڑھی اور ان سے پہلے حمزہ رضی اللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے تو ان دونوں کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو کافی تقویت ہوگئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ اب یہ دونوں رسول صلعم اور مسلمانوں کی حمایت کرنے کو کافی ہیں فرمائیے اس سے بڑھکر عمرؓ کے جہاد کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہی اور پھر عمرؓ کے اس جہاد کے ساتھ کسی اور کا جہاد مقابلہ کر سکتا ہی۔

باقی رہی حدیث لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ سو محققین نے اسکو غیر معتبر قرار دیا ہی چنانچہ مؤلّف کتاب روضۃ الاحباب نے لکھا ہی کہ ایں حدیث را بایں طریقہ بعضے از اکابر محدثاں و اہل سیر در کتب خویش آوردہ اند لیکن ذہبی کہ محک رجال است در میزان الاعتدال تضعیف و تکذیب راوی نمودہ۔ دیکھو روضۃ الاحباب در ذکر جنگ احد و مدارج النبوۃ جلد۲ ص۱۶۸ اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو بھی عمرؓ کی جوانمردی اس سے کئی سال پہلے ظاہر ہو چکی ہی جیسے کہ اوپر گذرا۔ اور اس دن تک حضرت علی نے کوئی جوہر جوانمردی دکھلایا تھا۔ نہ انکی ذوالفقار نے

شیعہ۔ غزوہ حنین میں تو آپ نے شیخین کی ثابت قدمی ثابت کر دی لیکن جنگ احد میں تو انکا فرار کالشمس فی النصف النہار ثابت ہے ذرا آیت اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم کو بھی یاد کیجیے۔

احمدی جسطرح حنین میں ان کی ثابت قدمی ثابت ہی انشاء اللہ اسی طرح جنگ احد میں بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں بعد ذکر تعینات کرنے عبد اللہ بن جبیر کے اوپر جماعت تیراندازوں کے اور آنحضرت صلعم کی تاکید اکید کے کہ اپنی جگہ پر قائم رہنا اور پھر جب پہلی دفعہ کفار کو ہزیمت ہوئی اور تیر اندازوں نے غنیمت کے لالچ میں برخلاف وصیت پیغمبر صلعم اور اپنے امیر عبد اللہ بن جبیر کی نافرمانی کرکے اپنی کمین گاہ کو چھوڑ دیا۔ اور پھر کفار حملہ آور ہوئے اور لشکر اسلام میں ہلچل

میں لکھا ہی کہ ابوسفیان آگے بڑھا اور اسنے دریافت کیا کہ اس جماعت میں محمد ہی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اسکو جواب دو پھر اس نے کہا افی القوم ابن الخطاب یعنی عمر بھی ہی یا نہ ؟ فقال ان ھٰؤلاء قتلوا فلو اکانوا احیاء لاجابوا فلم یملك عمر فقال کذبت یا عدو اللہ ابقی اللہ علیك مایخزیك الخ بخاری جلد ۳ باب غزوہ احد صفحہ ۱۳ یعنی ابوسفیان نے کہا کہ یقیناً یہ لوگ قتل ہو چکے ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ یہ سن کر عمر سے نہ رہا گیا۔ کہا کہ او دشمن خدا تونے جھوٹ بکا ہے ہم سب لوگ زندہ ہیں۔

غور سے دیکھئے یہ فرار عامہ مسلمین کے بعد کا موقعہ ہی اور اسکے بعد کوئی فرار ہوا ہی نہیں پس آپ کا اعتراض شیخین کے فرار جنگ احد کے متعلق بھی بیجا اور سراسر بے بنیاد ثابت ہوگیا۔

باقی آیت اذ تصعدون ولا تلوون علی احد کا مصداق عمر کو قرار دینا یہ بھی سراسر تعصب اور بغض پر مبنی ہی کیونکہ بخاری میں اس آیت کا مصداق اسی جماعت تیراندازوں کو ٹھہرایا گیا ہی جو عبداللہ بن جبیر کے ماتحت رسول صلعم نے مقرر فرمائی تھی۔ یہی بھاگے جاتے تھے اور انہی کو رسول صلعم بلاتے تھے دیکھو غزوہ احد کے ضمن میں باب اذ تصعدون ولا تلوون الخ جلد ۳ صفحہ ۱۵

شیعہ۔ بخاری میں آیا ہے کہ عید کے دن آنحضرت صلعم نے عائشہ کو حبشی بازیگروں کا تماشا دکھایا کیا عقل سلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان ہادی برحق کے لئے ایسی شرمناک بات تجویز کر سکتی ہی۔

احمدی۔ عید جیسی خوشی کے دن جسمیں اظہار سرور ناموزون نہیں بفرض تسلیم صحت روایت اپنے گھر میں بیٹھکر نہ کہ مجمع عام میں آنحضرت صلعم نے نہ اپنی مرضی سے بلکہ عائشہ کی درخواست پر جیسے کہ متن روایت سے ظاہر ہے حبشیوں کے کرتب دکھلائے بھی تو کیا مضائقہ ہے ؟ لیکن اگر یہ شرمناک فعل ہی تو میں اس سے بھی زیادہ ایک شرمناک روایت کتب شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں جسمیں لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ کو بعد اسکے کہ انکی شادی جناب علی علیہ السلام سے ہوچکی تھی بعض یہود ہمسایوں کی درخواست پر کہ ہمارے ہاں شادی کی دعوت ہے بہشتی لباس سے آراستہ کرکے انکے ہاں روانہ فرمادیا تھا۔ جب سیدہ وہاں تشریف لیگئیں اور یہود نے آپ کو دیکھا تو انکی عورتیں سجدہ میں گر پڑیں اور انکے آگے کی زمین پر بوسہ دینے لگیں

بسبب اُس شان کے جو بہت سے یہودیوں نے دیکھی فلمّا دخلت فاطمۃ دار الیھود سجد لھا
نساءھم یقبلن الارض بین یدیھا بسبب ما رأو خلق کثیرًا من الیھود ۔ بحار الانوار
جلد عاشر صفحہ ۲۱ (باقی دارد) خاکسار خادم حسین احمدی

بشارات القرآن

نمبر ۴

پیشگوئی نمبر ۳۴

عمران ع ۹ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (ترجمہ) بیشک اور بے شبہ جو لوگ منکر ہوئے اور وہ اپنے غضب و غصہ و انکار میں ہی گئے اور نرے پکے کافر ہیں ۔ پس ہماری گرفتاری کے یوم میں اگر زمین بھر کر سونا فدیہ دینگے تو قبول نہ کیا جائے گا ۔ اور اسدن انکا کوئی مددگار نہ ہوگا ۔

سو یہ پیشگوئی بھی جنگ بدر و فتح مکہ کے روز اور یہود کے اخراج وطن کے دن پوری ہوئی اور کوئی فدیہ وغیرہ سفارش ان کے کام نہ آئی تھی ۔

پیشگوئی نمبر ۳۵

عمران ع ۱۰ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ (ترجمہ) تحقیق سب سے پہلا گھر وہ جو رکھا گیا زمین پر واسطے لوگوں کے جس کا نام بکہ ہے وہ پر از برکات ہے اور موجب ہدایت ہے تمام عالم کے لئے اور اس میں بہت سے نشان ظاہر ہیں اور امن کا گھر ہے ۔

آیت ہذا میں یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ سب سے پہلا گھر معبد مکہ ہے جسکا نام بکہ بھی ہے جس کے معنے بڑے بڑے جبار سرکشوں کی گردنوں کو توڑ دینے والا ہے اور بکہ مشتق تباک سے ہے

جسکے یہ بھی معنے ہیں۔ اتر تھام یعنی دنیا کے نیک لوگ جمع ہونگے اسلئے وہاں برکات الہیہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ امن میں رہنے والا گھر ہے پس غور کرو کہ یہ سب کچھ جو قبل از وقت فرمایا ہوا تھا پورا ہوگیا اور ہوتا جاویگا یعنی یہی دنیا کا پہلا گھر ہے جس میں آخری نبی کا ظہور ہوا جس نے پرانے سرکش جبار عنید ابلیس کا سر کچلدیا ۳۶۰ بتوں کو نیست کیا اور وہاں ہی کتاب فرقان مقدس کا نزول شروع ہوا۔ جو ہدًی للعالمین ہوا۔ اور دجّال کے دخل سے بھی اسے محفوظ فرمالیا اور اس بیت اللہ میں بڑے بڑے نشان نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جس نے اُسکی بے ادبی کی نیت کی۔ وہ دوزخ کا ہنسکا بنایا گیا۔ اور اسی دنیا میں ذلیل ہوا۔ اور جس نے اسے پاک وصاف کیا اور اسکی عظمت قائم کی۔ وہ دنیا کا متبوع بنایا گیا اور وہ امن دیا گیا ہر ایک نجاست شرک وخوف عظیم سے اور یہ وہ گھر ہے جہاں حضرت اسمٰعیل اکیلے بے آب و دانہ چھوڑے گئے تھے اور انجام یہ ہوا کہ آپکی نسل لوگ سارے عرب میں حملوں سے بچائے گئے پانی بلائے گئے کل نعمتیں دلائے گئے مقبول بنائے گئے لاکھوں دنیا میں مذہبی مرکز اور ہیں لیکن کسی کی حفاظت انسان سے نہ ہوسکی ہاں خدا نے اپنے گھر کی حفاظت کی چنانچہ اس علیم کل کے سب وعدے جو مکہ و مکہ کی نسبت تھے پورے ہوئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۶

عمران ع ۱۱۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (ترجمہ) اُسدن عذاب کی وجہ سے بہت سے حسین چہرونکو بدشکل بنادیا جاویگا اور بہتوں کو نورانی چہرے بنادیا جائیگا۔

یہ آیت یہود کے حق میں ہی جو شرارتوں سے باز نہ آتے تھے سو انہوں نے موت کا منہ دیکھا اور بہتوں کو اپنا وطن اپنے باغات چھوڑ کر نکلنا پڑا۔ اور اسقدر مصیبتیں پڑیں اور ذلّت ہوئی کہ ان کے چہرے مسخ ہوگئے۔

پیشگوئی نمبر ۳۷

لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّآ اَذًی وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا

ثُقِفُوٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ - عمران ع ۱۲

(ترجمہ) اے مسلمانو! ہرگز نہ ضرر دے سکینگے تمکو مگر کچھ دُکھہ سا - اور اگر وہ لڑیں تم سے تو بھاگ جاینگے پشتیں دکھاکر اور پھر کبھی نہ نصرت کیے جائینگے ماری گئی انپر ذلت جہاں پائے جائیں مگر اللہ کی حبل کے نیچے - یا دیگر آدمیوں کا مذہب اختیار کرلیں اور پھر آئے غضب ثانی کے نیچے اور ماری گئی انپر مسکینی یہ اسوجہ سے کہ انہوں نے انکار کیا آیات اللہ کا اور مقابلہ کرنا چاہا انبیاء اللہ کا ناحق - یہ عذاب اُن پر اسلیے ہو کہ گناہ میں حد سے گزر گئے یہ پیشگوئی یہودیوں کے حق میں آجتک صادق چلی آتی ہو کہ وہ منافق جنگ کی تاب نہ رکھتے تھے اور آجتک انکی مذہبی نہیں ہوئی ہے انکو سلطنت نہ ملی اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے وہ عرب چھوڑ کر جہاں گئے ذلیل ہی رہی اور ابدی مسکینی کے نیچے آگئے - یہ سزا انکو اسلیے دی کہ وہ آیات اللہ کے منکر اور انبیاء اللہ کے حق میں موذی تھے اور فسق و فجور میں حد سے پار ہو گئے تھے -

پیشگوئی نمبر ۳۸

عمران ع ۱۲ - اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝

(ترجمہ) بیشک جو لوگ منکر ہو گئے ہرگز نہ کفایت کرینگے ان سے مال اور اولاد ان کی بمقابل اللہ کے کچھ - اور یہی منکر (عنقریب) طعمہ نار الحرب و دوزخ ہونے والے ہیں - سو یہ پیشگوئی بھی بڑی وضاحت سے خطہ عرب میں پوری ہوئی اور وہی مخاطب خطاب کفروا کے تھے -

جسطرح آفتاب کے سامنے ظلمت پاش پاش ہوکر مٹجاتی ہے اور ہر سوراخ میں روشنی کا اثر پہنچ جاتا ہے اسی طرح عرب جو محض ظلمت تھے نور محمدی سے بدلکر نور ہی ہو گئے -

پیشگوئی نمبر ۳۹

عمران ع ۱۳ - اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ ؕ

بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ - (ترجمہ) یہاں غزوہ احد کا ذکر ہے کہ کیا ہرگز نہ کافی ہوگا تمہارے لئے یہ کہ مدد کرے تمہاری رب تمہارا ساتھ تین ہزار فرشتوں کے جو اوپر سے آنے والے ہیں۔ ہاں اگر صبر کرو اور تقوٰی اختیار کرو۔ تو یک لخت آجاوینگے تمہارے پاس ابھی اور مدد کرے تمہاری رب تمہارا ساتھ پانچہزار ملائکہ کے جو نشان لگائے ہوئے ہیں۔ یہ اسوقت پرخطر میں پیشگوئی سنائی گئی تھی۔ جبکہ غزوہ احد میں نبی اللہ نے دو زرہیں آہنی پہن لیں صحابہ نہ ڈرے اور کہنے لگے کہ ہم حدود مدینہ کے اندر ہی لڑینگے۔ اگر آپکی مرضی ہو تو۔ فرمایا نبی اللہ جب کسی کام کی تیاری کر چکتا ہی تو پھر وہ رکتا نہیں ہی آخر کار خدا کی مدد پانچہزار فرشتہ کا جتھا آگیا اور دشمن کو بھگا دیا۔ اور بعض کو تلوار کی دھار سے اڑا دیا اور کچھ گرفتار کر لیئے گئے اور یہ پیشگوئی قبل از وقت سنائی گئی تھی جو پوری بھی ہوگئی۔

پیشگوئی نمبر ۴۰

عمران ع ۱۴۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ - هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ - وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۱۴۰ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۱۴۱ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (ترجمہ) تحقیق گذر چکیں پہلے تم سی عادات امم کیں پس سیر کرو زمین میں اور غور سے دیکھو کیونکر انجام ہوا ہر مکذبین کا۔ یہ بیان ہی لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت متقین کے لئے اے مسلمانو مت سُست ہو جاؤ اور مت غم کھاؤ۔ اور تم ہی غالب آنیوالے ہو۔ بشرطیکہ تم کامل مومن بنے رہو اور کبھی اللہ تعالے ظالم مشرکوں سی محبت نہیں کرتا اور خاص کر لیتا ہی مومنوں کو اور نابود کر ڈالتا ہی کفار کو۔

ان آیات میں بڑی زبردست بشارتیں ہیں مومنین کو اور انذار ہی کفار کو۔ اول فرمایا کہ پہلی امم کی عادات حسنہ اور غیر حسنہ پر غور کرو۔ اور از روئے تحقیق کے سیر زمین میں کرو۔ اور مکذبین کے انجام پر غور کرو اور جان لو کہ اس نبی کی عداوت میں اور رفاقت میں بھی وہی سلوک کیا جائیگا۔ پھر مسلمانوں کو بشارت سنائی کہ تم ڈرتے ہوئے سُست نہ ہو اور کوئی غم نہ کھاؤ۔ تمکو ہی غالب

کہا جائے گا بشرطیکہ تم حالت ایمانی کو درست رکھو خدا ظالموں کو نہیں چاہتا بلکہ مٹا دیتا ہے اور مومنین کو برحمت خود خاص کریگا۔

پیشگوئی نمبر ۴۱

عمران ع ۱۵- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (ترجمہ) نہیں محمد مگر ایک رسول بیشک فوت ہو چکے اس سے پہلے تمام رسول۔ پس اگر محمد مر جاوے۔ یا مارا جاوے کیا مرتد ہو جاؤ گے تم اور پھر پہلے دین اپنے کے اور یاد رکھو جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر پس ہرگز نہ ضرر پہنچا سکے گا اللہ کو کچھ اور وہ دن بہت ہی قریب ہے کہ بدلہ دیگا اللہ تعالےٰ مومنین شکر گذاروں کو۔

آیت ہٰذا میں جو پیشگوئی ہے شاکرین مومنین کے لئے کہ بہت ہی جلد ان کو آنحضرت کی وفات کے بعد عظیم الشان بدلہ ملنے والا ہے اسمیں شیعہ صاحبان کو توجہ کرنی چاہئے کہ کیا وہ ابوبکر رضہ اور عمر رضہ اور عثمان رضہ اور علی رضہ ثابت ہوئے ہیں یا اور کوئی پس یہ کلمات الٰہیہ انہی کے حق میں پورے ہوئے

پیشگوئی نمبر ۴۲

عمران ع ۱۶ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ - (ترجمہ) بہت ہی قریب ہے وہ دن کہ بڑے بڑے دلیر کفار کے دلوں میں خوفناک رعب ڈالدیا جائیگا بسبب اسکے کہ انہوں نے بڑا گناہ شرک باللہ کیا جس پر کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور انکی ہلاکت کی جگہ النار الحرب مقدر ہو چکی ہے اور وہ بری جگہ ہے ظالمین مشرکین کے واسطے۔

پس جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں ویسے ہی نار جنگ بدر وغیرہ میں کامل طور پر صحیح ثابت ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے نام لے کر بتایا تھا کہ یہاں فلاں اور یہاں فلاں ہلاک ہوگا اور یہ پیشگوئی بڑے نازک وقت میں کی گئی تھی اور خدا نے پوری کرکے دکھا دی۔

درس حدیث

(حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

حدیث علی بن عبد اللہ - یہ واقعہ جو حضرت موسیٰ کیساتھ پیش آیا یہ معراج تہا اس کے معراج ہونیکی دلیل خضر کا ایک آدمی کو بلاوجہ قتل کر دینا پھر کشتی کے تختوں کا اکھیڑنا وہ کشتی جس کے تختے مکمل کئے جائیں وہ تو غرق ہو جانی چاہئے تھی مگر غرق نہ ہوئی یہ واقعات جو حضرت موسیٰ نے معراج میں دیکھے تھے بعینہ وہی واقعات موسیٰ کو پیش آئے ایک آدمی کو قتل کیا پھر اپنی قوم کو ایک خطرہ میں ڈالدیا (بلا کشتی دریا میں ڈالدیا) پھر مفت کام کیا کہ لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔

آنحضرت صلعم چونکہ موسیٰ کے مثیل تھے اسلئے آپ نے چاہا کہ جو کچھ میرے ساتھ پیش آنا تہا اسکا بھی علم ہو جاتا۔ خضر یا تو فرشتہ تہا۔ یا پھر نبی کریم صلعم تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی دو شاخیں ہو گئی تھیں ایک بنی اسحٰق اور ایک بنی اسمٰعیل۔ دونوں علیحدہ علیحدہ بڑے بڑے گھرانے تھے۔ حضرت موسیٰ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ دونوں مجمع البحرین پر ملگئے اور آنحضرت صلعم کے زمانہ مبارک میں حکم ہوگیا کہ ملکر کام کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ موسیٰ اور عیسیٰ اگر اسوقت زندہ ہوتے تو سوا میری اتباع کے انکے لئے اور کوئی چارہ نہ تہا۔ حضرت موسیٰ کو پھر معراج میں اللہ تعالےٰ نے بتلا دیا کہ تم اگر نبی کریم صلعم کے زمانہ مبارک میں ہو تو تمہیں ان کے ماتحت ہی رہنا پڑے۔

عصفور۔ اگر کوئی اسپر اعتراض کرے کہ اس چڑیا نے اس سمندر میں سے ایک چونچ بھی پانی لیا تو اتنا پانی کم ہو گیا پھر یہ مثال اللہ کے علم پر کسطرح لگ سکتی ہے کیا اللہ کا علم بھی کم ہوتا ہے یہ جواب اول تو چڑیا نے جتنا لیا اس سے کتنا ہی زیادہ پانی سمندر میں اسوقت دریاؤں میں سے آکر گرا۔ اس نے ایک قطرہ یا دو قطرے لئے تو سمندر میں لاکھوں کروڑوں من پانی دریاؤں میں سے گرا ایسا ہی انسان کا علم ہے کہ انسان ذرا سا علم حاصل کرتا ہے اللہ کا علم وسیع ہے وہ اتنا بھی کم نہیں ہوتا جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ چڑیا نے لیا۔

دوم - یہ بات ہی کہ دنیا کے لئے ہم وہی مثال دے سکتے ہیں جو دنیا والوں کے سامنے ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی یہ - وجہ - ساق وغیرہ فرما کر لوگوں کو بطور ایک مثال کے سمجھاتا ہے اگر ایسی مثالوں سے جو دنیا میں موجود ہیں نہ سمجھایا جائے تو پھر کوئی ایسی مثال مل نہیں سکتی جس سے انسان بات کو سمجھ سکے۔

یہ تمام واقعہ معراج کا ہی اسکو اگر اصل پر چسپاں کیا جاوے تو بڑی مشکلات پڑتی ہیں نبی کریم صلعم کے معراج کو بھی ساری دنیا پر چسپاں کر کے بہت سی غلطیاں لوگوں میں پھیلائی گئی تھیں مگر اب مسیح موعود ع نے اسکو صاف کر دیا۔

نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پوچھا نہیں بلکہ چپ کر رہے اور اگر کہیں پوچھنا بھی چاہتے تو جبریل روک دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھوٹے تھے وہ برداشت نہ کر سکے اور گھبرا گئے ہر ایک بات پر بول پڑے وہ صبر نہ کر سکے انکا معراج پورا نہ ہوا کیونکہ انکی نبوت ختم ہونیوالی تھی۔ نبی کریم صلعم کا معراج ختم ہو گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت پوری ہونے والی ہے اور تا قیامت باقی رہیگی اور ختم نہ ہوگی۔ موسیٰ کی نبوت پوری نہ ہوئی تھی جلد ختم ہونے کو تھی۔ اسلئے بول اٹھے۔

حدیث محمد بن سعید الاصبہانی - میرے خیال میں یہ خضر آنحضرت صلعم کی روح مبارک ہے اسلئے کہ آپ ایک ایسے خشک ملک میں مبعوث ہوئے تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں طرح سے خشک ملک تھا۔ پھر آپکی طفیل دین اور دنیا کی نہریں جاری ہو گئیں۔ آجکل بھی دین مکہ کی ماتحتی میں ہی پھیلتا ہے۔ پہلے اگر وہاں قحط ہوتے تھے تو آپ کے آنے کے بعد عرب کا ملک طرح طرح کی نعمتوں سے بھر گیا۔

حضرت کو اگر فرشتہ مانا جاوے تو وہ ایک فرشتہ رحمت ہیں یہ ایک میکائیل (جو زمین کے منتظم ہیں) کے ماتحت فرشتوں میں سے ہیں۔ یہود کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کلام لانے والے حضرت میکائیل ہی ہیں۔

تاریخ ضمیمہ - مولوی ظفر علی خان صاحب سابق ایڈیٹر زمیندار نے گورنمنٹ کی خاص اجازت سے یہ ہفتہ وار ادبی رسالہ نکالا ہے جو تاریخ کے متعلق دلچسپ میٹریل دیتا ہے اور ادبی لطائف بھی کچھ کم نہیں ہوتے مذہب کے متعلق بھی کچھ مذاکرہ ہوتا ہے۔ ہماری دوست جو استطاعت یہ کہتے ہیں وہ اسکے خریدار بن سکتے ہیں۔ درخواستیں بنام مینجر ستارہ صبح کرم آباد متصل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

غزل مختار

"ہمارے مکرم دوست حافظ مختار شاہجہانپوری ایک کہنہ مشق شاعر نغز گفتار ہیں یہ انکا تازہ کلام ہے جو لا کلام بلحاظ اپنے معنے خیز باتوں کے اس قابل ہے کہ مختلف مجالس میں پڑھا یا سنا جاوے" (ایڈیٹر)

رنج پر رنج وہ ہر وقت دیئے جاتے ہیں
اللہ اللہ! ہم اسیر بھی جئے جاتے ہیں

خود تو جو کام نہ کرنا تھا۔ کئے جاتے ہیں
اور الٹے ہمیں الزام دیئے جاتے ہیں

کونسی بات کہی میں نے خلاف مسلک
کس خطا پر مرے ہونٹ آج سیئے جاتے ہیں

سر جو میرا نہ جدا ہو تو خطا کیا اُن کی
وہ تو ہر وقت چھری تیز کئے جاتے ہیں

یہ تو فرمائیں وہاں جانے کا حاصل کیا ہے؟
کس لئے وہ مجھے لاہور لئے جاتے ہیں

حق پسندوں کو تو ہر حال میں آنا ہے اِدھر
اُس طرف آج تو خود مطلبئے جاتے ہیں

اُس طرف شعلہ فشانی۔ شر انگیزی ہے
اِس طرف جامِ مے لطف پئے جاتے ہیں

واسطہ کیا ہے؟ غرض کیا ہے؟ تعلق کیا ہے؟
کیوں وہ طعنے ہمیں رہ رہ کے دیئے جاتے ہیں

مل کے اغیار سے یہ حال ہوا یاروں کا
کہ عقائد سے بھی انکار کئے جاتے ہیں

یہ بھی کہتے ہیں کہ احمدؑ تو نہ تھے مہدیٔ پاک
احمدیت کا بھی پھر نام لئے جاتے ہیں

چھوڑتے ہی درِ دلدار کہیں کے نہ رہے
کیا وہ اب بھی اُسی عزت سے لئے جاتے ہیں؟

جس گلی کوچہ میں اب انکا گذر ہوتا ہے
لوگ کہتے ہیں وہ خود مطلبئے جاتے ہیں

نہ تو یاروں سے تکلف ہے نہ اغیار سے عار
جس کسی سے بھی ملے مال لئے جاتے ہیں

سوچ لیں پہلے پرواز سے مرغانِ حرم
کیا دیئے جاتے ہیں کیا ساتھ لئے جاتے ہیں

کوے جاناں سے ٹلا ہوں نہ ٹلوں گا مختار
کس لئے وہ مجھے پیغام دیئے جاتے ہیں

ضروری بات۔ باوجود ایک ماہ پہلے اطلاع دینے کے جو اصحاب فروری کے وی۔ پی واپس کردیں وہ یہ بھی اطلاع دیدیں کہ رسالہ انکے نام جاری ہے یا بند کردیا جائے۔
(مینیجر تشحیذ الاذہان)

۵ر دسمبر ۱۹۱۶

"۵ر دسمبر کی شام کو میں نے اپنی کمزور ہستی چند مشکلات میں پائی اسوقت سوائے اسکے اور کچھ نہ سوجھا کہ مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض حال کروں میں اس رنگ میں سماع موتیٰ کا قائل نہیں کہ انکی قبر پر حاضر ہو کر کچھ کہا جائے تو وہ سُن لیتے ہیں ہاں خدا تعالےٰ چاہے تو ملائکہ کے ذریعہ سلام پہنچا دے۔ مگر یہ میرے دل کی ایک مجبوری ہے جسے کچھ میں ہی سمجھتا ہوں یا شاید میں بھی نہیں سمجھ سکتا دوسری صبح جب میں اٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ بادل جو گرج رہے تھے مطلع صاف کر گئے کچھ بدلیاں رہ گئی ہیں جنہیں اڑانے کے لئے بیکس کی آہیں ہی کافی ہیں" (اکمل)

کیوں مخالف ہو گئی میرے فضا کوئے دوست — دیکھنے دیگی نہ وہ شاید مجھے اب سوئے دوست
تم مجھے کافر کہو مسلم نہ سمجھو ڈر نہیں — میرا قبلہ میرا کعبہ ہے فقط اک روئے دوست
بس یہی سجدہ مرا جانو یہی سمجھو نماز — میرا سر اور نہ جھاڑا ہو اور ہو زانوئے دوست
انکی شرمیلی نگاہ میں ہیں غضب کی شوخیاں — جانتا ہوں میں بہت اچھی طرح سے خوئے دوست
داغہائے کہنہ تازہ کر کے لے آیا ہوں میں — یہ شگفتہ پھول بن جائینگے دستنبوئے دوست
مشک و عنبر سنبل و ریحاں کی کچھ پروا نہیں — سونگھ لیتا ہوں ذرا بڑھ کر کبھی گیسوئے دوست
اس کا سوتا حوض کوثر سے یقیناً ملتا ہے — بند کیوں ہونے لگی اے دشمنو یہ جوئے دوست
میں تو سمجھونگا کہ ہاتھ آیا مرے حبل المتیں — گر کسی سے پا لیا میں نے کبھی اک موئے دوست
میری کمزوری میں تم بھی دیکھ سکتے ہو اگر — قلت تیرِ دشمن۔ قوت بازوئے دوست
اسقدر بیگانہ وش ہو کر بھی اپنا رکھتا ہے — جادوؤں میں کوئی جادو ہے تو ہے جادوئے دوست
پلکوں میں چھالے پڑے اور انمیں کانٹے بھی چبھے — پھر بھی ہاتھ آیا نہ میرے آہ! وہ آہوئے دوست
بھولی دنیا دیکھتی پھرتی ہے یونہی ماہ عید — دیکھ لیتی دیدۂ مشتاق ساں ابروئے دوست
اور کون اس ملک پر فرمانروا ہو سکتا ہے — کشور دل پر ہے میرے قبضہ و قابوئے دوست

آرزوئیں اور سب پوری ہوئیں اک رہ گئی
مٹ کے ہو جاؤں میں اکمل غبار کوئے دوست

ج

غزل قادیانی

"ہمارے رامپوری دوست جناب منشی قاسم علی خان صاحب قادیانی نے میرے ایک خط کے جواب میں مندرجہ ذیل نظم لکھ بھیجی ہے جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیجاتی ہے" (ایڈیٹر)

ادا ہو خاکیلے سے شکر کیونکر قدر دانی کا
ضعیفی میں کہاں زور اب طبیعت کی روانی کا
تغافل ہی نتیجہ انتہاء ناتوا... نی کا
خطاب بنت ناچیز درج نامہ .... نامی
کھلایا غنچۂ دل کو چمن ساز حقیقت نے
ضیاء مہر سے روشن اگر ہو طالع.. ذرہ
کمال عشق ہو نصیبی محب محبوب بنتا ہے
گیا تھا شان مجنوں میں پھر الیلی صفت ہو کر
ذرا انصاف کیجے میں کہ تم ظل مسیحا ہو
تغافل یا جفا کاری کہاں عاشق مزاجوں میں
برا ہوں میں بہت اچھا ہوں آنکھوں میں تمہاری ہوں
محبت سے خدا اپنی ہوں مستدعی دعا کیجے
وہ نور چشم حق بیں ہے وہ خار دیدۂ بد بیں

چڑھی ہے انکے سر اوڑ کر بھلا ہو توانی کا
اُتار اب ہر طرف سے دمبدم ہوتا ہی پانی کا
سمجھ آتی ہے تب جب وقت جاتا ہی جوانی کا
ہی مژدہ جس کا ہر نقطہ حیات جاودانی کا
شگوفہ شاہد شاخ قلم ہے گلفشانی کا
تو پھر اس سے زیادہ وقت ہی کب شادمانی کا
یہ انجام محبت ہی یہ پہل ہی سخت جانی کا
تماشا مر کے دیکھا ہی بہار زندگانی کا
متاع حسن پر سکہ ہے کسکی کامرانی کا
صفت انکی ہے یہ جنکا ہی شیوہ دلستانی کا
نتیجہ جان جانا ہے جنہا میں زندگانی کا
کہ پیار اچھا نہیں دیکھا کہیں دنیائے فانی کا
نہاں کس آنکھ سے نام و نشاں ہے قادیانی کا

خریداران تشحیذ کی خاص توجہ درکار ہے

احباب کرام! تشحیذ بلحاظ فنڈ کے نہایت نازک حالت میں جا رہا ہے آپ صاحبان کی مجموعی توجہ درکار ہے کوئی خیرات نہیں مانگی جاتی بلکہ صرف یہ کہ آپ موجودہ خریدار ایک ایک خریدار اور دیں۔ یا آپ میں سے جو ذی استطاعت اصحاب ہیں۔ وہ حالات متساعد ہونے تک دو دو یا چار چار آنے ماہوار اعانت قبول فرمائیں تاکہ اخراجات متعلقہ چل سکیں۔

مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری مذا مفت بلاقیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے۔

جسکا درد وہی جانتا ہے
دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جس کی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاص کر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آج اسکو کسقدر تکلیف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس ای وڈ انڈ دیگرہ بنتی ہے اسلئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا۔ ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپ نے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵؍

اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا

ہمیشہ تندرست رہنے کی ترکیب

آپ جانتے ہیں انسان کی زندگی خون سے ہے اسلئے خون صاف رکھنا ضروری ہے اسکی ترکیب آسان ہے ڈاکٹر برمن کی آئی اوڈ اںڈ سالسہ مفید ثابت ہوا ہے اسمیں پوٹاس ای وڈ انڈ وغیرہ کئی ایک آزمودہ ادویات ملاکر بنتا ہے اسلئے تمام سالسوں سے زیادہ مفید ہے گرمی آتشک گٹھیا وغیرہ یا پارہ ملی ہوئی ادویہ کے استعمال سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے خون بگڑنے کی دو وجہ ہیں آتشک و گٹھیا ایسے عارضے میں پارہ ملی ہوئی ادویات استعمال کرنے سے خون بگڑ جاتا ہے پوری حالت فہرست منگا کر دیکھئے قیمت عا محصول ۱۶؍

اگر آپ اپنے لڑکے لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہوں تو **لال شربت** پلادیں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی ولاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو **لال شربت** پلاؤ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر
واولئک ھم المفلحون

رسالہ
تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۲

فہرست مضامین

(قیمت سالانہ عہ طلباء سے عاؔ غیر ممالک سے ۔)

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا

کیا اب بھی نہ مانو گے کہ ایمان ثریا پر چلا گیا

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا پختہ نشان یہ ہے کہ اس وقت دین کا علم اور لوگوں کا ایمان ثریا پر چلا گیا ہوگا اور وہ فارسی الاصل اسے واپس لائیگا چنانچہ اسکے انفاس قدسیہ کی طفیل جو جو اسپر ایمان لائے انہوں نے ایمان اپنا ایمان محمد رسول اللہ کا لایا ہوا ایمان واپس پایا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لیکن جو اس بارگاہ سے دور ہیں وہ ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں سے یہ ثبوت دے رہے ہیں۔ کہ مسلمانان در گورو مسلمانی در کتاب۔ خالصہ اخبار اور لائل گزٹ نے گورو گوبند سنگھ جی کے جنم دن کی یاد میں ایک خاص نمبر نکالا ہے اسمیں چند مسلمانوں کے مضامین بھی ہیں میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ مسلمانوں کے لئے کسی غیر مذہب کے لیڈر یا پیشوا کی جائز تعریف جائز نہیں مگر یہ ضرور کہونگا کہ کسی کی تعریف اسے نہیں کہتے کہ اپنے مذہبی اصول کو بھی خیر باد کہدیا جائے مثلاً ملاحظ فرمائیے منشی احمد خان صاحب کیفی بی اے ایل ایل بی کی نظم کا پہلا مصرعہ جو وہ گورو گوبند سنگھ کی شان میں لکھتے ہیں ؎

تو وہ اللہ کا پیارا۔ وہ نبی وہ مرسل ٭ نخل ایمان تری وید سے لے آیا پھل

کوئی مسلمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (سوائے مسیح موعود کے) کسی کے نبی صادق ہونیکا قائل نہیں اور نہ گورو گوبند سنگھ جی کو نبوت کا دعویٰ تہا نہ سکھ انہیں نبی مانتے ہیں۔ باوجود اسکے گورو صاحب کو نبی اور مرسل کہنا۔ کیا اسلامی اصول کی ہتک نہیں اور اپنے مذہب اسلام کو خیر باد کہنا نہیں ہے۔

دوسری مثال ۔ بابو محمد الدین صاحب خلیق جرنلسٹ ہیں۔ ان کو سوائے اسکے اور کوئی طریق گورو صاحب کی مدحت سرائی کا نہیں ملا کہ انہیں حضرت علی کا مثیل ثابت کرنا چاہا ہے اور گویا یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ دونو ایک ہی جوہر کے ٹکڑے ہیں کیا یہ شیعہ حضرات کے جذبات و محسوسات کو خواہ مخواہ چھیڑنے کا مترادف نہیں ہے اور کیا یہ حضرت علی کی گونہ ہتک نہیں جس نے تصوف سے بھی نفرت پیدا کرنا چاہی ہے کیونکہ خلیق صاحب نے ہمہ اوست کے مسئلہ کی آڑ میں اپنے معتقدات باطلہ کو چھپایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء

خاتم النبیین

"کل نبیوں کا خاتم"

حمد و نعت تمام ستائش اور شکریہ اس مالکِ حقیقی کے لئے ہے جس نے ہمیں عدم سے موجود کیا اور اپنے کلام کے ساتھ اپنی راستہ کو ہم پر ظاہر کیا اور ہزاروں درود اور سلام اس نبی پر ہے جس نے کمالات نبوت کو ختم کیا اور اس کے انتہائی درجہ پر پہنچا اور تمام انبیاء سے بڑھکر اس نے تربیت کا بیڑا اٹھایا اور اپنی امت کے لئے ہر ایک انعام اور خوبی کے پہنچانے کا ذریعہ تھا۔

ختمِ نبوت کے معنوں میں اختلاف اسکے بعد احباب پر واضح ہو کہ ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدہ خاتم النبیین پر بہت قیل و قال ہو رہی ہے بعض اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکے

یہ معنی ہیں کہ آپکا وجود نبیوں کے لئے روک اور باب نبوت کو مسدود کرنیکا ذریعہ ہی اور کچھ بعض یہ ثابت کرنیمیں کوشاں ہیں کہ آپکا وجود کسی انعام اور فضل کے لئے روک نہیں بلکہ ہر ایک انعام اور رحمت جو خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر اس عالم میں کر سکتا ہے ہر ایک نعمت اور رحمت کا باعث وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہر دو فریق اپنے استدلال میں قرآنی آیات کو ہی پیش کرتے ہیں جنمیں خاتم النبیین کا لفظ وارد ہی

قرآن مجید اختلاف رفع کرنے والا ہے

چونکہ قرآن کریم اختلافوں کو مٹانے کے لئے آیا ہی نہ کہ قائم کرنے کے لئے اسلئے یہ ناممکن ہی کہ ہر دو فریق کا استدلال متضاد دعووں پر قرآن کریم سے صحیح ہو۔ ضروری ہے کہ ایک فریق حق پر ہو۔ اور دوسرا باطل پر جو کتاب کہ دنیا کے اختلاف مٹانے کے لئے آئی اور وحدت کی رسی میں دنیا کو جکڑنے کے لئے آئی۔ اس کتاب کی نسبت ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر ایک متضاد خیال کی تائید کرتی ہی اور ہر ایک کی ہوا کے تابع ہوتی ہے وہ کتاب جو دوسرے کو یہ حکم دے کہ لا تتبع الھوٰی اس سے کیونکر ممکن ہی کہ کسی ہوا کے متبع کا ساتھ دے پس ضرور ہے کہ خاتم النبیین کے معنے بیان کرنے میں ایک فریق حق پر ہو۔ اور دوسرا باطل پر ہو۔

خاتم النبیین کے صحیح معنے از روئے لسان عرب

لہٰذا اس آیت کی تفسیر بہ رعایت قواعد لسان عربی احباب کیخدمت میں پیش کرتا ہوں اور ہر ایک ناظر سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل سے اپنے خیالات اور خواہشات کو نکال کر اور اپنے دل کو صرف حق لینے کے لئے تیار کرنے کے بعد اسکا مطالعہ کرے

سیاق سباق دیکھو

جہانتک میرے دیکھنے میں آیا ہی کم ہی لوگ ہیں جو اس آیت کی پوری تفسیر یا اس آیت کے ماقبل اور مابعد کو غور سے دیکھیں۔ یا اپنے آپ کو اس امر کی طرف متوجہ کریں کہ سیاق سباق کے لحاظ سے یہاں کیا مطلب ہی؟ اکثر لوگوں کو دیکھا ہی کہ وہ صرف لفظ خاتم النبیین کو لیکر کہہ دیتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور یہ کہ اس پر اجماع ہے حالانکہ خاتم النبیین کوئی جملہ نہیں جس سے کوئی خبر یا طلب معلوم ہو سکے یہ ایک مرکب اضافی ہی جس سے کوئی واقعہ یا کوئی حکم ہرگز مستنبط نہیں ہو سکتا۔ کوئی مفرد جبتک کسی جملہ میں نہ واقع ہو۔ اور اسکا تعلق کسی نسبت حکمیہ کے ساتھ جب تک ظاہر نہ

کیا جائے تب تک وہ نہ کسی کے آگے دلیل ہو سکتا ہے اور نہ کسی دلیل کا مقدمہ ہو سکتا ہے مناسب یہ ہے کہ پوری آیت کا بیان سنا جائے اور ماقبل و مابعد پر پوری نگاہ ہو۔ تا انسان سمجھ سکے کہ یہ لفظ کس محل میں وارد ہوا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ قبل اسکے کہ میں خاتم النبیّین کی حقیقت کو آشکارا کروں اس لفظ سے جس قدر آیت کا حصہ پہلے ہے اسکا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا وہ یہاں خود ہی اس امر کی طرف راہنما ہو کہ لفظ خاتم النبیّین سے کیا مُراد ہے؟

اس آیت کے چار حصے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اس آیت کے چار حصے کرتا ہوں ایک ما کان محمد ابا احد من رجالکم دوسرا حصہ ولکن رسول اللہ تیسرا حصہ وخاتم النبیّین چوتھا حصہ وکان اللہ بکل شیء علیما ط

پہلا حصہ

پہلے حصہ کا مطلب بالکل واضح ہے کہ محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اور اسکا ربط اس کے ماقبل کی آیات سے یہ ہے کہ زید کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کا نکاح ہوا چونکہ زید کو آپ کا بیٹا کہا جاتا تھا بغیر اسکے کہ زید آپ کے نطفے سے ہو۔ صرف متبنّٰی کے طور پر تو اس نکاح پر مخالفین سے اس اعتراض کا خوف ہُوا کہ کہیں یہ نہ کہدیں کہ اپنے بیٹے کی بہو سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شادی کر لی ہے اللہ تعالیٰ نے رسم تبنّی کو باطل ٹھہرایا اور فرمایا کہ زید بن حارث تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں پس آپکو زید کی مطلقہ سے نکاح کرنا کیوں جائز نہ ہو جبکہ وہ آپ کا صلبی بیٹا نہیں یہ آیت کے پہلے حصہ کا بیان ہے۔

لکن اس شبہ کے رفع کے لئے آتا ہے جو ماقبل سے پیدا ہو

دوسرا حصہ ولکن رسول اللہ ہے۔ اس حصہ میں لکن کا لفظ رکھا گیا ہے لکن کا لفظ ہمیشہ کسی شبہ کے ازالہ کے لئے اور کسی وہم کے رفع کرنیکے لئے اور کسی جائز سوال کے رفع کے لئے آیا کرتا ہے چنانچہ کتاب سلم الثبوت میں اسکے متعلق یہ لکھا ہے۔ لکن خفیفۃ وثقیلۃ الاستدراک وھو رفع التوھم الناشی عن السابق و شرطہ الاختلاف کیفا ولو معنی۔ اور شرح جامی میں لکن کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ ولکن للاستدراک ومعنی الاستدراک رفع توھم یتولد من الکلام المتقدم تتوسط (ای لکن) بین کلامین متغائرین نفیا واثباتا معنی ای

تغائراً معنویاً والضد وری فی المعنوی یعنی لکن نون ساکن کے ساتھ ہو۔ یا مشدّد کے ساتھ استدراک کے لئے ہی اور وہ یہ ہی کہ کوئی وہم جو پہلی کلام سے پیدا ہوُا۔ اسکو مٹادینا اور ہٹادینا لٰکن ہمیشہ دو کلاموں کے درمیان آتاہے جنکا آپسمیں نفی اثبات کا فرق ہوتاہے۔

آیت کے پہلے حصّے سے کیا شُبہ پیدا ہوُا

پس قبل اسکے کہ اس دوسرے حصّے کے بیان کو شروع کیا جائے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ آیت کے پہلے حصہ سے کونسا سوال پیدا ہوتاہے جس کے جواب کے لئے لکن لایا گیا۔ اور کیا شبہ تھا جس کے دفعیّہ کے لئے اس لفظ کو استعمال کیا گیا۔ کیونکہ جب تک کوئی سوال نہ ہو اور کوئی وہم نہ ہو تب تک اسکا ازالہ ناممکن ہی جبکہ حرف لکن استدراک کے لئے ہے اور وہ کسی وہم کے دفع کرنیکا نام ہے توضرور ہوُا کہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ کونسا خیال تہا جو کہ آیت کے شروع سے پیدا ہوتا تھا کیونکہ آیت کا شروع تو صرف یہی ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یہ امر ظاہر ہے کہ آیت کے نزول کیوقت آپکا کوئی صلبی بیٹا بقید حیات نہ تھا پس وہ کون سا شبہ ہی جس کے لئے مولاپاک نے لکن کا لفظ اسکے ازالہ کے لئے فرمایا۔

اس شُبہ کا بیان

شبہ یہ ہے کہ اسی سورہ احزاب کے ابتداء میں جس میں آیت محولہ بالا نازل ہوئی پہلے ہی رکوع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان بیان کی گئی ہے جس سے کہ آپکی ازواج مطہرات تمام مومنوں کی مائیں قرار پائی ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ۔

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس شخص کی بیویاں ہماری مائیں قرار پائیں وہ ضرور ہے کہ ہمارا باپ ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہّرات سے ہمارا بالذات اور بلاواسطہ کوئی بھی تعلق نہیں۔ ہمارا تعلق براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ کے واسطہ سے آپکے ازواج کے ساتھ بھی تعلق ہی۔ پس آنحضرت کے اس تعلق کا اثر جو ہمارے ساتھ ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آپکی ازواج مطہّرات ہماری مائیں بنیں اور آپ ہمارے والد بنے غرض اولاً وبالذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے باپ اور والد ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے ازواج مطہرات بھی مائیں بنیں۔ پس

سورہ احزاب کے ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت مؤکّد طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے اب آیت ماکان محمد ابا احد من رّجالکم میں یہ سنتے ہی کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یہ شبہ فوراً پیدا ہوگا کہ ابھی اس سورت کے ابتدا میں آپ ہر مومن مرد و عورت کے ایسے باپ بنے تھے کہ آپ کے ازواج کو بھی مائیں قرار دیدیا گیا تھا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جس بات کا اقرار ابتدائے سورت میں کیا گیا ہے اس بات کا فی الفور اس سورت کے اندر انکار کر دیا جائے اور یہ کہدیا جائے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہر ایک شخص جسے یہ بتایا جائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام مومنوں کی مائیں ہیں وہ آپ کے باپ ہونے پر یقین کریگا اور یہ سنتے ہی کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں فطرتاً چونک پڑیگا اور حیرت زدہ ہو کر ضرور سوال کریگا کہ ابھی تو ایسے باپ بنے تھے کہ اپنی بیویوں کو بھی مائیں قرار دیدیا تھا اور یہاں آکر صاف انکار کر دیا۔ علاوہ ازیں اس سوال کے پیدا ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ سورہ کوثر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ آپ سے دشمنی رکھنے والا ہی مقطوع النّسل ہے نہ آپ سورہ ہذا میں بے اولاد ہونا آپ کے دشمن کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے یعنی آپکا دشمن ہی بے اولاد ہے تو ماکان محمد ابا احد من رجالکم (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) کان میں پڑتے ہی یہ نقشہ سامنے آگیا کہ جو بات آپ کے دشمن کے حق میں کہی گئی اور اس سے مخصوص تھی ٹھیک وہی بات آپ کے حق میں کہدی گئی بس اس آیت کے پہلے حصہ پر ضرور یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آپکو سورہ احزاب کے ابتدا میں باپ ثابت کیا گیا یہاں اس سے کیوں انکار ہی اور سورہ کوثر میں بے پسر ہونا آپ کے دشمن کیساتھ مخصوص کیا گیا ہے یہاں یہ نقشہ آنحضرت پر کیوں چسپاں ہی کہ آپ بھی کسی مرد کے باپ نہیں پس ضروری تھا کہ اسکے بعد لٰکن کا لفظ لایا جاتا جو شبہات کے ازالہ کے لئے ہی بنایا گیا ہے۔ اور یہی اس سے مقصد ہے۔

آیت کے دوسرے حصّے کا بیان۔

ولٰکن رسول اللہ۔ مذکورہ بیان سے یہ امر اظہر من الشمس ہو چکا ہے کہ آیت کے پہلے حصّہ سے ایک سوال پیدا ہوتا تھا جس کے ازالہ کے لئے دوسرا حصہ لایا

گیا جس کے ابتدا میں حرف لٰکن ہے جس کا کام ہی یہ ہو کہ خبر دے کہ پہلے کوئی شبہ تھا جس کے ازالہ کیلئے یہ کلام آ رہا ہے جس کے پہلے لٰکن ہے اسی لئے یہ حرف ابتداء کلام میں نہیں آیا بلکہ دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو آپس میں متغائر ہوتی ہیں اگر پہلے میں کسی امر کی نفی ہے تو دوسرے میں کسی امر کا اثبات ہے اور اگر پہلے میں اثبات ہے تو دوسرے کلام میں اسکی نفی ہے یہ امر ظاہر ہے کہ آیت کے پہلے حصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اب ضروری ہوا کہ لٰکن کے بعد جو کلام آیا ہے اسمیں کسی قسم کے باپ ہونے کا اثبات کیا جائے۔ اور یہ بتلایا جائے کہ جس قسم کے باپ ہونیکا اثبات سورہ احزاب کے ابتداء میں کیا گیا ہے اس سے انکار آیت کے پہلے حصہ میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ انکار صرف جسمانی طور پر باپ ہونے سے ہے جس شان کا باپ ہونا اپنی امت کے لئے رسول کے حق میں ثابت ہے اس سے انکار اور اسکی نفی آیت کے پہلے حصہ میں مراد نہ تھی۔ بلکہ یہاں پر جس قسم کا زید کو وہ لوگ بیٹا بنانا چاہتے تھے اسی قسم کے باپ ہونے سے انکار ہے لیکن روحانی تعلق جس کو سورہ احزاب کے ابتداء میں باپ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ تعلق ویسے کا ویسا قائم ہے اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے لٰکن رسول اللّٰہ کا لفظ فرمایا۔ یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے

جیسا کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور ہر ایک رسول سے دنیا میں مومن جنا کرتے ہیں اور مومن بیٹے پیدا ہوا کرتے ہیں ویسے ہی مومن بیٹے آپ کے ہیں اور ہوا کرینگے اور آپ ان کے لئے باپ ہیں۔ چنانچہ اس امر کے متعلق بعض مفسرین کی یہی رائے لکھی جاتی ہے دیکھئے نواب صدیق حسن خان تفسیر فتح البیان میں نسفی سے نقل کرتے ہیں۔ قال النسفی وکل رسول ابو امتہ فیما یرجع الی وجوب التوقیر والتعظیم لہ علیہم ووجوب الشفقۃ والنصیحۃ لہم علیہ۔ یعنی نسفی نے کہا کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے امت پر واجب ہے کہ اسکی تکریم و تعظیم کریں اور رسول پر واجب ہے کہ ان پر شفقت اور انکے لئے نصیحت فرمائے اور ایسا ہی جمل شارح جلالین نے کہا ہے وکل رسول ابو امتہ۔

پس رسول کے لئے اپنی امت کا باپ ہونا لازم ہے لہٰذا بجائے اسکے کہ یہ کہا جاتا ولٰکن

ابو المومنین لکن رسول اللہ کہا گیا کیونکہ الکنایۃ ابلغ من الصریح والاستعارۃ اوقع فی النفس اسلئے رسول بولکر اسکے لازم معنی کی طرف اشارہ کیا گیا

حاصل مطلب آیت کے دونوں حصوں کا۔

پس حاصل مطلب آیت کے دونوں حصوں کا ملکر یہ ہُوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی ایسے باپ تو نہیں کہ جسمانی طور پر آپ کا کوئی بیٹا ہو۔ ہاں رسول ہونے کی حیثیت سے سب مومنوں کے باپ ہیں اور اس سے کوئی انکار نہیں چنانچہ محمد علی صاحب ایم۔ اے اپنے تازہ ٹریکٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم تو اس سے سننے والیکے دل میں ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اسمیں تو ہر ایک قسم کی ابوت کی نفی ہو گئی کیا جسمانی اور کیا روحانی اسلئے فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اللہ کے رسول اسلئے آتے ہیں کہ لوگوں کی روحانی تربیت کریں تو چونکہ وہ روحانی طور پر لوگوں کی تربیت کرتے ہیں اسلئے وہ روحانی طور پر لوگوں کے باپ ہوتے ہیں اسلئے یہاں رسول اللہ کا لفظ اختیار فرمایا کہ اس سے آپکی روحانی ابوت کا اثبات ہو"

مفسرین کی شہادت غیر احمدیوں پر اور ایم اے کی شہادت غیر مبایعین پر حجت ملزمہ ہے۔ کہ آیت کے پہلے حصہ میں روحانی وجسمانی دونوں قسم کی ابوت کا انکار سمجھ میں آتا تھا تو آیت کے دوسرے حصہ سے لفظ رسول اللہ کے ساتھ روحانی باپ ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی مقصد کے لئے حرف لکن کے بعد رسول اللہ کو لایا گیا ہے اب آیت کے تیسرے حصے کی تفسیر گوشگذار کیجاتی ہے۔

آیت کے تیسرے حصہ کی تفسیر

تیسرا حصہ آیت کا خاتم النبیین ہے جس کے معنے لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ نبیوں کو بند کرنے والا نبیوں کے لئے روک نبیوں کے سلسلے کو یکسر مٹانے والا وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے کیا معنے ہیں؟ ماقبل سے ان کو کیا ربط ہے اور ایسے معنی کا اس آیت میں کوئی محل بھی ہے یا نہیں؟ سو واضح ہو کہ خاتم النبیین کوئی جملہ نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ مستقل طور پر کسی سوال کے جواب میں ہے اور کسی خاص مدعا کو یہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے بلکہ یہ مفرد ہے جسکا بدوں ماقبل کے ربط کے کوئی مطلب نہیں ہو سکتا اور کسی امر کے لئے یہ مثبت نہیں ہو سکتا پس اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا کلام میں اسکو علیحدہ رکھا گیا ہے۔ یا ماقبل کے ساتھ اسکو باندھا گیا ہے۔

واو عاطفہ پر غور کرو

اس امر کا معلوم کر لینا کہ یہ کلمہ آزاد نہیں بلکہ اپنے ماقبل کیساتھ مربوط ہی نہایت آسان ہی کیونکہ اس لفظ خاتم النبیین سے پہلے حرف واو ہے جو کہ اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کیساتھ باندھنے اور جمع کر دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے واو کا مابعد اپنے ماقبل سے ہرگز مستغنی اور آزاد نہیں جملہ ہونے کی حالتمیں بھی واو کا مابعد اپنے ماقبل سے کامل رابطہ اور تعلق رکھتا ہے چہ جائیکہ مفرد ہو جملے کو تو اپنی ذات میں استقلال بھی ہی کہ وہ خود بالذات کسی خبر یا طلب کا علم مخاطب کو دے سکتا ہی پھر بھی واو کے ساتھ ملنے سے واو کے ماقبل کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے پس وہ مفرد جو علٰحدہ ہونے کی حالتمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اسکو اپنے ماقبل سے کیونکر آزادی ہو سکتی ہی حاصل یہ ہی کہ لفظ خاتم النبیین سے پہلے حرف واو ہے جسکو حرف عاطفہ کہتے ہیں عطف کے معنے پھیرنے اور لوٹا لینے کے ہیں حرف عاطفہ وہ حرف جو کسی کو موڑ کر اور لوٹا کر لے آوے اسکے بعد جو کلمہ ہو اسکو معطوف اور اس سے ماقبل کو معطوف علیہ کہا جاتا ہی یعنے حرف واو اپنے مابعد کو موڑ کر اپنے ماقبل سے ملا دیتی ہے جو حالت ماقبل کی ہوتی ہے وہی مابعد کی کر دیتی ہے اپنے سے پہلے اور پچھلے کلمہ کو یکساں ایک حکم میں کر دیتی ہے یعنی دونوں کو ایک رنگ میں رنگین کر دیتی ہے جو امر پہلے کی طرف منسوب ہوتا ہی وہی دوسرے کی طرف منسوب ہوتا ہے اس مثال سے یہ امر واضح ہو سکتا ہے جاء زید و عمرو زید و عمرو کے درمیان واو ہے جس کے معنے "اور" کے ہیں اسکی غرض یہ ہی کہ عمرو کو زید کی طرف موڑ لائے ان دونوں کو ایک کلام میں شریک بنائے جاء زید و عمرو میں جیسا زید آیا ویسے ہی عمرو آیا۔ آنیکا فعل دونوں سے سرزد ہوا۔ اسی طرح ضربت زیدا و عمرا یعنے میںنے زید و عمرو کو پیٹا۔ اس فقرہ میں زید و عمرو کی ایک ہی حالت ہی یہ نہیں کہ زید پٹے اور عمرو نہ پٹے پس حرف واو ایسا حرف ہے کہ وہ اپنے آگے پیچھے کو یکساں کر دیتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ واو کے ماقبل کا کوئی اور مطلب ہو اور اسکے مابعد کا کوئی اور

اس مسئلہ کو واضح کرنیکے لئے ایک اردو میں مثال پیش کرتا ہوں جیسے کہ کسی مدرسہ میں کسی معلم کی ضرورت ہو تو ایک شخص یہ رائے پیش کرے کہ زید کو اس خدمت پر لگایا جائے پھر کوئی کہے کہ زید مدرسی کے لائق نہیں گو لیکچرار اور بی اے ہے اس مثال میں جیسا کہا گیا کہ زید مدرسی کے لائق نہیں تو اسپر یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ شائد علم کے نہ ہونے کے سبب سے ہے تو اسکا

جواب دیا گیا کہ جب وہ لیکچرار ہے تو بدوں علم کے لیکچرار کس طرح ہوگا پھر وہ بی ۔ اے ہے یہ بڑھکر بات ہے اس مثال میں لیکچرار اور بی ۔ اے کا لفظ دونوں اس سوال کا جواب ہیں جو پہلے جملے سے پیدا ہوتا ہے اور لفظ "اور" نے ان دونوں لفظوں کو ایک ہی رنگ میں رنگین کر دیا ہے جیسا کہ لیکچرر ہے اس سے بڑھکر لفظ بی ۔ اے ہے۔

> جس مقصد کے ثابت کرنیکے لئے "رسول اللہ" آیا ہے۔ اسی کے لئے "خاتم النبیین" ہے نہ کہ اس کے خلاف

پس اسکے سمجھ لینے کے بعد آؤ ہم غور کریں کہ "خاتم النبیین" جو آیت کا تیسرا حصہ ہے اسے آیت کے دوسرے حصے "ولکن رسول اللہ" کیساتھ کیا تعلق ہے کیونکہ رسول اللہ اور خاتم النبیین کے درمیان حرف واؤ ہی جو خاتم النبیین کو موڑ کر رسول اللہ کے ساتھ ملا دیگی۔ جس مقصد کے لئے رسول اللہ کا لفظ آیا ہے اس مقصد کے لئے خاتم النبیین کا لفظ ہوگا یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ تو کسی بات کے ثابت کرنیکے آئے اور خاتم النبیین اسکی نفی کرنیکے لئے آئے ضروری ہوگا کہ جس مدعا کو رسول اللہ کا لفظ ثابت کر رہا ہے اسکی تاکید مزید خاتم النبیین سے ہو۔ یاد کرو کہ رسول اللہ کا لفظ مذکورہ بالا بیان میں ثابت ہو چکا ہے کہ آپکی روحانی ابوت کے ثابت کرنیکے لئے آیا ہے یعنے آپ مومنین کے روحانی باپ ہیں۔ پس ضروری ہے کہ خاتم النبیین بھی اسی مقصد کو پورا کرنیکے لئے اس آیت میں لایا جاوے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معطوف علیہ کی طرف کسی اور امر کو منسوب کیا جائے اور معطوف کی طرف کسی دوسرے کو یہ ناممکن ہے کہ جاء زید و عمرو میں زید کی طرف تو آنیکی نسبت کیجائے اور عمرو کو اس سے خالی رکھا جائے بلکہ کچھ اور ہی اسکی نسبت منسوب کر دیا جائے اس مسئلہ کو اور واضح کرنیکے لئے یہ طرز رکھی ہے کہ معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھیں تو کلام کی صحت اور صدق میں کوئی فرق نہ آئے مثلاً زید و عمر آیا میں عمر و زید آئے کہدیا جائے تو اسے آگے پیچھے کرنے میں کلام کی صحت اور صدق میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ ہر دو جملوں کا بھی مطلب ہوگا کہ یہ دونوں آئے پس ہم لفظ خاتم النبیین کو مشہور معنے کے لحاظ سے جو کہ نبیوں کو بند کرنیوالا ہیں رسول اللہ کی جگہ رکھکر دیکھتے ہیں تو کلام کی تقدیر یوں ہوئی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن خاتم النبیین ورسول اللہ اب دیکھئے کہ جو سوال آیت کے پہلے حصہ پر پیدا ہوا تھا کہ آپکے باپ ہونے کی نفی سے روحانی جسمانی دونوں قسم کی نفی ہو جاتی ہے اسلئے رسول اللہ کو لایا گیا تھا کہ آپ روحانی باپ ہیں۔ آیا

خاتم النبیین بھی یہی بات ثابت کرتا ہے کہ آپ روحانی باپ ہیں کیونکہ اس تقدیر پر معنے کلام کے یوں ہونگے کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن نبیوں کو بند کرنے والے ہیں غور کیجئے کہ سوال تو یہ تھا کہ آپ روحانی باپ بھی ہیں یا نہیں؟ جواب یہ ملتا ہے۔ کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں یہ کلام تو اس بات کا جواب ہو سکتی تھی کہ کسی کو یہ شبہ اٹھتا کہ اسکے بعد کوئی نبی ہوگا یا نہیں لیکن یہ سوال کسی طور سے اس فقرہ سے نہیں اٹھ سکتا کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اسپر تو یہی سوال اٹھ سکتا تھا کہ آپکی روحانی ابوت کی نفی ہوگئی جسکا اثبات لاکن رسول اللہ سے کیا گیا لیکن خاتم النبیین کا لفظ مشہور معنے کے اعتبار سے باوجود معطوف ہونیکے بالکل اپنے ماقبل کے خلاف چل رہا ہے اور اس معنے کے اعتبار سے اگر معطوف علیہ کی جگہ پر رکھیں تو روحانی جسمانی دونوں قسم کی ابوتوں کی نفی ہو جاتی ہے اس فقرہ کا کہ محمد کسی کے باپ نہیں اور آپکے بعد کوئی نبی بھی نہیں لیکن آپ نبیوں کو روکنے والے ہیں سوائے اسکے کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ دونوں طرح سے ابتر ہوئے ان لوگوں پر تعجب ہے جو ما کان محمد ابا احد من رجالکم سے یہی سوال بیان کرتے ہیں کہ آپکی روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے باپ ہونے کی نفی ہوتی تھی لکن رسول اللہ سے آپکا روحانی باپ ہونا ثابت کیا گیا ہے پھر خاتم النبیین کو اسی پر معطوف سمجھتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم میں ہوتا ہے پھر معلوم نہیں کہ کونسا پردہ دماغ پر پڑجاتا ہے اور کیا حجاب دلمیں واقع ہو جاتا ہے کہ یہاں تمام علم و قواعد لسان کو کھو بیٹھتے ہیں عربی چھوڑ اردو پنجابی۔ غرض اپنی مادری زبان سے بھی اسوقت بے بہرہ ہو جاتے ہیں پس جبکہ اس امر میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں اور نہ شبہ کو مجال ہے کہ حرف واؤ جو بمعنی اور ہے جب یہ دونوں کے درمیان عطف کرے تو دونوں ایک ہی حکم میں شریک ہوتے ہیں جو ایک کا مدعا ہوتا ہے وہی دوسرے کا مدعا تو کیوں رسول اللہ کا لفظ آیت متذکرہ بالا میں آنحضرت کی ابوت روحانی کو ثابت کرے اور خاتم النبیین اسکی نفی کرے اللہ تعالے زیغ فہم سے بچائے یہ کیسا صریح ظلم ہے کہ واؤ کے ماقبل کو واؤ کے مابعد سے مخالف قرار دیا جاتا ہے یا تو خاتم النبیین کو رسول اللہ کے تابع کرو جبکہ وہ روحانی ابوت کو ثابت کرتا ہے یہ بھی روحانی ابوت کو ثابت کرے خاتم النبیین اگر روحانی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کی نفی کرتا ہے تو رسول اللہ کو بھی مومن بیٹوں کی نفی کے لئے تجویز کرو۔ تا نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی جسمانی

نسل سے خالی جانو۔ لفظ خاتم النبیین رسول اللہ کی صفت نہیں تا یہ سمجھا جائے کہ کیسا رسول ایسا رسول جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اگر صفت ہوتا تو یہ فضول معنی اسکے تجویز ہو سکتے تھے۔ مگر یہ تو معطوف ہے صفت نہیں پس ثابت ہوا کہ یہ معنی خاتم کے لینا کہ آپ سلسلہ نبوت کو یکسر مٹانیوالے ہیں ہرگز ہرگز اس آیت میں صحیح نہیں۔

جب مذکورہ بالا بیان سے یہ امر قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچگیا کہ خاتم النبیین سے یہ مراد لینا کہ اسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور آپ نبوت کو بند کرنے والے ہیں کسی طرح اس آیت میں چسپاں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ معنی اپنے ماقبل کیساتھ قطعاً ربط نہیں کھاتے بلکہ اس سے قطعی طور پر مخالف ہیں جس سوال کو لفظ رسول اللہ اٹھاتا ہے یہ معنے اس سوال کو پھر نئے سرے سے مضبوط کر دیتے ہیں اور معطوف علیہ کی جگہ رکھنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ رسول اللہ کے لفظ پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ یہ کس قسم کا رسول ہے جس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ ایسا رسول ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا کیونکہ یہ سوال وجواب تب صحیح ہوتا کہ رسول اور خاتم باہم صفت موصوف ہوتے لیکن یہ صفت موصوف نہیں۔ صفت موصوف کی مثال جیسے کوئی کہے کہ مجھے کوئی ملازم چاہئے اسپر سوال ہوگا کیسا ملازم جس کے جواب میں وہ کہیگا جو کہ کاتب ہو یا خیاط یا باورچی ہو وغیرہ وغیرہ۔ غرض جو کہ مفرد پر سوال ہوتا ہے۔ اسکا جواب اسکی صفت بیان کرنے اور اسکو موصوف قرار دینے سے ہوتا ہے نہ یہ کہ سوال تو یہ ہو کہ کیسا ملازم؟ جواب یہ ہو۔ اور کاتب بھی چاہئے۔ "اور" جو حرف عطف ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ ملازم کی صفت نہیں بلکہ ملازم کے علاوہ کاتب کی بھی درخواست ہے اسی طرح رسول اللہ اور خاتم النبیین کے درمیان حرف عطف ہے جو خاتم کے صفت ہونیسے مانع ہے علاوہ ازیں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رسول اللہ سے اگر کوئی وہم اٹھتا تھا تو اسکے دفع کے لئے حسب دستور سابق لکن کا لفظ لانا چاہئے تھا کہ جو حرف دفع وہم کے لئے مقرر ہے اسی لفظ کے ساتھ سوال کا ازالہ کیا جاتا پس یہ قول کہ ولکن رسول اللہ پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیسا رسول جس کا جواب خاتم النبیین ہوا سرتا پا بےمعنی اور باطل ہے۔

اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب خاتم النبیین سے وہ مراد جو مشہور ہے لینا ہر طرح نادرست ہوا تو آخر خاتم النبیین سے کیا مراد اور کیا منشاء ہے؟ تا یہ لفظ آیت کے اندر بےمعنی نہ ہو۔ سو واضح ہو کہ لفظی معنی میں تو کچھ اختلاف نہیں کیونکہ خاتم کے معنی مہر اور النبیین سے مراد نبی اور پیغمبران جسکا مرکب یہ ہوگا کہ آپ یعنی

آنحضرت نبیوں کی مُہر ہیں یہی معنے لفظی ہیں اور انہیں کوئی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ہاں آنکی تشریح ایک تو وہ ہے جو لوگوں نے کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپ سلسلہ نبوت کو بند کرنیوالے ہیں جس کا ابطلان ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں ہمارے نزدیک اسکی تشریح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ہی نبی بن سکینگے یہی وہ معنے ہیں جو اس آیت میں چسپاں ہوتے ہیں اور ماقبل و مابعد سے ربط کھاتے ہیں کیونکہ جو شبہ اس بات پر پڑتا تھا کہ آنحضرت تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اسکا جواب اللہ تعالےٰ نے دو طرح سے دیا ایک یہ کہ وہ رسول اللہ ہیں پس وہ مومنین کے پیدا کرنیکے باعث ہیں اور ان کے باپ ہیں پھر اس سے ترقی کی اور یہ جوابدیا کہ ان کے فیضان سے عام مومنین کیا انبیاء ہونگے۔ پس اس معنی کے سوا اور کوئی معنی اس آیت میں چسپاں نہیں ہو سکتے اور یہ عین لفظی ترجمہ ہے

جسمیں ہمنے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ سیاق سباق سے مطابق لغت مسلّمہ اہل زبان جو معانی ہو سکتے ہیں۔ وہی بیان کر دیئے اور کرینگے یہ انصاف پر ہے کہ آپ ہر قسم کے بیرونی اثرات سے خالی الذہن ہو کر محض خدا کے لیئے اسمیں غور کریں کیونکہ اس آیت پر ایک ایسے مسئلہ کا دارومدار ہے جس پر اس زمانے میں کہ ایک مدعی نبوت و رسالت ظاہر ہو چکا ہے کفر و ایمان کا دارومدار ہے ایک مومن کیلیئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ بلا تحقیق خود بخود ایک عقیدہ بنائے رکھے اور اسکے خلاف ناحق سمجھے قرآن مجید کو مقدم کرو اور اسکے مقابل پر کسی کی بھی پروا نہ کرو خواہ وہ کتنا بڑا مولوی ہو۔

لفظ خاتم النبیین کی اصل حقیقت

خاتَم بفتح تاء و بکسر تاء ہر دو لفظ بمعنی مُہر آئے ہیں جیسا کہ فتح البیان میں ہے الخاتم بفتح تاء کالخاتم یتزینون بکونہ منھم معنے یہ ہوئے کہ آپ مہر ہیں نبیوں کی کہ جس پر اسکا نقشہ جم جائے اور وہ آپکا ظلّی طور پر کامل و اتم بروز ہو نبی ہو سکتا ہے غرض آپ نبیوں کے باپ ہیں آپکی نسل میں نبی بھی ہو سکتے ہیں۔

اسکا ماقبل سے ربط

آیت کے پہلے حصہ سے جو سوال اٹھا تھا کہ آیا آپکی روحانی ابوت کی تو کہیں نفی نہیں ہو گئی اسکا جواب تو یہ دیا کہ آپ رسول ہیں ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے پس یہ بھی اپنی امت کے باپ ہیں لیکن اتنا کہدینے سے آنحضرت کے دیگر انبیاء کے مقابل میں کوئی فضیلت نہیں ثابت ہوتی تھی کیونکہ جب ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہے

اسی طرح یہ بھی اپنی امت کے باپ ہیں مگر خدا تعالےٰ نے اپنے نہایت پیارے رسول کو ایسی حالت میں کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ اسلئے فرمایا کہ وہ صرف رسول اللہ ہی نہیں کہ انکی اولاد عام مومنین ہوں بلکہ وہ ایسا ہے جس کی مہر سے نبی بنینگے وہ نبیوں کا باپ ہے پس اس معنی کے اعتبار سے لفظ خاتم النّبیّین کو اپنے معطوف علیہ کی جگہ پر رکھکر دیکھو کیسے اس شبہ کو دور کرتا ہے جو کہ آیت کے پہلے حصّہ سے پیدا ہوا تھا معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ پر رکھنے سے یہ معنی پیدا ہونگے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں وہ تو نبیوں کا باپ ہے جو نبیوں کا باپ ہو وہ تو تمام مومنین کا دادا ہے کیونکہ عام مومنین تو اسکی اولاد میں بالاولیٰ داخل ہیں۔

رسول اللہ کو پہلے اور خاتم النّبیّین کو بعد لانے کی حکمت

لیکن اس سوال کا جواب کہ آیت میں جبکہ خاتم النّبیّین بھی وہی مطلب ادا کرتا تھا جو کہ رسول اللہ ادا کرتا ہے اور پھر اس کو پیچھے کرنے اور رسول اللہ کو پہلے لانیکی کیا وجہ ہے؟ سو واضح ہو کہ سلوک سبیل الترقی کلام میں ترقی کی راہ اختیار کرنی کلام کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی ہے پس پہلے عام مومنین کا باپ ہونیکا اثبات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہے اسکے بعد خاص بندوں نبیوں کی ابوت کا اثبات آپ کے لئے کیا گیا ہے اسکی نظیر نفی میں اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم پہلے اونگھ کی نفی کی گئی ہے پھر نیند کی کیونکہ اونگھ عام ہے نیند خاص ہے اسی طرح مومن عام اور نبی خاص ہے مومن ہی ترقی کرتے کرتے نبی بنتا ہے نیز اگر رسول اللہ کی بجائے خاتم النّبیّین کو رکھا جائے تو رسول اللہ کے ذکر سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ خاص کے ذکر کے بعد عام کے ذکر کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ جس کی مہر سے نبی ہو سکتے ہیں اور جس کی روحانی توجہ نبی تراش ہے عام مومنین تو بالاولیٰ اسکے وجود سے کثرت کے ساتھ پیدا ہونگے پس لفظ خاتم النّبیّین کو ماقبل کیساتھ ربط دینے سے یہ امر اظہر من الشمس ہوگیا کہ یہ نبوت کو بند نہیں کرتا بلکہ آنحضرتؐ فداہ ابی و امی کے ماتحت اس فیضان کو حاصل کرتا ہے۔

یک قدم دوری ازاں عالیجناب ✤ نزد ما کفر است خسران و تباب

آیت کے چوتھے حصّہ کی تفسیر۔

آیت کا آخری حصّہ وکان اللہ بکل شیءٍ علیماً ہے جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر اسکے خاص اسم ذات سے ہے نہ کسی ضمیر سے اسکے بعد اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے صفت علیم

کا ذکر ہے جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہی جسکے معنی بہت بڑا جاننے والا کثیر علم رکھنے والا ہی جس کیساتھ لفظ احاطہ و شمول بکل شیءٍ بھی موجود ہی خلاصہ یہ کہ آیت کے آخر میں خدا تعالےٰ نے اپنا نام لیکر اس امر کا اظہار فرمایا ہی کہ میں اللہ ہر ایک چیز کو نہایت درجہ کا جاننے والا ہوں جس قدر آیات کے فواصل ہیں ان کے ساتھ اسماء الٰہیہ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ آیت اسی صفت کا ظہور ہوجاتی ہی اسکی ایسی مثال ہی جیسے کوئی شخص اپنی بہادری کے کام کا ذکر کرے اسکے بعد اپنے جواد اور سخی ہونیکو بتائے۔ اسی طرح آیات میں افعال الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے آیت کے آخر میں جو صفت اس فعل کا منشاء ہوتی ہی اسکا ذکر کیا جاتا ہی ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفورٌ رحیم۔ گناہ کی مغفرت کا ذکر کیا پھر اس صفت کا ذکر کیا جس سے یہ فعل پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم وما کان محمد ابا احد کے آخری حصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس اسمیں اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت علیم کو بیان کیا ہے اور بکل شیءٍ کے ساتھ اس صفت کو اور شاندار بنالیا ہے ضرور ہے کہ اس آیت میں کسی ایسے باریک اور عمیق نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہو جسکو نزول آیت کے وقت لوگ نہیں جانتے تھے۔

اور انکی قوت اور اکیہ سے وہ نکتہ بالاتر تھا۔ اور وہ کوئی ایسی بات ہے جو کہ آیت کے نزول کیوقت غیب کے خزانوں میں محفوظ تھی جو کہ اسوقت کے لوگوں کے مشاہدہ میں نہ آسکتی تھی پس اس لحاظ سے آیت کے اجزاء پر غور کرنی چاہیئے کہ کونسی ایسی جزء ہے جو کہ نہایت عمیق اور جسکا ادراک مشکل ہے سو واضح ہو کہ آیت کا پہلا حصہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ محمدؐ مردوں میں سے کسی ایک کا باپ نہیں یہ امر کوئی مشکل نہیں۔ اس امر کا ادراک تو کفار بھی کرتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ آپکی نرینہ اولاد نہیں ہے پس یہ کوئی باریک خیال اور لطیف نکتہ نہیں ہو سکتا دوسرا حصہ لکن رسول اللہ ہے اسکا ادراک کرنا اور یہ کہ رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے یہ کوئی امر دقیق نہیں کیونکہ مومن بیٹے اسکے گرد و پیش اس کثرت سے موجود تھے اور ایسے وہ تربیت یافتہ تھے کہ آنحضرت کے عام مومنین کا روحانی باپ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس سے پہلے کثیر التعداد رسول آبھی چکے تھے۔

بکل شیءٍ علیما میں کیا نکتہ تھا؟

تیسرا حصہ خاتم النبیین ہے جسکے معنی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ابو الانبیاء ہے بیشک یہ ایسی بات ہی جسکا ادراک اسوقت بہت مشکل تھا۔ کیونکہ آنحضرت جیسا کوئی نبی اسوقت موجود نہ تھا کہ اسکو دیکھکر آپ کو نبیوں کا

باپ سمجھ لیتے نہ کوئی صحابہ میں سے آپ کے بعد اُمتی نبی ہونے والا تھا نہ تابعین میں سے کہ کسی صحابی کو اسکا مشاہدہ ہو جاتا۔ غرض نزول سابقہ میں اسکی کوئی نظیر نہ تھی کہ کوئی نبی بھی ایسا ہوا کرتا ہے جسکی مہر سے اور اتباع سے کوئی نبی بن سکتا ہو۔ اور ایسے انسان کا وجود جو کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہو آنحضرت تک کوئی اسکا مثیل اور شبیہ نہیں پایا گیا اسلئے اس آیت کے نزول کے وقت میں جو لوگ تھے نہ ان کے سامنے کوئی ایسی نظیر تھی نہ گذشتہ واقعات کی تاریخ میں کسی ایسے انسان کا پتہ چل سکتا تھا کیونکہ پہلے کوئی نبی خاتم النبیین کے عہدہ پر ممتاز نہیں ہوا۔ اسواسطے اُمتی نبی کا ادراک کرنا نہایت مشکل تھا نبی نے تو تیرہ سو برس بعد میں آنا تھا اور اسی کے وجود سے اس علم غیب نے مشہود ہونا تھا ایک تیرہ سو سال آئندہ کی بات کس کی آنکھ تھی کہ اسکو تاڑتی اور کسکی عقل تھی کہ یہانتک پہنچتی یہ راز سربمہر پڑا رہا یہانتک کہ وہ ظاہر ہوا جس کا انتظار یہ آیت مدتوں سے کر رہی تھی اور جس کی طلب میں دونوں ہاتھ پھیلا رہی تھی۔ **وہ خدا کا مسیح موعود** ہے جس کے ظہور نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے باپ ہیں۔ غرض اس امر کا ادراک کہ آپ کے فیضان سے نبی بھی ہو سکتے ہیں نہایت مشکل تہا کیونکہ اسوقت کوئی ظاہری نمونہ نہ تہا اسلئے خدا تعالےٰ نے وکان اللّٰہ بکل شیءٍ علیماً کہکر بتا دیا کہ یہ ابھی خدا کے علم میں ہی اسکا ظہور کبھی ہوگا اگر خاتم النبیین کے معنے یہ کئے جائیں کہ آپ نبیوں کو روکنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ کوئی باریکی نہیں اور نہ کوئی علمی نکتہ ہی نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کرینگے اسلئے آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔ نبی خدا کی کلیں ہوتی ہیں انپر یہ گمان کرنا کہ وہ کوتاہی کرتے ہیں سیاہ دلی کے نشان ہیں کسی نبی نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اگر آئندہ کسی کا انتظار کوتاہ بنا سکتا ہے تو کیا آنحضرت کے بعد مجدد اور مسیح موعود کا انتظار نہ تھا پس یہ بات کہ آپ نبیوں کے بند کرنے والے ہیں کوئی علمی بات نہ تھی جس کے لئے خدا تعالےٰ بطور فخر کے یہ فرماتا کہ میں خدا ہوں ہر ایک چیز کو کماحقہ جاننے والا ہوں آخر کوئی علمی بات تو ہو کہ جس پر یہ فخر کیا جائے۔ اب اس آیت کی تفسیر ہو چکی جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت نعمت نبوت کو روک نہیں سکتی بلکہ آنحضرت کے ماتحت اس نعمت کو دیتی ہے پہلے نبیوں میں اور آپ میں فرق ہی یہی ہے کہ آپ انسان کو انتہائی کمال نبوت تک پہنچا سکتے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ✤ نام اسکا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر + لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے + اسپر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے + میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

اور حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔ "یہ وحی الٰہی کہ خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جسمیں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا ہے کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا یعنی آپکو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷)

آیت کے مابعد پر نظر

اس بیان میں کہ اس آیت کے مابعد کی آیات جو ہیں وہ کس بات کی تائید کرتی ہیں آیا اس امر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعمت نبوت کو بند کرنیکے لئے آئے ہیں اور پہلے جو چشمہ تھا اسکو نہر بنانے یا جو نہر تھی اسکو سمندر بنانے کے لئے آپکا وجود اس عالم میں رحمۃ للعلمین بنکر ظاہر ہوا۔ اس آیت کے مابعد جسقدر آیات آئی ہیں ان میں سے ہر ایک کی تعبیر کرنا تو بہت وقت چاہتا ہے اور جس کی اس چھوٹے سے مضمون میں گنجائش نہیں اسلئے اسجگہ ان آیات کو ذیل میں لکھکر ان کے مقابل میں انکا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلٰمٌ ۚ وَّاَعَدَّ لَھُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا ۝ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا ۝ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۝ (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ کو نہایت کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح کرو۔ وہ اور اسکے فرشتے تمپر صلوٰۃ اور رحمت کرتے ہیں اور کرینگے اور وہ مومنوں پہ نہایت مہربان ہے انکو تحفہ اس سے ملاقات کے وقت سلامتی کا ملیگا

اور اسنے انکے لئے عزت کی عطا تیار کی ہے اے نبی ہمنے تجھے نگران بنا کر بھیجا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کے حکم سے خدا کی طرف بلانے والا اور سورج دوسرے کو روشن کرنے والا اور مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے خدا سے بڑا فضل آنے والا ہے کسی منافق اور کافر کا کہا نہ مان انکی تکلیف کی پروا نہ کر اور اللہ پر بھروسہ کر وہی کارساز کافی ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں جو جو رحمت خدا اور فرشتے کر رہے ہیں اور جو عزّت کی عطا اور حسن فضل کبیر کی بشارت دیگئی ہے اس راز کا افشا سورہ جمعہ کی یہ آیت کرتی ہے واخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم ذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اس صریح آیت کے مقابل میں حدیثوں کے ایسے معنی نہ کرو جو مضمون آیت کے خلاف ہوں

بعض نادان احادیث کو آیات کے مقابلہ میں پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ دعویٰ اجماع بھی انکے ایسے خیالات کی تردید میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہی کہ قرآن کریم کی بیّنات سے جب ایک امر واضح ہے تو پھر تمہیں کیا حق ہی کہ قرآن کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرو جبکہ تمام لوگوں کا اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مقدم ہے احادیث پر تو پھر حدیث کے کوئی ایسے معنے کرو جس سے کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہو۔ نہ یہ کہ وہ قرآن پر قاضی ٹھہرے۔

دوئم۔ یہ بات کہ اگر احادیث میں لا نبی بعدی ہے تو پھر عیسےٰ نبی اللہ کے آنے کا بھی تو ساتھ ہی ذکر ہے اور لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیًّا بھی وارد ہی تو حدیثوں میں اگر نبوت کا انکار ہی تو اقرار بھی ہے پس وہ احادیث جنمیں کہ اقرار ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہیں اور دوسری مخالف ہیں۔ ایک طرف حدیث اور قرآن ہی اور دوسری طرف صرف حدیث۔ پھر جب ان احادیث کے معانی جو ہم سے پہلے علماء نے کئے ہیں کہ آپکے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپکے بعد شریعت کو منسوخ کرے وہ معنے کیوں قابل قبول نہیں اور بعض نے صحابہ میں سے بھی ان احادیث کا انکار کیا ہے جنمیں کہ انکار نبوت ہے جیسا کہ امام محمد طاہر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا رہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپکے

بعد کوئی نبی نہیں یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی ہے تو وہ اس حدیث کے خلاف ہوگا۔ کہ انبیاء سب بھائی ہوتے ہیں اور وہ بیٹا بنیگا یہ حدیث علی الاطلاق عام نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم نبی اللہ اور ابراہیم نبی اللہ نے بیٹا ہی کہا ہے اور بخاری میں یہ حدیث بھی وارد ہے کہ نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم اور آنحضرت نے بھی صحابہ کو باوجود اسکے کہ وہ آپ کے روحانی بیٹے تھے بھائی کے لفظ سے خطاب کیا ہے علی الخصوص پیچھے آنے والی امت کو آنحضرت نے یہی فرمایا ہی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں سے ملوں۔ آپ نے اپنے ایک گروہ کو اپنا بھائی فرمایا روحانی بیٹے اور روحانی بھائی میں تضاد نہیں انکا اجتماع ایک فرد میں ہو سکتا ہے۔ تو مسیح موعود بھی بلحاظ اسکے کہ آپ کے فیضان سے نبی ہیں۔ بیٹے بھی ہیں اور بلحاظ اس کے کہ آپ نبی ہیں بھائی بھی ہیں انما المومنون اخوۃ کے ماتحت سب نبی مومن ہیں اور سب مومن بھائی ہیں +

(راقم خاکسار حافظ روشن علی)

رقیمۃ الوداد

خاتم النبیّین کی اُمّت میں نبوۃ

"مولٰنا محمد اسمٰعیل (مولوی فاضل) نے ایک خط اپنے کسی دوست کو لکھا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جناب حافظ صاحب کے مضمون کیساتھ درج کر دیا جاوے" (ایڈیٹر)

میرے مکرّم دوست! اگر خاتم النبیّین کے لفظ سے یہ مراد لیجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے اخیر میں آنیوالے نبی ہیں اور اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آسکتا تو اس سے قرآن کریم کی بہت سی آیات کو چھوڑنا پڑیگا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوّت و رسالت آئندہ کے لئے بھی جاری ہے۔ میں اسجگہ بطور نمونہ انہیں سے چند آیات اسجگہ نقل کرتا ہوں:۔

۱۔ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن النّاس انّ اللہ سمیعٌ بصیرٌ (الحج ع ۱۰)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوّت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر منقطع نہیں ہوچکا۔ بلکہ اب بھی جاری ہے (جیسا کہ لفظ یصطفی (صیغہ مضارع) سے ظاہر ہے ہاں اگر اسکی بجائے لفظ اصطفی یا کان یصطفی ہوتا تو اس سے یہ استدلال تام نہ ہوتا) علیٰ ہذا ایسا ہی سورہ نحل کی آیت ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہٖ علیٰ من یشاء من عبادہٖ ان انذروا انہ لا الٰہ الّا انا فاتقون (نحل ع ۱) اور سورہ مومن کی آیت رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہٖ علیٰ من یشاء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق (مومن ع ۲) سے بھی یہی مدعا ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ یا بنی اٰدم اما یاتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (اعراف ع ۴) اس آیت میں خطاب ان لوگوں سے نہیں جو نزول قرآن کریم سے پہلے ہوگذرے ہیں بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں۔ جن کے لئے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسالت مبعوث کئے گئے۔ جیساکہ اس سے اوپر کی آیات میں اور وہ یہ ہیں۔

(ا) یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنهما لباسهما لیریهما سواتهما انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم ۔ قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوهکم عند کل مسجد وادعوه مخلصین له الدین کما بدأکم تعودون ۔ اب ظاہر ہے یراکم اور لا ترونهم اور اقیموا وجوهکم کے مخاطب اس آیت میں نزول قرآن کریم سے پہلے کے لوگ نہیں بلکہ جو قرآن کریم کے مخاطب ہیں وہی اس آیت میں مخاطب ہیں پس بنی آدم سے مراد بھی اسجگہ وہی ہیں۔

(ب) یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین ۔ قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق ۔ قل هی للذین آمنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیمة کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون ۔ قل انما حرم ربی الفواحش ۔ یہاں بھی متعدد قرائن اس بات کے موجود ہیں کہ مخاطب اور ماموران اوامر کے پہلے لوگ نہیں بلکہ وہی ہیں جن کے لئے قرآن بھیجا گیا اور کوئی قرینہ اس بات کا نہیں کہ پہلے لوگ مراد ہیں۔ پس جس طرح ان آیات میں بنی آدم سے مراد اور ان خطابات کے مخاطب امت محمدیہ ہی (قطع نظر اس کے کہ امت دعوت مراد ہے یا امت اجابت) اسی طرح یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم میں بھی اسی امت سے خطاب ہے جس سے ظاہر ہے کہ اب بھی نبی آسکتے ہیں۔

۳۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ واذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فحق علیها القول فدمرناها تدمیرا (بنی اسرائیل ع ۲) فرماکر اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا ہے وان من قریة الا نحن مهلکوها قبل یوم القیمة او معذبوها عذابا شدیدا کان ذلک فی الکتب مسطورا ۔ وما منعنا ان نرسل بالآیت ان کذب بها الاولون (بنی اسرائیل ع) اس سے ظاہر ہے کہ قیامت سے قبل تمام دنیا پر عذاب شدید آنے والا ہے اور وہ نہیں آسکتا جبتک کہ تمام روئے زمین پر تبلیغ دین اسلام ہوکر اتمام حجت نہ ہوچکے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے تکذیب کرچکیں۔ جیساکہ الاولون کیوقت

میں سنت اللہ ظہور میں آتی رہی اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا عذاب موجودہ زمانہ سے پہلے کم از کم زمانہ اسلام میں کبھی نہیں آیا کیونکہ ابھی اسکی شرط نہیں متحقق ہوئی تھی اور یہ ضرور ہے کہ ایسے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آجائے تاکہ لوگ غفلت میں ہی تباہ نہ ہو جائیں جیساکہ اوپر کی آیات سے ثابت ہوتا ہے اور جیسے کہ فرمایا ذٰلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم و اھلھا غٰفلون (انعام ع ۱۶) اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس عذاب میں اور اس رسول میں اتنا لمبا فاصلہ بھی نہ ہو۔ کہ لوگوں کو یہ عذر کرنیکا موقعہ مل سکے کہ لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذل و نخزیٰ (طٰہٰ ع ۸) کیونکہ یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی بکثرت انبیاء و رسول آچکے تھے۔ ہاں وہ ما انذر اٰباؤھم فھم غافلون (یٰسٓ ع ۱) کے مصداق ہو چکے ہوئے تھے۔

۴۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین (سورۃ فاتحہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس دعا کی تعلیم دی ہے کہ اے خدا ہمیں اپنی سیدھی راہ کے ان تمام منازل پر پہنچا جن پر پہنچنے والوں نے تیرے اعلیٰ سے اعلیٰ انعام پائے اور اپنے قرب کے برتر سے برتر مقامات نصیب فرما کر ہمیں بھی وہی انعامات عطا فرما جو تو نے پہلے منعمین کو مرحمت فرمائے تھے اور دوسری جگہ ان مقامات و انعامات کا جن سے وہ لوگ بہرہ ور کئے گئے تھے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصٰلحین (النساء ع ۹) سو اگر امت محمدیہ کے لئے نبوت کا دروازہ مسدود ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس امت کو یہ دعا مانگنے کا ہرگز حکم نہ دیتا کیونکہ ایسا کرنا تو سراسر دھوکہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان سے بالکل بعید ہے۔ تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا ؕ

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت الی صراط مستقیم کا نمونہ بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بالفرض الحمد شریف میں صراط الذین انعمت علیھم کے الفاظ نہ ہوتے تو صرف اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم کے الفاظ بغرض تاکید و مزید تقویت و اعانت بڑھائے گئے ہیں اور وہ مقام سورہ انعام کا دسواں رکوع ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ نبیوں کا نام لیکر انکے متعلق اور نیز ان کے

بعض آباؤ ذریات اور اخوان کے متعلق فرمایا ہے کہ اجتبینھم وھدینھم الی صراط مستقیم ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشآء من عبادہٖ ۔

پس حسب متعدد آیات قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ بند نہیں تو خاتم النبیین کے وہ معنی کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں جو آپ نے بیان کئے ہیں میں اسجگہ ایک حدیث بھی آپکو یاد دلاتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی صحیح نہیں جو آپ نے بیان فرمائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر جو ہجرت کے دسویں سال میں واقع ہوئی تھی فرمایا کہ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً۔ حالانکہ خاتم النبیین والی آیت اس واقعہ سے قریباً پانچ سال پہلے نازل ہو چکی ہوئی تھی پس اگر اس آیت کے رو سے آئندہ کسی نبی کا آنا ممتنع ہوتا تو آپ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ بلکہ بجائے اسکے آپ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بھی نبی ہرگز نہ ہو سکتا۔ پس یہ آیت آئندہ کسی نبی کے آنے کی نفی ہرگز نہیں کرتی۔ اس بات کی تائید حضرت عائشہ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتی ہیں۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ تکملہ مجمع البحار میں حضرت عائشہ کے اس قول کے متعلق لکھا ہے وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ (تکملہ صفحہ ۸۵)

اب میں بتاتا ہوں کہ میں اسکے معنی کیا سمجھا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ فی اعناقہم الخواتیم یعنے ان لوگوں کی گردنوں میں خاتم ہونگی۔ مجمع بحار الانوار لغت حدیث میں اسکے معنی لکھے ہیں۔ اراد بھا اشیاء من ذھب او غیرہ تعلق فی اعناقہم علامۃ یعرفون بھا۔ اور ایک حدیث میں ہے آمین خاتم رب العلمین علی عبادہ المؤمنین۔ اور اس کے معنے کتاب مذکور میں یہ لکھے ہیں۔ ای طابعہ وعلامتہ اور ایک اور حدیث میں ہے اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ۔ اگر اسجگہ لفظ خواتم سے یہ مراد لیجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آئندہ کوئی شخص بول ہی نہیں سکیگا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو کوئی کلمہ بطور وحی الہام نہیں دیا جائیگا تو یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ اور اگر اور سب پہلوؤں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی اس بات سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ

مسیح موعود پر جو بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہی وحی الہٰی کا نزول صحیح حدیثوں سے ثابت ہی پس اس سے مراد وہی معنے ہیں جو اوپر کی دو حدیثوں میں ہیں یعنی علامتہ اور مقصود اس حدیث سے یہ بیان کرنا ہی کہ جو کلمات جامعہ مجھے دیے گئے ہیں (یعنی قرآن کریم) وہ باقی تمام ان کلمات کی صداقت کا معیار ہیں جنکی بابت منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ کیا جاوے۔ خواہ وہ مجھ سی پہلے کے ہوں یا بعد کے پس اگر انمیں سے کوئی کلمہ ان کلمات میں سے کسی کلمہ کے مخالف ہو جو مجھے دیے گئے ہیں تو وہ ہرگز منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مجمع البحار الانوار میں حدیث کو بیان کر کے اسکے یہ معنی لکھے ہیں کہ حجۃ علیٰ سائرھا ومصدقٌ لھا سو یہی معنی اس لفظ کے آیت خاتم النبیین میں ہیں یعنی جس قدر انبیاء و رسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں اور جس قدر آئندہ آئینگے۔ ان سب کی صداقت کا معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اب ان کی سچائی کا مدار اسی بات پر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی تصدیق کریں پس جس مدعی نبوت کا دعویٰ قرآن کریم کے رُو سے سچا ثابت نہ کیا جاسکے اسکی صداقت ثابت ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہی اور یہ وہ بات ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ کمالات نبوت کے ایسے جامع ہیں کہ کوئی کمال انسانی یا کمال نبوت نہیں جو آپکو نہ دیا گیا ہو لیکن اور کسی نبی میں یہ بات نہیں پائی جاتی .. ..

.. ..

.. .. بلکہ جسقدر کمالات دوسرے انبیاء کو دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا جزو ہیں۔ اور نیز جو شریعت آپکو دی گئی ہے اسکے مقابلہ میں باقی تمام شرائع انبیاء سابقین کی غیر مکمل ہیں جیسا کہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہی مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بہ البنیان وختم بی الرسل۔ یہی

وجہ ہی کہ اب کوئی نبی صاحب شریعت مستقلہ نہیں آسکتا۔ دوسری وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ بلحاظ نبوت کل انبیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخوۃ کی نسبت ہے جیسا کہ بعض صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہی لیکن آئندہ جو کوئی نبی آئے اسکی نسبت آپ سے ابنیت کی بھی ہونی ضروری ہی جیسا کہ آئندہ کے واسطے ہر ایک مومن کے لئے اس نسبت کا (ولو بایۃ مرتبۃ) پایا جانا ضروری ہے جس کی طرف آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں حرف لکن اشارہ کرتا ہی جو حرف استدراک ہے معنے یہ ہیں کہ اگرچہ آپ ظاہری اور جسمانی رشتہ کے لحاظ سے آپکو یہ صفت حاصل ہی کیونکہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں جو جمیع النّاس کی طرف بھیجے گئے اور جو خدا کا رسول اور نبی ہو رُوحانی رنگ میں لوگوں کا باپ ہوتا ہے پس آپ آئندہ کے سب مومنوں کے باپ ہیں یہی نہیں۔ بلکہ آئندہ نبوت کا منصب بھی صرف ایسے شخص کو مل سکیگا جو آپکی روحانی نسل میں سے ہو قرآن کریم میں آپ کی اس ابوت کی طرف اور بھی بعض جگہ اشارات موجود ہیں جیسے و ازواجہ امھاتہم اور جیسے ان شانئک ھو الابتر

القول المحمود

سید محمد احسن صاحب امروہوی نے جو رسالہ المقول الممجد لکھا ہے اس کا جواب مولٰنا سید محمد سرور شاہ صاحب نے نہایت مدلل قرآن مجید و احادیث صحیحہ و کتب مسیح موعود سے دیا ہی احباب اسے دفتر تشحیذ الاذہان سے منگوا کر خود فائدہ اٹھائیں اور غیر مبایعین میں تقسیم کریں ❊

غیر مبایعین سے خطاب

دو حوالے جو موجودہ نزاع میں فیصلہ کن ہیں

نبوت مسیح موعودؑ

تذکرۃ الشہادتین فارسی صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے۔

"خدا آں خدا ہست کہ رسولِ خود یعنی ایں عاجز را بہدایت و دین حق کرامت فرمودہ بجہت ایں مدعا مبعوث نمود تا دین را بر دنیا غالب سازد۔"

یہاں پر حضرت اقدس نے اپنے آپکو ایسا رسول فرمایا ہے جو ہدایت لاتا ہے اس سے مولوی محمد علی صاحب کا وہ اعتراض بھی حل ہو گیا جو النبوۃ فی الاسلام میں لکھتے ہیں کہ رسول فی الحقیقت کے لئے ہدایت لانا شرط ہے۔ اس پر ایک حاشیہ ہے جو قابل توجہ جماعت احمدی ہے دیکھو تذکرۃ الشہادتین فارسی صفحہ ۶۰

"دیگر آنچہ نا آشنایانِ حقیقت بہ مغز سخن نارسیدہ بر لفظ رسول و رسالت و نبی و نبوت اعتراض میکنند کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء است و بمضمون حدیث لا نبی بعدی احدی بعد از ان حضرت نبی نتواند بود۔ ایشان معنی ختم نبوت را اصلاً نہ فہمیدہ اند چہ بروجود ذی جود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال درجہ نبوت ختم شدہ است نہ نبوت آئے تا روز قیامت غیر از امت و امتی بودن آنحضرت نبی صاحب شریعت جدیدہ نخواہد رسید چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ را نیز ہمیں اعتقاد است۔ کما نقل محمد طاہر فی تکملہ مجمع بحار الانوار۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا لا ینافی حدیث لا نبی بعدہ لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ واز ایں جہت نیز منافی لا نبی بعدی نیست کہ اگر بعد از آنحضرت صلعم درمیان امت سلسلہ نبوت جاری میماند البتہ دریں صورت امر ختم نبوت مشتبہ میگشت و حالانکہ امر ختم نبوت را اسخ گردیدہ است رحمت الٰہی حسب وعدہ

وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصّٰلحٰت منکم الآیۃ اقتضا فرمود۔ تا بجہت تحقق مثلیت سلسلۂ خلافت موسویہ در آخر سلسلۂ خلافت محمدیہ نیز یک نفس زکیہ روحی و قلبی فداہٗ را از ہمیں امت کہ بروز تام حضرت ختمیت مآب صلعم باشد منصب رسالت عطا فرماید تا مہر ختم نبوۃ ہم شکست نیابد و شرف ایں امّت نیز برقرار بماند و مثلیت سلسلہ موسویہ ہم متحقق گردد۔ و وعدہ الٰہی نیز بانجام رسد ان اللہ لا یخلف المیعاد × × × العرض عقیدۂ ما اینست کہ سلسلہ نبوت ختم نشدہ است اما کمالات نبوت بر ذات سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم گشت است۔ و ہیچ اسرائیلی نبی در ایں امّت نخواہد رسید الخ مبعوث شد نبی بود مبعوث گردید (بلاغ حجۃ الامتی ۱۹۰۶ء)

میں تمام احباب جماعت خصوصاً حضرات غیر مبایعین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر اس عبارت فارسی کو غور سے پڑھیں اور پھر خدا کے لئے خدا کو حاضر ناظر جان کر حق کی خاطر اپنے دل کا ترجمان اپنی زبان کو بنائیں کہ آیا ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود کے حکم سے آپکا رسالہ فارسی کابل میں عقائد احمدیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا ہے اسمیں یہ ذکر کھلا کھلا موجود ہے یا نہیں کہ خاتم النبیّین کے یہ معنی نہیں کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ یہ معنے ہیں کہ اب جو نبی ہوگا امّت محمدیہ ہی میں سے ہوگا۔

اگر یہ عقیدہ کہ خاتم النبیّین کے بعد نبی آسکتا ہے اسلام کا بیخکن تھا اور سلسلہ احمدیہ کو تباہ کرنیوالا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اسکی اشاعت اور پھر اپنی کتاب میں اسکی اشاعت اور پھر ایسے ملک میں اشاعت جہاں لازمی طور سے ایسے عقائد کو شائع نہیں کرنا چاہیے جن سے کسی قسم کی منافرت سلسلہ میں پھیلے اور جن سے تبلیغ و نشر احمدیت میں روک پیدا ہو جائے فرمائی اگر یہ حق نہیں تھا جو حاشیہ میں لکھا ہے اور جس کی یقیناً کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ اسمیں لکھا ہے۔ کہ وہ ختم نبوت کے معنے سمجھے ہی نہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ پہلے خلفاء یقیناً نبی نہ تھے کیونکہ ان کے نبی ہونے سے امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا تھا اس لئے آخر سلسلہ میں ایک نفس زکی کو منصب رسالت پر فائز فرمایا اور یہ کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا۔ اسپر مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو فخریہ فرماتے ہیں

کہ میں حضرت اقدس سے بھی بحث کر لیا کرتا تھا اور دنیا کے اکیلے موحد صدائے حق و حقانیت بلند کرنیوالے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کیوں نہ بول اٹھے کہ حضرت آپ یہ کیا غضب فرما رہے ہیں کہ ایسی کتاب کو اپنے نام سے شائع ہونے دیتے ہیں اور پھر کابل اور خوست میں بھجواتے ہیں جسمیں شریعت مطہرۂ اسلام کے صریح خلاف باب نبوت کو مسدود نہیں لکھا ہے بلکہ کھلا لکھا ہے اور صرف صاحب شریعت جدیدہ نبی کے نہ آنے کی نفی ہے اسوقت کی خموشی بتاتی ہے کہ تمام جماعت احمدیہ کا یہی مذہب تھا جو اسوقت ہمارا اور ہمارے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد ایدہ اللہ الاحد کا ہے۔

مسیح موعود کا احمد ہونا

میں اپنے احباب سے درخواست کرونگا اور مجھے امید ہے کہ وہ اسے شرف پذیرائی بخشینگے کہ مہربانی فرماکر ازالہ اوہام سے وہ مضمون پڑھیں جس کا عنوان یہ ہے **مسیح موعود ہونے کا ثبوت**۔ یہ مضمون بڑی تقطیع والے ازالہ اوہام طبع ثانی کے ۲۷۲ صفحہ سے شروع ہوتا ہے اور پہلی چھوٹی تقطیع والے کے ۶۷۶ صفحہ سے اسمیں حضرت اقدس نے مخالفین کے روبرو آیت استخلاف کو پیش کیا ہے فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا تعالےٰ نے اپنے کشف صریح سے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے" اور اخیر پر لکھا ہے "پس جبکہ قرآن شریف نے صاف صاف بتلا دیا کہ خلافت آسمانی کا سلسلہ اپنی ترقی اور تنزل اپنی جلالی اور جمالی حالت کے رو سے خلافت اسرائیلی سے بکلی مطابق و مشابہ و مماثل ہوگا × × جیسے اسلام میں سر دفتر الہی خلیفوں کا مثیل موسیٰ ہے × × ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسےٰ بن مریم ہے جو اس **امت** کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے **رنگین ہوگیا ہے** اور **فرمان جعلناک المسیح بن مریم** نے اسکو درحقیقت وہی بنادیا و **کان اللہ علیٰ کل شیء قدیرا**۔ اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسکے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ **محمد** جلالی نام ہے اور جمالی اور احمد اور عیسےٰ اپنی جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" صفحہ ۶۷۵

اسے بہ نظرِ غائر دیکھئے حضرت اقدس قرآن مجید میں مسیح موعود کے ذکر کا ثبوت دے رہے ہیں آیت لیستخلفنهم سے یہ ثابت فرماتے ہیں کہ ضروری ہے کہ سلسلہ محمدیہ کا خاتم مثیل مسیح بن مریم مسیحی صفات سے رنگین ہو۔ اور پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مثیل کی پیشگوئی ہے نہ کہ اسی ابن مریم کے دوبارہ آنے کی جو سلسلہ موسویہ کا آخری خلیفہ تھا فرماتے ہیں کہ اس آنے والے کا نام۔ کس آنے والے کا؟ (ایکدفعہ پھر عبارت محولہ بالا پڑھئے) جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو کر آنے والا ہے **احمد** ہے یہ احمد نام کہاں لکھا ہے (ایک دفعہ پھر عبارت ازالہ اوہام پڑھ لیجئے) قرآن کریم میں قرآن کریم کی کس آیت میں (پھر عبارت پڑھئے اور آگے پیچھے اچھی طرح دیکھ لیجئے) حضور فرماتے ہیں ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ یہ تو آنحضرت صلعم کیلئے ہے آپ (مسیح موعود) اسکا جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت کا نام تو **محمدؐ** تھا جو جلالی نام ہے اور یہاں **احمدؐ** فرمایا پس یہ آیت ان کے لئے بہ دلالت مطابقہ کس طرح ہو سکتی ہے ہاں احمدؐ اور عیسےٰ ایک ہی ہیں پس ایک آیت میں اگر یہ بتایا ہے کہ مسیحی صفات سے رنگین سلسلہ محمدیہ کا خاتم ہونا ضروری ہے تو دوسری میں اسکا نام احمدؐ بتا کر یہ سمجھا دیا کہ فی الواقعہ وہ جمالی شان میں مسیح بن مریم ہو کر مبعوث ہوگا پھر ازالہ اوہام کے لئے اور تشریح فرمائی کہ اس پیشگوئی کو مسیح موعود کے لئے خاص کرنے سے یہ مت سمجھو کہ نبی کریم میں صفت احمدیت تھی ہی نہیں نہ جامع جلال و جمال ہیں مگر دیکھو اگر زید کسی سے کہدے کہ ایک تلوار والا آتا ہے۔ اور پھر ایک اور شخص ہو جس کے ہاتھ میں دو تلواریں ہوں وہ آجائے تو نہیں کہہ سکتے کہ بات پوری ہوگئی جبتک ایسا شخص نہ آئے جس کے ہاتھ میں ایک ہی تلوار ہو گو وہ دو تلوار والا ایک تلوار بھی رکھتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ گو محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمدی صفت کے حامل تھے لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ (صفحہ ۲۷۵) یعنی یہ پیشگوئی آخری زمانہ میں پوری ہوئی کیونکہ آنے والے کے لئے ازل سے یہ بات قرار پا چکی تھی کہ وہ آخری زمانے میں آئے اور پھر بانی امت محمدیہ نہ ہو۔ بلکہ اس امت کے لوگوں میں سے ہو۔ جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ کا خاتم جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی صفات مسیحی سے رنگین ہو۔ اس آنے والے کا نام احمد ہے جس کی طرف آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اشارہ کر رہی ہے۔

پھر آگے چلکر حضور فرماتے ہیں کہ :-

"اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح بن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے اور یہ آیت کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الآیۃ اسی مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے"

گویا بات کو اور بھی کھولدیا ہے ایک اعتراض نقل فرماتے ہیں کہ "خدا تعالٰے نے اس پیشگوئی میں مسیح بن مریم کا بصراحت نام نہ لیا" (صفحہ ۲۷۸) یعنی یہ کیوں نہ کہدیا کہ ابن مریم آئے گا اسکا جواب دیتے ہیں۔

"تا وہ لوگ غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں کیونکہ اگر خدا تعالٰے صاف طور پر نام لے کر بیان کر دیتا کہ اس امت کا آخری خلیفہ بھی مسیح بن مریم ہی ہوگا تو نادان مولویوں کے لئے بلا پر بلا پیدا ہو جاتی اور غلط فہمی کی آیت ترقی کر جاتی سو خدا تعالٰے نے اپنے بیان میں دو مسلک اختیار کرنا پسند رکھا ایک وہ مسلک جو حدیثوں میں ہے جنمیں ابن مریم کا لفظ موجود ہے اور دوسرا وہ مسلک جو قرآن کریم میں ہے جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے"۔

وہ کیا بیان ہوا ہے؟ یہی کہ حدیث میں تو فرمایا کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم۔ یعنے آنے والے کو **ابن مریم** فرمایا مگر قرآن مجید میں یہ بتلانے کے لئے کہ وہ **ابن مریم** وہی ابن مریم نہیں جو سلسلہ موسویہ کا خاتم تھا۔ پہلے تو عام طور پر بتا دیا کہ تمام خلفاء امت محمدیہ اول سے آخر تک خلفاء سلسلہ موسویہ کے مثیل ہونگے نہ کہ بعینہا وہی اور پھر آخری آنے والے اور سلسلہ محمدیہ کے خاتم کا نام بتا دیا کہ **احمد** ہوگا مصداق آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ تاکہ خوب طور سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ جمالی شان سے آئے گا مگر وہی ابن مریم نہیں ہوگا بلکہ اسکا نام تو **احمد** رسول ہوگا میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی طالب حق جو احمدی ہے اور حضرت اقدس کی تشریحات کو قبول کرتا ہے آپکے احمد ہونے اور اس بات پر ایمان نہ لائے کہ آپ ہی اس آیت کے مصداق ہیں ہاں ایک شبہ ناشی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ :-

غلام احمد نام میں غلام سے کیا مراد ہے؟

آپکا نام غلام احمد ہے سو اسکا جواب ایام الصلح میں خود حضرت اقدس نے دیا ہے۔ وہو ہٰذا :-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اسلئے

خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذلّ ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عُجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مور معبّد و طریق معبّد جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طریق معبد کہتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنی تصرف اور تعلیم سے انہیں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کی گذر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے انمیں پیدا کی پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں کیونکہ خدا نے ان کی روح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنیکے آلات سے اس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا اسلئے مہدی موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کی گئی یعنے اسکے نام کو غلام احمد کر کے پکارا گیا۔ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے۔ تحفہ گولڑویہ

اس حوالہ کو آنکھیں کھول کر پڑھو اسمیں حضرت اقدس غلام کو عبد کا مرادف فرما رہے ہیں۔ یعنی جیسے نبی کریمؐ کا نام تھا عبدہٗ محمد اسی طرح آپ کے لئے آیا غلام احمد یعنی وہ احمد جو خدا تعالیٰ کا خاص بندہ اور اسی بارگاہ کا غلام ہے یعنی غلام کی نسبت کسی احمدؐ کی طرف نہیں۔ بلکہ اسمیں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ وہ احمد ہے جس نے نبی کریمؐ کی مانند اپنے اندر حقیقت عبودیت پیدا کر کے اپنے لئے عبد (غلام) کا خطاب حاصل کر لیا ہے مبارک وہ جو اسپر غور کریں۔ لفظ غلام پر غیر مبائعین بہت اڑتے تھے مگر اب امید ہے کہ اگر انہیں کچھ تقویٰ اور حضرت اقدس پر ایمان باقی ہے تو آئندہ یہ اعتراض نہ کرینگے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود نہیں ہو سکتے ہیں کیوں محض اسلئے کہ ان کا نام احمد نہ تھا بلکہ غلام احمد تھا۔

ختم نبوّت

(یہ مضمون جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل کی ایک تحریر کا مع اضافہ اقتباس ہے)

آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہ آنے پر اجماع نہیں

یہ دعویٰ غلط ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا اور اس پر کوئی اجماع بھی نہیں ہوا اجماع کی تعریف یہ ہو اتفاق المجتہدین من ھٰذہ الامۃ فی عصر علی امر شرعی (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۱۶۶) یعنی کسی زمانے میں اس امت کے تمام مجتہدین کا کسی امر شرعی پر اتفاق کرلینا اجماع کہلاتا ہو اب جو شخص دعویٰ کرتا ہو کہ رسول اللہ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ آنے پر اجماع ہوچکا ہو اسکا فرض ہو کہ وہ ایسے اجماع کا تاریخی ثبوت دے اور ثابت کرے کہ فلاں زمانے میں فلاں ملک میں فلاں موقعہ پر اس بات کا اجماع ہوا کیونکہ صرف دعویٰ تو کوئی دلیل نہیں۔

(ب) اجماع کے متعلق امام احمد حنبل رحمۃ اللہ کا یہ قول مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۶۸ پر مطالعہ فرمائیں قال احمد من ادعی الاجماع فھو کاذب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے یہ بیان کیا کہ فلاں عقیدہ پر تمام امت کا اجماع ہو وہ جھوٹا ہے۔

(ج) ہم بڑے بڑے مجتہدین کے اقوال سے دکھا سکتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کے آنیکے قائل تھے جو صاحب شریعت نہ ہو چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں (۲) ملا علی قاری موضوعات میں (۳) امام شعرانی الیواقیت والجواھر جلد ۲ میں (۴) پھر مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس میں (۵) مولنا عبد الحی صاحب فرنگی محل دافع الوسواس میں یہی فرماتے ہیں

(د) پھر اجماع کا درجہ تو تیسرا ہے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں کیا لکھا ہے کیونکہ اجماع قرآن و احادیث کے خلاف ہو نہیں سکتا۔

خاتم النبیین کے معنے

خاتم النبیین میں ایک لفظ خاتم ہے اور دوسرا النبیین خاتم کے معنے روک کنے والے یا بند کرنے والے کے نہیں بلکہ خاتم کے معنی ہیں

مہر اور مہر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مضمون خط یا کتاب کی تصدیق ہو جاوے اور معلوم ہو جائے کہ یہ خط یا مضمون یا کتاب غیر مستند نہیں بلکہ صاحب مُہر اسکی تصدیق کرتا ہے پس ان معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نبیوں کے خاتم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق فرمائی ہے اور اگر آپ کا وجود باجود دنیا میں نہ آتا تو کسی نبی کی نبوّت بوجہ انکی کتابوں کے محرّف و مبدّل ہونے کے ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن آنحضرت صلعم کی آمد سے تمام انبیاء گذشتہ کی تصدیق ہو گئی۔ چنانچہ مجمع البحار جلد اوّل صفحہ ۳۲۹ میں لکھا ہے اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ ای القرآن ختمت بہ الکتب السماویۃ وھو حجۃ علیٰ سائرھا ومصدقاً لھا۔ یعنی جس طرح رسول کریم خاتم النّبیّین ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید خاتم الکتب ہے ان معنوں میں کہ وہ مصدّق الکتب ہے مجمع البحار کے اس حوالہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ خاتم کے معنے مصدّق کے ہیں نہ کہ روکنے والا اور بند کرنے والا لیکن اگر خاتم کے معنے بند کرنے والا کئے جاویں تو اس لفظ کا ما سبق سے کوئی تعلق نہیں ہے (جیسا کہ حافظ صاحب کے مضمون میں بالتفصیل گذرا۔ ایڈیٹر)

اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ خاتم کے معنے بند کرنے والے کے ہیں تو بھی یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ کسی قسم کا نبی بھی نہیں آسکتا۔ کیوں خاتم مضاف ہے النّبیّین کا النّبیّین کا ال ضروری نہیں کہ استغراقی ہو۔ کیونکہ یہی لفظ النّبیّین قرآن مجید میں اور مقام پر بھی آیا ہے اور وہاں سارے نبی مراد نہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ویقتلون النّبیّین حالانکہ سارے نبی قتل نہیں ہوئے۔

اسی طرح خاتم النّبیّین میں نحو کے رُو سے اجازت ہے کہ ال استغراق کا نہ ہو۔ بلکہ خاص نبی مراد ہوں یعنی آپ روکنے والے ہیں خاص قسم کے نبیوں کے یعنے صاحب شریعت نبیوں کے اور یہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتا۔

لا نبیّ بعدی

اب احادیث کو لیجئے اوّل حدیث لا نبی بعدی سو اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ خاص حضرت علی کے لئے ہے

کیونکہ اس حدیث میں حضرت علی کو ہارون سے تشبیہ دی گئی ہی اور چونکہ شبہ رہتا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ حضرت علی ہارون کی طرح شاید نبی بھی ہوں تو فرمایا کہ الا انہ لا نبی بعدی کہ اے علی تو اور باتوں میں تو میرے ساتھ ہارون کی نسبت رکھتا ہی مثلاً خلافت میں اخوت میں قرابت میں محبت میں لیکن ہارون اور موسیٰ میں نبوت کی نسبت بھی تھی وہ نسبت فیما بین نہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ لا نبی میں لفظ لا ہی اور لا ہمیشہ ذات ہی کی نفی نہیں کرتا بلکہ موصوف کی بھی نفی کرتا ہی پس نحو کی رُو سے جائز ہے کہ لا نبی میں ذات کی نفی نہ ہو بلکہ موصوف کی نفی ہو۔ اسکی چند مثالیں ہیں۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار اسکے یہ معنی نہیں کہ حضرت علی کے سوا کوئی فتی نہیں اور نہ یہ کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں بلکہ مطلب یہ ہی اس قسم کا فتی نہیں اور اس قسم کی تلوار نہیں اسی طرح رسول کریم فرماتے ہیں لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتب و لا دین لمن لا عھد لہ ۔ و لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ۔ پھر یہ بھی سنئے کہ جس طرح لا نبی رسول کریم کا قول ہی اسی طرح رسول کریم کا یہ قول بھی بخاری شریف میں ہی اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ اگر یہاں ذات کی نفی ہو تو یہ واقعات کے خلاف ہے کیونکہ اس موجودہ قیصر کے بعد بھی اسکا بیٹا قیصر ہوا اسلئے لا قیصر کے یہ معنی ہوئے پہلے قیصر جیسا قیصر نہ ہوگا۔ اسی طرح لا نبی بعدی کے معنے ہوئے کہ میرے جیسا یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہوگا اور لا قیصر کے معنے ہمنے اپنی طرف سے نہیں کئے بلکہ بخاری کی مشہور شرح فتح الباری میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہی۔

قال الخطابی معناہ فلا قیصر بعدہ لا یملک مثل مایملک ھو۔ لا قیصر کے یہ معنی نہیں کہ مطلقاً قیصر نہ ہوگا۔ بلکہ پہلے قیصر جیسا قیصر نہ ہوگا۔ اسی طرح لا نبی بعدی کے معنی ہیں رسول کریم کے مرتبہ کا نبی آئندہ نہیں ہوگا۔

اور یہ بھی یاد رکھو۔ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے اگر یہ معنے لئے جائیں۔ کہ رسول کریم کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو یہ قرآن مجید اور احادیث .. .. .. کے بالکل خلاف ہے اور معارض ہی۔ قرآن مجید میں نبوت کو انعام لکھا ہی پس اگر آنحضرت کے بعد نبوت بند ہی تو یہ معلوم ہوا کہ وہ انعام جو پہلی امتوں میں جاری تھا وہ اب بند ہے حالانکہ یہ امت سب امتوں سے

زیادہ انعامات کی مستحق ہی کیونکہ یہ خیر امت ہی بھلا یہ انعام خیر امت میں کس طرح بند ہوسکتا ہی اگر کہو کہ نبوت کے انعام ہونیکا کیا ثبوت ہے تو قرآن مجید فرماتا ہی

واذ قال موسیٰ لقومہٖ یٰقوم اذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء

اگر کہو کہ انعام ہے مگر بند ہی تو یہ امت خیر امت نہ ہوئی بلکہ شر امت ہوئی اور قرآن مجید میں ہی کنتم خیر امۃ اور یہ بھی فرمایا ذٰلک بانّ اللّٰہ لم یک مغیرًا نعمۃ انعمہا علیٰ قوم حتّٰی یغیروا ما بانفسہم یعنی قومی نعمت جو جاری ہو وہ کبھی بند نہیں ہوتی جبتک کہ کوئی قوم بُری اور شریر نہ ہو جائے اس سے معلوم ہُوا۔ کہ اگر اسلامی امت خیر الامم ہی تو یہ نعمت جاری ہے۔

لو عاش ابراھیم لکان نبیاً

علاوہ ازیں نبوت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی آیت اور حدیث سے بند نہیں کیونکہ یہ آیت ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی اور ادھر ۹ھ ہجری میں رسول کریم کا ابراہیم صاحبزادہ پیدا ہُوا۔ اور وہ فوت ہُوا تو رسول کریم نے فرمایا لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۳۷) یعنی میرے بیٹے ابراہیم کے نبی ہونے میں صرف موت روک ہوئی ورنہ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اگر آیت خاتم النبیین نبوت کو روک ہوتی تو رسول کریم یہ کیوں فرماتے اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا کیونکہ جب آیت خاتم النبیین اُتر چکی تھی۔ تو پھر اگر ابراہیم زندہ رہتے تب بھی نبی نہ بن سکتے تھے پس رسول کریم اگر خاتم النبیین سے نبوت بند سمجھتے تو یوں فرماتے لو عاش ابراھیم لما کان نبیاً چونکہ نبوت بند ہی اور آیت خاتم النبیین اتر چکی ہے اسلئے میرا لڑکا تو زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہوگا لیکن رسول اللہ نے برخلاف اسکے یہ فرمایا اسکی موت ہی اسکے نبی ہونے میں روک ہوئی۔ ورنہ خاتم النبیین یا لا نبی بعدی روک نہیں۔ غرض یہ حدیث آپ کے بعد نبی آسکنے کی بڑی زبردست دلیل ہی۔

مسیح موعودؑ کے لئے نبی اللہ احادیث میں

اسی طرح اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی نبی کے آنے کو روکتے ہیں تو نبی اللہ عیسےٰ اور وہ تمام احادیث جو اس امت میں ایک نبی اللہ آنے کی خبر دیتی ہیں باطل ٹھہریں حالانکہ انکی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہی۔

لم یبق من النبوّۃ الا المبشّرات

کہتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہو کہ سوا سچی خوابوں کے اور تمام چیزیں بند ہیں اسکا جواب یہ ہو اگر اس حدیث کے یہ معنی لئے جائیں۔ کہ سوائے سچی خوابوں کے اور تمام باتیں بند ہیں تو یہ معنے خود قرآن مجید کے صریح خلاف ہیں دیکھو قرآن مجید فرماتا ہو انّ الذین قالوا ربّنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ الّتی کنتم توعدون۔ نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدّنیا وفی الاخرۃ (سورہ حٰم سجدہ) یعنے اعلیٰ مومنوں کے پاس خدا کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اور وہ صبر کی تلقین کرتے اور ان سے ہمکلام ہوتے ہیں سو اگر اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ خواب کے سوا اور کشوف الہام وحی بند ہیں۔ تو پھر قرآن کی اس آیت کی خلاف ورزی کرنی پڑے گی

دوم۔ یہ معنی خود دوسری حدیث صحیحہ کے بھی خلاف ہیں جنمیں صاف ارشاد ہو کہ اس امت میں الہام اور وحی کا دروازہ کھلا ہو اور یہ بھی ان احادیث میں درج ہو کہ اس امت میں محدث اور مکلم ہونگے پس جب دوسری صحیح احادیث میں صاف درج ہے کہ اس امت میں محدّث اور مکلم ہوں تو اس حدیث سے یہ استدلال کیونکر صحیح ہو کہ سوائے سچی خوابوں کے اور سب کچھ بند ہے۔

سوم۔ اس امت کے اولیاء نے دعوٰی کیا ہو کہ ہمیں الہام اور وحی ہوتی ہو مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے صاف لفظوں میں دعوی کیا ہو کہ مجھے خدا کا کلام نازل ہوتا ہو اب اگر یہ معنے درست سمجھے جاویں تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس امت کے اولیاء اللہ معاذ اللہ اپنے دعوئی الہام اور وحی میں مفتری تھے۔

چہارم۔ اس حدیث میں نبوت کے بند ہونیکا ہرگز ذکر نہیں بلکہ نبوّت کے اجزاء کا ذکر ہو کیونکہ اس حدیث میں صرف لم یبق من النبوۃ ہی کے لفظ نہیں۔ بلکہ اس نفی کے آگے الا کا لفظ ہے جو استثناء کے لئے ہے یعنے رسول کریم نے فرمایا نبوۃ کی انواع میں نوع مبشّرات باقی ہو اور ہم قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں بشرات ہی نبوّت ہے چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ وما نرسل المرسلین الا مبشّرین ومنذرین یعنی نبی اور کچھ نہیں ہوتا صرف خدا کا کلام پاکر اسکے ذریعہ بشارت و نذرات کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے ملانے سے یہ نتیجہ

نکلا کہ رسول کریم کے بعد مبشّرات باقی ہے اور یہ کہ مبشرات جزو نبوّت ہیں پس یہ حدیث تو نبوت کے جاری ہونے کی دلیل ہے نہ کہ بند ہونے کی۔

انا اللبنة و انا خاتم النبیّین

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلعم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً واجملہ الا موضع لبنة من زاویتہ فجعل الناس یطوفون فیعجبون لہ و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنة قال فانا اللبنة و انا خاتم النبیین (رواہ البخاری) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک مکان سی ہے جسمیں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو وہ اینٹ میں ہوں اور النبیین کا خاتم ہوں۔

اوّل تو اسکا یہ جواب ہے کہ اس حدیث میں ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کے لفظ ہیں یعنی یہ مثال کہ ایک مکان ہے اور اسمیں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے وہ میری اور مطلقاً نبیوں کی مثال نہیں بلکہ یہ مثال صرف میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی ہے پس اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اسمیں تو صرف یہ ذکر ہے کہ اگر پہلے نبیوں کو دیکھو اور ان کی کتابوں اور شریعتوں پر غور کرو تو صاف نظر آویگا کہ ابھی ایک نبی کی ضرورت باقی ہے اسمیں آنے والے کسی نبی کے آنے کی مخالفت نہیں بلکہ صرف پہلے نبیوں کی نبوّت اور شریعت کے غیر کافی ہونے کا ذکر ہے

دوم۔ اسمیں من قبلی الانبیاء کی صفت واقع ہے یعنی جس قسم کے نبی مجھ سے پہلے ہوتے تھے یعنی براہ راست بغیر واسطہ کسی نبی کے نبوّت پانے والے اب ایسا نبی کوئی نہ ہوگا بلکہ جو ہوگا وہ میرے توسط سے ہوگا۔

سوم یہ حدیث ان معنوں کی رُو سے جو غیر احمدی کرتے ہیں حضرت عیسٰے کی بھی آمد ثانی کی بھی مانع ہے کیونکہ جب آخری اینٹ مکان میں رسول کریم کے زمانہ میں رکھدی گئی تو پھر کسی پہلی اینٹ کو اکھیڑ کر دوبارہ مکان میں لگانا ایک فضول امر ہے

چہارم۔ مکان میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک اینٹیں جس سے دیواریں قائم ہوتی ہیں جو یعنی شرائع اسلام علی خمس کے مطابق شریعت ہے مگر شریعت کی حفاظت کے لئے

غیر شرعی نبیوں کی بھی ضرورت ہو جس طرح مکان میں اینٹوں کی حفاظت کے لئے لپائی کی ضرورت ہوتی ہے بعض احادیث میں من قبلی نہیں آیا مگر جب ایک صحیح حدیث میں موجود ہی تو جہاں نہیں آیا راوی کی فروگذاشت ہو اور ایک جگہ جو قید ہو وہ دوسری جگہ بھی سمجھی جاتی ہو

کلھم یزعم انہ رسول اللہ

حتیٰ یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ میں کوئی بھی نبی صادق نہیں آئیگا (ب) اگر تیس دجال بھی پیدا ہونے ہیں اور صادق کوئی نہیں تو پھر یہ امت خیر الامم ہوئی یا شر الامم (ج) مسیح موعود کو نبی کریم نے خود نبی اللہ فرمایا (د) یہ تیس دجال تو حضرت صاحب سے پہلے پورے ہو چکے تھے (ہ) ایسے دجالوں سے مراد جھوٹی حدیثوں کے وضع کرنے والے ہیں۔ جو جھوٹی حدیث بنا کر گویا اپنے نفس کو رسول اللہ بتاتے ہیں (و) اس طرح تو حضرت عیسیٰ جب آوینگے اسوقت ایک شخص یہ حدیث پیش کر کے انکا انکار کردیگا اور کہیگا۔ کہ رسول کریم فرما چکے ہیں کہ ۳۰ دجال آنے والے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرینگے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا اس حدیث میں لکھا ہی لا تقوم الساعۃ حتیٰ یبعث یعنے آنے والے صادق نبی مسیح موعود کے آنے سے پیشتر ۳۰ دجال جھوٹے آنے والے ہیں لیکن صادق کے انتظار میں جھوٹوں پر نہ ایمان لے آنا پس اسطرح تو یہ حدیث ۳۰ جھوٹوں اور ایک سچے کی پیشگوئی ہوئی ہے نہ کہ صرف جھوٹوں کی اور الساعۃ سے مراد قیامت نہیں بلکہ الساعۃ سے مراد خاص اہم واقعات ہوتے ہیں دیکھو چونکہ یہاں ۳ جھوٹے مدعیان نبوت کا ذکر ہو اس سے معلوم ہو کہ الساعۃ سے مراد اس خاص مسیح کی آمد کا وقت ہے۔

ایک اور حدیث

کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون لا نبی بعدی کے متعلق بہت تشریح ہو چکی ہو اور یہاں تو قرینہ موجود ہے کہ ایسے انبیا کا ذکر ہے جو صاحب سیاست ہوں اور ہم جس کی نبوت کے معتقد ہیں وہ صاحب حکومت نہ تہا۔

دوم - یہ کہ حدیث میں ہی کلما ہلک نبی خلفہ نبیؐ یعنی بنی اسرائیل میں یہ قاعدہ تہا کہ موجودہ نبی کی وفات کے معًا بعد نیا نبی مبعوث ہوتا تھا لیکن لا نبی بعدی یعنی میرے بعد ایسا نہیں ہوگا کہ میری وفات کے بعد معًا نبی مبعوث ہو۔ بلکہ معًا سلسلہ خلافت شروع ہوگا۔

جیسا سیکون کا بین قرب دور سلسلہ خلافت پر دلالت کرتا ہی

سوم - اگر سیکون خلفاء میں ایسے خلیفوں کا ذکر ہے جو غیر نبی ہونگے تو آنیوالے مسیح ابن مریم خلیفہ رسول اللہ کی بھی یہ حدیث مانع ہوگی کیونکہ وہ حسب مسلمات اہل اسلام نبی بھی اور خلیفہ بھی ہوگا۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر

اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت کے بعد نبوت کا امکان نہیں۔ تو پھر لو عاش ابراھیم لکان نبیاً کے کیا معنے ہوئے۔ اگر لو کان بعدی نبی سے انقطاع نبوت یقینی تھا تو پھر لکان نبیاً سے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نبوۃ کا امکان کیوں فرمایا۔ دوم - اگر لو کان بعدی نبی لکان عمر سے صرف حضرت عمر کی نبوت کا امکان نکلتا ہی تو لو کان شئی سابق القدر (الحدیث) سے صرف نظر ہی سے تقدیر کے رد ہونیکا امکان نکلنا چاہیے حالانکہ حدیث لا یرد القدر الا الدعاء بتا رہی ہی کہ دعا ہی تقدیر کو رد کر سکتی ہی نہ کوئی اور چیز پس جیسے لو کان شئی سابق القدر لسبقتہ العین سے دوسری چیزوں کی (جو تقدیر کو رد کر سکتی ہیں) نفی نہیں نکلتی اسی طرح لو کان بعدی نبیا لکان عمر سے مسیح موعود کی نبوت کی نفی نہیں نکل سکتی کیونکہ اسکی صراحت دوسری احادیث میں خود نبی کریم نے فرما دی ہے۔ سوم - اگر لو کان بعدی نبی لکان عمر سے یہ بات نکلتی ہے کہ ”اس امت میں نبی ہو ہی نہیں سکتا“ تو کیا وجہ کہ حدیث رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی منھم احد فعمر سے یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو کہ امت محمدیہ میں کوئی محدث بھی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ آپکو بھی مسلم نہیں پس جس طرح فان یکن فی امتی منھم احد فعمر امت محمدیہ میں محدث کے آنے کا مانع نہیں اسی طرح لو کان بعدی نبی لکان عمر بھی امت محمدیہ میں کسی موعود نبی کے آنے کا مانع نہیں ہو سکتا۔“

۴ - یہ حدیث غریب ہے اور صرف مشرح بن ہاعان سے مروی ہے اور عقبہ بن عامر سے ان کے سوا کسی اور شخص نے اس حدیث ”لو کان بعدی نبی لکان عمر“ کو روایت نہیں کیا مسند احمد وغیرہ میں بھی مشرح بن ہاعان ہی کی روایت ہے۔

۵۔ بعدیت دو قسم ہی ایک متصلہ دوسری منفصلہ۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر کا محمل بعدیت متصلہ ہی نہ بعدیت منفصلہ کیونکہ دوسری حدیثوں میں مسیح موعود کو نبی اللہ فرمایا گیا ہے جو آخری زمانے میں آنیوالا تھا۔

۶۔ جس طرح لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کا حصر بنظر احاد (عوام مسلمین) کے مانا جاتا ہے اور دوسری حدیث فان یکن الخ کا مورد خواص امت بتائے جاتے ہیں اسی طرح لو کان بعدی لکان عمر کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ یہ اور اعتبار سے ہے اور مسیح موعود کی نبوت کا ہونا اور اعتبار سے ہے۔

۷۔ ایک اور بات جو صاحب فتح الباری نے شرح صحیح بخاری میں اور ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے وہ یہ ہی مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۱ میں لکھا ہی وقیل ھو فان یک فی امتی احد فھو عمر) علی ظاھرہ (ای ھذا القول ورد سورد التردد)

ایک اعتراض کا جواب

یہ کہنا کہ اگر اس آیت میں کسی نے نبی ہونا تھا تو کوئی صحابی ہوتا یا تابعی ہوتا۔ اسکا پہلا جواب یہ ہے کہ نبوت ایک موہبت ہے جو محض خدا کے اختیار میں ہی اس کے ہم ٹھیکیدار نہیں کہ فلاں شخص کو کیوں نہیں ملی۔

دوم۔ اس طرح تو ایک شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد نبوت بند ہوگئی اور اگر کسی کو ملنی ہوتی تو حضرت عیسیٰ کے صحابہ اور حواریوں میں سے کسی کو کیوں نہ ملی یہ کیا ہوا کہ پانچسو برس بعد عرب میں ایک شخص کو ملی۔

سوم۔ اس طرح امت میں نبی سے تو قطع نظر کرو کسی کو مجدد بھی تسلیم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایک شخص کہہ سکتا ہی کہ امت میں کوئی مجدّد نہیں اگر مجدد ہونا ہوتا تو کوئی صحابی ہوتا یا تابعی۔ اور اس طرح پر مجدّدین کی آمد کا بھی انکار کرو۔

چہارم۔ نبی بے ضرورت نہیں آیا کرتا بلکہ اسوقت آتا ہی جب دنیا میں شرارت اور بیدینی پھیلجاوے۔ پس صحابہ یا تابعین میں سے کوئی شخص اسو اسطے نبی نہیں بنایا گیا۔ کہ نبوّت زمانہ قریب تھا اسلیے ضرورت نہ تھی۔

پنجم۔ اس طرح پر حضرت امام مہدی کا بھی انکار کر دینا کہ جناب آپ مہدی کس طرح

بن سکتے ہیں اگر کسی نے مہدیٔ موعود بننا تھا تو کوئی صحابی یا تابعی ہوتا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

بعض کہتے ہیں ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہدآء والصٰلحین میں مع ہے پس صراط الذین انعمت علیہم کی دعا کی طفیل معیت نصیب ہو جائیگی دوم۔ کیا خلفائے راشدین سے بڑھکر کوئی نبی کریم کا مطیع ہوگا وہ کیوں نبی نہ ہوئے جب شرط موجود ہے تو جزا بھی موجود چاہیے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر معیت ہی ہوگی تو پھر ماننا چاہیئے کہ اس امت میں کوئی صدیق اور شہید اور صالح بھی نہیں ہوگا کیونکہ مع کا تعلق ان کے ساتھ بھی ہے پس معنے آیت کے حسب تصریح معترض یہ ہوئے کہ جو اللّٰہ اور رسول کی اطاعت کریگا وہ صالح یا شہید یا صدیق تو نہ ہوگا مگر ان کے ساتھ ہوگا حالانکہ یہ غلط محض ہے (ب) توفنا مع الابرار کے کیا یہ معنے ہیں کہ ابرار کے ساتھ ہی ہمیں بھی موت دیدے (ج) الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللّٰہ واخلصوا دینہم للّٰہ فاولٰئک مع المومنین (پارہ پانچ کا آخر) توکیا یہاں جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر کے اپنے دین کو خالص اللّٰہ کے لئے بنالیں وہ پھر بھی مومنین کے زمرے میں داخل نہ ہونگے بلکہ صرف مومنوں کی معیت نہیں حاصل ہوگی۔

دوسرے سوال کے کئی جواب دیئے جاچکے ہیں مزید سن لو۔ اطاعت اللّٰہ والرسول کی شرط کے ساتھ جزا میں نبوت کے علاوہ صدیق۔ شہید۔ صالح کا ذکر بھی ہے پس جب ہم مانتے ہیں کہ انہیں سے کوئی صدیق بنا کوئی شہید تو جزا سے انکار تو نہ ہوا۔ باقی رہا یہ سوال کہ نبی کیوں نہ ہوئے سو آپ بتائیے کہ حضرت عمر صدیق کیوں نہ بنے اور کیوں حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نبی کریم نے پہاڑ پر فرمایا تیرے پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق اور دو شہید یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق وعثمان غنی شہیدین۔ اسکے جواب میں کہو کہ حضرت عمر میں کچھ کمی تھی تو اسی طرح کی کمی حضرت ابوبکر میں بھی ہو سکتی ہے جو نبوت سے مانع ہوئی اور اگر کہو کہ ضرورت نہ تھی تو یہی جواب ہماری طرف سے ہے کہ اسوقت ضرورت نہ تھی اور امر ختم نبوت مشتبہ ہوتا تھا۔ البتہ موجودہ زمانہ میں ضرورت ہے اور سلسلہ موسویہ سے کمال مشابہت کے لئے اول و آخر

کی مماثلت تامہ ضروری ہی اسی لیئے آپ بھی مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں اور ہم بھی یعنی ایک نبی کا آنا بعد خاتم النبیین کے دونوں فریق مانتے ہیں ہاں ہم اس امت سے ایک نبی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسمیں آنحضرت صلعم کی تفضیلت ہے اور آپ ایک ایسے نبی کو آسمان سے اتارتے ہیں جو بنص صریح فوت ہو چکا ہے اور مُردے واپس دنیا میں نہیں آیا کرتے اور پھر نبوت جو ایک انعام ہے وہ چھینا بھی نہیں جاتا اور مسیح ابن مریم سے کوئی جرم صادر نہیں ہوا پس ایک نبی کو امتی نہ بناؤ۔ ہاں ایک امتی کے ایسے نبی ہونے سے محذور لازم نہیں آتا۔

چند کار آمد حوالے

۱۔ جو عیسےٰ امت میں ہوگا اسکو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کہا۔ ثم یاتی نبی اللہ عیسیٰ۔ ویحصر نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ۔ فیرغب نبی اللہ عیسےٰ واصحابہ و یھبط عیسیٰ نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (ابن ماجہ) صحیح مسلم

۲۔ قد لا یکون النبی مستقلا بل یاتی لتقویم شریعۃ نبی قبلہ (زرقانی)

۳۔ فما ارتفعت النّبوۃ بالکلیّۃ ولھٰذا قلنا ارتفعت نبوۃ التشریع وھٰذا معنی لا نبی بعدہٗ (فتوحات مکیّۃ)

۴۔ ونزول توریت کہ در وے علم ہر چیز است و بودن انبیاء بنی اسرائیل و اصل تحت شریعت و محکوم بحکم توت وے حتی عیسےٰ علیہما السلام۔ (شیخ الاسلام شرح بخاری صفحہ ۱۸۲)

۵۔ ولا یمتنع ان یتنبئ فی الفترہ من یدعوا الی شریعۃ الرسول الاخیر۔ (فتح الباری)

۶۔ ومن قال بسلب نبوتہ کفر حقا کما صرح بہ السیوطی۔ یعنی جو مسیح موعود سے نبوت چھینے وہ پورا پورا کافر ہے۔ و عیسیٰ بعد نزول وحی الٰہی آید ۔ ۔ ۔ ۔ و ظاہر آنست کہ آرندۂ وحی بسوئے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہمیں یقین داریم و در آں تردد نمی کنیم چہ جبریل سفیر خداست درمیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے ایں کار معروف نیست (اس سے ظاہر کہ مسیح موعود پہلے انبیاء میں شامل) ابو حاتم در تفسیر خود آوردہ انہ انہ وکل جبریل بالکتب و بالوحی

الی انبیاء و انکہ بر السنۂ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبریل بسبے ارض بعد موت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشود بے اصل محض است (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) زیرا کہ عیسیٰ در وقت نزول خود بالاتفاق بجملہ این امت باشد باوجود بقائے او بر نبوت خویش .. .. .. فھو علیہ السلام و ان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول و نبی کریم (صفحہ ۴۲۶)

۷۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں اور ان کی نبوت آپکا فیض ہے صفحہ ۴۔ آپ کے زمانہ میں اور بعد زمین پر آسمان پر کوئی نبی ہو وہ بھی اس صف نبوت میں آپ کا ہی محتاج ہے (صفحہ ۲۵) ماخوذ از رسالہ تحذیر الناس مولنا محمد قاسم صاحب)

۸۔ ای لو عاش لکان من اتباعہ کعیسےٰ وخضر والیاس فلا ینافض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملۃ (خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئیگا جو آپ کی ملت کو نسخ کرے) دافع الوسواس (مولنا عبد الحی فرنگی محل)

۹۔ وقد یطلقون علی بعض الاولیاء انبیاء الاولیاء (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۳۲۶)

کاشف حقیقت میاں محمد یوسف صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لائلپور نے ۲۶ صفحہ کا رسالہ لکھا ہے جسمیں بمقابلہ غیر مبایعین ثابت کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود نبی اللہ ہیں آپکے نہ ماننے والے اسی زمرہ میں ہیں جنمیں انبیاء کے منکرین اسمہ احمد کے حقیقی مصداق مسیح موعود ہی ہیں یہ رسالہ بہت عمدہ اور جامع ہے میں اپنے مکرم ماسٹر مدایت اللہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں احباب محصولڈاک بھیجکر منگوالیں۔

ملفوظات حائری اسمیں شیعوں کے قبلہ وکعبہ سرکار شریعتمدار علامہ السید علی الحائری مجتہد پنجاب لاہور کی تقریر ہے جو انہوں نے چند متواتر صحبتوں میں فلسفہ شہادت امام حسین ؑ پر فرمائی۔ شکر ہے ہمارے شیعہ بھائی بھی معقولات کی طرف کچھ متوجہ ہوئے ہیں مگر اس رسالہ میں کئی ایسی دور از کار روایات ہیں جنہیں محض تقدس کے بل پر منوانے کی کوشش کی گئی ہے اور بہت کم ہے جو معقولی پیرایہ میں نئی تعلیمیافتہ جماعت کے لئے مفید ہو۔ ۲ر قیمت سید محمد رضی و سید محمد زکی مبارک حویلی لاہور سے منگوائیں +

گنجینہ اسرار حقیقت شیخ حکیم خدابخش صاحب قادری کی یہ کتاب لالہ نانومل اگروال آبتی مالک قیصر ہند پریس لودیانہ پنجاب نے چھپوائی ہے اسمیں تصوف کی خاص اصطلاحات کی تشریح کے علاوہ بہت سے صوفیوں کے مفید اقوال درج ہیں صوفیانہ مذاق رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ مجموعہ پسندیدہ ہی بار دوم چھپی ہے قیمت نو آنے

علمی جنتری ۱۹۱۷ء سید محمد عبد اللہ صاحب علم سوداگر کانپور کی مشہور و معروف و مقبول عام جنتری چھپ کر شائع ہوگئی ایک جلد ہمارے پاس پہنچی اسمیں علاوہ سنین کی تواریخ کے بہت سے مفید معلومات اور مضامین و اشعار و تصاویر درج ہیں سامان کی فہرست بھی ہے۔ ناظرین کانپور سے منگوالیں۔ گھڑیوالی کوٹھی۔

درویش جنتری ۱۹۱۷ء یہ بہت مفید جنتری ہے نہ صرف تواریخ کے لحاظ سے بلکہ اسکے علاوہ اسمیں نبی کریم کے غزوات۔ مسائل فقہیہ آداب۔ ادعیہ و اعمال۔ ٹوٹکے اور اشعار بھی درج ہیں۔ اور ممتاز اسلامی اخبارات کے ایڈریس بھی یہ گویا رسالہ راز و نیاز میرٹھ کا پہلا نمبر ہے۔ سالانہ چندہ عہر ہے احباب فائدہ اٹھائیں۔

ستارہ صبح اکرم آباد سے ہفتہ وار مولوی ظفر علیخان صاحب کی ایڈیٹری میں نکلتا ہے بہت اعلیٰ اور مفید تاریخی و ادبی مضامین ہوتے ہیں ہمارے با مذاق دوست اسکے خریدار بن کر اپنے معلومات میں اضافہ کریں حجم ۳۲ صفحے سالانہ چندہ چھ روپے

توحید آسمانی مولوی محمد عبد اللہ صاحب تیماپوری (مدعی قدرت ثانی) نے یہ کتاب چھپوائی ہے ۱۲۰ صفحے حجم تثلیث کے رد میں لکھوائی چھپوائی اچھی ہے مضمون کی نسبت اگلے نمبر میں بہ تفصیل لکھونگا۔

قطرات عطر میرے مکرم بھائی ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے در یار پردہ نشینی رہائی ہے تو نظر بہ اسباب ظاہری وجہ معاش کے لئے ایک ایجنسی کھولی ہے جسمیں سلسلہ کی کتب بھی مل سکتی ہیں اور اسکے علاوہ آپ خود بھی چھوٹے چھوٹے مفید ٹریکٹ نکالنے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ رسالہ زیر ریویو ہے موٹی موٹی باتیں جو ہر احمدی کو غیر احمدی

وغیر مبائعین کے مقابلہ کے لئے یاد ہونی چاہئیں اسمیں درج ہیں آدھ آنہ قیمت ہے احباب چند جلدیں منگوا کر تقسیم کریں کہ ہم خرما و ہم ثواب ایک بھائی کی امداد بھی ہو جائے گی اور تبلیغ کا فرض بھی ادا ہو جائے گا۔ ملنے کا پتہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی احمدیہ کمیشن ایجنسی قادیان

ارشاد نامہ حضرت فضل عمر

حضرت خلیفہ ثانی سفارش فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا پرانا کلام جو دعویٰ مسیحیت بلکہ براہین احمدیہ کی تصنیف سے بھی پہلے کا ہے۔ میاں فخر الدین صاحب نے بصرف زر کثیر شائع کرایا ہے چونکہ یہ کلام فارسی میں ہے اس کی فروخت کچھ کم ہوئی ہے لیکن وہ کلام اس قسم کا ہے کہ احمدی جماعت میں اسکی اشاعت ازبس ضروری ہے کیونکہ وہ اس قسم کے معارف سے لبریز ہے جو روح کو تازہ کرنے والے ہیں غیر احمدیوں میں بھی اسکی اشاعت نہایت مفید ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ع کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی بھی کیسی پاک و مطہر تھی میں پسند کرتا ہوں کہ ہر ایک احمدی جسے طاقت ہو اس کتاب کو خود خریدے اور ہو سکے تو غیر احمدیوں میں اسکی مفت اشاعت کرے۔ نوٹ۔ یہ کتاب درمکنوں کے نام سے منشی فخر الدین صاحب ملتانی سے بقیمت عہ اور مجلد ۱۲ احباب طلب فرماویں لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت نفیس ہے

ایک عظیم الشان بشارت

مؤلفہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ۔ جس میں نہایت آسان اور دلچسپ پیرائے میں حضرت احمد قادیانی کا نام غیر احمدیوں کو پہنچایا گیا ہے ۲۶ صفحے کا ٹریکٹ ہے بحساب ایکروپیہ کے ۔۴ عدد۔ منشی فخر الدین ملتانی سے فوراً طلب کریں۔

تشحیذ ایجنسی

ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ احباب جگہ بہ جگہ آرڈر نہ بھیجنے پڑا کریں اسلئے جو کچھ بھی آپنے قادیان سے منگوانا ہو خواہ وہ کتاب ہو کتاب جلد کروانی ہو تو بھی) یا کسی مرض کی دوائی ہو یا کوئی اور ایسی چیز اسکا ہمیں آرڈر بھیجدیا کریں انشاء اللہ معمولی سی کمیشن پر بہت جلد تعمیل ارشاد ہوگی اسطرح پر یہ شکایت بھی رفع ہو جائیگی جو بعض احباب لکھا کرتے ہیں کہ ہمنے کئی خط لکھے فلاں بات کی تعمیل نہ ہوئی صرف احباب کی سہولت کے لئے ہم ایسا انتظام کرسکتے ہیں +

تیسری مثال چوہدری دورام صاحب کوثری اگرچہ ہندو ہیں اسلئے جو چاہیں کہیں مگر چونکہ اکثر مسلمان ان کی نظمیں بڑے شوق سے چھاپتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اسلئے یہ امر قابل افسوس ہے کہ وہ لائل گزٹ میں ایک شعر لکھتے ہیں ؎

مکے میں بھی توحید بتائی ہے ہمیں نے ؛ کعبے کی پرستش بھی چھڑائی ہے ہمیں نے

جہانتک میں خیال کرتا ہوں اس سے بڑھکر اسلام کی ہتک نہیں ہوسکتی کہ دار التوحید کو دار الشرک قرار دیا جائے اور کعبہ کی پرستش چھڑانے والا سیدنا محمد رسول اللہ کے سوا اور کسی کو ظاہر کیا جائے۔

چوتھی مثال - بابو محمد الدین صاحب کا مضمون خالصہ اخبار میں آپ لکھتے ہیں "حضرت علی تلوار کے دھنی تھے اور آپ کو اپنی ذو الفقار پر فخر تھا اور بجا فخر تھا اور قرآن شریف صاف الفاظ میں بتاتا ہے کہ جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر است"

اب آپ تمام قرآن مجید اوّل سے آخر تک دیکھ جائیے یہ کسی آیت کا ترجمہ نہیں معلوم ہوتا ہے خلیق کو کبھی قرآن مجید کے پڑھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا اور ایک حدیث کو قرآن بنالیا ہے۔

غرض اگر غور سے دیکھا جائے کہ جس مسلمان نے کچھ لکھا ہے اس بات کا پورا خیال نہیں رکھا کہ ہمارا اپنا مذہبی اصول کیا ہے یہ ایک بہت خطرناک نتائج پر پہنچنے والی بات ہے۔ اور ابھی اصلاح کا وقت ہے اگر مسلمان اپنے مصلح کو پہچانیں اور اسکی حقیقی قدر جانیں۔

نوٹ - ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری کی خوبصورت ۱۹۱۴ء تیار ہوئی ہے دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا مفت بلا قیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے۔

امراض مستورات کی دوا امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں مارلین ملک۔ کی نہایت مشہور دوائیں دائی برنیم اور قدیم ویدک زمانہ کی مشہور اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اسلیے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے اس سے حیض کی کل خرابیاں یعنی کم یا زیادہ دنوں میں حیض اور پرتھو کا ہونا کمر پیڑو۔ جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ یہ سب شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔ پردر جس میں سفید اور سُرخ پانی کی طرح مواد نکلتا ہے خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکالیف اس دوا سے رفع ہو جاتی ہے رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بیوقت ضائع ہو جاتا ہو۔ نطفہ قرار پانے سے تیسرے چوتھے مہینے میں ضائع ہو جاتا ہو۔ ایسی حالتمیں اس دوا کے کچھ دنوں تک استعمال کرنے سے رحم کی سب شکایتیں دور ہو کر رحم میں طاقت پہنچتی ہے جسم قوی ہوتا ہے اور حمل قرار پاتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک کی ۲ محصولڈاک وغیرہ ۶ر دیکھیے اس دوا کے متعلق اسسٹنٹ آف دی فیملی ہوسپٹل ریاست رامپور کیا تحریر فرماتی ہیں اپنے دو شیشی امراض مستورات کی دوا جو روانہ کی اس سے مجھکو بہت فائدہ ہوا براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمائیے

قوت کی گولیاں

۳۲ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اٹیکنیا ڈامینیا ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اسلیے مغز ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالیوں خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور دماغ میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش آتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ دیکھیے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے یہ گولیاں منگائیں اسکی تیر بہدف اثر دوا اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

قیصر ہند پریس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؁

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبۂ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲	بابت ماہ مارچ ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۵ھ	نمبر ۳

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلبا سے عا

غیر ممالک سے تین روپے

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام نے شائع کیا

خریداران تشحیذ

میں اپنے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے تشحیذ ماہ فروری کو بے حد پسند کیا جسمیں نہ صرف خاتم النبیین والی آیت کی صحیح تفسیر ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے عالمانہ رنگ میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت ظلی کا سلسلہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری ہے۔ پھر ان تمام احادیث کے صحیح معنے لکھ دئے ہیں۔ جنہیں مخالفین اس دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ کہ سید المرسلین کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ جن دوستوں نے فروری کے وی پی (جو ۱۹۱۷ء کا سالانہ چندہ وصول کرنے کے لئے حسب دستور سابق کئے گئے تھے) باوجود پہلے متعدد بار اطلاع کرنے کے واپس کر دیئے ہیں۔ وہ تین آنے* کے ٹکٹ بھیجکر یہ رسالہ اب منگوا سکتے ہیں۔ بعد میں پھر نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کی مانگ بہت ہے۔ اور کاغذ کی گرانی اور کچھ احباب کی اس قدر دانی کی وجہ سے جس کا علم مجھے تجربہ سے ہو چکا ہے۔ زیادہ نہیں چھپوایا گیا۔ میں بارہا عرض کر چکا ہوں۔ فقط میری یا میرے مضامین کی تعریف کا کچھ فائدہ نہیں۔ جو صاحب اسے پسند کرتے ہیں۔ وہ خریدار مہیا کریں۔ موجودہ صورت تو یہ ہے کہ خرچ بمقابلہ آمد زیادہ ہے۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر۔ رسالہ اچھا ہے۔ مضامین ایسے اعلیٰ کہ اس کا ایک ایک نمبر مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے یہ سب مسلم۔ مگر خریدار کم ہوتے جاتے ہیں یا للعجب۔ میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھکر امیدوار ہوں کہ جس کام کی بنیاد سیدی و مولائی حضرت فضل عمر نے رکھی تھی۔ اُسے ترقی و فروغ دینے کی کوشش کی جائیگی تشحیذ کا سٹاف۔ اور اس کا ناچیز ایڈیٹر اپنی بساط کے مطابق حاضر ہے۔ احباب ذوی الالباب۔ بھی اپنے گوشہ چشم سے انہیں نوازلیں یہ نہیں کہ رسالہ کو مرتب و مزین تو آپ کی خاطر کریں اور اسکے ضروری اخراجات مہیا کرنے کے لئے وہ کوئی اور گھر دیکھیں۔ وعلی اللہ توکلنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ ہاں تشحیذ کتب الحنیفی کی مدد بھی ہو منت کریگی۔ حیدر آبادی احمدی ترجمۃ القرآن احمدی مکمل تفسیر تین روپے پر منگوائیں ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۷ء

قرآن کریم کی تصدیق

یعنی

تحریف در عہد عتیق

منجملہ دیگر صدہا فضایل کے قرآن کریم کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یحرفون الکلم عن مواضعہ جس نے اسے نازل فرمایا یہ وعدہ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ۔ یعنے ہمنے اسے نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ منجملہ دیگر ہزارہا اثبات کے اس دعوے کے ثبوت میں لکھو کھا حفاظ قرآن کریم کی حفاظت منہ بولتے شاہد ہیں۔ تمام ادیان کی کتب مقدسہ میں سے کسی ایک کو بھی یہ دعویٰ نہیں اور نہ ہی عملی رنگ میں اس کا ثبوت موجود ہے پھر زمانہ حال کی ایک عجیب شہادت جو لکھو کھا شواہد سے بڑھ چڑھکر ہے یہ ہے کہ اسی قرآن کریم کا مصدق احمد محمد رسول اللہ صلعم کا خادم اس زمانہ کا رسول و نبی دنیا میں ایسے جلالی رنگ میں آیا کہ اس کے آگے دیگر تمام مذاہب

سرنگون ہو گئے اور اسنے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قرآن کریم کی صداقت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجادیا اور کوئی اس پر غالب نہ آسکا اور کوئی مقابلہ کے لئے ظاہر نہ ہوا ۔

چونکہ اس زمانہ کے نبی اور رسول یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ زیادہ تر عیسائیوں سے تھا اسلئے آپ نے کل زمانہ پر ثابت کر کے دکھلادیا کہ عیسائیوں کی یہ دلیل ”کہ چونکہ قرآن شریف موجودہ بائبل کا مصدق ہے اسلئے ہر حامی قرآن شریف پر فرض ہے کہ وہ موجودہ بائیبل کو قابل اتباع اور لائق تسلیم سمجھے۔ غلط ہے کیونکہ آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ کتب موجودہ محرف ومبدل ہیں۔ اور ان کی تحریف و تبدیل مختلف اقسام کے صدہا دلائل سے ثابت کر دی آپ کے مابعد آپ کے خلفاء رضوان اللہ علیہم نے بھی دلائل قاطع اور براہین ساطع سے یہ مضمون ثابت کر دیا چونکہ یہ مضمون ایک ضروری مضمون ہے لہٰذا ہم بھی اسی سلسلہ میں ایک مضمون ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف ۔ عدم تحریف عہد عتیق کے بارہ میں مسیحی حلقہ میں مشہور اور سب سے زیادہ برجستہ دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ موجودہ عہد عتیق دو ایسے مختلف و متضاد اقوام کے پاس ہمیشہ سے رہا ہے جو علاوہ قومی بُعد کے مذہب میں بھی سخت سخت عناد و فساد مابین رکھتی ہیں یعنی یہودی اور مسیحی پھر کیونکر ممکن ہے کہ اگر ایک قوم تحریف و تبدیل کرتی تو دوسری قوم جو اسکے سخت معاند و مخالف تھی شور و غل کر کے آسمان سر پہ نہ اٹھا لیتی پھر در آنحالیکہ یہود و نصاریٰ کے صدہا مختلف فرقہ جات اس امر پر متفق ہیں کہ کسی دوسرے فریق حامی عہد عتیق نے اسمیں تحریف نہیں کی۔ بایں صورت غیر لوگوں کا اس کو محرف و مبدل بتلانا ایک دعویٰ بے دلیل ہے جو ہرگز قابل سماعت و لائق قبول نہیں ہے ۔۔

یہ دلیل ایک حد تک واقعی ایسی دلیل ہے جس سے عوام غلطی کے دائرہ میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ اسی دلیل کو مسیحیوں نے اپنی مختلف کتب میں بڑے کرّوفر اور شد و مد سے بیان کیا ہے اظہار الحق میں جو ایک عربی ناول کا ترجمہ علاوہ اردو کے پشتو۔ فارسی۔۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں بصورت کتاب ضخیم شائع کیا جاتا ہے اسمیں بھی اس دلیل کو بہت سراہا گیا ہے مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ یہ دلیل کیسی ہے کہاں تک راستی پر مبنی ہے پر قبل ازیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عہد عتیق کے جامع عزرا نبی کے حالات اور دیگر روایات متعلقہ مضمون ہٰذا جو فریقین کے نزدیک مسلمہ اور مفید ہوں بہ تفصیل تحریر کر دیجاویں۔ تا مابعد میں نکتہ چینی کی رعایت ہو سکے ۔

یہودی اور مسیحی حلقہ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عہد عتیق کی کتب کو بالعموم عزرا نے جمع و مرتب کیا تھا۔ بقول ریونڈ ولیم جی بلیکی صاحب ڈی۔ ڈی ایل ایل ڈی کے یہود کے بحال ہونے اور اپنے وطن کی طرف (یعنی اسیری بابل کی رہائی کے بعد) عود کرنے کی تاریخ تین یہودی لیڈروں میں کا ایک لیڈر تھا۔ جس نے ارتخشس لانگی مانس (لانگی مانس بمعنے لمبے ہاتھوں والا) کی حکومت کے آٹھویں سال میں بابل سے روانہ ہو کر موسوی دستور کے بحال کرنے میں بڑی جانفشانی کی تھی۔ یہی عزرا ارتخشس کے ساتویں سال چھ سات ہزار اسرائیلیوں کے ہمراہ بابل سے یروشلم روانہ ہوا۔ عزرا سردار کاہن سرایا کی اولاد میں سے تھا جسے بنوخذنضر نے یروشلم کو مطیع کرتے وقت مروا ڈالا تھا یروشلم میں پہنچ کر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام میں عزرا نے حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا۔ جس کے سبب عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تھا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینن آف سکرپچر کو مرتب اور شائع کیا۔

کئی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک شریعت کے نسخے یہودیوں کے درمیان نہایت کمیاب تھے۔ اور اب جبکہ لوگ بابل سے لوٹ کر آئے تو یہ نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے۔ بلکہ کسی ایک اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے ہونگے جسمیں شریعت کی باتیں تحریر تھیں۔ پس عزرا کا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے شریعت پڑھکر سنائے عزرا نے نوشتوں کا ملاحظہ کرتے وقت پرانے عبرانی حروف کی جگہ کسدی حروف جو زیادہ واضح اور عمدہ شکل کے تھے استعمال کئے ملاحظہ ہو۔ تواریخ بائبل مصنفہ ریونڈ ولیم جی بلیکی ڈی ڈی ایل ایل ڈی ترجمہ ریونڈ طالب الدین بی اے صفحہ ۳۹۶

منجملہ دیگر تبدیلیوں کے دو عملی تبدیلیاں جو اس زمانہ میں ایک دوسری صورت اختیار کئے ہوئی ہیں عزرا نے ہی کی تھیں ان میں سے ایک تو عبادتخانوں اور عبادتخانہ کی عبادت کو جاری یا بحال کرنے کا کام تھا گو قدیم زمانوں سے یہ رواج چلا آتا ہوگا کہ لوگ عبادت کے لئے جابجا اکٹھے ہوں مگر تاہم یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسیری کے پہلے اس قسم کے مجمعوں نے سینگاگ (عبادتخانہ) کی صورت اختیار کی ہو۔ دوسرا کام روائتوں یا حدیثوں کی متعدد بڑھانے کا کام تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسیری کے بعد عبادت خانے ہر جگہ قائم کئے گئے تاکہ شریعت پڑھی جائے اور سمجھائی جائے۔ شریعت کا پڑھا جانا اور اسکی شرح کرنا اسوقت سے ایک پیشہ

بنگیا اور آئندہ کاہنوں اور لاویوں کے ہی خاندان پر موقوف و محدود نہ رہا۔ لکھی ہوئی شریعت کے فقیہہ جیساکہ اس پیشے والے کہلاتے ہیں شرح کر کے سنایا کرتے تھے اور جہاں اسکا مطلب کم صاف یا تشریح کا محتاج ہوتا تھا تو وہ تشریح کر دیا کرتے تھے (یہیں سے طالمود کی بنیاد پڑی)

روایت کا شروع مثنا گیمرا اور طالمود پھر رفتہ رفتہ یہ خیال بھی جڑ پکڑنے لگا کہ علاوہ لکھی ہوئی شریعت کے زبانی شریعت بھی متداول ہے جو خدا نے بزرگوں کو مرحمت کی تھی۔ پر وہ لکھی نہ گئی مگر اسکا علم روایت یا حدیث کے وسیلے حاصل ہوسکتا اور محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور یہی وہ بزرگوں کی روایت کہلاتی ہے جیسے دوسری صدی مسیحی کے وسط میں ربی یہوداہ نے جو کہ شمعون کا بیٹا تھا اور بڑا عالم شخص تھا جمع کر کے قلمبند کیا اس مجموعہ کو جسمیں یہ روایتیں قلمبند تھیں۔ مشنا کہتے تھے۔ پھر بڑے بڑے علماء نے مثنا پر تفسیریں کیں یہ تفسیریں تنہا گیمرا کہلاتی ہیں اور مثنا اور اسکی تفسیروں کو **طالمود** کہتے ہیں۔ بابل کی طالمود جیسی کسدی یہودیوں نے تالیف کیا ایک ایسی کتاب ہے جو بارہ جلدوں میں منقسم ہے۔ ملاحظہ ہو تواریخ بائبل مذکور صفحہ ۴۱۰ و ۴۱۱

مذکورہ بالا چند سطور میں جو کچھ یہود کے علم روایات کے متعلق ولیم جی بلیکی صاحب کی زبان سے آپنے سنا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مسیحی مستند مفسرین کی تفاسیر سے اسکی ذرا اور زیادہ تشریح کیجائے کیونکہ یہیں سے سراغ چلتا ہے کہ عہد عتیق محفوظ عن التحریف نہیں رہا اور یہ مضمون ہذا کا ضروری حصہ ہے۔

جناب آدم کلارک صاحب جو مشہور و معروف مسیحی مفسر ہیں اپنی تفسیر کے جلد ۲ کے اندر عزرا کی کتاب کی شرح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ "یہود کا آئین دو قسم کا ہے ایک مکتوب جسے توریت کہتے ہیں۔ دوم غیر مکتوب جسے روایت زبانی کہتے ہیں اور بزرگوں کی معرفت انہیں پہنچے اور مدعی ہیں کہ کوہ طور پر یہوداہ نے موسیٰ کو ہر دو مرحمت کئے تھے پس انمیں ایک کتابت کے وسیلہ سے اور دوسرا بزرگوں کے ذریعہ سے پشت بہ پشت نقل ہوکر ہم تک پہنچے اور اس وجہ سے ہر دو کو رتبہ میں مساوی اور منجانب اللہ اور واجب التسلیم و قابل اعتبار یقین کرتے اور مانتے ہیں۔ بلکہ مؤخر الذکر یعنی غیر **مکتوب کو ترجیح** دیتے ہیں اور مانتے ہیں کہ آئین مکتوب بہ سبب اکثر جگہ ناقص اور بہ اغلاق ہونے کے آئین غیر مکتوب کے بغیر **ایمان کا اصل** نہیں ہوسکتا اور یہ روایت یا حدیث بڑی کامل و واضح ہے اور قسم دوم کی

تشریح و تفسیر کر کے اسے مکمل کرتی ہو اور اسی سبب سے آئین مکتوب کے جو معنی آئین غیر مکتوب یعنی روایات زبانی کے مخالف ہوں اسے مردود اور فضول سمجھتے ہیں یہود کی کتب میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے الفاظ توریت کے لفظوں سے زائد عزیز ہیں اور توریت کے لفظ بعض وزنی اور بعضے غیر وزنی ہیں۔ مگر مشائخ کے الفاظ سارے کے سارے وزنی ہیں اور نیز کہ مشائخ کے الفاظ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت بہت بڑے وزنی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آئین مکتوب ایسی ہے جیسے پانی اور مشناہ و طالمود جیسے شراب مصالحہ دار یا آنکہ آئین مکتوب نمک ہے اور مشناہ و طالمود جیسے مرچ اور مصالحہ شیرین۔ الحاصل یہود کے نزدیک مسلمہ امر ہے کہ توریت کی نسبت مشناہ و طالمود کا بڑھکر ادب و اعتبار کرنا چاہیئے اور علم روایات کے اصل ہونے کی نسبت انکا یہ خیال ہے کہ خدا نے جب موسیٰ کو کوہ طور پر توریت عنایت کی تو اسکے معانی بھی بیان فرمائے اور حکم دیا کہ توریت کو لکھ لے پر معانی و تفسیر کو از بر یاد رکھ پس موسیٰ نے ایسا ہی کیا۔ پھر اپنے ہٹنے کے ساتھ ہی ہارون کو اپنے خیمہ میں بلا کر پہلے آئین مکتوب پھر زبانی روایات جو اسکے سنے ہیں سکھائے اور ہارون تعلیم پاکر موسیٰ کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ہارون کے بیٹے الیعاذر اور ایتامار اندر آئے اور باپ کی طرح تعلیم پاکر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک موسیٰ کے بائیں اور دوسرا ہارون کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ستر مشائخ نے آکر ہر دو کی تعلیم حاصل کی پھر ان سب نے اپنا آموختہ پڑھکر سنایا اور پھر چار بار ستر مشائخ نے عوام اسرائیلیوں کے سامنے پڑھا اور وہ سب کو یاد ہو گیا (ایسے تیز ذہن) اور پھر موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے بارھویں ماہ کی چھٹی تاریخ کو توریت کے تیرہ نسخے لکھکر بدیں غرض کہ بارہ نسخے بارہ فرقوں میں سے ہر ایک کو ایک اور تیرھواں بنی لیوی کو کہ حفاظت سے ہیکل کے اندر رکھیں سنائے آئین غیر مکتوب یعنی زبانی روایات کو یوشع کے سامنے پڑھا اور ساتویں تاریخ کو نبو پہاڑ پر چڑھکر وفات پائی۔ یوشع نے آئین غیر مکتوب کو مشائخ کے سپرد کیا اور انہوں نے پیغمبروں کو اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر دوسرے کو پہنچاتا رہا۔ یہانتک کہ یرمیاہ کی باری آئی۔ یرمیاہ نے بارق کو اور بارق نے عزرا کو۔ اور عزرا نے مجمع علماء کو کہ سب سے اخیر کا شمعون راستباز ہے اور اس نے انیٹی گونس اور اسنے یوسی بن یحنان اور اس نے یوسی بن یومیرا اور اسنے نتہان اربلی اور یوشع بن پرخیا اور انہوں نے یہوداہ بن طبیا اور شمعون بن شطاہ اور انہوں نے شمایا ابی طلیون اور انہوں نے ہلل اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور (شاید یہ شمعون وہی ہے جس نے ہیکل میں مریم کے پاک

ہونیکے میعادی دنوں میں مسیح کو دیکھا اور اسے ہاتھوں پر رکھا تھا) شمعون نے اپنے بیٹے گملی ایل کو اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور اسنے اپنے بیٹے یہوداہ حق دوش کو اور یہوداہ نے ایک کتاب لکھکر اسکا نام مشنا رکھا اور یہود کے نزدیک وہ کتاب بہت معتبر اور واجب التسلیم اور ساری کی ساری منجانب اللہ ہے پھر مشنا پر یہود کے علماء نے دو شرحیں لکھیں ایک تیسری صدی مسیحی میں یروشلم کے اندر دوسری چھٹی صدی کے شروع میں بابل کے اندر اور ان دونوں شرحوں کا نام گمرا ہے اور گمرا کے معنے کمال کے ہیں اور بخیال یہود ان شرحوں کے اندر متن کی تفسیر کمال کی ہوئی ہے اور اگر متن اور شرح کو اکٹھا لیویں تو اسکا نام طالمود ہے یروشلم والی طالمود مغلق ہے اسلئے بابل والی طالمود ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔

تفسیر ہارن جلد ۲ حصہ ۱ باب ۸ ہارن صاحب لکھتے ہیں "مشنا ایک کتاب ہے جو یہود کے مختلف روایات اور کتب مقدسہ کے متنوں کی شرح ہے اور یہود کا خیال اسکے حق میں یہ ہے کہ جس وقت یہوداہ نے موسیٰ کو سینا پر توریت دی اسی وقت ان روایات کو بھی دیا اور موسیٰ سے ہارون اور الیعاذ اور یوشع کو اور ان سے دیگر سلون کو اور ان سے بزرگوں کو ملیں علیٰ ہذا القیاس پشت بہ پشت منقول ہوکر شمعون تک جو مسیح کے عہد تولد میں ہیکل میں تھا آئیں اور اس سے گملی ایل کو اور اس سے یہوداہ حق دوش کو (لیکن اسکا آدم کلارک صاحب کے مطابق تین واسطے چھوٹ گئے) اور یہوداہ حق دوش نے دوسری صدی کے اخیر میں قریبا چالیس برس کی محنت میں ان سب روائیوں کو یکجا جمع کیا اسی وقت سے یہ کتاب پشت بہ پشت یہود میں مستعمل ہے اور بسا اوقات ان کے نزدیک اس کتاب کی قدر توریت وغیرہ مفسر ہارن صاحب سے زیادہ ہوتی ہے مشنا پر دو شرحیں ہیں ہر ایک کو گمرا کہتے ہیں پہلا گمرا یروشالم والا جو بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی میں یروشلیم کے اندر اور دوسرا گمرا بابل والا کہ چھٹی صدی کے اندر بابل میں لکھا گیا۔ لیکن اول الذکر یہود کے نزدیک ایسی قدر نہیں رکھتا جیسی کہ موخرالذکر کی مقدر ہے اگرچہ وہ فضول کہانیوں سے بھرپور ہے یہود میں اسی کی درس تدریس کا رواج ہے ہر مشکل میں اسکو اپنا راہنما سمجھکر اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور گمرا اسواسطے کہتے ہیں کہ گمراہ کے معنے کمال کے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ یہ شرح توریت کا کمال ہے اس سے بڑھکر شرح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دوسری شرح کی احتیاج ہے۔ اور متن کے ساتھ جب یروشلم والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو یروشلم والی طالمود کہتے ہیں اور جب بابل

والی گمرا ملے تو اسے بابل والی طالمود کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا ثلاثہ اشخاص معروف مسیحی مفسرین کے بیانات و خیالات سے چند امور بہ تشریح ثابت ہوتے ہیں جن پر غور کرنی از بس ضروری ہے۔

ا۔ یہ کہ یہود کے نزدیک مذہباً و شرعاً آئین غیر مکتوب یعنے روایات زبانی بہ نسبت آئین مکتوب یعنی توریت وغیرہ کے زیادہ مستند اور عزیز اور واجب التعظیم والتسلیم ہیں۔

ب۔ یہ کہ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت مشائخ کے الفاظ زیادہ وزنی ہیں یعنی صحف الانبیا علیہم السلام سے علم روایات زیادہ قابل ترجیح و لائق پسند اور واجب التسلیم ہیں

ج۔ یہ کہ آئین مکتوب یعنی توریت اکثر جگہ ناقص و مغلق ہے جو محتاج علم روایات ہے

د۔ یہ کہ آئین مکتوب (توریت وغیرہ) پر آئین غیر مکتوب یعنے علم روایات حکم ہے۔ کیونکہ علم روایات کے مخالف اگر توریت وغیرہ سے کوئی امر ثابت ہو۔ تو اسے مردود جانتے ہیں

ہ۔ یہ کہ علم روایات کی اصل یعنی طالمود بابل والی گمرا جو بقول مسیحی مفسرین مذکور بیہودہ کہانیوں سے مالامال ہی بہت قدر رکھتی ہے اور یہود ہر مشکل میں اسے اپنا راہنما سمجھکر اسکی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اب ناظرین خود غور فرماویں۔ ان امورات کے ہوتے ہوئے کون منصف مزاج محقق ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہود نے اپنے علم روایات کو عہد عتیق میں اکثر مقامات پر جگہ نہ دی ہو کیونکہ جس صورت میں اصل ایمان اور حکم توریت و صحف الانبیاء پر علم روایات یعنی احادیث ہیں تو پھر ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں کہ وہ توریت کے کلمات ربانی میں اپنے کلمات روایتی و حکایتی نہ درج کریں۔

اب صرف تحقیق طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے کب ایسا کیا اسکی نسبت ہمارا یہ یقین ہے کہ در اصل تحریف کی بنیاد عزرا سے شروع ہوئی جسکا طفلی زمانہ علماء کے عہد میں گزرا۔ اور عین عالم شباب اسکا انٹی گونوس اور یوسی بن یحنان سے شروع ہو کر یہوداہ حق و وتس کے زمانہ کے کچھ دیر کے بعد تک رہا کیونکہ ان وقتوں میں یہود سے کون پوچھنے والا تھا عزرا سے لیکر ہلل کے بیٹے شمعون تک تو مسیحی مذہب کا نام تک بھی نہ تھا۔

عیسائی بھی اس سلسلہ روایات کے مسئلہ میں بالکل یہود کے قدم بقدم ہیں خواہ پراٹسٹنٹ نہ مانیں لیکن بعض کیتھلک علماء انکو یوسی بس معتبر و مستند مورخ کی تاریخ کی سند سے خاموش کر دیتے ہیں دیکھو تاریخ یوسیبس جلد ۲ باب ۹ احوال یعقوب حواری

بعد میں جب یہوواہ حق ودش کی منشا پر علمائے یہود نے تیسری صدی میں پہلی شرح لکھی۔ تو اس صدی کے تیرہ سال بعد تک مسیحیوں کی حالت بالفاظ ان کے خداوند سر ٹیکنے کیلئے کی جگہ بھی نہیں" والی تھی۔ پھر یہود سے کون جواب طلب کرتا۔ مسیح نے اگرچہ جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے بیشک یہود کو اس بارے میں کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی مگر کچھ ثبوت اس امر کا ہم نہیں پہنچ سکتا کہ انکی ڈانٹ ڈپٹ کا اچھا اثر ہوا تھا۔ بلکہ اسکے برعکس ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہود نے پکار کر کہدیا کہ یہ شخص یسوع مسیح نامی توریت اور صحف الانبیاء کو نہیں مانتا چنانچہ یسوع کے شاگرد و پولوس پر بھی یہود نے ایسا ہی گمان کیا تھا جو اعمال کی کتاب میں مصرح ہے پس مسیحیوں کی تیسری صدی میں یہود کے نقارہ میں طوطی کی آواز کا مصداق واویلا چہ مشنے دارد

ناظرین کو یاد ہوگا۔ پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی ایل ایل ڈی نے عزرا کی تعریف بدیں الفاظ کی تھی کہ "عزرا نے یروشلم میں پہنچکر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام کو انجام دہی میں حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا جس کے سبب سے عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تہا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینین آف سکرپچر کو مرتب اور شائع کیا۔

اب دوسری جانب خیال فرمائے کہ عزرا نبی کا نام کس عزت کے ساتھ مشہور و معروف مسیحی مفسرین یاد کرتے ہیں اور اسکے کام کی کیا داد دیتے ہیں۔

جناب آدم کلارک صاحب معروف مسیحی مفسر اپنی تفسیر میں تواریخ کے باب ۸ آیت ۹ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں "اسی جگہ بے تمیزی سے عزرا نے بیٹے کی جگہ پوتا اور برعکس لکھا ہے ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے اور علمائے یہود کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتب مرتب کیں اور لکھیں معلوم نہ تہا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وے ورق جن سے اس نے (عزرا نے) نقل کی اکثر ناقص تھیں۔

جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے چند سطور بہ تصریح ثابت ہوتے ہیں۔

ا۔ عزرا نے کینین آف سکرپچر کے جمع کرنے میں بے تمیزی سے کام لیا۔

ب۔ عزرا کو یہ بھی معلوم نہ تہا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا تھا یا پوتا سبب شجرہ نسب و دیگر امورات مشتبہ۔

ج: جن فردوں سے عزرا نے کنین آف سکرپچر نقل کیا وہ ناقص تھیں اسلئے کئی مقامات پر اس نے غلط امور لکھدیئے اب ان امورات کے ہوتے ہوئے کون انصاف پسند محقق ہے جو یہ خیال کر سکے کہ عزرا جس نے عہد عتیق کو مرتب کیا اس نے اصل نسخوں سے دیکھکر نقل کی ہوگی بلکہ عزرا کے وقت میں تو بقول پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی اصل نسخہ جات کی یہ حالت تھی کہ اصل نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے بلکہ کئی اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے تھے جسمیں وہ تحریر ہے اور جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے تو صاف ثابت ہوگیا کہ خود یہود کے نزدیک بھی عزرا نے جن فردوں سے نقل کی وہ ناقص فردیں تھیں پس یہ فردیں بعد میں جب علم روایات کا رواج ہوا۔ تو زیادہ محرف و مبدل ہوگئیں

ابتک اس مضمون پر جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس سے صاف طور پر وہ دعاوی جو قرآن کریم نے دربارہ تحریف توریت و صحف الانبیاء بیان فرمائے ہیں بتصریح ثابت ہوگئے کیونکہ یہود نے خدا کے کلام پر اپنی روایات کو زیادہ ترجیح دی اور اس کلام میں الٰہی کلمات کی بجائے اپنے کلمات درج کردیئے اور یہی قرآن شریف نے بیان فرمایا مگر ممکن ہے کہ مسیحیوں کی اس سے تسلی نہ ہو اور وہ پھر بھی یہ کہتے پھریں "کہ یہود نے اگر تحریف کی تھی تو پھر مسیحی فرقوں نے کیوں شور نہ کیا اور اگر مسیحی فرقوں میں سے کسی فرقہ نے تحریف کی تھی تو دوسرے فرقوں نے کیوں فریاد نہ کی لہٰذا ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند ایسے حوالہ جات کی اسناد پیش کیجائیں جنمیں خود مسیحیوں کو اور نہ صرف مسیحیوں کو بلکہ مستند و معروف مسیحی مفسرین کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ یہاں یہود نے تحریف کی ہے۔

تحریف کا نمونہ نمبر ۱

تحریف کا سب سے پہلا نمونہ کتاب استثنا کے آخری باب ۳۴ ۵-۱۰ ہے جہاں لکھا ہے "سو موسیٰ خداوند کا بندہ مر گیا۔ اور بیت فغفور کی ایک وادی کے کنارے گاڑا گیا۔ پر آج کے دن تک کوئی اسکی قبر نہیں جانتا ابتک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا وغیرہ پس اب سوال یہ ہے کہ اگر توریت کی پانچوں کتب موسیٰ پر نازل ہوئی تھیں۔ تو یہ الفاظ کس پر نازل ہوئے تھے کیا موسیٰ پر ہ ہرگز نہیں بلکہ صاف عیاں ہے کہ یہ آیات بعد میں ملائی گئیں اور اغلب ہے کہ عزرا کے بعد ملائی گئی ہوں۔

تحریف کا نمونہ نمبر ۲

یشوع کی کتاب کا آخری باب ۲۴ ۲۹ بھی محرف ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ

چونکہ یشوع ایکسو دس برس کا بوڑھا تھا رحلت کرگیا اور انہوں نے اسکی میراث کے سوانے میں تمنت سرح میں جو کوہستان افرائیم میں کوہ جعس کے اتر طرف ہے دفن کیا اور اسرائیل یشوع کی زندگی کے سب دن اور ان بزرگوں کے سب دنوں جو یشوع کے بعد زندہ رہے وغیرہ۔ اسی طرح ایوب نبی کی کتاب کا ۴۲ باب ۱۶-۱۷ بھی محرف ہے جہاں لکھا ہے "بعد اسکے ایوب ایکسو چالیس سال جیا۔ اور اپنے بیٹے اور اپنے بیٹوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے اور ایوب بوڑھا اور عمر دراز ہوکر مرگیا۔ یہ ہر دو مقامات محرف و مبدل ہیں صاف ثابت ہے کہ یہ آیات بعد میں ملائی گئیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایوب جب مرگیا تو الہام کس پر ہوا۔ اسیطرح یشوع اگر مرگیا تھا تو الہام یشوع پر کس طرح ہوا۔ اور اگر قبل از وفات الہام ہوا تھا تو پیش از ظہور واقعہ موت۔ قبل از مرگ واویلا چہ معنی دارد۔ پس بمطابق عیاں راچہ بیاں یہ یہود کے علم روایات کا کرشمہ ہے اور نہیں معلوم کہ موجودہ مجموعہ عہد عتیق میں کسقدر علم روایات کا دخل ہے مگر جہانتک محققین نے تحقیق و تفحص کرکے پتہ چلایا ہے وہانتک ہم بھی اپنے ناظرین کو انشاء اللہ ضرور پہنچائینگے۔ سموئیل کی کتاب نمبر ۲ باب ۲۴ میں ہے "اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی۔ سو اسرائیل آٹھ لاکھ بہادر مرد تلوار زن تھے۔ اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ تھے"

تحریف کا تیسرا نمونہ اور مسیحی مفسر کا اقرار

اسی مضمون کے ذیل میں تواریخ کی کتاب کے یہ الفاظ ہیں "تب یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد داؤد بادشاہ کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ تلوار زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار تلوار زن تھے" تواریخ نمبر ۱ باب ۲۱

ظاہر ہے کہ بائبل کی ہر دو کتب ایک ہی بات میں آپسمیں سخت متخالف و متناقض ہیں۔ ہر دو صحیح نہیں ہوسکتیں یقیناً ایک غلط ہے اور جو غلط ہے وہ الہامی نہیں۔ غیر الہامی کون سی اور کسطرح شامل کی گئی۔ اسکا جواب ایک مسیحی مفسر کے قلم سے سن لیجئے محقق مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ صموئیل باب ۲۴ کی عبارت کے نیچے یوں رقمطراز ہیں "تواریخ کی کتاب میں گیارہ لاکھ اسرائیل اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار ہیں بظاہر اگرچہ کوئی بڑا فرق نہیں۔ کسی بنکر یا سوداگر سے دریافت کرنا چاہئے کہ کتنا بڑا فرق ہے لیکن تاہم ہر دو درست صحیح نہیں کہے جاسکتے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کون صحیح ہے اغلب ہے کہ پہلا یعنے سموئیل والا درست ہو۔ پرانے عہد نامے کی تواریخی کتابوں میں اور مقامات کی نسبت زیادہ تحریفیں ہوئی ہیں

لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ الہام (نقلنویسوں) کو بھی ہوتا تھا بہتر یہی ہے کہ ایکبار ہی تسلیم کر لیا جائے کہ پرانے عہد نامہ کی کتابوں میں اور جگہوں کی نسبت بہت ہی تحریفات ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا مشہور مفسّر کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ عہد عتیق کی کتب میں تحریفات ہوتی ہیں اور وہ مشورہ دیتا ہے کہ ان کو قبول کر لینا چاہیئے پس ثابت ہوا کہ مسیحی مفسّر یہود کو ملزم قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے عہد عتیق کو محرّف و مبدل کر ڈالا۔ اب مسیحیوں کی وہ دلیل آدم کلارک صاحب کے نزدیک غلط ہے

تحریف کا نمونہ نمبر ۴

تواریخ نمبر ۲ ۳۶/۹ کے یہ الفاظ ہیں "یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اسنے تین ماہ دس یوم یروشلم میں سلطنت کی اور اسنے وہ کام کئے جو خداوند کی نظر میں بُرے تھے"

اسی بادشاہ کی نسبت سلاطین نمبر ۲ ۲۴/۸ میں لکھا ہے اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں اسنے تین ماہ سلطنت کی۔ ظاہر ہے کہ پہلی کتاب میں یہویکین کی عمر آٹھ برس بتائی گئی ہے اور اسکی سلطنت کے عہد کی تعداد تین ماہ اور دس یوم مگر اسکے برعکس دوسری کتاب میں اسکی عمر اٹھارہ برس اور سلطنت کرنے کی میعاد صرف تین ماہ لکھی ہے دس یوم کو جانے دیجئے لیکن آٹھ سال کے اٹھارہ سال حساب کے کسی قاعدے سے بن نہیں سکتے اسی لئے یہ مونہ تواریخ میں محرف ہے دیکھو تفسیر تواریخ آدم کلارک صاحب جلد نمبر ۲ زیر عبارت سلاطین نمبر ۲ مذکور۔ دیکھو اسجگہ بھی اس مسیحی مفسّر کے قول کے مطابق عہد عتیق میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

نمونہ نمبر ۵۔ اور لشپ صاحب کا اقرار

یشوع کی کتاب ۱۳/۲۴ کے یہ الفاظ ہیں "اور موسیٰ نے جد کے فرقے بنی جد کے مطابق ان کے گھرانوں کو حصہ دیا۔ اور انکی سرحد یہ تھی بعزیر اور جلعاد کے سارے شہر اور بنی عمون کی آدھی سرزمین عراعر تک جو ربہ کے سامنے ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ زمین بنی جد کو زنہار نہیں دی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ استثنا میں بنی عمون کی سرزمین کی نسبت یہ حکم ہے "اور جب تو بنی عمون کے آمنے سامنے پہنچے تو انہیں دکھ نہ دے اور نہ انہیں چھیڑ کیونکہ میں بنی عمون کی سرزمین سے تجھے میراث نہیں دینے کا کہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے" استثنا ۲ آیت ۱۹

پس جب خدا تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ وہ میراث تجھے نہیں ملیگی کیونکہ بنی لوط کی ہے" تو پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ موسیٰ نے نصف سرزمین کا حصہ بنی جد کو دیدیا ہو۔ ملکہ بحکم خدا وہ اسکے نزدیک بھی نہ گئے ہونگے چنانچہ استثنا کے ۲ ۳۷ میں صاف لکھا ہے "مگر بنی عموں کی سرزمین اور وادی یبوق کی نواحی اور کوہستان کی بستیاں اور بعضے بعضے مقامات جہاں خداوند ہمارے خدا نے ہمیں جانے نہ دیا ان کے نزدیک ہم نہ گئے" دیکھو یہاں صاف اقرار موجود ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰ کی حیات میں بنی عموں کی سرزمین کے پاس بھی نہ گئے کیونکہ خدا کا حکم اس سرزمین کے حق میں موسیٰ کو ایسا ہی ملا تھا پس یشوع کی کتاب کی مذکورہ عبارت قطعاً درست نہیں چنانچہ مسیحی بشپ صاحب جناب بشپ ہارسلی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "کہ اس جگہ متن عبرانی محرف ہے" دیکھو بشپ صاحب موصوف نے تحریف کا صاف اقرار فرمایا ہے۔

اقرار تحریف کا چھٹا نمونہ

سموئیل نمبر ۲ ۲۳/۸ آیت کے یہ الفاظ ہیں "اور داؤد کے بہادروں کے یہ نام ہیں یعنی تحکمونی جو کرسی پر بیٹھتا تھا۔ سرداروں کا رئیس تھا۔ وہی ادینو تھا جو ایرنی کہلاتا تھا اسی نے آٹھ سو پر بھالا چلایا اور انہیں ایک ہی وقت قتل کیا مگر برخلاف سموئیل کے تواریخ نمبرا ۱۱/۱۱ آیت کے یہ الفاظ ہیں "داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے۔ یسوبعام بن حکمونی جو سرداروں میں بڑا تھا۔ اسنے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور انہیں ایکبار قتل کیا"۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو الہامی آیات میں بہت اختلاف ہے بموجب سموئیل کی کتاب کے بڑے سردار نے جس کے نام میں بھی ہر دو کتب ایک دوسرے کے مخالف ہیں آٹھ سو پر بھالا چلا کر ایکبار قتل کیا تھا۔ مگر مطابق تواریخ کی کتاب کے تین سو پر بھالا چلا کر قتل کیا بہر حال ہر دو صحیح نہیں ہو سکتیں مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں زیر عبارت سموئیل کی کتاب مذکور کے لکھتا ہے "کہ سموئیل کی کتاب میں غلطی واقع ہوئی ہے" اور ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں "کہ ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب فرماتے ہیں "اس درس کے عبرانی متن میں تین بڑی تحریفیں ہوئی ہیں۔ دیکھو صاف اقرار کیا ہے اور ہر دو فضلائے نہ صرف ایک تحریف بلکہ ثلاثہ تحریفات کو تسلیم کیا ہے۔

تحریف کا ساتواں نمونہ اور علماء کا اقرار

سموئیل نمبر ۲ ۱۵/۷ آیت یہ ہے "اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ (داؤد) کو کہا مجھے پروانگی ہو کہ میں جاؤں +

اب غور فرماویں کہ اس الہامی عبارت میں ایک عجیب غلطی ہے داؤد بادشاہ نے کل چالیس سال بادشاہی کی اور بغاوت ابی سلوم کے بعد بادشاہ داؤد بہت سال زندہ رہا۔ لیکن اگر بغاوت ابی سلوم بموجب آیت مذکور چالیس سال کے بعد ہوئی تو ظاہر ہے نتیجہ یہی نکلا کہ بغاوت بعد از وفات داؤد بادشاہ ہوئی اور یہ صریح البطلان ہے اسی لئے بائبل کے حاشیہ اور ریفرینس میں لکھا ہے "سریانی اور عربی ترجموں میں چالیس کی جگہ چار" پس ثابت یہی ہوا کہ اسمیں تحریف ہوئی۔

مشہور و معروف یہودی مورخ جوزیفس کی ضخیم کتاب تواریخ کی ساتویں کتاب کے باب ۹ میں در بارہ بیان مذکور چالیس کی جگہ چار سال لکھے ہیں۔ اسی لئے مسیحی مذہب کے جید علماء نے غلطی کو تسلیم کیا ہے۔

ہارن صاحب کی تفسیر جلد ۲ باب ۹ میں لکھا ہے "ظاہرا یہ غلط ہے (یعنے چالیس سال) ترجمہ سریانی اور ترجمہ عربی اور پوپ سکٹس کا صحیح کردہ لاطن ترجمہ اور تواریخ یوسیفس اور تھیوڈورٹ اور دیگر لاطن نسخہ جات میں چالیس کی جگہ چار ہے اور مسٹر راسڈ صاحب نے اپنی ترجمہ سریانی میں لکھا ہے" (تفسیر ہنری و اسکاٹ والے بھی ہارن صاحب سے متفق ہیں) اور مشہور مفسر جناب آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ "اسمیں شبہ نہیں کہ یہ عبارت محرف ہے"۔

تحریف کا نمونہ نمبر اٹھواں اور مفسرین کا اقرار

تواریخ نمبر ۲ باب ۱۳/۳ آیت یہ ہے "اور ابیاہ نے چار لاکھ جنگی مردے لے کر جو چنے ہوئے جنگی جوانمرد تھے جنگ کے لئے صف باندھی اور یربعام نے بھی اسکے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگ لے کر جنگ کے لئے صف آرائی کی"۔ اور تواریخ کے مذکورہ باب کی ۱۳/۱۷ آیت یہ ہے "سو اسرائیلی میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد گر گئے"۔

اب ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ اعداد غلط ہیں اسلئے مفسر ہارن صاحب لاطن نسخوں کے اعداد یعنی چالیس ہزار اور اسی ہزار وغیرہ صحیح بتلاتے ہیں اور انہیں غلط۔ تفسیر ہارن صاحب جلد ۱۔ آدم کلارک صاحب کی تفسیر جلد ۲ میں لکھا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا عدد یعنے لاطینی والا صحیح عدد ہے اور ان تواریخ کی کتابوں کے عدد میں ہمیں عموماً تحریف کے واقعہ کی فریاد کا موقعہ ملا ہے" مذکورہ بالا تمام شواہد و اثبات کی رو سے ثابت ہو گیا کہ عہد عتیق میں بکثرت تحریف و تبدیل ہوئی ہے

اور خود مسیحی علما و فضلا مفسرین نے اسے تسلیم کیا ہے پس اب مسیحی صاحبان اپنی دلیل کا ان عالموں فاضلوں سے تصفیہ کروالیں جو اس دلیل کی بطالت کو روز روشن کی طرح ظاہر کرتے ہیں۔

اب رہی یہ دلیل "کہ اگر مسیحیوں کا کوئی فرقہ عہد عتیق میں تحریف کرتا۔ تو دوسرا فرقہ بزور ظاہر کردیتا" لہٰذا ذیل میں ایک نمونہ اسکا بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ایک عیسائی فرقہ مسیحیوں کی تحریفات کا شاکی ہے۔ لفظ "ایل" منجملہ دو صد بائیس مقامات کے عبرانی بیبل میں اٹھارہ دفعہ مجازاً مستعمل ہوا ہے یسعیاہ ۹ میں اہل تثلیث نے اسکا ترجمہ خدا لکھا ہے مگر جب خاص اسی طرح یہی لفظ بنوخذنضر کے واسطے حزقی ایل ۳۱/۱۱ و ۳۲/۲۱ میں آیا۔ تو اسجگہ اسکا ترجمہ "زبردست زور آور حاکم یا بادشاہ" لکھدیا یہ سخت تحریف ہے جس پر ولایتی اور دیسی یونیٹیرین نے شور مچایا ہے کہ یہ کیوں تحریف کی گئی۔ اور ابتک بائبل میں موجود ہے۔

پس مسیحی صاحبان کی یہ دلیل بھی غلط ثابت ہوئی کہ اگر کوئی مسیحی فرقہ تحریف کرتا تو دوسرا فرقہ راز فاش کردیتا دیکھو ہمنے ثابت کردیا کہ مسیحی فرقے نے بھی تحریف کی اور یہود نے بھی تحریف کی۔ اور یہود نے عہد عتیق کو پیس ڈالا۔ ابھی اناجیل یعنی عہد جدید کی تحریف علاوہ ازیں فقط (باقی آئندہ)

بحث رفع مسیح

مفسرین کا اختلاف

آپکا عقیدہ جو خلاف کتاب اللہ واحادیث صحیحہ ہے اس کی بنیاد صرف بعض اقوال بعض مفسرین پر ہے جو خیالات مشکوکہ ہی ہیں آپکو بتلایا جاوے کہ وہ خیالات بھی آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں عقل انسانی حیران رہجاتی ہے کہ کس قول پر اعتبار کیا جاوے۔ اور کسکو چھوڑا جائے چنانچہ ان میں سے چند اقوال بعض مفسرین کے دربارہ شبیہ مسیح و رفع مسیح بحوالہ تفاسیر مندرج ہوتے ہیں

اختلاف شبیہ

(۱) ایک کہتا ہے کہ سب حواری مسیح کے شبیہ بنگئے	لقد صورهم الله تعالیٰ علیٰ صورة عیسیٰ
(۲) دوسرا کہتا ہے نہیں صرف ایک شبیہ	(در منثور) (۲) ایکم یلقیٰ علیه شبهتی (در منثور)
بناتھا۔ تیسرا کہتا ہے حواری نہیں تھا۔ بلکہ ایک	(۳) فقال الملک رجل منهم ادخل علیه

دشمن شبیہ بنگیا۔ چوتھا کہتا ہے شبیہ تو بن ہی نہیں سکتا صرف ایک شخص اونچا کر کے لٹکا یا گیا تھا۔ پانچواں کہتا ہے کوئی قتل نہیں ہوا یوں ہی جھوٹ بات بنائی گئی چھٹا مفسر کہتا ہے ایک منافق شبیہ مسیح بنگیا تھا۔ ساتواں مفسر کہتا ہے سارا جسم شبیہ نہیں ہوا صرف چہرہ شبیہ ہوا تھا۔ اٹھواں مفسّر کہتا ہے سب باتیں جھوٹی ہیں بلکہ یہودیوں کا سردار شبیہ ہوا تھا۔

فاقتلہ فدخل فالقی اللہ شبہہ علیہ (درمنثور) (۲) فادخلوا انسانا وقتلوہ ولبسوا علی الناس انہ المسیح (تفسیر کبیر) (۵) لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ (بیضاوی) (۶) القی اللہ شبہہ علی من نافق (جلالین) (۷) لما راوا المقتول الوجہ عیسٰی والجسد لیس بجسدہٖ (جمل)

اختلاف رفع

ایک مفسّر کہتا ہے کہ تین گھڑیاں وفات دیکر بعد میں رفع مسیح ہوا۔ دوسرا کہتا ہے نہیں تین دن مسیح فوت ہو کر بعد میں رفع ہوا۔ تیسرا کہتا ہے نہیں سات گھڑیاں وفات دیکر رفع ہوا۔ چوتھا کہتا ہے نہیں حالت نوم میں رفع ہوا۔ پانچواں مفسّر کہتا ہے بحالت یقظہ یعنی جاگتے جاگتے رفع ہوا۔ آٹھواں مفسّر کہتا ہے جبریل نہیں لیگیا بلکہ بادلوں میں چڑھ کر گئے۔ نواں مفسّر فرماتا ہے طور سینا والی بات جھوٹی ہے بلکہ بیت المقدس سے رفع ہوا۔ دسواں مفسّر کہتا ہے نہیں حضرت عیسٰے دوڑے جا رہے تھے کہ رفع ہوا۔

(۱) توفی اللہ عیسٰے بن مریم ثلثۃ ساعات من النہار حتی رفعہ الیہ (درمنثور) (۲) اماتہ اللہ ثلثۃ ایام ثم بعثہ ورفعہ (ابن عساکر) (۳) ان اللہ توفی عیسٰے سبع ساعات ثم احیاہ (الدر المنثور) (۴) رفعہ اللہ فی منامہ (الدر المنثور) (۵) اماتہ اللہ ثلثۃ ایام ثم بعثہ ورفعہ (درمنثور) (۶) فبعث اللہ عزّ وجلّ جبریل فادخلہ خوخۃ فی سقفہ روزنۃ فرفعہ اللہ من تلک الروزنۃ (خازن) (۷) کان عیسٰے علی الطور سینا وھب الریح فہرول فرفعہ اللہ فی ہرولتہ (۸) ارسل اللہ الیہ سحابۃ فرفعہ (جلالین) (۹) کان ذلک ببیت المقدس (جلالین) (۱۰) فرفعہ فی ہرولتہ

یہ خیالات ردّیہ ہیں

(۱) یہ جو لوگوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی کا رفع تینتیس سال میں ہوا تھا یہ کسی صحابی یا تابعی

وما یذکر ان عیسٰے رفع وھو ابن ثلث وثلثین لا یعرف بہ اثر متصل تجب المصیر الیہ

لے چھٹا کہتا ہے چھت پھاڑ کر ساتواں کہتا ہے طور سینا پر رفع ہوا +

وغیرہ سے منقول نہیں تاکہ اسکا اعتبار کیا جاوے

(زاد المعاد و جمل حاشیہ جلالین)

(۲) یہ بات جو امام ابن قیم نے کہی ہے کہ کسی سے منقول نہیں یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ سب روایات تینتیس سالہ والی عیسائیوں کی باتیں ہیں۔

(۲) وهو كما قال فان ذلك انما يروى عن النصارى (شامی و جمل حاشیہ جلالین)

(۳) امام زرقانی کہتا ہے یہ جو تفسیر جلالین میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ تینتیس سال میں مسیح کا رفع آسمان کی طرف ہوا ہے مجھے ہمیشہ یہی تعجب آتا کہ یہ شخص باوجودیکہ بڑا ماہر اور حافظ اور جامع جمیع علوم معقول منقول ہونے کے ایسا غلط اعتقاد رکھے یہاں تک کہ میں نے مرقات الصعود میں لکھا دیکھا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے اس اعتقاد سے رجوع کیا ہے

(۳) قال الزرقانی وقع للحافظ جلال الدين سیوطی فی تكملة تفسير المحلی الجزم بان عیسی رفع وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة فما زلت التعجب مع مزيد حفظه واتقانه وجمعه المعقول والمنقول حتى رايته فی مرقات الصعود رجع عن ذلك۔

(جمل حاشیہ جلالین)

صحیح بات کیا ہے

(۱) نبوت کا درجہ چالیس برس کے بعد ملتا ہے کیونکہ وہی سن کمال ہے اسی واسطے سب رسول چالیس سال میں ہی مبعوث ہوئے ہیں اور یہ حصہ تمام رسولوں کو شامل ہے یہاں تک کہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ بھی سن چالیس میں ہی نبی ہوئے اور مبعوث کئے گئے اور یہی بات صحیح ہے۔

(۱) انما یکون الوصف بالنبوة بعد بلوغ الموصوف بها اربعين سنة اذ هو سن الكمال وبها تبعث الرسل ومفاد هذا الحصر الشامل لجميع الانبياء حتى يحيى و عيسى وهو الصحيح۔

(مواہب لدنیہ)

(۲) احادیث نبویہ میں تو تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ایکسو بیس برس میں رفع ہوا۔

(۲) والمصرح به فی الاحاديث النبوية انه رفع وهو ابن مایة وعشرين سنة۔

(الشامی جمل حاشیہ جلالین)

(۳) حضرت ابن المسیب کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ کی عمر (بعد واقعہ صلیب) اسّی برس کی تھی یعنے اسی برس زندہ رہے۔

(۳) ومن مرسل ابن المسیب، انه عاش (بعد الواقعه) ثمانین سنة (کمالین)

(۴) حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ راوی ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل کے ذریعہ پتہ لگا ہے کہ عیسیٰ کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔

(۴) عن عائشة رضؓ قالت قال رسول الله اخبرنی جبریل ان عیسیٰ عاش عشرین ومائة سنة۔

مولیصاحب آپکا اعتقاد جن روایتوں اور خیالات مختلفہ پر مبنی ہے اور ہمارا یقین جن احادیث اور آثار صحابہ واقوال تابعین متفقہ پر رکھا گیا ہے آپکو یا کم از کم ایک منصف مزاج انسان کو معلوم تو ہو گیا ہوگا کہ حق کسطرف ہے۔

پانچ وجوہ تردید

الغرض اس مجمل تحریر سے آپنے یہ تو سمجھہ ہی لیا ہوگا کہ جن بزرگوں کی طرف یہ عقیدہ فاسدہ حیات مسیح بجسد عنصری منسوب کیا جاتا ہے چار یا پانچ طرح سے قابل تردید ہے اور طبیعت ڈرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ان بزرگوں پر اتہام ہے مثلاً اوؔل یہ کہ ان بزرگوں سے بالکل ثابت نہیں ہوا۔ جو انہوں نے کہیں بھی زندہ بجسد عنصری کہا ہو۔ یا رفع کے ساتھ بجسد عنصری کے ساتھ لکھا ہو۔ اور اختلاف جسد عنصری میں ہے ورنہ ہم بھی مانتے ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح بجسم نورانی زندہ ہیں۔ دوؔم جسد عنصری نہ قرآن شریف میں نہ صحاح ستہ میں آیا ہے سوؔم حضرت ابن عباس رضؓ سے معنے موت تو صحیح بخاری میں منقول ہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور تقدیم تاخیر کا مسئلہ ان سے صحاح ستہ میں مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ زندگی سے مراد دیگر انبیاء والی زندگی ہے کا غیر چہارؔم قرآن کریم و صحاح ستہ جسد عنصری اور لفظ من السماء سے ساکت ہیں۔ پنجؔم۔ روایات صحاح ستہ اس اعتقاد فاسدہ کے برخلاف ہیں۔ششؔم۔ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ ان بزرگوں نے یہ اعتقاد رکھا ہوگا تو جیسے جلال الدین سیوطی کا رجوع تحقیق کرنے سے ثابت ہو گیا۔ ایسا ہی دوسرے بزرگوں کا حال ہے کہ انہوں نے بھی اس غلط طریقے کی جو برخلاف احادیث نبویہ ہے ضرور اصلاح کر لی ہوگی۔

رفعه الله الیه کے صحیح معنے

آیت بل رفعه الله الیه کے اصلی اور حقیقی اور صحیح صحیح معنے جو مطابق اقوال مفسرین ہیں سناتے ہیں جو ان کے عقیدہ کے بالکل برخلاف ہیں سنئے ترجمہ

اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسےٰ بیٹے مریم کو مار ڈالا جو رسول اللہ تھا حال یہ ہی کہ اسکو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی سولی دیا لیکن وہ مشابہ سولی دینے اور قتل کے ہُوا جو لوگ ہمارے اس بیان میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں یقینی علم ان کے پاس نہیں وہ ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور مسیح کو یہود نے یقینی طور پر قتل نہیں کیا (گو صلیب پر یقینی طور پر چڑھا دیا تھا جس کے واسطے یہاں صلبوہ نہیں لایا گیا) بلکہ اسکا رفع خدا تعالےٰ نے اپنی طرف کر لیا ہے اور ہے اللہ تعالےٰ عزیز حکیم)

دیکھئے اس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کو قتل اور سولی سے کچھ نہ کچھ ضرور حصہ ملا جس پر لفظ شبہ لہم یعنے سولی دینے اور قتل کے مشابہ کیا گیا دلالت کرتا ہے جس سے یہود و نصاریٰ عین قتل اور صلیب دیا گیا یعنے اس پر مر گیا سمجھتے ہیں معلوم ہوتا ہے مولویصاحب کو صرف و نحو کا علم کم ہے یا توجہ نہیں کی۔ کیونکہ ضمیر بلا مرجع کبھی نہیں آتی اور شبہ میں جو واحد غائب نائب فاعل کی مستتر ضمیر ہے اسکا مرجع سوائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اور کوئی مذکور نہیں ہُوا۔ اور مولوی صاحب نے اسطرف بھی توجہ نہیں کی کہ حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے۔ حالانکہ یہاں اس آیت میں حرف لکن ہے چونکہ نفی قتل اور صلیب کی کیگئی ہے اس کے ایک حصہ کے اثبات کے لئے حرف لکن آیا ہی مولویصاحب نے اگر ہدایت النحو یا شرح مائتہ عامل ہی دیکھی ہوتی تو اتنی فاش غلطی نہ کرتے جو ادنیٰ درجے کے طالب علم بھی نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو عبارت ہدایت النحو المضمر اسم وضع لیدل علی متکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ یعنے ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے جو پہلے مذکور ہو چکا ہو۔ عبارت شرح مائتہ عامل لکن للاستدراك ای لدفع التوهم الناشی من الكلام السابق یعنی لاکن ایک چیز کے حاصل کرنیکے لئے آتا ہے یعنے پہلے کلام سے ایک وہم پیدا ہوتا ہے اسکو دُور کرنے کے لئے آیا کرتا ہے دیکھئے صاف اور صریح معنے اسکے کہتے ہیں کہ جب قتل اور صلیب کی نفی کر دی تو وہم گزرتا تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام کو بالکل قتل اور سولی سے کسی طرح کی ایذا نہیں پہنچی اسواسطے حرف لکن لاکر وہ شک رفع کر دیا کہ وہ سولی اور قتل کے مشابہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ہماری زبان میں کہا کرتے ہیں کہ وہ شخص مرا نہیں مگر مُردہ سا ہو گیا اور یہی معنے قریب قریب تمام مفسرین سلف نے کئے ہیں بلکہ مفسرین خلف بھی بعض اسی طرف گئے ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر ثنائی مولوی ثناء اللہ امرتسری

کی عبارتیں نقل کیجاتی ہیں۔ ولکن شبہ لہم وشبہہ مسند الی الامر اے القتل علی قول من قال لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین النّاس (بیضاوی) شبہ لہم میں مشابہت کی نسبت قتل کی طرف ہے یعنے حضرت عیسٰے قتل کے مشابہ ہو گیا نہ کہ قتل اس طرح سے ان لوگوں کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قتل کوئی شخص نہیں ہوا۔ صرف لوگوں میں یہ ایک بات جھوٹی شائع ہو گئی کہ مسیح یا اس کا شبیہ قتل کیا گیا۔ نقول ذکر الحواریون فی آخر الانجیل ان عیسٰے لما جاء بعد الصّلیب ماذکر شیئاً من الشریعۃ ومابقا عندہم الا لحظۃ وما انکا حم الا قلیلا مثل ما قال انا المسیح فلا تظنونی میتاً (تفسیر کبیر) یعنے حواریوں نے خود انجیل میں ذکر کیا ہے کہ عیسٰے ؑ بعد صلیب و مر جانیکے ان کے پاس آئے اور صلیب پر مرنے سے اپنا انکار ظاہر فرمایا اور تھوڑی دیر ان کے پاس رہکر دوسری جگہ چلے گئے شبہ لہم ای اشتبہ علیہم الامر امر القتل (تفسیر ثنائی ثناء اللہ) یعنے قتل کرنے کے متعلق انکو شبہ رہا نہ کہ مقتول کے بابت۔

اور مولویصاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو صلیب کے وقت ہی اٹھا لیا۔ یہ زیادتی علی القرآن ہے حرف فاء تعقیب کے لیے آیا کرتا ہے وہ یہاں نہیں ہے اور نہ کسی مفسّر نے یہ معنے کیے ہیں کہ اسی وقت رفع ہو گیا پس ایسے الفاظ کہ جن کا کوئی پتہ نہ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ کسی مفسّر نے لکھے ہوں۔ انکو اپنی طرف سے شائع کرنا اور کتاب اللہ کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کا مطلب تب صحیح ہوتا تھا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بنجاتا۔ اگر ماقتلوہ یقیناً کے آگے بجائے بل رفعہ اللہ کے فرفعہ اللہ ہوتا مگر یہاں تو بل رفعہ اللہ ہے اور لفظ بل اضرابیہ انتقالیہ ہے جس کے ماقبل اور مابعد میں تراخی ہوتی ہے۔

مزید توضیح اس آیت تو لہم انا قتلنا المسیح عیسٰے بن مریم الخ میں سات لفظ قابل توجہ ہیں جسب ان کے معانی اور موضوع لہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو جائیں اور جن معانی کو قرآن و حدیث تصدیق کریں تو وہ صحیح سمجھنے چاہئیں اور ماسوا اسکے غلط۔ اس سے پہلے یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ ہم حضرت عیسٰے علیہ السلام کو ایک نبی بیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح جانتے ہیں اسواسطے جو الفاظ انکے متعلق متنازعہ فیہ ہونگے ان کے معانی اور مطالب سمجھنے کے لئے دیگر انبیاء علیہم السّلام

کی طرف رجوع کرینگے ہاں جو شخص اسکو نبی نہیں مانتا بلکہ ابن اللہ کہتا ہے وہ اس معیار کا انکار کر سکتا ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں۔ رسول اللہ ۔ لکن ۔ شبہ ۔ بل ۔ رفع ۔ ہ ۔ عزیزًا حکیما ۔ پس ہم یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح کو جو رسول اللہ تھا قتل کر دیا ہے یہ لفظ رسول اللہ کا کیوں بیان کرتے ہیں جبکہ اسکو رسول اللہ نہیں مانتے تو اسکے سوائے اور کوئی جواب نہیں کہ وہ ایسے قتل کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ مدعی رسالت تھا اور جھوٹا تھا اسواسطے ہمنے اسکو قتل کیا تو انہوں نے اسکے مقتول ہونے کی علامت کذب و دعوائے مسیح ٹھہرائی ہے پھر ہم جب ان کے اعتقادات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاتے ہیں توراۃ میں مذکور ہے کہ جھوٹا نبی سولی پر مارا جاتا ہے اور سچے کو خدا تعالےٰ بچا لیتا ہے یعنی سچا نبی اس صلیبی موت سے نہیں مرتا کیونکہ یہ ملعونی موت ہے اس بات کے ثبوت کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں سے پوچھ لو کہ انکا واقعی یہ اعتقاد ہے یا نہ اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اس مخصوصہ موت کی (جو بذریعہ سولی کے ہو) نفی فرمانی ضروری سمجھی کیونکہ بموجب اعتقاد یہود کے مسیح کی صلیبی موت منافی رسالت تھی پس یہ پہلی غلطی ہے جو اسوقت کے علماء خلف کو لگی ہے کہ خدا تعالےٰ تو خاص قسم موت مذکورہ کی نفی کا ذکر فرماتا ہے اور یہ لوگ ہر ایک طرح کی موت اور ہر زمانہ کی وفات کی نفی سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا لفظ لکن اور تیسرا شبہ لہم اور چوتھا بل ہے ان کے معانی اور قدرے تشریح پہلے کر آیا ہوں۔ پانچواں لفظ رفع ہے اسکی تشریح اب کر دیتا ہوں۔ اسکے متعلق ایک تو یہ چاہیئے کہ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ یعنے جب بنی آدم کے لئے یہ لفظ آوے تو کیا صرف روح مراد ہوتا ہے یا روح بمعہ جسد دوسرا یہ کہ حضرت عیسےٰ کا رفع کب ہوا۔ اس بحث کو ہم سوال جواب میں ذکر کرتے ہیں۔ **سوال**۔ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ **جواب**۔ جب رفع کا صلہ الیٰ آوے تو اسوقت ضرور ہی معنے قرب اور نزدیک کے ہوتے ہیں و نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلہ بالیٰ (صراح) یعنے رفع کے معنے قرب کے ہیں کہ ایک کو دوسرے کا قرب حاصل ہوا۔ جب قرب کے معنوں میں رفع مستعمل ہو تو اسکا صلہ حرف الیٰ آتا ہے ومن قولہم رفعتہ الی السّلطان (صراح) یعنے اسکو بادشاہ کا مقرب بنا دیا ویقال نساء مرفوعات ای مکرمات (صراح) عرب ہمیشہ بولا کرتے ہیں کہ یہ عورتیں مرفوعات ہیں یعنے عزت اور تکریم کی گئی ہے رفیع ای شریف (صراح) عرب لوگ شریف آدمی کو رفیع کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ رفع کا صلہ جب حرف الیٰ آوے تو ضرور قرب کے ہی معنے ہوتے ہیں۔ لا غیر۔ **سوال**

سوائے حضرت مسیح ؑ کے اور کسی بنی آدم کے لئے بھی لفظ رفع قرآن شریف میں آیا ہی۔ **جواب** ہاں آیا ہے ایک تو بلعم بن باعور کے لئے جو ایک عالم شخص مستجاب الدعوات تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار کے باعث دنیا کی طرف جھک گیا اور کافر ہو گیا اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو شئنا لرفعنٰہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض یعنے اگر ہم چاہتے تو اسکا (بلعم کا) رفع کرتے مگر وہ زمین کی طرف گرا۔ دوم حضرت ادریس کے لئے بھی آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا کہ ہمنے ادریس کا اونچے مکان میں رفع کیا۔ علاوہ ان دو جگہوں کے بہت دفعہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ **سوال** کیا ان دونوں جگہوں میں رفع روحانی ہے یا جسمانی **جواب** رفع روحانی مراد ہے اور سوائے مسیح کے سب لوگ بالاتفاق تمام جگہوں میں رفع روحانی ہی مراد لیتے ہیں حتیٰ کہ ہمارے سرور کائنات سید المرسلین نبی الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم جو دعا بین السجدتین میں وارفعنی میں رفع کر کا لفظ بولکر خدا تعالےٰ سے رفع چاہتے تھے وہاں بھی سب کے نزدیک رفع روحانی ہی مراد ہی **سوال** خدا تعالےٰ کا خطاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح مع الجسد کو **جواب** قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے نہ جسم مکلف ہے۔ اور نہ اسکو خطاب ہوتا ہے مثلاً فرعون کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے الیوم ننجیک ببدنک آج تیرا بدن اونچی جگہ پھینکا جاویگا دیکھو یہاں لفظ تیرا جو مفعول بہ واقع ہوا ہے صرف روح ہے اور ببدنک میں الباء للمصاحبۃ والبدن بدل کل الاشتمال۔ پھر جب مومن مرتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکو فرماتا ہے فادخلی فی عبادی میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ حالانکہ اس وقت جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا اور ایسی کوئی مثال قرآن شریف میں نہیں آئی کہ خطاب صرف بدن کو کیا ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے ہزارہا مثال قرآن میں ایسی ہیں کہ صرف خطاب روح بغیر جسد عنصری کو ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقتاً خطاب روح کو ہی ہوتا ہے کیونکہ وہی مدرک کلیات والجزئیات ہے۔ **سوال** یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ جب حضرت عیسےٰ کی پیدائش نرالی ہے تو رفع بھی نرالا مع الجسد ہی ہو۔ **جواب**۔ یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ مسیح کی پیدائش ایسی نرالی نہیں کہ جس کی مثل ہی دنیا میں نہ ملے خود خدا اسکو حضرت آدم ؑ کی پیدائش کے ساتھ مثال دیکر نرالی نہیں رہنے دیتا۔ اگر بغیر باپ کا رفع مع الجسد ہونا چاہیے تو حضرت آدم علیہ السلام جنکی پیدائش بغیر ماں باپ کے تھی زیادہ حقدار تھے **سوال** جیسا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیلئے لفظ الی کے ساتھ رفع آیا ہے دوسروں کے لئے نہیں آیا جس سے سمجھا جاتا ہے کہ انکا رفع

نرالا ہے۔ **جواب**۔ یہ لفظ الیٰ تو ہمارے معانی کا مؤید ہے کیونکہ لغت نے تخصیص کردی کہ جب رفع کا صلہ حرف الیٰ آوے تو ضرور ہی قرب اور مرتبہ کے معنے آتے ہیں ہاں البتہ دوسری مثالوں میں جہاں کہیں حرف الیٰ رفع کا صلہ نہیں آیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں حضرت ادریسؑ وغیرہ کا رفع مع الجسد ہو کیونکہ وہاں صلہ رفع کا حرف الیٰ نہیں جس سے تخصیص رفع روحانی ہو۔ بلکہ لفظ مکاناً علیاً کا بھی روح مع الجسد کا ہی مؤید ہے اور بلعم بن باعور کے بارہ میں جو لفظ الیٰ الارض بولا گیا ہے وہ بھی مقابلۃً چاہتا ہے کہ اس سے رفع مع الجسد الی السماء ہو۔ کیونکہ جیسا وہ روح مع الجسد سے زمین کی طرف جھکا اگر وہ نہ جھکتا تو چاہیئے تھا کہ رفع بھی اس کا مع الجسد ہی ہوتا۔ مگر اسکا کوئی بھی قائل نہیں باوجودیکہ وہاں مکاناً علیاً اور یہاں الی الارض قرائن بھی رفع جسمانی کے پائے جاتے ہیں لیکن مسیح کے لئے لفظ الیٰ لا کر خدا تعالیٰ نے یہ سمجھا دیا کہ سوائے حضرت عیسٰے کے دوسروں کے لئے جو رفع بولا گیا ہے ان کے حق میں اگر کوئی رفع جسمانی کا خیال کرے تو کر سکتا ہے مگر حضرت عیسٰے کا رفع جسمانی بالکل نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی خیال کر سکتا ہے **سوال** ایسی تخصیص کرنی کہ عیسٰے کے لئے بلفظ الیٰ جس سے شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ رفع مع الجسد مراد ہے اور دوسروں کے حق میں یہ حرف نہ آنا بلکہ ایسے قرائن ہونے کہ رفع جسمانی سمجھا جائے کیا حکمت ہے۔ **جواب** حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ علام الغیوب جانتا تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر آنے والا ہے کہ وہ بھی عیسائیوں سے سنکر دیکھا دیکھی حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے گیت گائینگے اسواسطے حرف الیٰ رفع کے ساتھ لا کر بتلا دیا کہ یہ رفع جسمانی ہو ہی نہیں سکتا۔ تاکہ جو سعید الفطرت ہو اور جسمیں خشیۃ اللہ ہو وہ جب لغت میں رفع بصلہ الیٰ کے معنے دیکھے اور ادہر قرآن شریف میں مسیح کے لئے رفع بحرف الیٰ پر نظر کرے تو معاً سمجھ جائے کہ یہ رفع روحانی ہی ہے اور دوسروں کے لئے ہمیں ضرورت پڑنی تھی جس کے ازالہ کے لئے الفاظ مخصوصہ برفع روحانی لانے ضروری ہوتے **سوال** کیا خدا قادر نہیں کہ ان کو بجسد عنصری آسمان پر لیجائے **جواب** خدا قادر تو ہے مگر جب وہ ایک بات کے متعلق فرمائے کہ میں یوں کیا کرتا ہوں یا یہ کر دیا ہے۔ تو اسکے برخلاف اعتقاد رکھنا گویا خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھنا ہے جب قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے خبر دیدی کہ مسیح کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ اس نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں واحد لاشریک ہوں تو اب جس طرح ہم یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالےٰ اپنے شریک بنانے پر قادر ہے۔

ایسا ہی یہ بھی اعتقاد نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کا رفع جسمانی کیا ہو پھر ہم کہتے ہیں کہ کر سکنا اور بات
ہے اسکا کون انکاری ہے کیا خدا تعالےٰ ہمیں تمہیں زندہ بجسد عنصری آسمان پر لے جانے پر قادر
نہیں یا ہمارے جناب ود کے بے باپ پیدا کرنے پر قادر نہ تھا مگر بات یہی ہے کہ ومن اصدق من اللہ
قیلا اللہ سے سچا کون ہے۔ سوال یہ عقیدہ پھر کہاں سے آ گیا جواب جب عیسائی لوگ
اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے پہلے عقائد .. بھی کچھ ساتھ لائے جنکی اصلاح ہو گئی وہ تبدیل ہو گئے ورنہ
وہی پہلے عقائد رہے اور عیسائیوں کی انجیلوں سے پتہ ملتا ہے کہ وہ رفع جسمانی کے قائل ہیں اور ایسا
ہی نزول کے ان سے دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی اس بات کے قائل ہو گئے۔ سوال کیا ایسے بزرگ
لوگ بھی گزرے ہیں جو جسمانی رفع کے قائل نہ ہوں بلکہ وفات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہوں۔ جواب
ہاں اکثر حصہ ان بزرگوں کا اور علماء ربانی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفات مسیح ع اور
رفع روحانی کا ہی قائل ہے چنانچہ اس کا ثبوت ہم آگے چلکر انشاء اللہ قرآن حدیث و اجماع صحابہ
سے دینگے۔ سوال۔ یہاں صرف اتنا تو بتلادو کہ حضرت عیسےٰ کا رفع کب اور کتنی عمر میں ہوا تھا
جواب اسمیں دو قول ہیں ایک عیسائیوں کا وہ تو کہتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں رفع ہوا۔ دوسرا
قول ان مسلمانوں کا ہے جنہوں نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ ایکسو بیس برس کے بعد رفع ہوا
سوال اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں جواب
ہاں ہاں حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل ع نے مجھے خبر دی
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں لفظ حدیث کے یہ ہیں۔ واخبرنی
جبریل ان عیسے بن مریم عاش عشرین ومایة سنة (مستدرک) ترجمہ رسول اللہ صلعم
فرماتے ہیں مجھے جبریل نے خبر دی کہ حضرت عیسے بن مریم ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں۔ سوال
اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہم نبی کریم صلعم کے ماننے والے ہیں ہم اس بات کو مان لینگے ہمیں ان باتوں
سے کیا واسطہ جنکا ماخذ انجیلیں یا اقوال بلا اسناد ہیں مگر کوئی ایسی کتاب بتلاؤ جو آسانی سے یہاں
مل سکے گو مستدرک کے حوالہ سے یہ حدیث اسمیں درج ہو۔ جواب بہت اچھا لیجئے اور دیکھئے
تفسیر جلالین محشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۶ء صفحہ ۵۰ کے حاشیہ پر یہ حدیث یوں درج ہے
ففی زاد المعاد ما ذکر ان عیسے رفع وھو ابن ثلاث و ثلاثین سنة لا یعرف بہ

اثر متصل یجب المصیر الیہ وقال الشامی وھو کما قال فان ذلک انما یروی ذلک عن النصاریٰ والمصرح فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مایۃ وعشرین سنۃ وفی المستدرک عن ابن عمر ان عیسیٰ عاش مایۃ عشرین سنۃ (کمالین حاشیہ جلالین) یعنے زاد المعاد میں امام ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ یہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عیسٰے کا تینتیس ۳۳ سال میں رفع ہوا۔ اسکا پتہ کسی جگہ سے نہیں ملتا شامی کہتا ہے کہ واقعی یہ سچ بات ہے یہ تینتیس ۳۳ سالہ میں رفع مسیح ہونا تو عیسائیوں کی روایت ہے اور حدیثوں سے جو بصراحت و وضاحت تام پتہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰے کا جب رفع ہوا تھا۔ تو اسکی عمر اسوقت ایکسو بیس ۱۲۰ برس کی تھی اور مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عیسٰے کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔ **سوال**۔ شاید یہ حدیث مستدرک والی ضعیف ہو۔ **جواب** اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ مگر یہاں تو یہ حدیث ہی ایسی صحیح ہے کہ اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جسقدر حدیثیں مستدرک میں امام حاکم نے لکھی ہیں سب صحیح ہی ہیں یعنے جو صحیح حدیثیں امام بخاری و مسلم سے رہ گئی ہیں۔ انکو ان کی شرط پر ہی مستدرک میں درج کیا ہے اور اسی واسطے اس کتاب کا نام اسنے مستدرک رکھا ہے۔

اسکے بعد ہم ضمیرہ جو رفعہ اللہ میں ہے اسکے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں انصاف کرنا ناظرین کا کام ہے اولاً جب ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خطاب ہمیشہ خدا تعالےٰ روح کو کرتا ہے اور وہی مرجع ضمائر حقیقتاً ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ہ ضمیر بھی صرف روح عیسٰے کی طرف پھرتی ہے گو بدن بھی اسمیں بطور بدل الاشتمال کے مجازاً مراد ہو تو یہ علیحدہ امر ہے باقی رہا یہ سوال کہ قتل اور سولی روح نہیں ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے۔ جو حقیقی معنے قتل اور سولی کے نہ جاننے سے پیدا ہوا ہے ذلک مبلغھم من العلم قتل کرنا اور سولی دینا اس فعل کا نام ہے کہ جو تعلق روح کا بدن کے ساتھ ہے وہ تعلق خاص آلہ صلیب سے یا کسی آلہ سے توڑ دینا۔ اسمیں نہ جسم کا دخل ہے اور نہ روح کا اگر قتل کرنا یا سولی دینا بدن کی صفت ہوتا تو چاہئے تھا کہ جب مثلاً زید اپنی طبعی موت سے مر جائے اور اسکے بعد کوئی شخص اس نعش متوفی زید کو دو ٹکڑے کرے یا سولی پر چڑھاوے تو اس پر بھی یہ لفظ حقیقتاً

بولا جائے کہ اس شخص نے زید کو سولی دے دیا۔ یا قتل کردیا ہے یا کم از کم اسکو قاتل کی سزا دی جاوے
مگر نہیں کیونکہ قتل اور صلیب تو اس حرکت کا نام تھا۔ جو قطع تعلق کے لئے ان آلات کے ذریعے
دی جاوے اور قطع تعلق بین الجسد والروح بہیئت کذائیہ کا نام قتل صلب ہے لفظ قتل اور صلب
نہ جسم پر وارد ہوا اور نہ روح پر بلکہ اس تعلق سے تعلق رکھنے والا ثابت ہوا جو بین الجسد والروح
ہے **سوال**۔ گو یہ صحیح بات ہے مگر پھر بھی ہم کو کوئی ایسی مثال قرآن شریف سے بتلاؤ
کہ جمیں لفظ بل بھی ہو۔ اور اس سے پہلے جو ضمیر ہو۔ وہ روح مع الجسد کی طرف پھرے۔ اور
بعد بل کے جو ہو۔ وہ صرف روح کی طرف ہی اس کا مرجع ہو۔ **جواب**۔ مثالیں تو بہت ہیں مگر دو
پر اکتفا کرتا ہوں قولہ تعالیٰ۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء
یعنی جو اللہ کے راستے میں فوت ہوئے ہیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں یہاں احیاء خبر ہے
مبتدا محذوف کی جو ھُم ہے اب دیکھئے بل سے پہلے مَن ہے اور یقتل میں ضمیر مستتر یہ دونوں روح
مع الجسد کی طرف راجع ہیں۔ بَلْ کے بعد میں ضمیر جمع مذکّر کی ھُم ہے وہ صرف روح کی طرف راجع
ہے۔ دوسری مثال وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ
رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰہُمُ اللّٰہُ۔ اب یہاں بھی اَلَّذِیْنَ اور قُتِلُوْا میں جو ضمیر جمع
مذکّر کی مستتر ہے۔ دونوں کا مرجع روح مع الجسد ہی ہے اور لفظ بل کے بعد کی ضمیر میں جو ھُم
مبتدا محذوف اور یرزقون اور فرحین کی مستتر ضمیریں ہیں اور ھم ضمیر بارز سب فقط روح
کی طرف معنیً پھرتی ہیں حالانکہ یہاں لفظ فرح (خوشی) اور رزق ایسے ہیں جو جسم کے متقاضی
ہیں مگر سارے مفسرین حتیٰ کہ ہمارا حریف بھی مرجع ان ضمائر کا صرف روح ہی جانتا ہے **سوال**
ان دونوں آیتوں کے معنے کسی مفسر کے کئے ہوئے بتلاؤ جن سے یہ ثابت ہو کہ واقعی بل کے
بعد کی ضمیر صرف روح کی طرف پھرتی ہے (خوب) لیجئے تفسیر جلالین جو درسی تفسیر ہے ولا
تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل ھم احیاء ارواحہم فی حواصل
طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت لحدیث بذٰلک۔ یعنے جو اللہ کے راستے میں
قتل کئے گئے انکو یہ نہ کہو کہ وہ مر گئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں انکی روحیں سرسبز پرندوں کی پوٹوں
میں ہونگی جنت میں جہاں چاہیں بسر کرتی ہیں حدیث میں یونہی آیا ہے۔ (جلالین)

سوال - اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو کوئی جسم ملا ہے **جواب** - اس کا کون انکار کرتا ہے روح اس جسم خاکی سے نکلکر کسی نہ کسی جسم میں تو ضرور داخل ہوتی ہے چاہے ناری ہو یا نوری بات تو یہ ثابت کرنی تھی کہ پہلے سے پہلے ضمیر بمعہ جسد عنصری کی طرف پھیرتی ہے اور بعد کی بغیر جسد عنصری کے سو یہ بخوبی ثابت ہو گیا اب جس طرح یہاں شہدا کو ایک جنتی جسم نورانی ملا - ایسا ہی حضرت عیسے کو رفع کے وقت ملا جیسا کہ ہر مومن کو بحیثیت اعمال ملتا ہے منجملہ ان کے شہداء کو بھی ملا

اسکے بعد لفظ عزیزاً حکیماً ہے اس پر ہم صرف اتنا لکھنا چاہتے ہیں کہ عزیزاً اور حکیماً صیغہ صفت مشبہ کے ہیں اور مصدر ان کی عزت اور حکمت ہے تو اسمیں خدا تعالے یوں فرماتا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی طرف سے جو حضرت عیسے کو عزّت اور قرب دیا وہ حکمت سے دیا کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے چونکہ اللہ تعالی علام الغیوب کو معلوم تہا کہ بعض کم فہم لوگ باوجود اظہار حقیقت کے بھی جو لفظ الی صلہ رفع کے لانے سے کی گئی ہے انکار ہی کرینگے کہ یہاں رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہے نہ کہ قرب اور عزّت اسواسطے اللہ تعالے نے اسکو تاکید کے لئے لفظ عزیز کو لاکر جس کی مصدر عزّت اور خود مبالغہ کا صیغہ ہے یعنے بہت ہی عزّت دینے والا سمجھا دیا کہ یہاں رفع کے معنے قرب اور عزّت کے ہیں لاغیر پھر لفظ حکیم سے بھی بتایا کہ رفع جسمانی میں حکمت نہیں صرف قدرت ہے جیسا کہ پہلوان بھاری بھاری مگدروں کو اٹھا لیتے ہیں اور حیوانات بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے ہیں تو ان کی قدرت اور طاقت پر یہ فعل دال ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر مگر یہاں خدا تعالے فرماتا ہے کہ ہمنے اسکو وہ رفع دیا ہے جو اسم عزیز کے ماتحت ہے یعنی عزّت اور عزّت وہ دی جو حکمت کے ساتھ متصل ہے نہ صرف قدرت کے ساتھ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسے واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی رہے اور مخالفوں پر ذلّت تھوپی گئی اس پر ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں جسمیں خدا تعالے نے لفظ عزیز اور حکیم بولا ہے اور وہاں مراد بھی یہی ہے کہ نبی کو بچایا گیا اور اسکے مخالفین کو ہلاکت اور ذلت میں ڈالنے سے ہی عزّت کی گئی - نہ کہ آسمان پر لے جاکر قولہ تعالی وقال انی مہاجر الی ربی انّہ ھو العزیز الحکیم - حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے - حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین ہی کی طرف ہجرت کی اور یہاں بھی لفظ الی ہے اور اس کا مجرور بھی ربّ ہے - اور صفت خداوندی بھی عزیز اور حکیم ہے اور ہجرت کرنے والا بھی ابو الانبیاء ہے جن کو نبی کریم صلعم

نے معراج میں سب نبیوں سے اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے پس جب نبی ہونے میں حضرت ابراہیم و عیسےٰ ایک جیسے طرف جاتے ہیں یعنی خدا دونوں کا ایک لفظ الیٰ عزیز اور حکیم دونوں کے لئے ایک پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابوالانبیاء تو خدا کی طرف ہجرت کرنے لگے اور گئے بھی اسلئے کہ خدا عزیز اور حکیم ہے تو اسکو آپ زمین میں رکھیں اور مراد لیں کہ خدا تعالےٰ نے دشمنوں سے بچاکر زمین میں ہی معزز و مکرم کیا مگر جب حضرت عیسےٰ کو خدا تعالےٰ فرماوے کہ مینے اپنی طرف رفع کیا اسلئے کہ میں خدا عزیز حکیم ہوں تو آپ لوگ اُسوقت خدا تعالیٰ کو مجسّم آسمان پر سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا آسمان پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ کے رفع کے بعد جو خدا تعالےٰ عزیز حکیم فرماتا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ صلیب سے وہ بچایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کہ اسکو دشمنوں نے نار میں ڈالا اور خدا تعالےٰ نے اسکو بچالیا آخر وہ ہجرت کر گیا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لوگوں نے سولی پر چڑھایا اور وہ بچایا گیا اسنے بھی ہجرت کی اخر الامر ہم بطور محال اور تنزل کے یہ مان بھی لیں کہ رفعه اللہ کی ضمیر روح مع الجسد کی طرف پھرتی ہے تو پھر بھی ہمارے اعتقادات اور معانی سے قرآن میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً وما قتلوہ یقیناً بل رفعه اللہ الیه یہود نے حضرت عیسےٰ کو قتل نہیں کیا (گو جس طرح حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے وہ بھی سولی پر چڑھائے گئے) بلکہ خدا تعالےٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا (یعنے جس طرح حضرت ابراہیم بعد بچنے آگ سے کہتے ہیں کہ تم میں سے میں خدا کی طرف جاتا ہوں) ایسا ہی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ مینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی سولی سے بچاکر اپنی طرف اٹھالیا پس جس طرح حضرت ابراہیم کا خدا کے پاس جانا یہ ہے کہ وہ دوسری جگہ چلے گئے ایسا ہی حضرت عیسےٰ کا خدا کے پاس جانا مراد ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بھی یہی مذہب ہے اپنے رسالہ ترک اسلام صفحہ ۹۴ پر لکھتے ہیں "حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے سے مراد کسی محفوظ جگہ جانا مراد ہے" اور اسی طرح وہ آیت اسکی بھی مؤید ہے قولہ تعالیٰ واوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین۔ باقی رہا مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اسپر اجماع صحابہ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے یہ ایک ایسا صریح جھوٹ ہے کہ اسکا قائل وہ شخص ہو سکتا ہے جسکے دل میں خدا اور رسول کے خلاف کہنا کوئی گناہ نہ ہو کیونکہ مفسرین اور صحابہ کرام وفات مسیح کے قائل ہیں الا قلیل بل الاقل۔

تقدیم و تاخیر کی مثالیں

اب میں ان مثالوں کو لکھتا ہوں جن کو مولوی صاحب نے

تقدیم وتاخیر میں پیش کیا ہے (۱) فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع اسمیں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں جہاں حروف چاہیئے تھے وہیں خدا تعالےٰ نے رکھے ہیں اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے پس تم کوشش کرو اوراسوقت بیع چھوڑ دو۔ کوشش کا تعلق دل کے ساتھ ہے پس پہلے دل سے انسان یہ ارادہ اور کوشش کریگا چونکہ اب اذان ہوگئی ہے میں یہ کاروبار چھوڑ دوں تب جاکر چھوڑیگا مگر آپ نے سعےٰ فاسعوا کے دوڑنے اور چلنے کے کئے ہیں یہ بہت ہی غلط ہیں کیونکہ عربی میں دوڑنے کے لئے ہرول اور چلنے کے لئے مشی وغیرہ الفاظ آتے ہیں سعی کے معنے کوشش کرنیکے ہیں دیکھو قولہ تعالیٰ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ فسوف یریٰ وغیرہ الفاظ پس اس میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں اور نہ خدا تعالےٰ وحی کرنے اور محمد رسول اللہ کاتب کو بتلانے میں بھولے بلکہ جو فعل پہلے چاہیئے تھا پہلے فرمایا اور جو بعد میں ہونا تھا اسکا ذکر بعد میں کیا اگر آپکے معنے درست ہوں تو چاہیئے کہ جب کشتی یا ریل میں انسان سوار ہو کر جمعہ کو آوے تو اسکے لئے بیع کرنی یا بیٹھنا ناجائز ہو۔ حالانکہ اصول الشاشی اصول فقہ میں جائز لکھا ہے کیونکہ یہ بیع اور بیٹھنا سعی کے برخلاف نہیں (۳) لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی اسمیں بھی کوئی تقدیم و تاخیر نہیں اسلئے کہ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو یقین دل سے اٹھتا ہے بغیر اعمال صالحہ کے دوم وہ ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوتا اور وہی ایمان موجب برکات وانعام ہوتا ہے اور جہاں کہیں برکات اور انعامات کے حصول کا ذکر آویگا وہاں یہی ایمان مراد ہوگا۔ چونکہ اسجگہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وعدہ دیا جاتا ہے اسواسطے یہاں فرمایا کہ وہ ایمان مراد ہے جس کے ساتھ صلوٰۃ و زکوٰۃ وابستہ ہو اور وہ جو بعد حصول اعمال صالحہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے چونکہ بعض جہلا کو اس ایمان تک رسائی بھی نہیں ہوتی اسواسطے وہ ٹھوکریں کھاتے اور قرآن کی غلطیاں نکالتے ہیں قولہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا۔ اے مومنو! مومن بنجاؤ۔ کیا معنے کہ اعمال صالحہ بجا لاکر مومن بنو وقولہ تعالیٰ لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا واٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ثم اتقوا واٰمنوا یعنے جو لوگ مومن اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں جب انہوں نے ڈاکہ شراب چھوڑ دیا۔ اور اس تقویٰ اور ایمان کا ثبوت اعمال صالحہ سے دیدیا اور پھر تقویٰ میں آگے قدم بڑھایا اور ایمان لائے ان پر پچھلی گندی حالت کا کوئی گناہ

نہیں رہا۔ دیکھئے آپ تو اُس ایمان پر ہی قناعت کر بیٹھے ہیں جو بغیر اعمال کے ہے یہاں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جیسے مومن اعمال صالحہ بجا لاتا ہے ساتھ ساتھ اسکو ایمان بھی لانے کی ضرورت ہوتی جاتی ہے اور یہ ہی بات صحیح کیونکہ احادیث اور آثار بھی اسکے موئید ہے۔

الغرض یہاں خدا تعالے نہیں بھولا بلکہ جو ایمان اسکی معیت کا متقاضی تہا وہ بعد اقامت صلوۃ و زکوۃ تہا اسواسطے اس ایمان کا ذکر کیا آپ اسی طرح ہی بہ لفظ اُمتم کا اسی جگہ رہنے دیں مبادا آپ بھی اُس کاتب کی طرح جسنے قرآن لکھتے لکھتے خر موسی صعقا کی جگہ خر عیسے لکھدیا۔ اور کہنے لگا کہ خر عیسے ہے خر موسی نہیں تہا۔ سے مقدم لکھدیں افسوس کہ جو اعتراضات قرآن شریف پر مثل العوام آریہ وغیرہ غیر مذاہب کے کرتے تھے وہ آپ مسلم کہلا کر کرتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون

(۳) آپ نے و وھبنا لہ اسحق و یعقوب میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرکے بتلایا ہے کہ یہاں بھی تقدیم و تاخیر ہے مگر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ الواؤ لمستدرکت یعنے واؤ مشارکت کیلئے آتی ہی ہم یہ مانتے ہیں کہ لغت عرب میں مطلق مشارکت کے لئے آتی ہے اور ہر ایک کا کلام کسی نہ کسی نقص کا متحمل ہوتا ہے اور جسقدر اسمیں ترتیب ہوگی اسی قدر فصاحت ہوگی اسلئے چونکہ یہ کلام خداوندی ہے اسمیں ترتیب کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کیونکہ فصاحت بلاغت اس ہی دوچند ہوتی ہے جنھوں نے یہ بات نہیں سمجھی انکی غلطی ہے خود رسول اللہ صلعم نے صفا مروہ کے وقت فابدؤا بما بدء اللہ بہ فرمایا ہے یعنے جس چیز کو پہلے خدا نے ذکر کرنے میں ابتدا کی ہے اسکو ہم بھی پہلے ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں سمجھا دیا کہ واؤ قرآن شریف میں ترتیب کے لئے ہی۔ اب سنئے یہاں بھی اللہ تعالے نے ترتیب رکھی ہے اور جو ترتیب ان ناموں کے رکھنے میں چاہیے تھی اُسی اسی جگہ رکھے گئے ہیں آپکو یہ غلطی اسواسطے لگی ہے کہ آپ صرف زمانہ یا رتبہ کو ملحوظ رکھتے ہیں مگر خدا تعالےٰ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں پانچ امور ملحوظ ہیں اور ان میں انکی مشارکت ہے (۱) حجت (۲) رفع (۳) موہبت (۴) ہدایت (۵) ذریت۔ پس یہ پانچ امور ہیں۔ جن پر ان انبیاء علیہم السلام کی ترتیب موقوف ہے چونکہ یہ مضمون اسکا متحمل نہیں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی وقت علیحدہ کسی رسالہ میں بسط سے بیان کیا جاویگا۔ ان پانچوں کی باہمی نسبت اور ان کے مراتب اور حضرت ابراہیم اور نوح کے ساتھ انکا تعلق اور خدا تعالےٰ

کے نزدیک ان امور کا قرب و بُعد اور پھر فضیلت و صلاحیت و احسان کے لئے درجات وغیرہ بیان کیئے ہیں پر تحریف واضح ہوجاتا ہے کہ یہاں بھی خدا تعالےٰ نے بھول نہیں گیا بلکہ محل اور موقعہ پر یہ نام رکھے ہیں اس ساری تقریر سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ مسئلہ حیات مسیح بجسدہ العنصری نے آپ لوگوں کو کن کن مشکلات میں ڈالا ہے حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کے کلام میں بھی بھول چوک نکالنی پڑی اور تحریف کا نام تقدم و تاخیر رکھدیا۔ قولہٗ توفی جب رسول اللہ کے حق میں آئے تو موت مراد ہے

حدیث اصحابی پر بحث

اور جب مسیح ناصری کے حق میں آوے تو رفع بجسدہ العنصری مراد ہے کیونکہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی عیسےٰ کی مثل کہوں گا اور مشبہ مشبہ بہ میں کچھ اختلاف ہوتا ہے" خوب کہا آپ نے کیوں نہیں اختلاف بھی توفیتنی کے معنوں میں ہی ہونا چاہیئے نہ اور کسی امر میں حالانکہ یہی لفظ وجہ شبہ ہے مگر یاد رکھیں کہ اسمیں بھی آپکو کامیابی نہیں ہوگی آپ کے لئے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو صاف عیسائیوں کی طرح اقرار کریں کہ حضرت عیسےٰ نبی نہیں بلکہ ابن اللہ ہیں یا صاف انکار قرآن و حدیث کا کردیویں تب خلاصی ہوگی سنیئے مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ ہمیشہ وہ صفت ہوتی ہے جو مشہور اور مخصوص ہو چنانچہ زید اسد میں شجاعت اور زید کلب میں سبعیت اور زید حمار میں جہالت مراد ہوگی نہ کہ منہ ناک۔ کان وغیرہ اسی طرح ان دونوں واقعات میں جو مخصوص بات ہے وہ ملحوظ ہوگی۔ اور وہی وجہ شبہ ہوسکتی ہے اب دیکھیئے حضرت عیسےٰ سے سوال ہوتا ہے أنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنانا تو وہ اسکا جواب دیتے ہیں ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق یعنے مجھ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسکا مجھے حق نہ پہنچے میں وہ بات کہوں یعنے میں نے نہیں کہا اس پر دلیل سے کہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم یعنے میں صرف یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آگے فرماتے ہیں وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم یعنے میں انپر اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ اس تعلیم ان اعبدوا اللہ کے پابند رہے ہیں جب تک میں انمیں رہا ہوں فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تجھے ہی خبر ہے مجھے نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اب اسمیں قابل غور لفظ کنت علیہم شہیدا ہے کیونکہ ہر ایک نبی اپنے ماننے والوں کی

شہادت دیگا جیسا خدا تعالےٰ فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدًا یعنے محمد رسول اللہ تم پر شہادت دیگا۔ اب قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح اور محمد رسول اللہ اپنی اپنی امت کے لئے شہادت دینگے مسیح کے متعلق تو وضاحت کردی کہ اپنی موجودہ زندگی تک وہ شہادت دیگا اور اپنے مابعد کے لئے حوالہ بخدا کریگا اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے تھے ایک یہ کہ محمد رسول اللہ کی شہادت اس لفظ شہیدًا سے موجودہ زندگی تک ہے یا تمام امت مرحومہ کے لئے دوم یہ کہ مسیح ع اپنے مابعد کا علم بحوالہ خدا جو کرینگے تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ بات کو ٹالدینگے پس ان ہر دو سوالوں کو نبی کریم صلعم نے اس واقعہ سے حل کر دیا یعنے محمد رسول اللہ صلعم کچھ اصحاب کو جو آپ کے بعد مرتد ہوگئے ہیں دیکھتے ہیں کہ فرشتے انکو جہنم کی طرف لیجا رہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں کہونگا کہ اے میرے رب یہ تو اصحاب ہیں حکم ہوگا تمہیں کیا خبر کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا حرکتیں کیں یعنے یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے اسپر رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں عیسےٰ کی طرح کہونگا کہ یہ میرا سوال اس بنا پر تہا کہ میری زندگی میں انہوں نے جہنم کے افعال نہیں کئے اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھے علم نہیں آپکو ہے یعنے شہید ہونے کی حیثیت سے میں نے یہ سوال کیا ہے سو آپ عزیز حکیم ہیں واقعی یہ لوگ موجب سزا ہی ہیں اب بتلاؤ اگر حضرت مسیح نے دوبارہ آنا تہا اور اسکو انکی امت کے بگڑنے کا علم ہو جانا تہا تو اس سے آپ لوگوں نے دونوں نبیوں محمد رسول اللہ صلعم اور عیسےٰ ع پر کذب کا الزام لگایا۔ اور خدا تعالےٰ سے محمد رسول اللہ صلعم پر تو یوں عائد ہوتا ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت عیسےٰ کی طرح کہینگے کہ مجھے علم نہیں حالانکہ اسکو تو اپنی امت کے بگڑنے کا علم ہو چکا ہوگا۔ جب دوبارہ دنیا میں آنا مانا جائے اور آپ لوگوں کے خیال کے مطابق جب رسول اللہ صلعم پیشگوئی اسکے آنیکی کر چکے ہیں تو آپ کو معلوم تہا کہ مسیح کی طرح میں بیخبر نہ کہوں۔ پس یا تو صاف اقرار کرو کہ واقعی نہ مسیح نے آنا ہے اور نہ اسکو اپنی امت کے ارتداد کا پتہ لگنا ہے۔ اور یا نعوذ باللہ نبی کریم صلعم نے مثال دینے میں غلطی کی اور عیسےٰ پر جھوٹ اسطرح ثابت کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے انت الرقیب یعنے بعد کا علم تو ہی جانتا ہے مجھے بالکل خبر نہیں ورنہ معلوم ہونے پر انت کا کیا فائدہ نیز فا تعقیب کے لئے آتی ہے پس ما دمت فیہم اور فلما توفیتنی میں کوئی زمانہ نہیں گذرا ادہر انمیں رہنا مسیح کا چھٹ گیا اور ادہر اسکو وفات آئی۔ اگر مسیح نے دوبارہ آنا تہا تو اس کا خاص

جو سنا ہے کہ اپنی مینے تو دوبارہ جا کر خوب صلیب توڑی خنزیروں کو جنگلوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا ہے یعنے جس طرح پہلے زندگی کی کارگذاری سے الزام دہ کیا دوسری زندگی سے بھی کرتے نہ کہ پہلی زندگی کے لئے ان اعبدو اللّٰہ سے بریّت اور دوسری کے لئے لاعلمی کا اظہار مگر صحیح بات یہی ہے کہ بحکم فیھا تحیون وفیھا تموتون (صرف زمین میں ہی تم زندگی بسر کروگے اور یہیں مروگے) نہ کوئی بجسد عنصری آسمان پر زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ کسی نے کی پھر آپکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کما اقول کا تعلق کیسکے ساتھ ہے کیا تشبیہ فی القول ہے یا فی المقولہ سنئے کما کا حرف اقول پر ہے پس تشابہ فی القول اور توارد فی المقولہ ہوا۔ اگر حبیب انسان کو کسی شے سے بیجا محبت ہوجائے تو گو وہ لوگوں کے سامنے صاف الفاظ میں اسکا ذکر نہ کرے لیکن اسکے حرکات و سکنات اسی طرف جاتی ہیں چنانچہ آپ کہتے ہو کہ نبی کریم صلعم نے اپنے لئے فلما توفیتنی میں موت مراد لی ہے۔ اور یہی لفظ حضرت عیسٰی کی طرف منسوب کرو تو رفعتنی الی السماء مراد ہے جیسا کہ ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون میں لفظ صلوٰۃ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہونے سے اور معنے دیتا ہے اور مومنین کی طرف نسبت کرنے سے دوسرے معنے بات تو آپ کی پر یہ ہے اگر آپ یہاں بھی جلدی سے اقرار کرلیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ابن اللہ ہیں انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے نہیں افسوس کجا واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کے باعث لفظ صلوٰۃ کے معنے بدلے گئے اور کجا اشرف الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسٰی جو دونوں ہی ممکن الوجود ہیں۔ مولوی صاحب صفات ذاتیات کے ماتحت ہوتے ہیں جہاں تخالف ذاتی ہو اور تخالف نوعی جنسی ہو وہاں صفات کا بدلنا ہوتا ہے ایک صداقت کو چھوڑنے سے کہ حضرت مسیح ع فوت ہوگئے بہت سی صداقتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام حضرت عیسٰے کی شہادت یہ ہے کہ میں جب تک انمیں رہا وہ نہیں بگڑے بعد کا مجھو علم نہیں تو ہی جانتا ہے اپنی لاعلمی ظاہر کرنا۔ ایسے موقعہ پر اپنے دوبارہ آنے کی کارگذاری نہ بتلانا بلکہ صرف پہلی زندگی جو مادت والی ہے اسکا ذکر کرکے دوسری سے بیخبری کا اظہار کرنا صاف بتلاتا ہے کہ حضرت عیسٰے مرگئے اور ضرور فوت ہوگئے۔

ابن مریم مرگیا حق کی قسم ۔۔۔ داخل جنت ہوا وہ محترم

اور ایسا ہی جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو پتہ لگیگا کہ یہ لوگ میرے بعد مرتد ہوگئے تھے۔

تو عرض کرینگے کہ مولیٰ کریم یہ سوال میرا لاعلمی پر مبنی تھا۔ کیونکہ شہادت میری صرف میری زندگی تک کی ہے یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ کہینگے کہ یہ اُمت میرے بعد مرتد ہوئی۔ اور ان کے مُرتد ہونے کا مجھے علم نہیں۔ ایسا ہی میں کہوں گا۔ پس نہ حضرت مسیح نے آنا ہے اور نہ وہاں انہوں نے جھوٹ بولنا ہے۔ دیکھئے نص صریح اسکو کہتے ہیں کہ متوفیک بمعنے وفات دینے والا۔ توفیتنی۔ تو نے مجھے وفات دیدی۔ وفات کے حروف لفظ متوفیک اور توفیتنی سے ہی نکل آئے۔ آپ مہربانی کر کے حیات کے حروف کسی قرآنی لفظ سے مسیح کے لئے نکالیں تاکہ آپ بھی نص صریح کہنے کے مستحق ہو جائیں۔ علاوہ ازیں توفیتنی کے معنوں میں ہماری شہادت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دیدی جبکہ اپنی شہادت کا ادا کرنا مسیح کی شہادت کی طرح بتلا دیا۔ جہاں فرمایا کہ میں بھی مسیح کی طرح کہونگا یعنے جیسا اُس نے کہا۔ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ ایسا ہی میں بھی کہوں گا۔ پس بطور دلالت النص یہ ثابت ہوا کہ مرتدین کا علم نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بوقت مسئول عنہ ہونے کے نہ مسیح کو۔ پس آپ انصاف سے کہیں کہ افتؤمنون ببعض الکتب کا کون مصداق ہے۔ اور تحریف کلمات الٰہیہ کون کر رہا ہے ؟

بشارات القرآن

نمبر (۵)

پیشگوئی نمبر ۴۳

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط (آل عمران ۱۸)

(ترجمہ) تحقیق وہ لوگ جو منکر ہوئے۔ اور مول لے لیا انہوں نے کفر کو بدلے ایمان کے۔

وہ ہرگز خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ بلکہ ایسوں کے لئے عذاب دکھ دینے والا ہے۔
اور کافر یہ گمان نہ کریں کہ ہمنے ان کو کسی بہتری کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے۔ نہیں بلکہ اسلئے
ڈھیل دے رکھی ہے کہ ترقی کریں گناہوں میں۔ اور انکے لئے عذاب رسوا کرنے والا تیار ہے
اور اللہ نہیں ہے ایسا کہ ایمانداروں کو بھی تمہاری ہی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حتیٰ کہ امتیاز ہو
جائے خبیث منکرین میں اور طیب مومنین میں ۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ کہ کفار کی افواج کا جتھا سلسلہ الٰہیہ کا کچھ نقصان
نہ کر سکیگا۔ بلکہ ہم انکو معذب کرینگے۔ اور ان کو ڈھیل اسی لئے دے رکھی ہے کہ اپنے ہی گناہوں
سے عذاب ہونے کے لئے اسباب پیدا کریں۔ اور ضرور ہے کہ ہم خبیث اور طیب کے درمیان ایک
نشان قائم کریں۔ وہ یہ ہے۔ کہ طیب جماعت کو خدا مظفر و منصور کریگا۔ اور دوسروں کو ذلیل کر کے ابدی
ہلاکت کے گڑھے میں ڈالدے گا ؛

یہ پیشگوئی اُسوقت کیگئی تھی۔ جبکہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی خطرے میں تھی ۔

پیشگوئی نمبر ۴۴

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۗ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ (آل عمران ۱۹)

(ترجمہ) یہودیوں نے زکوٰۃ وغیرہ کے احکام پر (تمسخر سے) کہا کہ اللہ فقیر ہو گیا ہے۔ اور ہم غنی دولتمند
ہیں۔ اسپر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بہت ہی جلد ہے (سزا کا دن) اور جو کچھ کہاہے انھوں نے ہمنے لکھ لیا ہے
اور ان کا انبیاء اللہ سے مقابلہ بھی لکھ لیا ہے۔ اور عنقریب ہی ہم انکو کہدینگے کہ آؤ چکھو ہمارا عذاب
جلا دینے والا ؛

سو کون دنیا کا تاریخ دان اہل انصاف نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی عذاب الحریق کی پیش از وقوع
بتائی گئی تھی۔ جبکہ یہود بڑے متکبرانہ الفاظ بولا کرتے تھے۔ اور ان کو کب یقین تھا کہ ہم پر قتل
اور جلاوطنی اور ذلّۃ ابدی اور مسکنت کا نزول ہو گا۔ لیکن خدا کی بات تھی۔ پوری ہوئی ؛

پیشگوئی نمبر ۴۵

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۔

(ترجمہ) اور بے شک اور بے شبہ ضرور بالضرور اے مسلمانوں تم ہمیشہ سنوگے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جو پہلے تم سے ہیں۔ اور مشرکین آریہ وغیرہ سے اذیت رساں باتیں ؛

سو یہ پیشگوئی بھی آج تک بڑی آب و تاب کے ساتھ پوری ہوتی ہوئی ایک عالم کو نظر آ رہی ہے، کہ اہل کتاب نے اور ان سے بڑھ کر مشرکین نے مسلمانوں اور انکے محبوب پیغمبر سید علیہ السلام کو کس قدر گالیاں دیں اور اذیت رساں باتیں کہیں۔ جن سے ایک سچے مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ یہ خبر خدائے علیم کی تھی۔ جو پوری ہوتی ہے ؛

ریویو

مذکورہ بالا کتب میں سے دیوان حسرت کو ہم نے دیکھا ہے۔ بہت پرسوز کلام ہے۔ جو لوگ غزلیں پڑھنے کے شائق ہیں۔ اور دل میں درد پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ وہ اسے منگا کر پڑھیں ؛

ریویو

احمد ہمارے مکرم بھائی سیٹھ عبداللہ الہ دین (الہ دین بلڈنگس سکندرآباد دکن) نے یہ خوشنما انگریزی رسالہ شائع کیا ہے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود کی خود نوشت تعلیمات درج ہیں۔ انگریزی جاننے والوں میں تبلیغ اور ان کے قلوب پر سلسلہ احمدیہ کا نقش بٹھانے کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہے۔ خدا سیٹھ صاحب کو جزائے خیر بخشے۔ انجمن ترقی اسلام سے ایک روپیہ پر ملسکتا ہے ؎

ہولی قرآن اس انگریزی رسالہ میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کی تعلیمات کا خلاصہ درج ہے، غیر مسلموں کو اسلام کا صحیح علم دینے کے لئے بہت ہی عمدہ مجموعہ ہے یہ بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ پر شائع کیا ہے۔ اسکی اشاعت بھی ولایت میں بہت فایدہ رساں ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ؎

بڑی جنتری ۱۹۱۷ء یہ وہی مشہور و معروف جنتری ہے جو نامی پریس کانپور سے ہر سال بہت مفید مطالب کو لئے ہوئے اعلیٰ چکنے کاغذ پر عمدہ چھپوائی کے ساتھ دیدہ افروز عالم ہوتی ہے۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے حجم کم ہے۔ مگر پھر بھی بہت کچھ ہے۔ قسم اعلیٰ ایک روپیہ اور معمولی کاغذ پر بھی ملسکتی ہے۔ جناب محمد رحمت اللہ صاحب رعد۔ نامی پریس کانپور سے طلب کریں ؎

اسکے علاوہ تین اور کتابیں لپنے طور پر میری نظر سے گذری ہیں ؎

عائشہ صدیقہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوانح زندگی مولانا نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری مشہور و معروف ادیب نے لکھے ہیں اور ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین (گوجرات) نے چھپوائے ہیں۔ جناب نیاز کا نام دیکھ کر مینے خیال کیا کہ یہ کتاب ایسی ادق عبارت میں لکھی گئی ہوگی کہ خواتین کے مطالعہ کے قابل نہ رہی ہوگی۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ کہ اسکی عبارت سلیس ہے۔ اور حالات بھی مصنف نے بہت عمدگی سے جمع کئے ہیں۔ میں جماعت احمدیہ سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر اپنے اپنے

گھروں میں پڑھنے کے لئے دیں۔ بے ہودہ ناولوں اور قصے کہانیوں کی بجائے مستورات کو ایسی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ قیمت ۲ ار (جو زیادہ ہے) حجم ۱۲۸ صفحے۔ ملنے کا پتہ:۔ رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین (گوجرات) اس کتاب کے پروف دیکھنے میں بے احتیاطی یا لاپروائی قابل افسوس ہے ❊

وجدانی نشتر

خدا جزاء خیر دے۔ میرے دیرینہ رفیق منشی محمد الدین صاحب فوق کو جنہوں نے یہ کتاب مرتب کر کے اہل اللہ کے راز و نیاز۔ سوز و ساز۔ سکون و اضطراب حال و قال۔ وجد و وصال کا ایک لازوال روحانی خزانہ ہمیں دیدیا ہے۔ پہلے حصہ میں ان آیات قرآنی کا ذکر ہے۔ جنہیں سنکر وجد طاری ہوا۔ کوئی اسلام لایا۔ اور کوئی تڑپ کر رہ گیا۔ دوسرے حصے میں وہ عربی اشعار ہیں جنہیں پڑھ یا سنکر بے خودی کی حالت طاری ہوئی اس حصے کے متعلق مجھے یہ سخت شکایت ہے۔ کہ فوق صاحب نے تصحیح کا کچھ انتظام نہیں کیا۔ اول تو اشعار ہی غلط چھپے ہیں۔ پھر اپر اعراب نہیں۔ اسلئے ان کو جو عربی کم جانتے ہیں محض ترجمے سے چنداں لطف نہیں آسکتا۔ تیسرے حصے میں وہ عربی اور زیادہ تر فارسی اشعار ہیں۔ جنہیں سُنکر بعض اہل اللہ جان سے گذر گئے۔ چوتھا تیر و نشتر ہے۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کیلئے ہے۔ کسی کو تڑپا دیا۔ کسی کا داغ حسرت چمکا دیا۔ اور کسی کو ذات بحت سے ملا دیا۔ اور کسی کو گھر بار بھلا دیا۔ پانچواں حصہ درد دل کا رکھا ہے۔ اس حصہ میں ہمارے خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدین رضی کا بھی ذکر ہے۔ چھٹے حصے میں کچھ پنجابی اشعار ہیں۔ مگر کم۔ حالانکہ بہت مل سکتے تھے ۱۲۸ صفحے کی کتاب مجلد ایک روپیہ میں ملیگی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مینے خیال کیا کہ یہاں تو ایک ایک مصرعے پر کسی کی جان گئی۔ اور کوئی تڑپ کر رہ گیا۔ وائے برحال اس سنگ دل کے جو تمام کتاب پڑھ جائے۔ اور اس کا دل نہ پسیجے۔ احباب ضرور منگوائیں ❊

منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری لاہور سے ملسکتی ہے ❊

درخواست دُعا۔ وہ مضمون جو تشحیذ کے پہلے صفحوں پر قرآن کریم کی تصدیق کے عنوان سے درج ہے وہ جسقدر فاضلانہ معلومات کا حامل ہے ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں لکھنے والے صاحب اپنے مشکلات حل ہونیکے لئے بھائیوں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ❊

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴

نوٹ :۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے جس لیف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا بلا قیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے ؛

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرات سے بچنے کے لئے وقت کے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں ۔

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آ گیا ہے اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کے لئے پہلے ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنی یا اپنے پڑوسیونکی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ اکتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد و متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی چار آنے محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ ؍ آٹھ شیشی تک ۸ ؍

گھینگھے کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھنگھا سخت اور بہت بُرا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا ہے مگر تھوڑے دن کا ورم رہتے اسی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوا ایسے گھینگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے ۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہیئے اسمیں صرفہ بہت کم ہے ۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے ۔ جو کہ دو ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے ۔ قیمت کھانے کی دوا بارہ آنے (۱۲؍) لگانے کی دوا چار آنے (۴؍) محصولڈاک پانچ آنے (۵؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا پین ہیلر

یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم درد کو دور کرنے کے لئے ایک لاجواب دوا ہے ۔ موچ ۔ چوٹ ۔ گھٹیا کے سبب سے جوڑوں یا گانٹھوں میں درد ہو ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کو لہا گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکے مالش سے فوراً ہی دور ہو جاتا ہے ۔ ڈاڑھ اور مسوڑھے کے درد کو بھی بے فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصولڈاک ۵؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲	بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الثانی	نمبر ۴

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عہ طالبات سے عہ غیر ممالک سے عہ

[illegible] عبد الرحمن [illegible] قادیانی نے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد اللہ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے اور دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک علمی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں

قیمت ۶ر اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵ر

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا چینک کے سرے پر روئی لپیٹ کے اسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذراسی روئی ڈبو کے اسمیں بھردیں فوراً درد بند ہو جاتا ہے قیمت ۸ر محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۶ر

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دواؤں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ابرس وغیرہ دفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈد ڈانیر سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے

قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر سالسہ قیمت عا محصول ۱۰ر

ڈاکٹر ایس کے برمن کا جوہر پیپرمنٹ

یہ تو غالباً سب ہی لوگ جانتے ہیں کہ معمولی درد شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کیا کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیزیں ملی ہوئی ہیں اسلئے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے یہ جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے طیار کرا کے منگوایا گیا ہے اسکے آدھے چاول کے برابر پان میں رکھکر کھانے منہ کی بدبو پیٹ کا درد ریاحی وغیرہ کو دور کرتا ہے گا تیل میں ملا کر کنپٹی میں لگانے سے درد سر کے لئے بھی مفید ہے قیمت فی شیشی ۶ر محصولڈاک وغیرہ ۵ر

نوٹ۔ ادویات ہر جگہ دوا کا متاجر اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۶۱ء

خطبۂ جمعہ

مؤلفہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"حضرت اقدس اپنے ابتدائی زمانہ میں لدھیانہ تشریف فرما تھے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کوئی خطبۂ جمعہ لکھدیں جو ہم سُنا دیا کریں حضور نے یہ خطبہ لکھدیا جو مجھے ایک دوست کی مہربانی سے ملگیا ۹۵ فیصدی احمدیوں کو تو اسکا علم بھی نہ ہوگا اسلئے محفوظ کرنے کے لیے اسے تشحیذ میں دیا جاتا ہے امید ہے ناظرین فائدہ اٹھائینگے" (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعٰلمین

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا اور اپنا کلام نازل کیا تا دنیا کے لیے

نذیرا ن الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض ولم یتخذ

نذیر ہو۔ وہ پاک ذات ہے جو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس کا نہ کوئی

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے۔ اور وہ وہ ہے جس نے کل چیزوں کو ایک مقدار

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ

مناسب اور اندازہ موزون کیساتھ پیدا کیا۔ لوگوں نے اس معبود حقیقی کے سوا اور معبود بنالئے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرسکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنی جانوں کے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں

وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ط كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

نہ اپنی موت و حیات اور پھر جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں — کل انسان موت کا مزہ چکھنے

الْمَوْتِ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۃ خَلَقَ

والے ہیں ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال اور اکرام ہے اس نے

الْمَوْتَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا حَيَّ اِلَّا هُوَ ط وَخَلَقَ الضَّعْفَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَوِيَّ اِلَّا هُوَ ط

موت کو پیدا کیا تا معلوم ہو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی نہیں مگر وہی اور ضعف کو بنایا تا ظاہر ہو کہ قوی کوئی نہیں مگر وہی

وَخَلَقَ الْعَجْزَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَادِرَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ ط اَثْبَتَ

اور عجز کو بنایا تا ثابت ہو کہ قادر کوئی نہیں مگر وہی۔ عجب پاک ذات ہے اور کیا ہی بلند شان ہے اسکی۔ اسنے

حَيَاتَهٗ بِمَوْتِ غَيْرِهٖ ط وَاَثْبَتَ قُوَّتَهٗ بِضُعْفِ غَيْرِهٖ

دوسروں کی موت سے اپنی دائمی زندگی ثابت کی اور دوسروں کے ضعف سے اپنی قوت کا اظہار کیا۔

وَاَثْبَتَ قُدْرَتَهٗ بِعَجْزِ غَيْرِهٖ ط تَفَرَّدَ فِيْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ

اور دوسروں کے عجز سے اپنی قدرت کا ثبوت دیا وہ یگانہ ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں

وَقُوَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَحَيَاتِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْهَا اَحَدٌ

اور اپنی قوت میں اور اپنی قدرت میں اور اپنی دائمی زندگی میں اور ان باتوں میں اسکا کوئی شریک نہیں

وَّاِنْ كَانَ نَبِيًّا اَوْ وَلِيًّا ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو اور درود اور سلام ہے اس کے رسول

مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَسِرَاجِ السُّبُلِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور کل بھلائی کی راہوں کے روشن چراغ ہیں خاتم الانبیاء

وَاَحَبَّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ

اور کل بنی آدم سے خدا کو عزیز و محبوب ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائک اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

بھیجتے ہیں تم بھی اے ایمان والو! اپنے نبی پر محبت اور سچے دل سے درود اور سلام بھیجو

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا خَادِمِی الدِّیْنِ لِلّٰہِ وَصَلُّوْا خَاشِعِیْنَ

اے ایمان والو! خدا کے لئے خدا کے دین کے خادم بنجاؤ۔ اور خشوع اور خضوع کیساتھ نماز پڑھو

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ط

اور خدا کے نہایت فرمانبردار بندے ہو جاؤ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنے حدود اسلام

اِنَّ الْمَوْتَ قَرِیْبٌ مَا نَجَا مِنْہُ نَبِیٌّ وَّلَا وَلِیٌّ ط وَلَوْ کَانَ

بلاشبہ موت قریب ہے اور موت سے آجتک کسی نے نجات نہیں پائی نہ کسی نبی کو چھوڑا کسی ولی کو۔ اگر کوئی

اَحَدٌ مِّنَ الْاَحْیَاءِ لَکَانَ نَبِیُّنَا وَسَیِّدُنَا مُحَمَّدُ

فرد بشر موت سے نجات پاتا تو یقیناً اس کے رب سے زیادہ مستوجب اور مستحق ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ

الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط یٰاَیُّھَا النَّاسُ لَا تَغْلُوْا

صلی اللہ علیہ وسلم تھے اے لوگو! اپنے قولوں میں حد سے نہ بڑھو

فِیْ قَوْلِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا اِلَّا الْحَقَّ وَلَا تَقُوْلُوْا بِعِیْسٰی

اور جو بات کہو حق کہو اور یہ بات ہرگز اپنے منہ سے نہ نکالو کہ عیسےٰ ع

عَلَیْہِ السَّلَامُ حَیًّا بَلْ ھُوَ مَاتَ وَتُوُفِّیَ وَرُفِعَ وَاُدْخِلَ

بجسد عنصری زندہ ہیں بلکہ وہ مر گئے اور ان کی روح پاک قبض کی گئی اور عزت کیساتھ

فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ الَّذِیْنَ مَاتُوْا مِنْ قَبْلِہٖ وَکَیْفَ

آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ ان صالحین کی جماعت میں داخل کئے گئے جو ان سے پہلے اس دار فنا سے کوچ کر گئے

تُنْکِرُوْنَ بِمَوْتِ الْمَسِیْحِ وَقَدْ تَقْرَءُوْنَ ذِکْرَ وَفَاتِہٖ

ہیں مسیح ع کی موت کا تم کیونکر انکار کرتے ہو۔ جب کہ تم قرآن کریم میں ان کی وفات کا ذکر پڑھتے

فِی الْقُرْاٰنِ وَلَا تَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ط ۵

ہو حق بات کو نہ چھپاؤ جب کہ تمہیں معلوم ہے

[illegible]

خطبہ دوم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلہ قیامت ایک نہایت ہولناک گھڑی

عَظِيمٌ ۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِالسَّاعَةِ وَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا

ہے تم اس ساعت کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اسکی بڑی علامتیں ظاہر ہو گئیں

وَقَدْ جَاءَ الْمَسِيحُ الَّذِي بُشِّرَ لَكُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكُمْ

اور بالتحقیق وہ مسیح جس کے آنے کی تمہیں بشارت دی گئی تھی تم میں آگیا اور تمہارے رب کی

صِدْقًا وَعَدْلًا فَاشْكُرُوا اللّٰهَ وَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَكُونُوا

بات نہایت سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہو گئی خدا کا شکر کرو اور مسیح موعود کی پیروی کرو

أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوا رَبِّكُمْ وَأَنَّكُمْ إِلَيْهِ

سب سے پہلے منکر تم ہی نہ بنو یاد رکھو خدا کے سامنے ہونا ہے اور اسی کی

رَاجِعُونَ ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرُدُّوا نِعْمَتَ رَبِّكُمْ وَاتَّقُوا

طرف پھر جانا ہے اے لوگو اپنے رب کی نعمت کو رد نہ کرو۔ اور اس قوم کے حالات سے

مِنْ أَمْثَالِ قَوْمٍ كَانُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَصَلُّوا عَلَى

عبرت حاصل کرو جو خدا کی ناشکری اور انکار سے ذلیل بندر بنائی گئی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَبِيِّكُمْ وَاعْدِلُوا فِي كُلِّ أَمْرِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

پر درود بھیجو اور کل امور میں طریق عدل اختیار کرو۔ دیکھو خدائے کریم عدل اور احسان اور ایتاء

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں اور گناہ کے کاموں اور سرکشی کے طریقوں سے

وَالْبَغْيِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ فَإِلَيْهِ تَبَتَّلُوا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

منع فرماتا ہے۔ اول اور آخر سب تعریفیں اسی کو ہیں اسی کے ہو رہو اے مومنو! فقط

ہمارا ترجمہ قرآن کیسا ہو؟

منقول از البدر ۲۳ر اکتوبر ۳۰ر اکتوبر و ۵ نومبر ۱۹۰۳ء

حضرت مسیح موعودؑ - میرا خود بھی یہ ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ قرآن شریف کا ہمارے سلسلہ کی طرف سے نکلے۔

محمد عبد الحق - اسکی ضرورت کو یورپین لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی اور محسوس نہیں کر سکتا الخ

حضرت مسیح موعودؑ صرف قرآن کا ترجمہ اصل میں مفید نہیں جبتک اسکے ساتھ تفسیر نہ ہو مثلاً غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کی نسبت کسی کو کیا سمجھ آسکتا ہے کہ اس سے مراد یہود نصاریٰ ہیں جب تک کہ کھولکر نہ بتلایا جائے اور پھر یہ دعا مسلمانوں کو کیوں سکھائی گئی اسکا یہی منشا تھا کہ جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کا انکار کر کے خدا کا غضب کمایا ایسا ہی آخری زمانے میں اس امت نے بھی مسیح موعود کا انکار کر کے خدا کا غضب کمانا تھا اسلئے اول ہی ان کو بطور پیشگوئی کے اطلاع دی گئی کہ سعید روحیں اسی وقت غضب سے بچ سکیں“۔

مندرجہ بالا سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کس قسم کا ترجمہ قرآن اور تفسیری نوٹ اپنے سلسلہ احمدیہ کی طرف سے پسند فرماتے تھے اور اس سے نہ صرف طرز تبلیغ جو یورپ میں ہمیں اختیار کرنی چاہئے واضح ہے (یعنی مسیح موعود کا ذکر ضرور ہو) بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ مسلمانوں کے افادہ کے لئے جو ترجمہ ہو۔ اسمیں بھی انہیں مسیح موعود کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے یہانتک کہ انہیں سمجھایا جائے کہ کافر کہنے سے نہیں بلکہ مسیح موعود کا محض انکار کرنے سے انسان یہود کی طرح خدا کے غضب میں آجاتا ہے۔

واللّٰہ یعصمک من الناس

"عیسائیوں کی طرف سے اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلعم کو زہر دیا گیا اور آپکی وفات اسی کے اثر سے ہوئی۔ اسکا مختصر جواب حضرت خلیفہ ثانی نے ایک دوست کو لکھایا" (ایڈیٹر)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا مگر آپنے کھایا نہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے آپکو اطلاع دیدی منہ تک لقمہ لیگئے تھے پھر پھینکدیا۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے آپکو کوئی مرگی کا دورہ زہر کھانیکے بعد ہوگیا۔ آپکو مرگی کا دورہ بھی نہیں ہوا لقمہ منہ میں جو رکھا اسکے اثر سے گردن کے پٹھوں پر کچھ اثر ہوا تھا مگر نہ آپنے کھایا نہ اسکا کوئی زیادہ اثر ہوا۔ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں سب آیتیں قابل عملدرآمد ہیں پس جب کوئی منسوخ ہی نہیں تو منسوخ آیت کے معلوم کرنے کے لئے کسی معیار کی بھی ضرورت نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جس قدر معجزات ظاہر ہوئے اسکی نظیر کسی نبی کے معجزات میں نہیں پائی جاتی جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول کریم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا وہ غلطی پر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمی کہنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا پہلے نبی بھی آدمی تھے اگر کسی آدمی کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تو پہلے نبیوں کے ذریعہ معجزات کا ظہور کس طرح ہوا۔ اسلام کے معنے فرمانبرداری ان معنوں سے جسقدر نبی گزرے ہیں سب مسلم تھے ہاں جس صورت میں کہ اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اسکے پابند نہ تھے ان کے لئے الگ شریعتیں تھیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوتی رہیں والسلام

ایک معزّز دوست کے سوالات کے جواب

ناظرین کرام ایک معزّز دوست کے خط نے ہمیں اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا ہے انہوں نے چند سوالات نقل کئے ہیں جو مع سوال و جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں وما توفیقی الا باللہ

بیہقی میں من السماء کا لفظ

(۱) ایک مولوی نے کہا کہ بیہقی کتاب الجوائز و الصلوٰۃ میں جو حدیث نزول مسیح کی ہے اسمیں من السماء کا لفظ موجود ہے یعنے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم من السماء

پہلا جواب

جواباً عرض ہے کہ بیہقی ایک ایسی عنقا صفت کتاب ہے کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جو مولوی بھی مذکورہ بالا حدیث کو اسی کی طرف منسوب کرتا اور پھر اسکو بطور سند ہمارے مقابلہ میں پیش کرتا ہے وہ اس کتاب کی صورت شکل سے ہی ناواقف محض ہے چہ جائیکہ اس نے مذکورہ بالا حدیث کو اس کتاب میں بچشم خود مندرج پایا ہو۔ پس ایک ایسی کتاب جو کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے اسکی کسی حدیث کو بطور سند پیش کرنا دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

دوسرا جواب

خصوصاً جبکہ وہی حدیث بخاری میں (جسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا رتبہ دیا گیا ہے) بھی آئی ہے اور اسمیں من السماء کا لفظ موجود نہیں۔ پس ایک ایسی صحیح حدیث کو نظر انداز کر کے ایک موہوم اور ظنی حدیث کو مع زیادہ بطور سند پیش کرنا کسی صاحب انصاف کے نزدیک صحیح امر نہیں وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ حق اور یقین کے مقابلہ میں ظن کی کیا وقعت ہو سکتی ہے ہاں اگر معترضین اس عنقا کی تلاش میں کامیابی حاصل کرلیں پھر ان کی پیشکردہ حدیث بھی اسمیں انہی الفاظ میں لکھی ملجائے تو پھر کسی قدر غور بھی کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال سوال اول کے جواب میں تو ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث معراج

(۲) ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے شب معراج میں آنحضرت صلعم نے قیامت کے بارہ میں انبیاء کرام سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ دوسروں نے لاعلمی ظاہر کی مگر عیسے ؑ نے کہا کہ میرا نزول اب قیامت میں

مقدسہ ان دونوں حدیثوں سے اگر کوئی رفع مسیح بجسد عنصری کا استدلال کرے تو کیا جواب دیا جائے

گفتگو ثبوت حیات بجسد عنصری نہیں

حدیث اوّل کے متعلق تو ہم اوپر لکھ آئے ہیں رہی ابن ماجہ کی حدیث اگر ابن ماجہ کی حدیث سے مسیح کا بجسم عنصری مرفوع ہونا ثابت ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دیگر انبیاء کو بھی جن سے آنحضرت صلعم نے اسی طرح گفتگو کی جس طرح کہ حضرت عیسےٰ سے مرفوع بجسدہم العنصری تسلیم نہ کیا جائے اگر باوجود اس کے باقی انبیاء بمعہ جسم عنصری مرفوع نہیں ہوئے تو کس امتیازی نشان کی بناء پر مسیح کو اس حالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے جس حالت میں کہ دیگر انبیاء آسمان پر موجود ہیں۔

حدیث کو قرآن مجید سے مقدم نہ کرو

خصوصاً جبکہ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے خصوصیّت کے ساتھ حضرت عیسےٰ کی وفات کا ذکر بوضاحت کر دیا ہے بخوف طوالت صرف ایک آیت قرآنی ذیل میں درج کیجاتی ہے جسمیں حضرت عیسےٰ اپنی زبان سے اپنی وفات کا اقرار کرتے ہیں اور اس بیان کا راوی وہ ذات پاک ہے جس کی طرف کوئی غلطی اور سہو منسوب نہیں ہوسکتا اور ابن ماجہ کی حدیث کے راوی ایسے وجود ہیں جن کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے خلق الانسان ضعیفا۔ پس انسانوں کی روایت کو خدا تعالےٰ کی روایت پر ترجیح دینا سخت بے انصافی ہے اور حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ حدیث جو واقعہ میں آنحضرت کا ہی فرمان ہے۔ قرآن کے بیان کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ ہاں طریق ادب یہ ہے کہ جو حدیث قرآنی آیت سے بظاہر ٹکراتی ہو اسکو معقولی رنگ میں قرآن کے مطابق کرنا چاہئے اور واعتصموا بحبل اللّٰہ پر عمل کر کے قرآن کریم کی یقینی بات پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ حدیث وہ چیز ہے جسے راویوں کے اعتبار پر آنحضرت کا کلام کہا جاتا ہے محدثین نے بہت چھان بین کی ہے مگر وہ بھی آخر انسان تھے انکی یہ شان نہیں کہ وہ غلطی سے مبرّا ہوں یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء نے لکھا ہے کہ کئی حدیثیں ہیں جن کو اسناد کے لحاظ سے ضعیف کہا جاتا ہے لیکن آنحضرت نے ہمکو کشفی رنگ میں بتایا کہ وہ صحیح ہیں اور کئی حدیثیں اسناد کے لحاظ سے صحیح اور مرفوع ہیں لیکن آنحضرت نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ غلط ہیں یونہی میری طرف منسوب کی گئی ہیں ایسے لوگ بہت ہو گزرے ہیں جنھوں نے حدیث موضوع کو باسناد صحیح آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا بعض کو تقوی اللّٰہ نصیب ہوا۔ اور انہوں نے اپنی موضوعات پر محدثین کو مطلع

کردیا جنکو محدثین نے علیحدہ کردیا لیکن جو مطلع کئے بغیر مر گئے انکی موضوعات کو صحیح حدیث سے علیحدہ کرنے کے لئے یہی طریق ہوسکتا ہے کہ احادیث کو قرآن پر عرض کیا جائے اگر قرآن کے مطابق ہو یا کم از کم قرآن کے خلاف نہ ہو۔ اسکو صحیح تسلیم کیا جائے اگر کسی مخالف حدیث کے معنے قرآن کے مطابق ہوسکیں۔ تو اسکی صحیح معنوں میں تاویل کرنی چاہئے۔ پس اگر ابن ماجہ کی حدیث سے کسی کو یہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو خداتعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کی زبانی قرآن کریم میں یہ روایت کی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں ایسا شخص اس یقینی روایت سے اپنی سمجھ کی اصلاح کرے اور اس حدیث کے متعلق طریق ادب یہ اختیار کرے کہ اسکے ایسے معنے کرے جو قرآن کے خلاف نہ ہوں۔

مرنے کے بعد پاک روحیں اعلیٰ علیین پر

اصلی بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی مومن وفات پاتا ہے تو ملائکہ اسکی روح کو بڑی عزت کے ساتھ آسمان پر لیجاتے ہیں اور اسکے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ان اللہ یرفع بھذا القرآن اقواما (مشکوٰۃ) اور من تواضع للہ یرفعہ (بخاری) کے مطابق اللہ تعالیٰ متواضع افراد مومنین کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیتا ہے اسلئے آنحضرت صلعم نے بھی وفات کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ بالرفیق الاعلیٰ کہ الٰہی مجھے بھی وفات دیکر ان رفیقوں میں ملا دے جنکو تو نے اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت کرکے اعلیٰ مرتبہ بخشا ہے تو آنحضرت نے شب معراج میں انہی رفقاء سے ملاقات کی تھی جو فوت ہو چکے تھے اور عیسےٰ علیہ السلام نے جو انہی فوت شدہ انبیاء میں سے تھے آنحضرت کو فرمایا فانزل پھر میرا نزول ہوگا

از روئے قرآن کریم مردے واپس نہیں آتے

اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی رو سے مردوں کا زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع ہے چنانچہ خداتعالےٰ فرماتا ہے ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون کہ مرنے کے بعد پھر تم قیامت کو ہی اٹھائے جاؤ گے پھر فرماتا ہے ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون کہ جو مر چکے ہیں ان کے اور دنیا کے درمیان روک ہے جو دوبارہ دنیا میں آنے سے ان کو روکتی ہے پھر فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون کہ جو مر گئے ہیں ان کا دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آنا حرام اور ممنوع ہے اور حضرت جابر کے والد کا قصہ آنحضرت کی زبانی اس آیت کی پوری تشریح کر دیتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ان شہداء سے جنہیں اس نے

جابر کے والد بھی تھے فرمایا کہ میں اسقدر خوش ہوں کہ جو کچھ تم چاہو مجھ سے مانگو میں تمکو دونگا شہداء نے درخواست کی کہ ہمیں پھر دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں آپ بھیجیں پھر ہم آپکی راہ میں جان دیں لیکن خدا تعالے نے باوجود اپنے وعدے کے جو کچھ تم مانگو گے میں تمکو دونگا یہ جواب دیا سبق القول منی انہم لا یرجعون۔ تمہاری یہ درخواست تو ہمارے اس قانون کو توڑتی ہے جو ہمنے قرآن میں صحیح فرمایا ہے کہ جو مر جائے اسکو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائیگا پس تمہاری یہ درخواست منظور نہیں کیجا سکتی گویا اس آیت کی تفسیر خود خدا تعالے نے یہ بیان فرما دی کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے پھر خدا تعالے فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی کہ اللہ تعالے دو وقت روح قبض کرتا ہے ایک سونے کے وقت اور ایک موت کے وقت جو موت کے وقت قبض کرتا ہے اسکو پھر دوبارہ نہیں بھیجتا بلکہ روک رکھتا ہے اور جو نیند کے وقت قبض کرتا ہے اسکو مقررہ میعاد تک واپس کر دیتا ہے

فانزل سے کیا مراد ہے

پس عیسیٰ ع کے قول فانزل کے یہ معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں آئینگے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فانزل کے ساتھ من السماء نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت میرا مثیل پیدا ہوگا جو صعود کے مرتبہ پر پہنچکر خدا کے حکم سے مخلوق کی طرف نزول کریگا یعنے اسکو پیغام رسالت دیا جائیگا چنانچہ زرقانی جلد صفحہ ۴۱ میں لکھا ہے ان عیسٰے یاتی ذواحد من ھذہ الامۃ کہ جس عیسیٰ نے آنا ہے وہ اسی امت کا ایک فرد ہوگا۔

انبیا قبل بعثت مخلوق سے قطع تعلق کر کے ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور خدا سے کامل تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ اس صعود کے بعد خدا تعالے ان کو مخلوق کی طرف متوجہ کرتا ہے تا اپنے نزول سے وہ دیگر مخلوق خدا کو بھی تعلق باللہ کا شرف حاصل کرائیں اسلئے آنحضرت صلعم کے متعلق بھی خدا تعالے فرماتا ہے انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً کہ اللہ تعالے نے تمہاری طرف آنحضرت کو نازل فرمایا ہے پس جس رنگ میں آنحضرت کا نزول ہوا اسی رنگ میں مثیل مسیح کا بھی نزول مقدر تھا۔ اور ایسا ہونے میں مثیل کو بھی اصل کے حکم میں داخل کر لیا جاتا ہے چنانچہ آیت آخرین منہم میں آنحضرت کا دوبارہ مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے۔

لیکن حال مثیل محمدی جو سلمان فارسی کی نسل سے ہے اور واذ نجینکم من ال فرعون میں خدا تعالے نے آنحضرت صلعم کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو فرعون کے زمانے کے بنی اسرائیل قرار دیا ہے حالانکہ یہ انکے

مثیل تھے اسلئے حضرت مسیح نے بھی اپنے مثیل کے آنے کو اپنا آنا قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ نہ تو حضرت مسیح بجسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں اور نہ وہ خود دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے بلکہ ان کے مثیل نے آنا تھا۔ سو وہ وعدہ کے مطابق آگیا۔

امتوں کے اعمال ان کے نبی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام پر انکی امتوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جس سے اس ارحم الراحمین کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو مجسم ہمدردی ہوتے ہیں۔ اپنی امتوں کی لغزشوں سے اطلاع پاکر حق تعالےٰ سے ان کے لئے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش کر انکی عزت افزائی کرے اور انکی امتوں کو راہ ہدایت پر قائم کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ ملائکہ کے ذریعہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اس کے عوض میں میں تمہارے لئے سلامت روی کی دعا کرونگا (مشکوٰۃ) اور فرمایا جو قوم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتی۔ ان کا یہ طریق عمل ان پر وبال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے احسانات اسقدر ہوتے ہیں کہ ان سے انکا امتی کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی وہ ایسے غیور ہوتے ہیں کہ کسی کا تھوڑا سا احسان بھی اپنے ذمہ نہیں رہنے دیتے۔

اس سے انبیاء کو دعا کی تحریک ہوتی ہے

اسلئے جو انپر درود بھیجتا ہے اسکے واسطے خصوصیت کے ساتھ وہ دعا کرتے ہیں اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اس بات کے آرزومند رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی طرح ان کو ان کے پسماندوں کے حق میں یہ بشارت دے کہ جس طرح وہ خود خوش اور بے غم ہیں یہ نعمت ان کو بھی حاصل ہو چنانچہ قولہ تعالےٰ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ان لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ شہداء بشارت چاہتے ہیں ان لوگوں کے حق میں جو دنیا میں ہیں اس بات کی کہ ان پر بھی کوئی خوف اور حزن نہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام تو افضل الشہداء ہیں اسلئے وہ بھی اپنی امتوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کو خوف حزن سے نجات دے اور گمراہی سے بڑھکر اور کوئی خوف کا مقام نہیں کیونکہ تمام غم و الم اسی کی پاداش میں انسان کو پہنچتے ہیں پس وہ مجسم ہمدردی یعنے انبیاء خدا تعالےٰ کے آستانے پر گرتے اور اپنی امتوں کی سلامتی اور رہنمائی کے لئے عجز کیا کرتے ہیں۔

انبیاء اپنی امت کو گمراہی سے بچانے کیلئے خود آنا چاہتے ہیں

اور ویستبشرون بنعمۃ من اللّٰہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بعثت انبیاء کی بھی درخواست کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت بعثت انبیاء کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ شہداء دنیا میں دوبارہ آنے کی درخواست کرتے ہیں انبیاء کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خود دنیا میں آکر اپنی امتوں کی اصلاح کریں۔

خود آنا خلاف سنت ہے اسلئے انکا بروز مبعوث ہوتا ہے

مگر چونکہ یہ اسکے وعدہ انہم لا یرجعون کے خلاف ہے اسواسطے خدا تعالیٰ دنیا میں انکے بروز اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو ان کے پیشوا اور مقتدا بنکر ان کو سلامتی کی راہ پر چلاتے ہیں اور اس طرح ان کو اس بڑے خوف اور حزن سے نجات دلا کر جنت النعیم کے وارث بنا دیتے ہیں۔ غرض اس طرح ان فوت شدہ انبیاء کی دعائیں عملی جامہ پہنتی ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ دنیا کو گمراہی سے نکالکر راہ راست پر چلانے کے لئے انبیاء کو مبعوث کرتا ہے۔

خاتم النبیین تمام نبیوں کے قائمقام

آنحضرت کے زمانہ میں تمام انبیاء کی امتیں بگڑ چکی تھیں وہ اپنے آپکو انکا مطیع سمجھتی تھیں لیکن درحقیقت ان کی اطاعت سے دور جا رہی تھیں خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء فوت شدہ کی متفقہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخش کر آنحضرت جیسا جامع جمیع کمالات انبیاء تمام نبیوں کی امتوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا اور چونکہ آنحضرت کو علم دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں امت دعوت کو کیا امت اجابت بھی بدترین مخلوق ہو جائیگی۔

آخری زمانہ کا رسول تمام رسولوں کا قائمقام

اسلئے آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم میں خدا تعالیٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت کی دوبارہ بعثت کا ذکر فرمایا۔ اور دراصل وہ آنحضرت کے مثیل کی پیشگوئی ہے اسلئے ابن ماجہ کی حدیث میں جو حضرت عیسیٰ نے اپنے نزول کی خبر دی ہے تو اس سے مراد انکا مثیل ہے کیونکہ آنیوالا آنحضرت کا بروز ہونے کے باعث جو تمام انبیاء کے جامع تھے حضرت عیسیٰ کا بھی بروز ہے اور مثیل بھی اسلئے خدا تعالیٰ نے بھی واذا الرسل اقتت فرما کر آنے والے کو بھی تمام انبیاء کا قائمقام قرار دیا ہے

مسیح نے اپنے نزول کا خصوصیت سے ذکر کیوں کیا

لیکن انہوں نے اپنے مثیل ہو کر آنے کی خبر خصوصیت کے ساتھ اسلئے دی کہ آپکی امت نے تمام امتوں سے بڑھکر ہدایت فی الدین کا محتاج ہونا تھا اسلئے ان کو اپنی امت کی زیادہ فکر تھی جس کیوجہ سے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ اپنے نزول کا ذکر فرمایا۔

عیسیٰ نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میرا مثیل آئیگا

اگر کوئی کہے کہ جب انہوں نے خود نازل نہیں ہونا تھا تو کیوں یہ نہ فرمادیا کہ میرا مثیل آئیگا کسی کو دھوکا بھی نہ لگتا اسمیں یہ حکمت ہے کہ جس توجہ اور فکر سے انسان اپنا کام آپ کرتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا مثیل کے لفظ میں چونکہ ایک قسم کی دوئی پائی جاتی ہے اس خیال سے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ مثیل مسیح مسیح کی قوم کی اصلاح میں شاید کامیابی حاصل نہ کر سکے جیسا کہ حضرت ہارون کی مثال موجود ہے جبکہ موسیٰ طور پر چلے گئے اور ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی

کسی قدر اخفاء ضروری تھا

مسیح نے اسکا اپنا آنا بیان فرمایا تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو سکے اور قرآن کریم کو تدبر کی نگاہ سے دیکھنے والے کو اس سے دھوکا ہرگز نہیں لگ سکتا جبکہ اسمیں صاف لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع اور سنت اللہ کے خلاف ہے اور اگر کسی قدر اخفاء نہ رکھا جاتا۔ تو کلام الٰہی پر کوئی تدبر ہی نہ کرتا۔ جیسا بطور تنبیہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اسلئے خدا تعالیٰ نے مومنوں کی عقل اور فراست بڑھانے کے لئے قرآن کریم میں ایسی طرز رکھی ہے کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا اسکی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ٹھوکر کھاتا ہے اور جو اسے گہری نظر سے دیکھتا اور تدبر کرتا ہے خدا تعالیٰ اسکو انشراح صدر عطا فرماتا ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا کا یہی مطلب ہے۔ اور تدبر کے ذریعے جو علم انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کے دلمیں گڑ جاتا ہے اور وہ کسی کے اغواء سے اس راسخ عقیدہ کو ترک نہیں کرتا۔ اور آنحضرت بھی چونکہ خدا تعالیٰ کے مظہر ہیں اسلئے ان کے کلام میں بھی تدبر کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ غیر احمدیوں کو بھی تدبر فی القرآن کی توفیق بخشے۔

معراج

تیسرا سوال جو معزز دوست نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ معراج جسمانی کے اثبات میں اسلاف کے مولوی اکثر پیش کرتے ہیں کہ اسریٰ بعبدہٖ میں عبد کا لفظ جسم مع الروح دونوں پر بولا گیا ہے۔ اول تو وہ آیت جس میں اسریٰ بعبدہ کا فقرہ ہے اس میں آسمان کا کہیں ذکر نہیں پھر یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت بجسد عنصری آسمان پر گئے تھے۔

اور پھر اسکا کیا ثبوت ہے کہ عبد روح اور جسم عنصری دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کریم میں لکھا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (ترجمہ) اے اطمینان یافتہ روح اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے پس میرے عباد میں شامل ہو جا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعد وفات مومن کی روح آسمان کی طرف بڑی عزت سے اٹھائی جاتی ہے اور وہاں مومنوں کو مرتبے دیئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ان ارواح پر عباد کا لفظ بیان فرمایا اور مرنے والے مومن کی روح کو ان پاکیزہ ارواح میں شامل ہونے کی خوشخبری دی ہے اور دعائے جنازہ میں آنحضرت نے صرف جسم پر جس میں روح نہیں عبد کا لفظ استعمال کیا ہے اللھم عبدک ابن عبدک کان تشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدک ورسولک وانت اعلم بہ منی۔ پس یہ استدلال کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ چونکہ اسریٰ بعبدہ میں عبد جسم اور روح دونوں پر بولا گیا ہے اسلئے آنحضرت کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا یہ ایک من گھڑت بات ہے جو کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح دونوں کے ذریعہ ہوا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ناظرین نے بارہا رؤیا میں دیکھا ہوگا کہ دور دراز ملکوں کی انہوں نے سیر کی ہے مگر کیا انکی یہ نقل و حرکت اس عنصری جسم کے ساتھ ہوتی ہے نہیں بلکہ اس عالم کا جسم اسی عالم میں رہتا ہے اور روح کو دوسرے عالم کے مطابق دوسرا جسم عطا ہوتا ہے لیکن چونکہ آنحضرت کی روح نہایت پاکیزہ اور لطیف تھی اسلئے آپ کی روح کو معراج کی رات نہایت اعلیٰ اور نورانی جسم عطا ہوا پس اس لحاظ سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح ہوا مگر وہ یہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ ایک اور نورانی جسم آپکو عطا ہوا تھا صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۳ میں لکھا ہے۔ قال واستیقظ و فی المسجد الحرام کہ معراج کے سارے نظارے کے بعد آپ بیدار ہوئے جس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ آپکی سیر معراج بذریعہ رؤیا ہوئی ورنہ ماننا پڑیگا کہ حضرت بلال نے بھی بجسم عنصری معراج آسمانی کا شرف حاصل کیا بلکہ آنحضرت سے بھی وہ سبقت لے گئے کیونکہ آنحضرت نے اپنے آگے آگے حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سنی اور اسکو دیکھا۔ بخاری کتاب الامانہ صفحہ ۲۹۲ - اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمنے یہ جواب لکھا ہے۔ خدا تعالےٰ اسکو مفید اور بابرکت کرے آمین (خاکسار حافظ جمال احمد)

مکالمۂ شیعہ و احمدی

نمبر ۲

(از قلم جناب منشی غلام حسین صاحب قادیانی بھیروی)

شیعہ۔ جناب رسول صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے علی منّی و انا منہ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے۔ نیز فرمایا ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنے جس کا میں مولا ہوں علی اسکے مولا ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں سے بڑھکر آپ ہی خلافت رسول کے مستحق تھے۔

احمدی۔ دونوں حدیثوں سے جناب علی علیہ السلام کا آنحضرت صلعم کے ساتھ کمال قرب و اتحاد و اخوۃ دینی و دنیوی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لیکن اگر ان الفاظ سے خلافت کا استحقاق نکالا جائے تو شیعوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ سوائے جناب علی کے دوسرے بزرگان دین کے حق میں بھی ایسے کلمات احادیث میں وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنے عم محترم عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ العباس[1] منّی و انا منہ۔ دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اہلبیت النبی بروایت ترمذی۔ یعنے عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے۔

پھر ایک صحابی جلیبیب کے حق میں فرمایا ہے ھذا منّی و انا منہ۔ ھذا منّی و انا منہ مسلم معہ شرح نووی۔ باب فضائل جلیبیب رضی اللہ عنہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ احمدی دہلی ۱۲۹۶ھ یعنے یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔

اور مولا کے معنے بھی دوست کے ہیں چنانچہ آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے انت اخونا و مولانا۔ دیکھو بخاری کتاب المناقب الحدیث السحابۃ جلد اول صفحہ ۳۰۴ یعنے اے

[1] عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

زید تو ہمارا بھائی اور دوست ہے فتدبّر

شیعہ- جناب علی علیہ السلام کو جنگ تبوک کے موقعہ پر فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ پس جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اسی طرح جناب علی بھی رسول صلعم کے خلیفہ ہیں۔ اگر دوسرے مستحق خلافت ہوتے تو ان کو بھی خلیفہ بنایا جاتا

احمدی- ہمکو اس سے انکار نہیں کہ جس طرح ایک خاص وقت کے لئے ہارون علیہ السلام موسیٰ کے خلیفہ بنائے گئے تھے اسی طرح جناب علی علیہ السلام بھی تبوک کے وقت بنائے گئے لیکن اس سے کوئی خاص استحقاق خلافت کا اور علی الخصوص خلیفہ بلا فصل ہونے کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا ڈبل استحقاق ثابت ہوگا کیونکہ رسول صلعم نے انکو ایک چھوڑ دو دفعہ مدینہ میں خلیفہ بنائے جانے کا موقعہ ملا۔ عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین دیکھو ابوداؤد مطبوعہ کانپور صفحہ ۴۰۶-

شیعہ- جناب علی علیہ السلام کی محبت علامت ایمان ہے اور آپ کے ساتھ بغض علامت نفاق ہو پس مبارک ہیں جو اس محبت میں سرشار ہیں اور افسوس ہے ان پر جو ان سے بُغض رکھکر برسرپیکار ہیں

احمدی- اس سے ہمکو ہرگز ہرگز انکار نہیں لیکن جس رسول صلعم نے فرمایا ہے لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مومن۔ اسی رسول صلعم نے انصار جان نثار کے حق میں بھی فرمایا ہے اٰیۃ الایمان حب الانصار وآیۃ النفاق بغض الانصار اور نیز فرمایا ہے الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ متفق علیہ مشکوٰۃ باب جامع للمناقب فصل اول - بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۱

سو خدا کا شکر ہے کہ اہلسنت جس طرح علی السلام کو دوست رکھتے ہیں۔ اسی طرح مہاجرین و انصار کو بھی رکھتے ہیں لیکن بعض لوگ صرف جناب علی السلام کو دوست رکھتے ہیں اور مہاجرین و انصار کی

لہ ابن مکتوم کو مدینہ میں دوبارہ خلیفہ بنایا ؏ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار کا بغض ہے ۲؎ انصار سے نہیں محبت رکھتا مگر مومن اور نہیں بغض رکھتا ان سے مگر منافق جو ان سے محبت رکھے اللہ کا محبوب ہے اور جو ان سے بُغض رکھے اللہ کی جناب سے دور ہے۔

وقعت انکی نظروں میں برائے نام ہی ہے بلکہ ابوبکر صدیق کو گوسالہ سامری قرار دے کر بعد وفات رسول صلعم مہاجرین والانصار کو سوائے تین نفر کے مرتد اور گوسالہ پرستوں میں شمار کرتے ہیں۔ کتاب الروضہ کافی صفحہ ۱۱۵ فانک[1] بمنزلۃ السامری ومن تبعہ وھم بمنزلۃ العجل ومن تبعہ۔ غایت المرام سید ہاشم البحرانی مطبوعہ ایران مقصد اول باب ۱۲ حدیث التاسع صفحہ ۱۲۸

شیعہ۔ ہمارے علمائے امامیہ آیۃ اولی الامر منکم سے دوازدہ امام کی امامت نکالتے ہیں۔ آپ کے ہاں اولی الامر منکم کے کون لوگ مراد ہیں؟

احمدی۔ ہمارے محققین کے نزدیک اس سے حکام اور امرائے وقت مراد ہیں ظاہر آیت سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی ایسے لوگوں سے مراد ہے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن حذافہ السہمی کو ایک جنگ کے موقعہ پر امیر لشکر بنایا تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ثبت فی الصحیحین من حدیث سعد بن جبیر عن ابن عباس قال نزل قولہ تعالیٰ۔ یا ایھا الذین[2] امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ فی عبد اللہ بن حذافۃ السہمی بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریہ۔ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۰۴ ہے بارہ امام۔ سو نہ اس آیت میں بارہ کا ذکر ہے نہ اولی الامر کے معنے کسی لغت میں بارہ مرقوم ہیں۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے اسواسطے تمام امت سے افضل اور مستحق خلافت بلافصل ہیں

احمدی۔ سب سے پہلے ایمان توحسب روایات فریقین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا لے آئی ہیں دیکھو حیات القلوب جلد ۲۔ نہ کہ جناب علی علیہ السلام۔ اگر وہ سابق الایمان ہیں بھی تو بیشک لڑکوں میں سے سب سے پہلے ایمان وہ لائے ہیں۔ ورنہ آزاد جوان بالغین مردوں میں سے تو ابوبکر ہی سابق الایمان ہیں یہی وجہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ابوبکر صدیق نے ایمان لاتے ہی قریش میں تبلیغ دین برحق شروع کردی اور زبیر عثمان طلحہ و عبدالرحمن بن عوف جیسے نامی گرامی اور جلیل القدر لوگ انکی کوشش سے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے استیعاب جلد اول صفحہ ۳۴۲

---

[1] آپ ان کی اور اسکے متبعین کی پوزیشن میں ہیں اور وہ بچھڑے اور اسکے پرستاروں کی مانند ۱۲ منہ۔ [2] یہ آیت حذافہ کے معاملہ میں نازل ہوئی جب رسول نے اسے ایک سریہ میں بھیجا۔

پس اگر سابق الایمان ہونا افضل الامت اور مستحق بالخلافت بلا فصل ہونے کی دلیل ہے تو ابوبکر اس فضیلت میں بھی بوجہ احسن جناب علی علیہ السلام کے شریک ہیں۔ بلکہ جیسے کہ واقعات نے ثابت کر دیا ان سے بھی افضل ہیں۔ واللّٰہ یختص برحمتہ من یشآء

شیعہ۔ میں شیعہ کی ایک ایسی خوبی بیان کرتا ہوں جس کی تردید آپ ہرگز نہ کر سکیں وہ یہ کہ سوائے اہل اسلام کے دوسرے کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتے برخلاف اہلسنت کے کہ وہ ہندوؤں کی بکی ہوئی مٹھائی حلوا پوری بلا تامل کھا جاتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انما المشرکون نجس

احمدی۔ انما المشرکون نجس تک ہی پڑھ دیا ذرا آگے بھی تو پڑھئے فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا جس کا پورا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں پس وہ اس سال کے پیچھے خانہ کعبہ کے نزدیک آنے نہ پائیں تو اس آیت سے یہ کہاں سے نکلا کہ ان کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام ہے۔

۲۔ سنی مشرکوں کو عقائد میں نجس جانتے ہیں اور پوری آیت کا جو مفہوم ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے چنانچہ شیعوں کی مشہور تفسیر خلاصۃ المنہج میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (مشرکین) پلید ند بجہت خبث باطن و ناپاکی اعتقاد و نزد فقہائے امامیہ نجس العین اند چوں کلاب

۳۔ البتہ قومی ہمدردی و بہبودی کی بنا پر اگر مسلمان اشیاء خورد و نوش خود مہیا کریں اور دوسرے بھائی انکی قدردانی و حوصلہ افزائی کریں تو بہت ٹھیک ہے آجکل بہت سے مسلمان اس اصول پر کاربند ہیں۔

۴۔ لیکن ان کا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ان کے ہاں مذہبًا سوائے شیعہ کے دوسرے مسلمانوں کا ذبیحہ بھی حلال نہیں فضیل بن یسار۔ قال سالت اباجعفر عن المرأۃ العارفۃ ھل ازوجھا الناصب قال لا لان الناصب کافر۔ اور پھر اسی راوی سے مروی ہے۔ قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تاکل ذبیحتھم ولا تسکن معھم۔ دیکھو تہذیب الاحکام جو شیعوں کی اصول اربعہ میں سے نہایت معتبر کتاب ہے باب من یحرم نکاحھن بالاسباب دون الانساب۔ یعنے فضیل بن یسار سے مروی ہے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے مومن عورت کی بابت پوچھا کہ کیا وہ ناصبی سے نکاح کر لیوے فرمایا نہیں کیونکہ ناصبی کافر ہیں اور

اور پھر وہ کہتا ہے کہ ناصبیوں کا ذکر ہوا تو کہا کہ ان سے نکاح کرو۔ نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ۔ نہ ان کے ساتھ مل کر رہو۔

ناصبی کے معنوں کے متعلق قاضی نور اللہ شوستری شیخ اجل ابراہیم بن سلیمان قطیفی کی کتاب وافیہ سے اٹھارہ حدیثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ودریں احادیث نیز مذکور ست کہ ناصبی آنکس است کہ غیر امیر المومنین علیہ السلام را برا و تقدیم نماید۔ مجالس المومنین صفحہ ۱۹۴۔ ترجمہ ابو بکر اظفری۔ ترجمہ ناصبی وہ ہے جو جناب علی علیہ السلام کے سوا دوسروں کو اُن پر مقدم جانے۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام ید اللہ ہیں۔ کیا اس فضیلت میں بھی کوئی ان کا شریک ہے؟

احمدی۔ جناب علی علیہ السلام کے ید اللہ ہونے کا ذکر اہلسنت کی صحاح ستہ میں تو جہاں تک میں نے ابواب مناقب وفضائل کا مطالعہ کیا ہے کہیں نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ید اللہ ہونا بیت الرضوان کے موقعہ پر ثابت ہے جبکہ حضرت عثمان رض مکہ میں تھے۔ آنحضرت صلعم نے سب صحابہ رض سے بیعت لی اور عثمان رض کی بیعت یوں لی کہ اپنا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ بنایا اور بایاں ہاتھ اپنا۔ اور یہ امر صاف طور پر کتب فریقین میں موجود ہے ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں۔ و بروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا با ایشاں قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائم و برخاست و پشت مبارک بدرخت دادہ تکیہ کرد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکاں جہاد کنند و نہ گریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۳۸ صفحہ ۴۴۸ غزوہ حدیبیہ

(۲) وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان الخ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۱ یعنے رسول صلعم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور عثمان کے لئے یوں بیعت لی کہ اپنا ایک ہاتھ عثمان کا بنایا اور دوسرا ہاتھ اپنا۔

(۳) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ الیسری فقال ھذہ لعثمان فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من ایدیھم لانفسھم الخ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳

(۴) پس دست راست خود اشارت کردہ گفت ایں دست عثمان و دست چپ خویش دست من است
آنگاہ دست چپ را بر دست راست نہادہ از قبل عثمان با خود بیعت کرد قتادہ گوید کہ نہے شرف عثمان کہ دست
خواجہ ہر دو جہاں و رحمت عالمیاں دست اوست ۔ روضۃ الصفا جلد ۲ مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۱ھ در ذکر صلح حدیبیہ
اب سنئے کہ خدا تعالےٰ اس بیعت کی فضیلت میں قرآن میں فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے ہاتھ میں
ہاتھ دیا ہے انہوں نے تیرے ہاتھ ہی کے نیچے ہاتھ نہیں رکھا۔ بلکہ ان کے ہاتھ کے اوپر کا ہاتھ خدا کا
ہاتھ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ۲۶پ اور رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ
تھا پس حضرت عثمان بوجہ اول یداللہ ٹھہرے فھو المراد

شیعہ ۔ اور جناب علی علیہ السلام کو حضرت سیدہ کے زوج ہونے کی جو خصوصیت ہے وہ بھی قابل غور ہے
بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر نے بھی خواستگاری کی تھی مگر آنحضرت صلعم نے منظور نہ فرمایا۔

احمدی ۔ واقعی جناب علی علیہ السلام کی اس سے خصوصیت ثابت ہے چشمِ ما روشن دل ما شاد لیکن
عمر کو جو خصوصیت عقد ام کلثوم سے نصیب ہوئی وہ بھی قابل غور ہے۔

ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح کو اس عقد کے انکار پر بڑا ہی اصرار ہے حالانکہ تمام تاریخوں میں اسکا
ذکر ہے چنانچہ یہاں پر ہم تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ خمیس سے بطور نمونہ ثبوت عرض کرتے ہیں۔ جن
کے حوالے ایڈیٹر صاحب موصوف اکثر اپنے مضامین میں دینے کے عادی ہیں۔

(۱) ثم تزوج (عمر) ام کلثوم بنت علی وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم واصدقہا
اربعین الفاً فولدت لہ رقیۃ و زیداً ۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ یعنی
عمر نے پھر ام کلثوم جناب علی کی بیٹی جنکی ماں حضرت سیدہ تھیں نہ کہ ابوبکر کی بیٹی جیسا کہ ایڈیٹر صاحب
اصلاح کا ادعائے بیجا ہے) سے نکاح کیا اور ان کا حق مہر چالیس ہزار تھا۔ اور اُن سے رقیہ (لڑکی)
اور زید (لڑکا) پیدا ہوئے۔

(۲) وتزید الاکبر امہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ۔ تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر طبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ھ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے یا نہ کہ نکاح سیدہ سے پہلے رسول صلعم نے جناب علی علیہ السلام سے
دریافت فرمایا تھا کہ مہر کے واسطے کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے یا نہ تو آپ نے عرض کیا کہ میرے پاس نقد تو کچھ ہے نہیں

تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ زرہ حطیمہ کیا کی ہے عرض کیا موجود ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا تو اسی کے مہر زرہ میں بنا لو جناب علی علیہ السلام نے زرہ چار سو اسی درہم پر حضرت عثمان کے ہاتھ میں بیچدی اور عثمان نے خرید کر پھر جناب علی علیہ السلام کو ہی بخشدی۔ جناب علی علیہ السلام زرہ اور قیمت نقد اسکی لئے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہوں نے عثمان رضہ کے حق میں دعا فرمائی۔ وفی بعض الروایات جعل صداقها درعه فباعها من عثمان بن عفان باربعمائة وثمانین درهما ثم ان عثمان رد الدرع الی علی فجاء علی بالدرع والدراهم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فدعا لعثمان بدعوات

تاریخ خمیس صفحہ ۴۰۸ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۸۹

رد فدک نہ کرنے پر ابوبکرؓ پر بخل اور تنگدلی کا طعن دھرنے والو غور کرو۔ اس بروقت امداد پر رسول صلعم اور علی علیہ السلام نے عثمانؓ کا احسان مانا اور ان کے حق میں دعا کی تبلاؤ تمہارے نزدیک بھی یہہ احسان قابل غور ہے یا نہ؟ هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

شیعہ۔ نصاریٰ مباہلہ کے وقت آنحضرت صلعم اپنے ساتھ کس کس کو لیگئے تھے؟

احمدی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نجران کے پادریوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کے وقت جناب علیؑ و سیدہؓ و حسنینؑ کو ساتھ لے گئے تھے مگر روایات میں آیا ہے کہ اصحاب ثلاثہ اور انکی اولاد کو بھی لیگئے تھے اور آیت مباہلہ کا ظاہر بھی ایسی ہی عمومیت کو چاہتا ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے دونوں قسم کی روایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے حدیث سعد بن ابی وقاص میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اتری حضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلایا۔ کہا اے اللہ میرے گھر والے یہی ہیں۔ اخرجه مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیهقی مگر جعفر بن محمد عن ابیه سے یوں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی مع اپنی اولاد کے آئے رواہ ابن عساکر دیکھو ترجمان القرآن صفحہ ۴۴۶ سطر ۵ و ۶ پارہ تلک الرسل زیر آیۃ مباہلہ

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام کے نام میں ایسی برکت ہے کہ نادعلی پڑھکر جس مریض یا مبتلا پر پھونکا جائے فوراً تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

احمدی۔ نادعلی کی خوب کہی۔ اجی حضرت یہ تو غالی شیعوں کی تعلیم کا اثر ہے جو عام شیعوں میں باقی اور جاری چلا آتا ہے اور اکثر خوش اعتقاد جاہل شیعہ یا کد اگر بنگ نوش اسکا ورد رکھتے ہیں ورنہ محققین شیعہ تو ان کلمات کے مستند ہونے سے انکاری ہیں چنانچہ نادعلی کے سوال کے جواب میں ایک فاضل

شیعہ فرماتے ہیں

"نادِ علیاً کتب احادیث میں موجود نہیں پڑھنا اسکا خلاف ایاک نعبد و ایاک نستعین ہے"

شیعہ۔ ہم شیعوں میں مشہور ہے کہ جناب علی علیہ السلام جبریل کے استاد ہیں۔ کیا یہ شرف آپکے اصحاب ثلاثہ کو بھی نصیب ہوا ہے

احمدی۔ پہلے اپنا دعویٰ ثابت کرلیں پھر اصحاب ثلاثہ کی استادی شاگردی کا سوال کرنا دیکھئے وہی محقق اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"یہ اعتقاد غالیان بدنہاد کا ہے۔ کیونکہ حضرت جبریل بحق استادی کبھی جناب امیر کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے کتاب حملہ حیدری میں شاعرانہ طور پر لکھا ہے" تنقیح المسائل صفحہ ۲

شیعہ۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے سب کے دروازے مسجد میں آنے کے لئے بند کردیئے تھے۔ مگر جناب علی علیہ السلام کے لئے خاص طور پر اجازت عطا فرمائی تھی۔

احمدی۔ بیشک جناب علی علیہ السلام کے لئے بھی یہ ارشاد فرمایا گیا مگر جناب صدیق کے لئے بھی صراحتاً احادیث میں آیا ہے کہ اور سب کے دروازے بند کرائے گئے سوائے ان کے

۱۔ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ بخاری مولوی احمد علی والی مطبوعہ مجتبائی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الباب الا باب ابی بکر

۲۔ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر۔ صحیح مسلم مع شرح نووی مطبع انصاری دہلی صفحہ ۲۷۴

(باقی آئندہ)

دیکھو رسالہ تنقیح المسائل مطبوعہ یوسفی دہلی مجیب سوال نمبر ۱۰ صفحہ ۳۰۹ سطر ۵

توفّی بمعنی موت

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ قال ابن عباس توفی موت (مفردات راغب) ابن عباس فرماتے ہیں توفی کے معنے موت کے ہیں والوفات الموت (صراح) وفات موت کو کہتے ہیں۔ التوفی الموت یقال توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتہی الارب) توفی کے معنے موت کے ہیں کیونکہ عرب میں محاورہ ہے کہ جب توفاہ اللہ بولیں تو اس سے مراد روح قبض کرنا ہوتی ہے نہ جسم۔ الوفات الموت (لسان العرب) وفات کے معنے موت کے ہیں سنئے اصول لگا کر متلی بالطبع ہوکر سنئے اذا سئل رجل من العرب الی کلام

کیف حال ابیک او اخیک او غیرھما فاذا قال قد توفی استرجع و ترحم کانہ فہم قد مات (لغات القرآن) ابھی تک یہی محاورہ عربوں میں چلا آتا ہے کہ جب کوئی فرد عربوں میں سے دوسرے کو سوال کرے کہ تیرے باپ یا بھائی یا اور کسی کا نام لیکر پوچھے کہ اسکا کیا حال ہے اور اسکے جواب میں وہ شخص لفظ توفی بولے تو معاوہ سائل شخص اناللہ اور رحمہ اللہ کی دعا پڑھیگا۔ کیونکہ وہ شخص اس لفظ توفی سے سمجھ جاتا ہے کہ اسکا باپ وغیرہ مسئول عنہ مرگیا ہے۔ جب پچیس دفعہ یہ لفظ توفی قرآن شریف میں آیا ہے اور تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے اور جہاں قبض روح ناقص ہے وہاں بھی قرینہ صارفہ نیند اور منام لاکر بتلا دیا کہ اصل معنے توفی کے قبض تام یعنے موت کے ہی ہیں اور آٹھ ہزار کے قریب یہ لفظ نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے عہد نبوت میں بولا گیا ہے جو تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے کسی ایک جگہ بھی قبض جسم کے لئے نہیں بولا گیا نہ حقیقتاً مجازاً۔ اور تمام کتب اور بازمانہ جاہلیت و اسلام میں جہاں لفظ توفی فاعل اللہ مفعول ذی روح آیا ہے کہیں بھی سوائے قبض روح کے نہیں آیا۔ اور ایک جگہ بھی شعراء بلغاء و فضلاء عرب عجم نے قبض جسم انسانی پر نہیں بولا۔ تو بموجب برہان استقرائی کے آپ انکار نہیں کرسکتے۔ قیاس استقرائی بھی یقینیات سے ہے قریباً تمام اشیاء کا ثبوت استقراء سے ہی دیا جاتا ہے سنئے۔ فالاستقراء ھو الحجۃ التی یستدل فیھا من حکم الجزئیات علی حکم کلیھا (شرح تہذیب) استقراء بھی ایک دلیل ہوتی ہے جس کا طریق استدلال یہ ہے کہ جزئیات کے حکم سے کلیت سمجھی جاتی ہے اب بتلائیے کہ جب آپ بھی مانتے ہیں کہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ قبض روح ہی مراد ہوتا ہے خواہ ناقص یا تام اور قبض جسم کبھی بھی مراد نہیں ہوتا تو بموجب علم منطق یعنی استقراء اور تواتر یہ بات یقینیات سے ہوئی یا نہیں کہ توفی بمعنی قبض روح ہی ہے آپ کوئی ایسی مثال بتلائیں جسمیں قبض جسم انسانی مراد لیا گیا ہو اور لفظ توفی ہو گو مجازاً ہو۔ کیا اب ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ آپ توبہ کرکے حضرت مسیح کی فاتحہ خوانی کرینگے ہمارے اس دعوے کی بنیاد استقراء و تواتر اور موجودات مشاہدات تجربات اور دلائل اربعہ شرعیہ پر ہے وہ یہ ہے کہ جب لفظ توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ بمعنے قبض روح ہی آئیگا خواہ قبض تام (موت) خواہ قبض ناقص (النوم اخ الموت) ہو۔ جسم کو کوئی دخل نہیں۔ آپ ہمارے اس حصر کو توڑیں

رفع کے حقیقی معنے

قولہ تعالیٰ۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع اللہ کا فرمان گھروں میں ہے۔ جن کے متعلق اللہ کا

اعلان ہو کر معزز و مکرم کئے جائیں۔ قال للعباس یا عم رفعک اللہ (کنز العمال) رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو فرمایا کہ تیرا رفع خدا تعالےٰ کرے اللّٰھم ارفعنا بالقرآن العظیم اے اللہ ہمارا رفع بھی قرآن کریم کے باعث کر۔ الی اللہ مرجعکم۔ تم سب کے سب خدا کی طرف ہی آ جاؤ گے انّا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر وہ خدا کے پاس چلا گیا ہے تو ہم بھی اسی کے پاس جانے والے ہیں

اچھا آپ کسی ایک اہل زبان کا قول بتلادو کہ جب اسکے سامنے یہ لفظ بولا گیا ہو کہ ما قتلوا زید یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یعنے لوگوں نے زید کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ تو سوائے طبعی موت کے کچھ اور سمجھا ہو مجھے تعجب آتا ہے کہ جب آپ متوفیک کے معنے ہی قبض روح مع الجسم کرتے ہیں تو پھر رافعک کی کیا ضرورت رہی جس کے لئے یہ لفظ لایا گیا۔ کیا نعوذ باللہ مسیح کو خطرہ تھا کہ خدا تعالےٰ نے پکڑ کر دشمنوں کے حوالے نہ کر دے اسواسطے رافعک کی ضرورت پڑی معلوم ہوتا ہے کہ آپکے گاؤں میں چوکیدار نہیں یا ہو گا۔ تو آپ نے اس کے پاس کتاب نہیں دیکھی جسمیں مردوں کے نام ہوتے ہیں جسمیں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ نام متوفی زوجہ فلاں متوفی شاید وہاں بھی آپ قبض روح مع الجسد سمجھتے ہوں گے کیونکہ ان کو بھی یہود نے قتل نہیں کیا ہوتا لیجئے قرآن شریف سے مثال رفع الی اللہ کی قولہ تعالیٰ۔ الیہ یصعد الکلم الطیب صعود الکلم الیہ مجاز و کنایۃ عن علمہ و رضاہ والعمل الصالح یرفعہ ان المستکن الی العمل والھاء الی العامل ای العمل الصالح یرفع العامل ویشرفہ (کمالین) کلمے پاک خدا کی طرف صعود کرتے ہیں یعنے ان کو خدا تعالےٰ قبول فرماتا اور پسند کرتا ہے اور یرفعہ میں جو ضمیر مستتر ہوتی ہے وہ عمل کی طرف پھرتی ہے اور جو ہٗ کی ضمیر بارز ہے اسکا مرجع عامل ہے معنے یہ ہوئے کہ خدا کی طرف عمل صالح عامل کا رفع کرتا ہے یعنے بزرگ بناتا ہے۔ کیوں ہے مولویصاحب! لفظ رفع ہے صلہ الیٰ ہے عامل بھی انسان ہے جس کا رفع ہو رہا ہے۔ لفظ بھی قرآن شریف کے ہیں۔ تفسیر بھی کمالین ہے۔ ہاں رفع ہونے والا جسم نہیں کوئی اور عبید صلہ ہے فرمائیے۔ توبہ کی امید رکھوں؟

سراج الواعظین حصہ اوّل - ایک صاحب مولوی سید غلام مرتضیٰ صاحب حنفی ساکن چک قاضیاں ضلع گورداسپور نے سوانح سید المرسلین میں یہ کتاب پنجابی نظم میں لکھی اور چھپوائی ہے۔ ۹۶ صفحے حجم ہے ایک روپیہ پر ملتی ہے سید فیروز شاہ کاتب قادیان یا مصنف سے مل سکتی ہے ÷

بشارات القرآن

تتمہ

پیشگوئی ۴۶

نساء ع ۷ - یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (ترجمہ) اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن کریم پر جو تصدیق کنندہ ہے ان کتب کا جو تمہارے پاس ہیں پہلے اسدن سے کہ ہم تُبے بڑے چہروں کو بگاڑ دینگے پھر ان کو انکی پشتوں پر پھیر دینگے یا ان پر لعنت کرینگے جیسا کہ بے ادبان سبت پر لعنت کی تھی اور یہ کام اللہ کے نزدیک تو ہُوا ہوا ہے۔

یہ پیشگوئی بھی یہودیوں کے حق میں کی گئی تھی کہ وہ دن قریب ہے کہ بسبب شامت اعمال کے ان کے چہروں کو بگاڑ کر بے رونق بے حسن پُر غم کر دیا جائیگا اور پھر ان کو انکی پشتوں پر ہی پھیر دیا جائے گا۔ سو ایسا ہی خدا کا وعدہ پورا ہُوا کہ جہاں سے آئے تھے وہاں ہی یعنے بیت المقدس کی طرف واپس کر دیا گیا اور وہ ملعون بنائے گئے ان سے خدمت دین کھوئی گئی۔ عزت و عظمت فضیلت۔ چھینکر چہرے بگاڑ دیئے گئے اور مسکین ذلیل ہر طرف جدھر جائیں بنا دیئے گئے۔ یہی خدا کی لعنت کا ثمرہ ہے بس خدا کی یہ بات اسوقت کہی گئی تھی جبکہ یہودیوں کے وہم وخیال اور خطرات میں بھی نہ آتی تھی مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں اگرچہ آسمان و زمین ٹلجائیں اور انہیں کے حق میں ع ۸ میں وارد ہے وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا۔ یعنی خدا کا ملعون کبھی نصرت نہیں پائے گا۔

پیشگوئی ۴۷

نساء ع ۸ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ۝ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اعمال بھی اچھے کرتے ہیں بہت ہی قریب وہ دن ہے کہ داخل کرینگے ہم ان کو باغوں والے ملک شام وغیرہ میں جہاں ندیاں جیحوں سیحوں وغیرہ بہتی ہیں اور وہاں ہمیشہ تا ابد رہینگے اور ان کے لئے وہاں بیویاں پاک ملینگی اور وہ عمدہ سایوں والا ملک جس میں ہم ان کو داخل کرینگے سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ مسلمانوں کو ملک شام کی فتح ملی جسمیں ندیاں بہتی ہیں۔ اور باغات عام میوہ دار ہیں۔ اور قیصر و کسریٰ کی لڑکیاں بھی مل گئیں اور پھر قیامت کو بھی ملینگی۔ یہاں کا ملنا اس ملنے پر گواہ ہے

پیشگوئی ۴۸

نساء ع فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝ یعنے اے مسلمانو تم دلیر ہو کر لڑو شیطان کے دوستوں سے۔ بیشک تمام مکر اور منصوبے اور تدبیریں شیطان کی اب کمزور ہو جانے والی ہیں۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی سنادی کہ تمام منکرین یارانِ ابلیس۔ کے سارے جنگی وغیرہ منصوبے نیست ہو جائینگے اور ان کے پیر ابلیس کا سر کچلا جائیگا اور حق کی فتح نمایاں ہو گی سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ عرب میں سے کفر و شرک کرنے والوں کو تتر بتر کر کے خطۂ عرب کو صاف کر دیا اور مسلمان بنادیا اور توحید الٰہی سے آباد۔ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوئی۔

پیشگوئی ۴۹

نساء ع لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ (ترجمہ) بیشک ایک جماعت یہود میں سے زور لگا رہی ہے کہ تباہ و ہلاک کر دیں تجھکو اے نبی۔ اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنے آپ کو اور کبھی ضرر اور کچھ نقصان نہ کر سکینگے تیرا۔

یہ پیشگوئی نبی کے اطمینان و تسلی کے لئے بتائی گئی تھی کہ تیرے دشمن کبھی تیرا بال تک بیکا نہ کر سکینگے۔ اور ان سب کو تیرے ہاتھ سے نیست کر دیا جائیگا۔ سو خدا کی باتیں جو اٹل ہوتی ہیں پوری ہو گئیں۔

پیشگوئی ۵۰

نساء ع ۱۸- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو مرفت ربالایمان ہوئے اور اعمال بھی نیک بجالاتے ہیں ان کو بہت جلدی داخل کریں گے ہم باغوں والے ملک شام میں جسمیں بہتی ندیاں جیحوں اور سیحوں وغیرہ اور پھر اس پر قابض رہینگے ہمیشہ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور کون ہے بہت سچا اللہ سے بات وعدہ کی کہدینے میں۔

سو الحمدللہ یہ بشارت صحابہ رض کی حیات میں ہی خدا نے پوری کر کے دنیا کو دکھلادی - ورنہ کسکو امید تھی کہ یہ غربا کی جماعت کسی روز فاتح شام وعراق ہو جائے گی - اور یہ بڑے نازک وقت میں کہی گئی تھی - پر خدا کے کام کون روک سکتا ہے۔

سورۃ المائدہ

پیشگوئی ۵۱

مائدہ ع - يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ڛ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ (ترجمہ) اے مومنین! تم اپنے عقدوں عہدوں کو پورا کرو - اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے چارپائے جانور - مگر جو کچھ پڑھا جاتا ہے تم پر کہ نہیں حلال شکار کرنا حالت احرام میں - اور بیشک اللہ تعالیٰ جامع جمیع صفات کاملہ کا اختیار ہے - کہ جو چاہے حکم نافذ فرمائے۔

آیت ہذا میں خدا نے صحابہ کرام کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے بطور اجرا ایک زبردست پیشگوئی سنادی - کہ اگر تم میرے عہدوں - حکموں اور میرے رسول کے عقدوں کو کامل طور پر پورا کرنے والے ہو جاؤ گے - تو ہم تمہاری خاطر تمہارے ساتھ ناحق جنگ کرنے والے دشمنوں کو چارپایوں کی مانند تمہارے قبضہ میں کر دینگے - ہاں جن کا شکار تمہارے لئے منع کر دیا گیا ہے ان کو نہ مارنا - یعنے جبتک تم مکہ میں ہو گویا احرام ہی میں ہو - پھر جب تمہیں وہ مکہ سے نکالدینگے تو پھر ان کا شکار کرنا

بھی تمہارے لئے رہ ا ہوگا۔ یا ہو گیا ہے۔ یا جن لوگوں کا ذکر کرنا تمہیں منع کیا گیا ہے۔ ان پر چھری مت چلانا۔

ایسے دشمنوں کو چار پائے بھی کہا گیا ہے اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سبیلاً۔ یہ پیشگوئی بھی جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز پوری کی گئی۔

درس حدیث

از حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی

یا اب حدثنی اسحٰق بن نصر۔ ہر ایک آدمی کی سمجھ اسکی عقل کے مطابق ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل مدتوں تک فرعون کی غلامی میں رہے ان بیچاروں کو سوائے روٹی کے اور کوئی بات آتی ہی نہ تھی سوائے کھانے پینے کے اور کوئی فکر نہ ہوتی۔ موسیٰ سے بھی انہوں نے روٹی ہی مانگی۔ مسیح کے زمانہ میں بھی اگر کوئی سوال کیا تو وہ یہی تہا کہ انزل علینا مائدۃ من السماء۔ روٹی لاؤ۔ ان کو روٹی ملی مگر دین کی انہوں نے پرواہ نہ کی اور وہ بے دین رہ گئے۔ مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے بیعت لی یہی عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"۔ آپنے روٹی نہیں مانگی۔ بلکہ دین کے لئے کہا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب روٹی مانگی تو ان کو حکم ہوا کہ شہر میں جاؤ مگر حطۃ کہتے جاؤ اور سجدہ کرتے جاؤ سجدہ سے مراد یہ نہیں کہ سر کو زمین پر رکھ کر جانا بلکہ یہ مراد تھی کہ فرمانبردار ہوکر جاؤ اگر انسان سجدے میں پڑا ہو۔ تو وہ تو ہل بھی نہیں سکے گا ان کو حکم تہا کہ فرمانبردار بنکر دعا کرتے ہوئے جانا۔

یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ایسی دعائیں مسلمانوں کو بھی سکھلائی گئی ہیں حدیث میں دعا ہے کہ جب تم کسی گاؤں اور شہر میں جاؤ تو اسے دیکھ اور یہ دعا پڑھو۔ اللھم رب السمٰوات السبع وما اضللن الخ اور قرآن میں سکھلایا گیا ہے۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یہ تمام انبیاء کا طریق ہے ان کو اللہ تعالےٰ سکھلاتا ہے وہ پھر اپنے اتباع کو سکھلاتے ہیں کہ جہاں جاؤ دعائیں کرتے جاؤ بعض جگہ بہت منحوس ہوتی ہے وہاں آدمی کی صحت یا اخلاق یا دین خراب ہو جاتا ہے جیسے لاہور یہ قیام بلند جگہ ہے وہاں جو آدمی جاتا ہے وہ کچھ نہ کچھ نحوست وہاں سے لیکر ہی آتا ہے

اچھا بھلا آدمی وہاں جائے اسکے خیالات کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالےٰ نے تبلایا ہے کہ ایسی منحوس جگہوں کی نحوست سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو۔ یہ حکم فرمانبرداروں کو ہے بنی اسرائیل نے بجائے اسکے کہ دعا کرتے جیسا کہ ان کا شیوہ تھا تمسخر کیا اور لگے کہنے کہ حبة فی شعرة حبة فی شعرة کہ ہمیں تو دانے چاہئیں بس کھانے کو ہی دو

(۲)

حدیث بخاری ن ابراھیم | جو ایک انسان تھا۔ پتھر نہ تھا ایسے نام لوگوں میں ہوتے ہیں اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ ہیں۔ اس طرح ان کو بھی کوئی بلا کہدے گا۔ طوطا رام ایک مشہور مصنف ہے وہ کوئی جانور نہیں ہے۔ اسی طرح جو آدمیوں کا نام ہوتا ہے انگریزوں میں بعض نام ایسے ہوتے ہیں مسٹر گلیڈ سٹون وزیر تھے اگر حجر پتھر ہی تھا تو کیا حضرت موسیٰ پاگل تھے۔ کہ اسے مارنے لگ گئے اور اسکے پیچھے بھاگے بچے کہیں کہیں ایسا کیا کرتے ہیں کہ کوئی چوٹ لگ گئی تو زمین کو ہی پیٹنے لگ گئے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح فرمائی ہے لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا۔ انبیاء کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی معاملہ میں دخل نہیں دیتے جب تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ ملے یوسف کا بھائی کہتا ہے کہ "میں اس زمین کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا جب تک مجھے میرا اللہ یا میرا باپ اجازت نہ دے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے گریز تھا تب قوم موسیٰ نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری ہے ما توفتق اور یا ان کو کوئی جلد کی بیماری ہے اسلئے یہ ہمارے ساتھ نہیں نہاتے۔ یہود بیماروں کو گندا سمجھتے تھے اور ان کو ہیکل میں نہیں جانے دیتے تھے اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ پر بھی ان کو شبہ ہوا۔

یہود نے یہ حکم کہ کوئی بیمار ہیکل میں داخل نہ ہو تورات میں بھی داخل کر دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور یہ اپنی طرف سے ہے یسوع مسیح نے تبھی تو مریضوں کو بری ٹھہرایا ہے۔

غرض یہود میں ننگا نہانے کی عادت تھی۔ جو حضرت موسیٰ کا مریہ معلوم ہوتا ہے انکو علم تھا کہ آپ میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ یہودی ہی آپ پر الزام لگاتے ہیں۔ مریدوں کو تو پھر برداشت نہیں ہوتی۔ کہ ان کے پیر پر کوئی الزام لگایا جائے اسلئے اس الزام کو دور کرنے کے لئے یہ کیا۔ کہ

جب حضرت موسٰیؑ نہانے لگے تو ان کے کپڑے اٹھا کر دوڑ گیا حضرت موسٰی بھی نہا کر اسکے پیچھے کپڑے لینے کے لئے گئے تھے ان کو یہودیوں نے دیکھ لیا کوئی اگر اعتراض کرے کہ موسٰی علیہ السلام کیوں اسکے پیچھے دوڑے۔

جواب یہ ہے کہ ان کو کوئی علم نہ تھا کہ آگے آدمی کھڑے ہیں اور وہ مجھے دیکھ لینگے اور یہ ایک منصوبہ کیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موسٰی علیہ السلام کو بہت تکلیفیں دی گئیں۔ تم (یعنے صحابہ) کبھی مجھ پر ایسے ایسے اعتراض نہ کرنا۔ اور مجھے تکلیف نہ دینا

حدیث ابوالولید۔ انبیاء کے وقت میں ایک جماعت ایسی بھی موجود ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام پر طرح طرح کے اعتراض کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ قوم کا مال خود کھا جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی جان پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو دیدیتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص وجہ سے اپنے رشتہ داروں کو مال دینا پڑا (وہ اپنے گھروں اپنی زمینوں اپنی تمام ملکیتوں کو چھوڑ کر آپ پر ایمان لے آئے تھے اور طرح طرح کی مصائب کا سامنا ان کو کرنا پڑا) حضرت عباسؓ جو آپ کے چچا تھے آپ نے ان کو بہت سا مال دیا تو کسی شریر نے (جیسا کہ اس گروہ کی عادت ہے) اعتراض آپ پر کیا کہ اس مال کی تقسیم میں خوف خدا کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں اور مال دوسرے لوگوں کو جنھوں نے کوئی کام نہیں کیا دیا گیا ہے۔ یہ خبر نبی اکرم تک پہنچ گئی تب آپ کو سخت جوش آیا۔ نبیوں کا طریق ہے کہ وہ دوسرے کے دکھ کو اپنے دکھ سے بڑا سمجھتے ہیں۔ انسان اگر ایسا کرے تو وہ بہت سی تکالیف سے بچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا مورد بنجاتا ہے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کو کوئی وقت پیش آجائے وہ دوسروں کی وقت کو بڑا سمجھینگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی۔ آپ نے اپنے غصہ کو روکا۔ اور ایسا کہنے والے کی نسبت فرمایا کہ اسکی اولاد میں سے ایسے آدمی ہونگے جو بظاہر بڑے نیک ہونگے وہ نمازیں پڑھینگے۔ مگر ایمان ان کے دل سے ایسا نکلجائے گا جیسے تیر کمان سے اور اپنی

نسبت فرمایا جو ایذا مجھے دیگئی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی ایذا سے چھوٹی ہے ان کو اس سے زیادہ ایذائیں دی گئیں۔

حضرت علی کا مقابلہ کرنے والوں نے بھی یہ کہا تھا کہ الحکم للہ والامر شوریٰ بیننا ہم وہی حکم مانینگے جو خدا نے دیا خلیفہ کوئی چیز نہیں ہے سب کام مشورے سے کرو اسوقت بھی شوریٰ شوریٰ ایسے پھرتے تھے۔ اب پھر شوریٰ شوریٰ شوریٰ کہہ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ لفظ شور سے مشتق ہے۔

ایسے مالی اعتراض وہی کرتے ہیں جو نبی پر مال کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں جب نبی پر انکو اپنے مالوں کی نسبت اطمینان نہیں ہوتا۔ تو وہ خلیفہ پر کسطرح اعتبار کرسکتے ہیں اسلئے پھر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مالوں کے خرچ کرنے والے خود ہوں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب مامور من اللہ کا یہ حال ہے۔ تو خلیفہ جو غیر مامور ہے۔ اسکا کیا حال ہوگا۔ . . . . . یہ کوئی نئے معنے نہیں جو اسوقت کے لوگوں نے کئے بلکہ پہلے لوگوں نے بھی اسکے معنے کر دئے ہیں۔

”بیٹا یعقوب“ اور میں

نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت میرے دیرینہ کرمفرما مولنا احسن فاضل امروہوی جیتے جی غیر مبائعوں میں جا بیٹھے ہیں۔ اور اپنی علمی قابلیتوں کا مظہر اپنے ”بیٹا یعقوب“ کو قرار دیا ہے اور میں خوش ہوں کہ آپکے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کا آماجگاہ وہی سینہ اور دل ہے جو اپنے مسیحا کی محبت سے معمور ہے اور جسے مولنا غایت کرم سے لا اسما و جنوں مجنوں سنایا کرتے تھے ہرچہ از دوست میرسد نیکو است ۔ ناوک فگنی خوب نہیں + چھاتی میری ابھی تیروں سے چھنی خوب نہیں

مولنا نے رو بدعات سئیہ در خلافت ثانیہ کے عنوان سے پیغام مطبوعہ ۱۲ مارچ کے پہلے دو کالموں میں تو ابھی زور سخن دکھایا ہے جس کے متعلق مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی اور مشق کی ضرورت ہی۔ پھر آپنے تذکرۃ الشہادتین کے اس حوالہ کی نسبت کچھ قلم فرسائی فرمائی ہے جو تشحیذ ماہ فروری میں دیا گیا تھا مولانا سمجھے نہیں انہیں زیادہ چین مکھ نکالنے کی ضرورت نہیں میں نے وہ حوالہ صرف یہ دکھلانے کے لئے پیش کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہمارے یہی عقاید تھے جو اب ہم پیش کرتے ہیں اور یہ عقاید ایسے صحیح سمجھے جاتے تھے

کہ خود حضرت اقدس کی کتاب میں مسخ کر دیئے گئے اب اس پر یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ
میں رسول اللہ سے مراد ایسا رسول ہے جیسے رسول رسول اللہ ایک لغو بات ہے کیونکہ بحث اس آیت
کے معنوں میں نہیں اور اگر معنوں میں بھی ہو تو وہاں رسولہ ہے نہ کہ رسول رسول اللہ بلکہ اس میں ہی کہ حضرت
اقدس اور ان کے خدام خاص اس سے کیا سمجھے اور انہوں نے کیا شائع کیا۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں اور آپ
مانتے ہیں کہ "حضرت غلام احمد نے اس زمانہ میں تمام ادیان پر دین اسلام[۱] کی حقانیت کو ظاہر کر دیا"۔ پس
اسکے ساتھ یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ جن معنوں میں حضرت محمد مصطفٰے کو رسول کہا گیا۔ انہی معنوں میں حضور مسیح
موعود کو رسول کہا گیا کہ ہر دو وحیانِ ایک ہی منبع سے ہیں۔ اور جس حقیقت کے پائے[۲] جانیکی وجہ سے حضرت
محمد رسول اللہ کو رسول کہا گیا وہی حقیقت حضرت احمد نبی اللہ میں بھی پائی جاتی ہے اس کے بعد آپنے
چند الہامات مثل لولاک لما خلقت الافلاک اور انت من ماءنا اور انت منی بمنزلۃ توحیدی
اور انت منی بمنزلۃ ولدی پیش کرکے یہ لکھا ہے "آپ تو نبوت لئے پھرتے ہیں اگر ان الہاموں کے
حقیقی معنے لئے جائیں تو انسان مومن ہی نہیں رہ سکتا" یہ تبدیلی آپ کو مبارک ہو۔ کیونکہ آپکے اس فقرہ
نے آپکے ماتخفی صدورہم اکبر پر روشنی ڈالدی۔ کہ آپکو دراصل نبوت مسیح موعود میں نہیں۔ بلکہ ایتو
بات "ایمان مرزا" پر آٹھہری ہے اگر آنحضرت صلعم کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک اور قرآن مجید
میں ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی
(۳) قل یا عبادی پڑھکر انسان مومن رہ سکتا ہے تو حضور کے مذکورہ بالا الہامات پر ایمان لاکر بھی انسان
مومن رہ سکتا ہے اور اگر ان الہامات کا مورد نبی ہو سکتا ہے تو ان الہامات کا مہبط بھی نبی مانا جا سکتا ہے
باقی یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ (ذی مسیح موعود) اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین
سے انسان مومن نہیں رہتا اور نبوت میں حرج لازم آتا ہے یہ حملہ آپکا رسول کریم پر ہے کہ آخر وہ بھی بشر
تھے جب ایک راستباز پر یہ وحی نازل ہوئی اور وہ اسکا مصداق بنگیا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے راستباز
پر جب یہی وحی اسی خدا کی طرف سے نازل ہو تو وہ اسکا مصداق نہ بنے بلکہ اسکے ایمان میں خلل آجائے
بحالیکہ معترض یہ بھی مانتا ہو کہ دونوں وحیاں سچی اور ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ایک

---

۱ دوسرے مجددین میں سے کسی نے سارے جہان کے لئے مبعوث ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ تو وہ لیظہرہ
علی الدین کلہ کا مصداق کیونکر ہوتا۔ ۲ شریعت نبوت کی حقیقت میں داخل نہیں۔ نہ براہ راست ہونا

ہی قرآنی آیت کے وہ مصداق ہیں ثابت نہیں کر رہا بلکہ وہ الگ وحی ہی اور یہ الگ وحی ہے ہاں اگر آپ کو نفس وحی میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا ہی تو پھر کھلے کھلے غیر احمدی بنکر اعتراض فرماتے اور یہ جو آپ بار بار پیش کرتے ہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب اسکے معنے خود حضرت اقدس نے غلطی کے ازالہ میں کر دئیے ہیں کہ میں ایسا رسول نہیں جو کتاب لایا ہو تعجب ہے کہ آپ ابھی تک اسی غلطی میں پڑے ہیں جسمیں چند نااہل تھے جو حضرت کی کتابوں کو غور سے نہیں پڑھتے اور جنہیں صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا باقی رہا آپکا لا تقولوا انہ لا نبی بعدہٗ قول عائشہ سے انکار سو یہ آپکے اپنے ہی اقوال سے پہلا انکار نہیں کہ مجھے تعجب ہو ہاں تعجب کی بات یہ ہی کہ آپ کہتے ہیں کہ جو دلیل دشمنان مسیح موعود کے لئے مسکت تھی وہ آپکے سامنے اسلئے نہیں پیش ہو سکتی کہ بقول خود اسکے سب سے پہلے پیش کرنے والے آپ ہیں مولانا بہت اچھا کیا جو آپنے رسول کریم کی اس حدیث کی تصدیق فرمادی جسمیں نہایت جانفشانی سے لڑنے والے ایک صحابی کو رسول اللہ نے حرام موت سے مرنیکی خبر سنائی تھی اور بعض صحابہ تعجب میں پڑ گئے تھے کہ ایسا مخلص اور اسکے حق میں یہ فقرہ بعد میں معلوم ہوا کہ اسکی جنگ حمیۃ الجاہلیۃ پر تھی نہ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپنے خود ہی بتایا ہے کہ میں یہ جواب دشمنوں کو صرف خاموش کرانے کے لئے دیا کرتا تھا کوئی احقاق حق مقصود نہ تھا۔ سو میں اسپر کیا لکھوں جب کہ آپنے اپنے عقائد میں یہانتک تبدیلی روا رکھی ہی کہ پہلے ہم سب مانتے تھے اور حضرت اقدس بھی فرمایا کرتے تھے کہ وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع تھا اور اب آپ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کا بھی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود تھے اور وہی آخر زمانے میں نازل ہونگے" اس قول عائشہ کے آگے ہذا ناظر الی نزول عیسیٰ لکھا ہو تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ تمام اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ آنیوالا عیسیٰ اللہ کا نبی ہو فرق ہے تو یہ کہ ایک فریق کہتا ہے وہ نبی آئے گا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ نہیں اور دوسرا فریق عقیدہ رکھتا ہے وہ نبی آیا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ اور امتی ہے پس جسمیں رسول اللہ کی عظمت شان ہو وہی عقیدہ قابل تسلیم ہو گا۔ ہاں آپنے یہ بھی لکھا ہی کہ حضرت اقدس کا الہام ہے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی حضرت نے کونسا کعبہ بنایا اور کیا حضرت ابراہیم تھے میں لکھتا ہوں اس الہام کے معنے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں پڑھ لو جس پر وحی نازل ہوتی ہے اسکی تفہیم بھی ہوتی ہے اسکے مطابق عملدرآمد ہوا بھی اور ابراہیم بیشک حضرت اقدس ہی ہیں چنانچہ حضور فرماتے ہیں "وہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے تب آخر زمانے میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہو گا۔" آپ خود

دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ - پھر ان سب کے بعد وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابی نے اس آیت کو مان لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کل گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں [illegible] یہ آیت موسیٰ مسیح اور تمام گذشتہ انبیاء کی موت پر قطعی دلیل ہے اور اس پر [illegible] کا اجماع ہو گیا۔ ایک فرد بھی باہر نہ رہا [illegible] گیا مولانا آپکا بعض صحابہ والا فقرہ ؟

التو المہم نہ تسلیم کر لئے ہیں کہ اسماء ہو [illegible] ملتے ہیں وہ اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں اور صرف برائے نام ہی نہیں ہیں تب پھر آپکو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت اقدس کا دعوٰی جری اللہ فی حلل الانبیاء ہونیکا ہے جس کے سلسلہ میں آپ براہین حصہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ میں ہوں" اسی طرح اذا الرسل اقتت کو آپ نے اپنے پر چسپاں کیا ہے اور نزول المسیح میں ہے کہ میں تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ہوں۔ پس جب وہ صفات کامل اور حقیقی طور سے آپ میں موجود ہیں جو اگلے انبیاء میں تھے تو پھر آپکو ان حدیثوں کا مصداق بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

الغرض باتوں کا جواب دینے کے بعد میں مولانا کی اس نذر کا جائزہ لیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ کھرے میں کھوٹ ملانا کیسا خطرناک کام ہے مولانا نے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کے دو وزیر اہل السماء سے ہوتے ہیں اور دو وزیر اہل الارض سے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں اس پر مولانا پوچھتے ہیں کہ حضرت اقدس کے دو وزیر کون سے ہیں اور پھر اشارتاً جتایا ہے کہ ایک میں ہوں۔ مولانا سنئے! آپنے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے میں آپکے سامنے صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں دیکھو مسلم جلد اول باب فی قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنۃ وانا اکثر الانبیاء تبعا) قال انس بن مالک قال رسول اللہ صلعم انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت وان من الانبیاء نبیا ما صدقہ من امتہ الا رجل واحد (انبیاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ صرف ایک ہی آدمی نے اسکی تصدیق کی) اب فرمائیے جبکہ ایک ہی مصدق ہے تو دو دو وزیر کہاں سے آئینگے آپ علماء امروہہ سے بھی مشورہ فرما لیجئے جنہوں نے بظاہر اتحاد پیدا کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں توفیق کر دیں پھر آپ کو ہم بتا دینگے کہ حضرت کے وزیر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو وہ کون کون ہیں۔ مگر آپکو یاد ہے کہ وزیر بننے کے شوق میں آپنے برخلاف اپنے موجودہ عقائد کے حضرت کو فی الحقیقت نبی مان لیا ہے اور اگر نہیں مانا تو وزارت آپکی باطل ہوئی جاتی ہے اور ہم تو حضرت اقدس کو نبی دوسرے دلائل سے ثابت کرینگے اور ہارون وزیرا الایہ پڑھکر بتا دینگے کہ قرآن مجید میں بعض نبیوں کا ایک ہی وزیر آیا ہے پھر جن مسلمہ نبیوں کے وزیر آپ کو نہ ملینگے انکی نبوت سے بھی آپ کو انکار فرمانا پڑیگا مولانا یہ اعتراض کرتے ہوئے دوسری احادیث پر [illegible] نظر [illegible] تھی مثلاً لکل نبی رفیق ورفیقی [illegible] یہ بھی ترمذی کی حدیث ہے ہر ایک نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے [illegible] جیسے راوی جنت [illegible] سمجھتا ہے [illegible] ان حدیث سے ہر نبی کا ایک رفیق ثابت ہوتا ہے لیکن [illegible] کی ان کے دو دو وزیروں کی [illegible] آپ

نہیں کر سکتے اسلئے مسلمات اپنے ان کی نبوت سے بھی منکر ہو جائے۔

دوسری حدیث جناب والا نے اپنے سرمایہ علم مشکوٰۃ کی فصل ثالث سے نقل کی ہے لن یقبض نبی حتی یری مقعدہ من الجنۃ ثم یخیر قالت عائشۃ فکان اخر کلمۃ تکلم بہا النبی صلعم قولہ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ یہ نیا اعتراض نہیں جو مولٰنا نے پیش کیا ہو اس سے پہلے کھلے کھلے لفظوں میں ہمارے فاضل امروہی محمد حسین بٹالوی کی وکالت کرچکے ہیں یہ فرما کر کہ حضرت کی موت فجاءۃ (یکایک) واقعہ ہوئی۔ گویا آپکو نہ وصیت کا موقعہ ملا۔ نہ خدا کی طرف سے اطلاع ہوئی کہ وفات قریب ہے نہ آپکو قبر دکھائی گئی نہ آپکو تخییر دی گئی کیونکہ آپ نے وفات کے وقت اے میرے پیارے اے میرے پیارے جونی نہیں کہا مگر جو لوگ احمدی ہیں اور لکیلا یعلم بعد علم شیئا اضلہ اللہ علی علم کے مصداق نہیں ہیں وہ جانتے ہیں اور صدق دل سے مانتے ہیں کہ یہ سب باتیں جو رسول اللہ یا ہر نبی کے متعلق پیش کیجاتی ہیں وہ مسیح موعود میں بھی پائی گئیں اور ہم ان کے چشم دید گواہ ہیں اگر کوئی دیکھکر اندھا ہو جائے تو اسکی قسمت سنیئے مولٰنا۔ حدیث کے پہلے ٹکڑہ کا ترجمہ یہ ہے کوئی نبی نہیں مگر کہ دکھایا جاتا ہے اسے جنت سے ٹھکانا اسکا اب بتائیے آپکے پاس کیا ثبوت ہے اسکا کہ حضور کو موضع قبر نہیں دکھایا گیا اور کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ ہر نبی بیان کر دیا کرتا تھا کہ مجھے مقعدہ من الجنۃ دکھایا گیا تاہم میں آپکو حضرت کا ایک کشف دکھاتا ہوں جو یہ ہے "مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچکر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں" (رسالہ الوصیۃ صفحہ ۱۵)

اب فرمائیے کہ یری مقعدہ من الجنۃ کے مطابق آپکو اپنی قبر دکھائی گئی یا نہیں تعجب ہے کہ اور تو کسی نبی کا آپ حوالہ بتلا نہ سکیں کہ اسنے کبھی بیان کیا ہو کہ اسے موضع قبر قبل از وفات دکھایا گیا آنحضرت صلعم صرف مرض موت میں بیان کریں اور حضرت مسیح موعود جنہیں تین سال پیشتر مقعدہ من الجنۃ دکھایا گیا انہیں آپ نبی نہ مانیں بجائیکہ الوصیۃ اڑہائی سال پیشتر شائع فرما چکے ہیں دیکھو اسمیں کسقدر صراحت سے آپ اعلان فرماتے ہیں "خدائے عزوجل نے تواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور اس بارہ میں اسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا ہے" (الوصیۃ ص ۲) ۲ سال پہلے یہ کھلی کھلی خبر ہو پھر کسقدر ظلم کتنا ستم کیسی بے انصافی ہے آپکی موت کو فجاءۃ قرار دیدیا جائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں جو خطبہ فرمایا

جس کا ایک نکتہ آپ نے نقل کیا کہ ایک بندے کو دنیا و آخرت میں تجویز دی گئی ہے مگر چونکہ آپ کے ایک غلام پر کسی احسان فراموش نے اعتراض کرنا تھا اسلئے اس نے اڑھائی سال پہلے اعلان فرمایا کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں پھر اسی الوصیت میں بتا دیا کہ میں آخرت کو اختیار کر چکا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

”تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے × × × اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں × × سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے“ (الوصیت)

یہاں حضرت اقدس نہ صرف اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں بلکہ دنیا کی بجائے آخرت کی زندگی اختیار کرنیکی وجہ بھی بتلاتے ہیں اور ہمیں تسلی دیتے ہیں کہ اسمیں تمہارا فائدہ ہے تم غمگین مت ہو میرے جانیکے بغیر وہ دائمی وعدہ کا دن نہیں آ سکتا اسقدر تصریح اور آپ ہیں کہ یہی رٹے جاتے ہیں کہ حضرت کی موت فجاءۃً واقع ہوئی اور آپ کو تخییر نہیں دی گئی۔ آخر حضرت عائشہ نے آنحضرت صلعم کی تخییر کیونکر سمجھی وہ حدیث سے واضح ہے جسے آپ چھوڑ گئے خیر اب میں لکھے دیتا ہوں آپ کو تکلیف نہ ہو مشکوۃ ہی سے دیکھ لیجئے قالت عائشۃ فلما نزل بہ و راسہ علی فخذی غشی علیہ ثم افاق فاشخص بصرہ الی السقف ثم قال اللھم الرفیق الاعلی قلت اذن لا یختارنا قالت و عرفت انہ الحدیث الذی کان یحدثنا بہ وھو صحیح۔ بخاری باب مرض النبی میں ہے ظننت انہ خیر“ یعنے موت نازل ہوئی حضور انور کو غشی طاری ہو گئی آنکھیں چھت کو لگ گئیں تب آپ نے افاقہ میں اللھم الرفیق الاعلی کہا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے گمان کیا کہ آنحضرت کو تخییر دی گئی۔ حضرت عائشہ کا تو یہ ایمان اور عورت ہو کر ایسی ذہانت کہ صرف اللھم الرفیق الاعلی سے سمجھ جاتی ہیں کہ انہ خیر اور آپکا یہ حال کہ اڑھائی سال پہلے پکار پکار کر کہا جاتا ہے میری وفات قریب ہے میرا جانا ضروری ہے اور آپ موت فجاءۃ قرار دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ انہ خیر مولانا اسوقت نہیں سمجھے تو حضرت اقدس جس وقت اپنی مرض الموت میں فرما رہے تھے میرے پیارے اللہ اسی وقت سمجھ جاتے کہ انہ خیر اسپر میری گواہی نہیں آپ ہی کے رفیق اور ہم مذہب و ہم عقیدہ کی روایت ہے جو بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء میں چھپ چکی ہے۔

”اس عرصہ میں حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام یہی کہتے رہے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ اور یہی الفاظ بڑے محبت بھرے لہجہ میں آپ کہتے رہے“ (صفحہ ۲ بدر)

پس اگر اللہم الرفیق الاعلیٰ سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیر تو اے میرے پیارے اللہ سے بھی یہی استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیر اور الوصیۃ میں تو اور بھی تصریح موجود ہے ہاں اگر آپ کے پاس حضرت اقدس کے متعلق کوئی ایسی شہادت یا ایسی تحریر موجود ہو جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپکو جب وفات کی خبر دیگئی تو آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ مجھے اسی دنیا میں زندہ رکھئے اور یہ خواہش قبول نہ ہوئی تو آپ پیش فرمائیے اسکے برخلاف آنحضرت کو پیغمبر ماننے کا ثبوت تو مینے دیدیا ہے اخیر میں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے لئے دو دو وزیروں کا ہونا یا قبل از وفات انہیں تخبیر دیا جانا اور بات ہے اور ان دو وزرا کی تعیین کر کے اپنی امت کو بتانا ایک ہی تخبیر اور موضع قبر کا نہیں بیان فرما دینا اور بات ہے دونوں میں فرق ہے عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا پس ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم وہ دو وزیر بتا بھی دیں اور ایسے ہی یہ ثبوت دیتے پھریں کہ حضرت مسیح موعود نے بیان کیا کہ مجھے قبر دکھائی گئی یا کہ مجھے تخبیر دیگئی گو آپ کی اس خواہش کو پورا کر دیا ہے مگر تاہم ہم پر یہ لازم نہیں تھا فافہم

تیسری حدیث آپ نے جو پیش کی ہے وہ آپ کے سرمایہ علم و فضل مشکوۃ میں بایں الفاظ ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک لابنۃ نبی وان عمک لنبی وانک لتحت نبی (باب مناقب ازواج النبی)

اس حدیث پر ہمارے مولانا کو اس قدر ناز ہے کہ وہ مجھے لکھتے ہیں کہ اسے تمام علماء قادیان کے پیش کر دینے کر رستہ کر راس پر غور کیا ہے نہیں سمجھ سکا کہ یہ حدیث آپکے کیونکر مفید مطلب ہے آیت ننکسہ فی الخلق تو سچ ہے مگر اسکے یہ معنے کیوں کئے جائیں کہ ایک عمر رسیدہ پیر و نابالغوں کی ایسی باتیں کرنے لگجاتا ہے مولانا نے اسی مشکوۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے انک لابنۃ نبی وکانت صفیۃ بنت حیی بن اخطب الیہودی من سبط ہارون ... عمها موسیٰ علیہما السلام۔ اگر آپ اس حدیث سے یہ سمجھے ہیں کہ رسول اللہ نے حیی بن اخطب کو نبی فرما دیا۔ یا مجازی نبی بنایا۔ تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے آپ تو اسے نبی نہیں مانتے جو خدا کی طرف سے نبی کا خطاب دیا گیا۔ اور جسے نبی کریم نے نبی فرمایا۔ یا اب یہ تنزل کہ ایک یہودی کو ان معنوں میں نبی بنا دیا جن معنوں میں مسیح موعود کو نبی مانتے ہو یعنی مجازی۔ مولانا اس حدیث میں ام المومنین صفیہ کا رشتہ ابن عم بعید سے بتایا ہے اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہارون اور موسیٰ فی الحقیقت نبی تھے جیسا کہ آنحضرت صلعم سچے نبی تھے پس یہاں تو مجازی کا سوال ہی نہیں مجاز کا استعمال ہو سکتا ہے تو اب اور عم پر نہ کہ نبی پر۔ پس اس سے مسیح موعود کی مجازی نبوۃ آپ کے مسلمہ معنوں میں کیونکر ثابت ہوگئی۔

یہ تو ہے آپ کی تین حدیثوں کا جواب۔ اس کے بعد چند اور متفرق باتیں ہیں جنہیں سوا ایک تع

کا حوالہ ہے جس میں سیدنا حضرت محمود زیر آیت خاتم النبیین وکان اللہ بکل شیءٍ علیما لکھتے ہیں "یعنی ہم نے آپکو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ آئے گا" اسپر مولانا بڑے دعوی سے لکھاتے ہیں یہ ہے پہلا عقیدہ صاحبزادہ صاحب کا۔ مولانا جہاں آپنے یہ حوالہ نقل کیا اسی سے دو سطر اوپر پڑھ لیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہاں کس قسم کے نبیوں کے آنیکا امتناع ذکر ہوا لیجئے میں ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ "فرمایا کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد اب کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپکی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کرے" صفحہ ۱۵۱۔ اسی بات کا لحاظ اگر آپ انجام آتھم میں کر لیتے تو آپ غلط فہمی میں نہ پڑتے دیکھئے وہاں بھی ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فھو کافر کذاب ہم میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ مسیح موعود کی نبوت صاحب نئی شریعت جدیدہ ہے جو قرآنی احکام کو ہم سے چھڑاتی ہے بلکہ ہم تو براہ راست نبوت کے بھی قائل نہیں تو یہ اعتراض ہمپر کیسے وارد ہو سکتا ہے لیجئے مولانا آپکے علمی مسائل کا جواب تو ہو چکا۔ اب باتیں ایسی ہیں جو خاص میری ذات سے متعلق ہیں ایک تو آپنے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں کتاب سنت کا علم آپکے حضور حاضر ہو کر پڑھوں بہت اچھا مولانا اگر مسیح موعود و خلیفہ اول کے قدموں میں رہکر آپکے افاضات قدسیہ کی گنجائش باقی ہو تو مجھے کچھ عذر نہیں لیکن آپ مجھے کس کتاب سنت کی تعلیم دینگے ایک تو آپکی وہ کتاب وسنت ہے جس کی رو سے آپنے خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کو دجال لکھا تھا اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کی تھی جب... مگر ایک ہزار دلائل بھی کتاب وسنت سے آپکے پاس تھے اگر بعد میں کہدیا کہ وہ تو صرف زبانی جمع خرچ تھا) یا اس کتاب سنت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الف آخر میں محض اسلئے مبعوث ہوئے کہ آپ سے استفادہ کریں اور آپکی بھی جتی پر تو آپکا ایمان ہو مگر آخری وحی ضعیف احادیث سے بھی بڑھکر ناقابل اعتبار وسند ہے پھر آپکے دماغی تموجات کا کچھ ٹھیک نہیں کبھی تو آپ معلم بننا چاہتے ہیں اور کبھی متعلم چنانچہ کچھ عرصہ ہوا آپنے سیبویہ وغیرہ پڑھنے کی درخواست کی تھی دوسرے آپنے مجھے عبدالعزیز عالم بننا فرمایا ہے اور عزیز یعقوب کی موقوفی کا رونا روتے ہوئے میری نسبت ارشاد کیا ہے کہ شاید تمہیں بھی اپنے موقوف ہونیکا خطرہ ہے مولانا آپ بزرگ ہیں میں کچھ عرض کروں تو بے ادبی کا خوف ہے۔ باقی رہا عزیز صانہ اللہ عن الشر والعیوب کے وظیفہ کی بندش سو گستاخی معاف! مولانا یہ تو آپ ہی کا نافذ کردہ حکم ہے شاید آپ کو یاد نہ ہو مجھے یاد پڑتا ہے۔ فاضل ایم اے کے وظیفے کی بندش کے متعلق سب سے پہلے آپ ہی نے تحریک فرمائی تھی۔ اگر انکار فرمایا تو پھر شاید اللہ تعالے میرے لئے کوئی ثبوت پیش کرنے کی راہ بھی کھول دے گا۔

ہمدم دیرینہ۔ اکمل عفا اللہ عنہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلادیں بچے سے ضعیف تک کو دوا ایکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمایش کیلیے قیمت فی شیشی ۱۲ار محصولڈاک ۶ار تین شیشی کی قیمت عار محصولڈاک ۱۰ار

قوت کی گولیاں

۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوا ایس فاسفورس اسٹکنیا - ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنتی ہیں اسلئے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص وعویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو - ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے - چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵ر

دیکھیئے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۴۰ گولیاں منگوائیں ایکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی -

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء مطابق رجب ۱۳۳۵ھ | نمبر ۵

فہرست مضامین

قیمت سالانہ
عوام سے عہ طلبا سے عہ غیر ممالک سے عہ

باہتمام ... عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور شائع ہوا

خریدارانِ تشحیذ

وی۔پی آتے ہیں

جن حضرات نے ابھی تک ۱۹۱۷ء کا چندہ سالانہ ادا نہیں فرمایا (بلکہ بعض نے تو ۱۹۱۶ء کا چندہ بھی ابھی نہیں دیا) ان کے نام ۵۔جون کا تشحیذ وی پی ہوگا۔ایک ماہ پہلے اطلاع کردی ہے واپس کرکے نقصان نہ پہنچانا۔تشحیذ مضامین کے لحاظ سے جو خدمات ادا کررہا ہے۔اسکا زبانی اعتراف جماعت احمدیہ کو ہے مگر عملی اعتراف کی ضرورت ہے موجودہ خریدار اگر سب کے سب چندہ سالانہ ادا کردیں تو بھی اخراجات پانسو روپیہ اس سے زائد ہیں۔اس اندیشناک حالت کے باوجود اگر ہمارے دوست کارخانہ تشحیذ کا پھر حق اسے نہ دیں اور اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا نہ کریں تو تشحیذ کا جاری رہنا محال ہے پس دوست خریدار بڑھائیں۔عطیے امدادی دلائیں اور چندہ سالانہ ادا فرمائیں۔جس کے لئے مکرر عرض کرتا ہوں کہ وی پی آتے ہیں اگر کچھ عذر ہو تو پہلے اطلاع دیں

قبولیت دُعا کے چھپاسی گُر

خدا کے فضل سے جو یہ مضمون لکھا گیا ہے اسکی زائد کاپیاں الگ ٹائٹل پیج کے ساتھ چھپوائی گئی ہیں احباب دوسرے دوستوں میں بھی تحریک فرمائیں اور ۱۰ فی جلد کے حساب سے متعدد جلدیں منگوالیں یہ رسالہ تو تمام مسلمان کہلانے والوں کے کام آسکتا ہے احمدی مذہب کے مسلمانوں کی خصوصیت نہیں۔تاہم اپنے احباب جماعت کو تو خاص قدردانی کرنی چاہئے ۳ جلد آدھ آنہ کے ٹکٹ میں جاسکتی ہیں۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مئی ۱۹۱۷ء

قبولیتِ دُعا کے چھیاسی گُر ۸۶

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد خوشتر میں ایک نظم مَیں نے لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

؎ جس میرزا کی خاطر گھر بار ہم نے چھوڑا ٭ آؤ تمہیں دکھائیں وہ میرزا یہی ہے۔ نظم لکھنے کے تین چار روز بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس بھی ایک نظم اسی ردیف و قافیہ میں تحریر فرما رہے ہیں۔ اس توافق اتفاقیہ پر مَیں نے اللہ کا شکر کیا کہ کچھ نہ کچھ پرتو انوار ملایک کا اس گنہگار کے قلب پر بھی پڑتا ہے۔ اسی طرح میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ دعاؤں کی قبولیت کے طریقوں پر ایک مضمون لکھوں۔ مَیں نے ایک کاغذ پر کچھ باتیں جمع کیں کہ اسی جمعہ کو حضرت خلیفہ ثانی نے اس موضوع پر خطبہ پڑھا۔ اور دوسرے جمعہ بھی اس پر کچھ بیان فرمایا تب مَیں خاموش ہو گیا پھر خیال آیا کہ حصول ثواب کے لئے میں بھی اپنا مضمون دیدوں مگر ایک دوست نے ان خطبات کو کتاب کی صورت میں چھپوالیا۔ تو مَیں نے اسکے فروخت ہوجانے تک توقف مناسب سمجھا۔ اب میں لکھتا ہوں جو میں مختلف کتابوں کے مطالعہ سے جمع کرسکا۔ یا میرے اپنے فہم اور تجربہ میں آیا پہلے مجھے وہ اسباب لکھنے چاہئیں جن سے دعاؤں

کی قبولیت میں روک پیدا ہو جاتی ہے +

دُعا کی قبولیت میں روک پیدا کر دینے والی چیزیں

۱۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص سفر دراز کرتا ہے اس کے بال پریشان کپڑے گرد آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے یا رب یا ربّ کہ رہا ہے مگر اسکا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے اور پوشش حرام ہے پس کیونکر اسکی دعا قبول کی جائے معلوم ہوا کہ خوراک پوشاک حرام ہونا بھی مانع استجابت دعا ہے +

۲۔ مصیبت جس حکم الٰہی کی عدم تعمیل کی وجہ سے ہے اسے نہ چھوڑنا اور دعا کرتے جانا کہ یہ مصیبت دور ہو مثلاً (ا) ایک شخص دیدہ دانستہ ایک ویرانے میں اترتا ہے جس کی مضرتوں سے آگاہ ہے (ب) مسافر ہے اور سرِ راہ اتر کر قیام کرتا ہے (ج) جانور کو کھلا چھوڑتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے اسے روک دے (د) کسی سے مالی معاملہ کرتا ہے اور گواہ نہیں رکھتا (ہ) سفیہ کو مال سپرد کرتا ہے پھر ان باتوں سے جو نقصان عائد ہوتے ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہے تو حدیث میں آیا ہے کہ قبول نہ ہوگی۔ غلطی سے یا مجبوری سے ایسا ہو جائے یا انسان سچے دل سے تائب ہو۔ تو یہ باتیں قبولیت دعا میں مانع نہیں۔ ایسا ہی (و) باوجود مہیا اسباب محض کسل یا تکبر کی وجہ سے اسباب سے کام نہ لینا اور فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہوئے دعا کئے جانا کہ مجھے رزق واسع ملے (ز) ایسی جگہ بغیر خاص مجبوریوں یا حکم مطاع کے رہنا جہاں دین کے بارے میں خطرہ ہے اور پھر یہ دعا کہ مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاؤں بقولہ تعالیٰ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا (ح) جوا کھیلنے۔ چوری کرنے۔ جھوٹ بولنے بے نماز رہنے کی عادت چھوڑنے کے متعلق خود کچھ کوشش نہ کرنا اور دعا کی استدعا۔ یہ سب ایسی صورتیں ہیں کہ قبولیت دعا میں روک ہو سکتی ہیں۔ پہلے ازالۂ سبب ضروری ہے اور اگر ازالۂ سبب کی توفیق نہ پائے۔ تو پھر اس توفیق کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ ہمارے حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے۔ اگر دعا کی توفیق نہ ملے تو میں تو یہی کہونگا کہ پہلے اس توفیق کے پانے کے لئے بھی دعا ہی کرنی چاہئے۔ کہ الٰہی مجھے دعا کی توفیق دے +

۳۔ حدیث میں ہے کہ اگر تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دو گے تو تم پر ظالم مسلط ہونگے اور پھر جو تمہارے نیک بھی دعا کرینگے تو قبول نہ ہوگی اس سے معلوم ہؤا کہ جو لوگ عیسٰی بدین خود موسیٰ بدین خود کہتے ہوئے بلا اس حالت کے جس کا ذکر حدیث کل ذی رای برایہ میں ہے عمل بالمعروف چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت میں بھی ان کا یہ فعل روک ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود بھی باوجود اسکے کہ خود وہ مصیبت لانے والا کام نہیں کرتے اس بلا میں جو بدوں کے لئے نازل ہوتی ہے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ نہی عن المنکر کرتے تو بچے رہتے جیسا کہ یہود کے متعلق قرآن مجید سورہ اعراف میں ہے فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب الآیۃ

۴۔ خدا تعالےٰ کے مامور جن مقاصد کے لئے آتے ہیں۔ ان کے خلاف دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ اور جس کی خدا تعالےٰ وجاہت قائم کرنا چاہے اسکی ذلّت کی دعائیں بھی مسترد ہونگی وما دعاء الکفرین الا فی ضلٰل ایسا ہی بنی اسرائیل کا واقعہ کہ جن ہتھیاروں سے انہوں نے بابلیوں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ انہی ہتھیاروں سے وہ حضرت نبی کریم کے خلاف کام لینے لگے

ایسا ہی وہ حادثہ یا واقعہ جس کی نسبت کسی نبی کی پیشگوئی موجود ہو۔ اب اسکے لئے یہ دعا ہو رہی ہے کہ یہ بات پوری ہی نہ ہو۔ یہ ٹھیک نہیں البتّہ اسکے نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے دعا بیشک کیجائے یہ مطلب نہیں کہ مثلاً عذاب کی پیشگوئی ہے اور یہ توبہ استغفار انابت الی اللہ نہ کرے کیونکہ عذاب تو ایذا رساں نافرنوں کے لئے ہے +

۵۔ دعا کی قبولیت میں یہ بھی روک ہے کہ انسان ایسے کام کرے یا ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے جس سے جناب الٰہی سے دوری ہوتی جائے

وہ باتیں جن کے لئے دعا کرنا منع ہے

یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل۔ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ اور جلد بازی سے کام نہ لے۔

۲ - کوئی لغو اور بے فائدہ دعا نہ کرے کہ مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون مثلاً ایسے امور کے لئے جن کا نہ دین میں کچھ فائدہ ہو نہ دنیا میں یا جو بطور تحصیل حاصل ہوں یا برنگِ استہزاء

۳ - اللہ سے کوئی حقیر چیز نہ مانگے کہ یہ بھی اس عالی جناب کی بے ادبی ہے۔ ہمارے صوفیاء ایک طرف دنیا کے بارے میں متاع قلیل ارشاد الٰہی سُنکر اسے بھی حقیر سمجھتے ہیں دوسری طرف جوتی کا تسمہ اور ہانڈی کا نمک بھی خدا ہی سے مانگنے کی تحریک کرتے ہیں اپنے اپنے مقام پر دونوں باتیں درست ہیں۔

۴ - ایک حدیث میں ہے لاتدعوا علیٰ انفسکم ولا تدعوا علیٰ اولادکم ولا تدعوا علیٰ اموالکم۔ اپنی جان پر اپنی اولاد پر اپنے اموال پر بد دعا نہ کرو۔ ایک حدیث میں ہے اپنے خدام پر بھی۔

۵ - کسی گناہ کے لئے دعا نہ کرے مثلاً یہ کہ فلاں مال جو کسی دوسرے کا حق ہے مجھے ملجائے یا کسی دوسرے کے تعلقات زوجیت میں خلل اندازی

۶ - بلا اور مشکلات سے گھبرا کر اپنی موت کی دعا نہ کرے بلکہ یوں دعا کرنی چاہئے کہ اللھم احیني ما کانت الحیوۃ خیرا وتوفني اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ ایسی دعا فتنہ مضرتِ دینی سے بچنے کے لئے بعض نے جائز رکھی ہے۔

۷ - کسی مسلمان کے حق میں یہ دعا نہ ہو کہ وہ کافر ہو جائے یا خدا اسے خوار کرے معین مسلمان پر اسکا نام لے کر لعنت کرنا بھی منع ہے

۸ - ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین سے ظاہر ہے کہ دعا میں اعتداء بھی منع ہے اعتداء کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں مثلاً دعا میں قافیہ بندی اور سجع۔ لوگوں کی کہنے دینے خلاف شریعت امور کے لئے

۹ - نزولِ بلا سے پہلے صبر کی دعا بھی نہیں چاہئے کیونکہ اس طرح پر دعا کا یہ مطلب ہے کہ گویا وہ بلا کو خود طلب کرتا ہے حدیث شریف میں ہے وسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لے یسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع ۔ وحتی یسألہ ملح (مشکوٰۃ)

رجلاً وھو یقول اللھم انی اسئلک الصبر فقال سالت اللہ البلاء فسئلہ العافیۃ (رواہ الترمذی مشکوۃ)

۱۰- جو بحالت کفر و شرک مرے اسکے لئے مغفرت کی دعا منع ہے بقولہ تعالیٰ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب الجحیم۔

۱۱- ایسی دعا بھی منع ہے جس سے تمام آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کی تکذیب لازم آئے۔

۱۲- دعا میں بخل اور تنگی اور خساست نہ ہو مثلاً یہ کہ میرے مولا کریم صرف مجھی پر کرم کر کیونکہ یہ خلاف ہے رحمتی وسعت کل شیٔ کے ایک اعرابی دعا کر رہا تھا اللھم ارحمنی وارحم محمدا ولا ترحم معنا احداً تو حضرت نبی کریم نے اسے رد کا اور فرمایا لقد حجرت واسعًا۔

۱۳- یوں دعا نہ کرے کہ اللھم اغفرلی ان شئت۔ ارحمنی ان شئت ارزقنی ان شئت (بخش دے اگر تو چاہے۔ رحم کر اگر تو چاہے۔ رزق دے اگر تو چاہے) کیونکہ خدا تعالےٰ کی ذات غایت استغنا میں ہے اور بندہ بہرحال محتاج اس طرح تو بے پروائی پائی جاتی ہے۔

دعا کو عبادت سمجھکر کرے اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دعا کو عبادت سمجھکر کرے کیونکہ اگر صرف اسی لئے کریگا کہ میرا مطلب حاصل ہو جائے تو خود غرضی پیدا ہوگی۔ اور طبیعت میں خلوص نہ رہے گا۔ قال رسول اللہ صلعم الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (۲) قال رسول اللہ صلعم الدعاء مخ العبادۃ (دعا عبادت کا گودہ ہے) (۳) قال رسول اللہ صلعم لیس شیٔ اکرم علی اللہ من الدعاء دعا سے بزرگ تر شے اللہ کے نزدیک ہے دیکھو مشکوۃ)

دعا سے کبھی غافل نہ ہو بعض لوگ صرف کسی مصیبت یا مشکل کے وقت دعا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں حالانکہ انسان ایک ایک لمحہ میں مولا کریم کے فضل کا محتاج ہے حدیث میں ہو قال رسول اللہ صلعم ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (رواہ الترمذی) فرمایا رسول کریم نے کہ دعا اس چیز سے نفع کرتی ہے جو اتری اور جو نہیں اتری اس سے بھی پس اللہ کے بندو! تم دعا میں لگے رہو۔ بس دعا

بہرحال مفید رہے ۔ اگر حادثہ نازل ہو چکا ہے تو اسمیں تخفیف ہو گی اور اگر نازل نہیں ہوا تو دعا اسے منقطع کر دے گی دعا نہ کرنا تو موجب غضب الٰہی ہے چنانچہ رسول اللہ فرماتے ہیں ۔ من لم یسال اللہ یغضب علیہ

دُعا کے اوقات یوں تو جس وقت بھی دعا کیجائے اچھی ہے مگر بعض اوقات قبولیت کے ہیں سب سے پہلے تو وہ اوقات ہیں جو خدا تعالےٰ نے نمازوں کے مقرر فرمائے ہیں یہ وہ اوقات ہیں جنمیں خدا تعالےٰ نے اپنے بندے کو اپنی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر عرض معروض کرنیکا موقعہ دیا ہے یعنے فجر ۔ ظہر ۔ عصر ۔ مغرب ۔ عشاء پس نمازوں میں اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں ۔ علاوہ ازیں یہ اوقات احادیث سے معلوم ہوئے ہیں ۔

(۱) **عرفہ کا روز** حضرت خلیفہ اول کا معمول تھا کہ حج والے دن ظہر کے بعد لوگوں سے فرماتے کہ سب بیٹھکر دعائیں کرو ۔ تا تمہاری دعائیں میدان عرفات میں دعائیں کرنے والوں کیساتھ ملکر قبول ہو جائیں (۲) **رمضان کا مہینہ** (۳) **جمعہ کا روز** ۔ اسمیں ایکساعت ہے جس کی نسبت مختلف اقوال ہیں کوئی وہ وقت بتاتا ہے جب خطیب دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے کوئی غروب آفتاب سے کچھ پہلے (۴) ہر رات جب تہائی پچھلی رات رہتی ہے ۔ اور خدا تعالےٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے ۔ اور میں قبول کروں دبالاسحار ہم یستغفرون سے بھی اسکا پتہ چلتا ہے (۵) تکبیر فرض نماز کے وقت (۶) مینہ برسنے کے وقت (۷) جب فوجیں خدا کی راہ میں بھڑیں یا میدان کارزار خوب گرم ہو (۸) مسجد جاتے ہوئے (۹) اذان کے وقت (۱۰) عین زوال سورج پر کہ ان وقتوں میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں (۱۱) اذان اور اقامت کے درمیان (۱۲) رات جس وقت سوتے سے آنکھ کھلجائے (۱۳) قرآن مجید خود پڑھکر یا سنکر (۱۴) جب مومن کی جان نکلنے لگے کہ وہ وقت رقت اور نزول ملائکہ رحمت کا ہے (۱۵) جب خدا اور اسکے رسول کے ذکر کی کوئی محفل قائم ہو (۱۶) سجدے میں (۱۷) روزہ کھولنے کے وقت (۱۸) جب قلب میں رقت پیدا ہو طبیعت میں اضطرار و اضطراب ۔

وہ مکانات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مکانات کی کوئی خصوصیت تو نہیں بلکہ جہاں حضور قلب میسر آئے اور روح آستانہ الوہیت پر ٹپڑے وہی

مقام قبولیت کا ہے لیکن تاہم بزرگوں نے لکھا ہے اور میرے تجربہ میں بھی آیا ہے کہ جو مقام خدا تعالیٰ
کی طرف سے مقدس و بابرکت قرار دیئے گئے ہیں وہاں دعائیں بیشتر اور جلد قبول ہوتی ہیں (۱) خانہ کعبہ (۲)
میدان عرفات (۳) اور روضہ رسول کا تو کیا کہنا وہاں جانا تو قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔
ہندوستان میں خدا تعالیٰ نے ہمیں محض اپنے فضل سے کئی موقعے دیئے ہیں (۱) مسجد مبارک
خصوصاً اسکا وہ حصہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود نماز پڑھتے تھے میں ۱۹۰۵ء میں پہلے پہل
قادیان آیا تو میں نے یہ جگہ دعا کے لئے تاڑی میں اس ذوق اس وقت اس حضور قلب کو ابھی تک کہ بارہ
برس گذر چکے ہیں نہیں بھولا جو مجھے اس مقام پر میسر آئی اور اس پر لطف یہ کہ پورے دو گھنٹے
تنہائی رہی ورنہ ایسی صورت بھی کم ہی ہوتی ہے میں نے تین دعائیں کیں اور تینوں ہی قبول ہو گئیں
بظاہر حالات وہ کام بہت مشکل بلکہ محال معلوم ہوتے تھے ہاں مجھے یہ افسوس ہے کہ میری معرفت
ان دنوں میں کم تھی اسلئے میں نے جو مانگا خود ہی محدود کر کے مانگا۔ (۲) مقبرہ بہشتی کہ اسکے حق میں
ہے انزل فیہا کل رحمۃ۔ خصوصاً اس زمین کا وہ مقدس حصہ جس میں جسم مطہر سیدنا جری اللہ
فی حلل الانبیاء مدفون ہے اکثر اوقات میں وہاں محسوس کرتا ہوں کہ جیسے موسلادھار مینہ برستا
ہے اسطرح انوار رحمت برستے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ایک صاحب ہیں جو دعائیں کرنے
میں بہت مشہور ہیں حتیٰ کہ بعض دوست انہیں دعائیں کرنے کے لئے اپنے ہاں لیجاتے ہیں ایک
دفعہ سخت ابتلاء میں آگئے بہت ہی دعائیں کیں اور کرائیں آخر ایک روز مجھے ملے اور کہنے لگے
کہ کوئی گر قبولیت دعا کا بتادو۔ جو تمہارے تجربہ میں آیا ہو میں نے کہا آپ ایسے وقت کہ کوئی نہ ہو
روضہ مطہرہ مسیح موعود پر کھڑے ہو کر اپنے مولیٰ کریم سے دعا کریں اور یہ وہم بھی نہ آنے دیں۔ کہ
حضرت صاحب دعائیں سنتے یا قبول کرتے یا سفارش کرتے ہیں بلکہ آپ صرف یہ سمجھیں کہ یہ
جگہ ایسی ہے جہاں ہم رحمت الٰہی کے بادل برستے رہتے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ
دعا قبول ہوئی (۳) بیت الذکر حضرت اقدس کا مگر وہاں بیرونی آدمی کو موقعہ ملنا دشوار ہے کیونکہ
وہ گھر کے اندر ہے (۴) کسی خدا کے ولی یا عالم باعمل کی صحبت میں کہ ھم القوم الجلساء لا
یشقی جلیسہم (مشکوٰۃ) (۵) جہاں ایک دو بار دعا قبول ہو چکی ہو۔ بعض بزرگ تو وہ مصلیٰ
ہی محفوظ رکھتے چلے آتے ہیں (۶) جہاں خدا کے کسی فضل کا نظارہ دیکھے مثلاً جب حضرت زکریا

نے بی بی مریم علیہا السلام کے پاس پھل دیکھے تو وہاں اپنے فرزند کے لئے دعا کی كُلَّمَا دَخَلَ
عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ
هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً
إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (آل عمران ع)

(۷) جہاں چالیس مومن جمع ہوں کیونکہ خدا انکی مجموعی استدعا کو رد نہیں فرمائیگا (۸) اسی پر قیاس کرتے ہوئے جلسہ سالانہ دسمبر۔ مسافر کی دعا تو یوں بھی قبول ہوتی ہے جو خدا کے لئے سفر میں ہوں اور پھر ہزاروں کی تعداد میں جمع کیا ان کی دعائیں مسترد ہونگی مجھے اپنے ہونے پر ایسی امید نہیں (۹) جنگل میں جہاں چاروں طرف سناٹا ہو (۱۰) اور ایک میرا اپنا ذوق ہے جہاں شور وشغب ہو۔ اور لوگ دنیا میں مشغول ہوں وہاں دعا کرے کہ الٰہی یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی زبان تیرا ذکر نہیں کررہی میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں تیری جناب میں گرتا ہوں تو مجھ پر رحم فرما۔ کوئی تیرہ چودہ برس ہوئے ایک دفعہ میں ایک شہر میں گیا عجب حالات میں گیا اور میرے ساتھی بھی ایسے کہ شائد عید والے دن بھی سربسجود ہوئے ہوں وہاں ایک ہندو کے مکان پر اترے ایک بہت بڑی تقریب تھی جس کو دیکھنے کے لئے پھر عمر بھر کسی کو موقعہ نہیں مل سکتا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اس مکان کا مالک یہ جلوس دیکھنے نہیں جائیگا محض اسلئے کہ وہ اسکی پوجا کا وقت ہے جو وہ ایک بت کی اسوقت کرتا ہے اور اس سے پہلے کسی غیر کا منہ دیکھنا حرام سمجھتا ہے مینے پوچھا کہ کبھی اس مکان میں بھی کسی نے نماز پڑھی ہوگی بتایا گیا کہ غالباً ہرگز نہیں میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ وضو کرکے (اس پانی سے جو ایک کوزے میں قریباً بیس گھنٹے سے مینے محفوظ رکھا تھا کیونکہ پانی نہ ملتا تھا) سربسجود ہوا اور دعا کی کہ الٰہی مینے سنا ہے کہ یہاں کوئی سر تیرے حضور میں نہیں گرا۔ میں تیرا عاجز بندہ اپنا سر تیرے آستانہ پر رکھتا ہوں اور خالص تجھی کو پکارتا ہوں ایک دعا کی جو قبول ہوئی۔

آداب الدعا

اسکے بعد میں دعا کے طریقے لکھتا ہوں۔ جن کا لحاظ دعا میں کرنا چاہیئے۔

(۱)
دعا میں صدقِ نیت ہو

اللہ تعالےٰ سے جو دعا بھی کیجائے۔ اس کا دینی اور وہ پہلو جو خدا کے حضور پسندیدہ ہو پیش کرنا چاہیئے اسطرح پر ثواب بھی ہوگا۔ اور دنیوی مقصد بھی حاصل ہو جائیگا ایک صحابی نے اپنے مکان کی دیوار میں کھڑکی رکھی رسول اللہ نے اسکی وجہ پوچھی تو سادگی سے عرض کیا ہوا اور روشنی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا یوں کیوں نہیں کہتے کہ اذان کی آواز سننے کیلئے اسطرح وہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور ثواب بھی بیشتر ہوگا۔ اکثر لوگ حصول اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں مگر حضرت زکریا ان الفاظ میں اپنے مولیٰ کو پکارتے ہیں۔ وانّی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من اٰل یعقوب واجعلہ رب رضیا۔ یعنی مجھے فرزند عطا ہو تو وہ ا... ت میں میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور وہ تیرا برگزیدہ ہو۔ اب دیکھیئے اس دعا کی قبولیت پر وہ مطالب بھی حاصل ہیں جو لوگوں کے زیر نظر ہوتے ہیں۔

(۲)
دعا میں عزم ہو

جو دعا کیجائے وہ اس یقین کے ساتھ کیجائے کہ میرا مولیٰ اسکے دینے پر قادر ہے اور خود بھی ہمہ تن اسکے لئے کوشاں ہو۔ گویا ہر موئے تن زبان بنکر وہی چیز مانگ رہا ہے چنانچہ حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلعم اذا دعا احدکم فلا یقل اللھم اغفرلی ان شئت ولکن لیعزم ولیعظم الرغبۃ۔ فانّ اللہ لا یتعاظمہ شیٔ اعطاہ (رواہ مسلم) جب کوئی تم میں کا دعا مانگے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ مجھے بخشدے اگر تو چاہے بلکہ یقین کے ساتھ عزم سے طلب کرے اور بڑی رغبت اور نہایت الحاح کرے کیونکہ اللہ کے نزدیک بندہ کا سوال عطا کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔

(۳)
دعا میں جلد بازی نہ ہو

رسول اللہ فرماتے ہیں مسلم کوئی دعا نہیں کرتا۔ مگر وہ قبول ہوتی ہے جبتک استعجال سے

کام نہ لے صحابہ نے عرض کیا استعجال کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ دعا کرنے والا کہے مینے بہت دعا کی بہت دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی اور پھر تھک کر بیٹھ جائے اور دعا کرنی ہی چھوڑ دے۔ قیل یا رسول اللہ ما الاستعجال قال یقول قد دعوت وقد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجاب لی فیستحسر عند ذالک ویدع الدعاء۔ رواہ مسلم

جلد بازوں کو واضح ہو کہ رسول اللہ فرماتے ہیں ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اسم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدی ثلث وما ان یعجل لہ دعوتہ واما ان یدخرھا لہ فی الآخرۃ واما ان یصرف عنہ عن السوء مثلہا (مشکوٰۃ) کہ مسلم کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک وہ کسی گناہ یا قطع رحم کے متعلق نہ ہو تین باتوں سے ایک ضرور ہوتی ہے یا تو جو کچھ مانگتا ہے وہی دیدیا جاتا ہے یا آخرت میں اسکا اجر مقدر ہوتا ہے یا اس مصیبت وبلا کے عوض میں کوئی اور مصیبت ٹلجاتی ہے۔

(۴) آرام کی حالت میں دعا کرو تا تکلیف میں بھی قبول ہو

مینے پہلے بھی لکھا ہے کہ صرف اسی وقت دعائیں کرنا جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں ٹھیک نہیں۔ بلکہ فراخی اور آرام میں زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ تاکہ وہ مصیبت کیوقت بھی کام آئیں رسول اللہ فرماتے ہیں۔ من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء (رواہ الترمذی) جس شخص کو یہ پسند ہے کہ خدا اسکی اڑے وقتوں میں سُن لے اسے چاہیئے کہ وہ آرام کی حالت میں بہت دعائیں کریں۔

(۵) دُعا کے وقت چُست و ہوشیار رہو

جب خدا سے دعا کرنے لگو تو غافل دل کے ساتھ نہیں کہ زبان پر دعائیہ کلمے ہوں۔ اور دل کہیں اور لگا ہوا ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ نہ صرف اپنے ہر جوڑ و عضو سے بلکہ اپنی تمام روح وقوت سے مولا کریم کے حضور میں استقبال ہو۔ اور تبتل الیہ

جتیلاً کا رنگ رسول کریم فرماتے ہیں۔ ادعو اللہ وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان اللہ لا یستجیب دعاءً من قلب غافل لاہٍ (دعا کرو اللہ سے بحالیکہ تم اس یقین سے معمور ہو۔ کہ یہ ضرور قبول ہوگی اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ غافل اور لہو والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا) حضرت خلیفہ ثانی فرماتے ہیں سجدے میں اپنی کہنیاں زمین سے پیٹ ران سے جدا رکھنے کا اسی لئے حکم ہے کہ غفلت طاری نہ ہو۔ یہ تو جسم کے متعلق ہے روح کو تو اور بھی بیدار و ہوشیار و چست ہونا چاہئے۔

(۶)
دعا کے وقت ہاتھ اٹھالے

دعا کے وقت ہاتھ اٹھالے تو اور بھی اچھا ہے کیونکہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً (تمہارا رب حیاوالا کریم ہے اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اسکی جناب میں ہاتھ پھیلائے جائیں اور وہ انہیں خالی واپس کر دے)

(۷)
دعا کے الفاظ جامع ہوں

دعا میں جو الفاظ ہوں وہ اس مقصد و امر کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہوں کیونکہ ممکن ہے جسے یہ اچھا سمجھ رہا ہے اسکے حق میں برا ہو۔ یا جس سے الگ ہونے کے متعلق عرض کر رہا ہے اسکا کوئی پہلو خیر کا بھی اسکے لئے بدرجہ غایت مفید ہو۔ یا یہ ادنیٰ حصہ مانگ رہا ہو۔ اور اسکو اعلیٰ ملسکتا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کان رسول اللہ صلعم یستحب الجوامع من الدعاء ویدع ما سوی ذلك (رواہ ابوداؤد) رسول اللہ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور اسکے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے مثال کے طور پر ایک دو دعائیں لکھتا ہوں جو تمہید محررہ بالا کو واضح کرینگی۔

(۱) عن عمر قال علمنی رسول اللہ صلعم قال قل اللّٰھم اجعل سریرتی خیراً من علانیتی واجعل علانیتی صالحة۔ اللّٰھم انی اسئلك من صالح ما تعطی الناس من الاھل والمال والولد غیر الضال المضل (۲) اللّٰھم انا نعوذ بك من ان نزل او نضل او نظلم او نُظلم او نجھل او یجھل علینا (۳) رسول اللہ فرماتے ہیں۔ وما سُئل اللہ شیئاً یعنی احب الیہ من ان یسأل العافیة (نہیں سوال کیا جاتا اللہ کسی چیز کا جو اسے محبوب تر ہے سوا اسکے کہ وہ سوال

عافیت کے متعلق ہو۔ کہ اسمیں سب باتیں آگئیں (۷) اللھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم ما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب (رواہ الترمذی)

قرآن شریف کی دعاؤں سے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار بہت ہی جامع اور کل مطالب پر حاوی دعا ہے اھدنا الصراط المستقیم الآیۃ اس سے بھی بڑھکر حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ کے گرد مجھے اکیلے طواف کرنیکا موقعہ ملا حالانکہ ایسا ہونا سخت دشوار ہے اسوقت میرے جی میں آیا کہ دعا مانگ لوں جو جامع ہو آخر دعا کی کہ یا الٰہی فرمدینے کیوقت جو دعا کروں وہ قبول ہو جایا کرے یہ دعا اپنی جامعیت کے لحاظ سے ایسی ہی کہ خدا کے خاص فضل سے القا ہوسکتی ہے۔

(۸) دعا اعلیٰ مراتب مقصد پر حاوی ہو

دعا میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ مقصد ہو وہ پیش نظر رہنا چاہیئے اگر کسی کو بیماری سے تکلیف ہے تو یہ کیوں کہے کہ یا اللہ میری آدھی بیماری دور کردے یا دو دن صحت بخشدے کامل صحت کی دعا کرے وعن معاذ بن جبل قال سمع النبی رجلا یدعو یقول اللھم انی اسئلک تمام النعمۃ فقال ای شیئ تمام النعمۃ قال دعوۃ ارجوا بھا خیرا فقال ان من تمام النعمۃ دخول الجنۃ والفوز من النار۔ ایک شخص دعا کر رہا تھا کہ الٰہی مجھے تمام النعمت دیدے رسول اللہ نے پوچھا اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ عرض کی کہ مال ہے جو میرے مدنظر ہے۔ فرمایا تمام النعمۃ میں تو دوزخ سے نجات اور جنت الفردوس میں داخل ہونا بھی داخل ہے اسے سمجھایا کہ لفظ تو اسقدر وسیع ہے تم کیوں اسے ادنیٰ سے مرتبہ تک مقصور کرتے ہو

(۹) دعا میں کچھ شکر گزاری ہو

دعا کرتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے جو صرف زبان ہی سے نہیں۔ بلکہ اعمال سے بھی ہونا چاہئے تو میں تم کو اور بھی زیادہ

دونگا۔ نمونہ کے طور پر حضرت زکریاؑ کی دعا موجود ہے کہ وہ دعا کرتے ہوئے عرض گذار ہیں ولم اکن بدعائك

رب شقیاً۔ میں آپکی جناب سے کبھی محروم نہیں رہا۔ حدیث میں آیا ہے ما من رجل رأی

مبتلے فقال الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاك به وفضّلنی علی کثیر ممن خلق

تفضیلاً۔ الا لم یصبه ذلك البلاء کائنا من کان رواہ الترمذی کسی مبتلا کو دیکھکر کہے کہ اللہ کا شکر ہے جو مجھے

اس سے محفوظ   بہتوں پر مجھے فضیلت دی تو یہ کہنے والا اس بلا سے محفوظ رہتا ہے یہ حدیث شکر کا دعا سے پہلے ضرور اللہ کے

احسانات کا شکر کر لینا چاہئے بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں کیا دیا ہے کیا ہاتھ ہے۔ کان۔ زبان نعمتیں نہیں کیا اسلام نعمت نہیں ہے کیا دعا

کی توفیق نعمت نہیں وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا

(۱۰)

دعا سے پہلے حمد بھی ہو۔

دعا کرنے سے پہلے اللہ کی حمد ضرور کرنی چاہئے۔ اور اسکے اس صفات سے توسل اور اپیل کیا جائے جوام الصفات ہیں یہ سبق ہمیں سورہ فاتحہ سے ملتا ہے جہاں دعا سے پہلے الحمد للہ رب العلمین آیا ہے ایک صحابی فرماتے ہیں رسول کریمؐ نے جب کبھی دعا کی تو اللہ کی تسبیح و تحمید کی۔ چنانچہ آپ سبحان ربی الاعلی الوھاب کہہ لیتے۔

(۱۱)

دُعا سے اوّل و آخر درود ہو

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار متوجہ برحمت ہوتا ہے پھر لکھا ہے کہ درود کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے پس جو درمیان میں مطلب ہوگا۔ اللہ اسے بھی ردّ نہ فرمائیگا۔

(۱۲)

دعا میں اپنی بیچارگی کا اقرار ہو

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بھی طریق ہے کہ اپنی حالت زار کو کھولکر خدا کے سامنے رکھدے یہ نہ کہے کہ خدا کو سب معلوم ہے بیشک اسے معلوم ہے مگر اسکی رحمت کو حرکت میں لانے کے لئے اپنی بیچارگی و درماندگی کا اظہار ضروری ہے دیکھو حضرت زکریاؑ کس دردناک پیرائے میں عرض کرتے ہیں رب انّی وھن العظم منّی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعائك رب

شقیاً۔ میری ہڈیاں بودی ہو چکی ہیں سر کے بال چٹے ہو گئے ہیں پھر اس سے بھی بڑھکر عرض کرتے ہیں۔ وکانت امرءتی عاقراً وقد بلغت من الکبر عتیاً۔ میری بی بی بانجھ اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔ حضرت نوح نے ایک ہی لفظ میں اپنی بیچارگی کی تصویر کھینچ دی انی مغلوب فانتصر

(۱۳) دعا میں اسباب سے بھی کام لیا جائے

دعا کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب سے کام نہ لینا پڑے بلکہ ٹھیک دعا تو اسی وقت ہوتی ہے۔ جب دل کھولکر اپنا تمام زور لگا کر اسباب سے کام لیا جا چکے کیونکہ جب سب طرف سے تھک کر انسان رہجاتا ہے تو اپنے قلب میں خدا کی طرف خوب توجہ پاتا ہے اسی لئے انبیاء کا طریق تھا اور میں نے حضرت مسیح موعود کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حتماً امکن اسباب سے کام لیتے اور دعائیں بھی خوب کرتے ایاک نعبد وایاک نستعین سے ظاہر ہے کہ پہلے اسکی بتائی ہوئی راہوں پر عمل کیا جائے یہانتک کہ اس راہ میں یوں کوٹا جائے جیسے سڑک کے پتھر اور پھر خدا سے مدد مانگے اور استعانت طلب کرے۔

(۱۴) دعا میں طلب ہدایت ہو

پھر دعا میں بھی یہ خیال رکھے کہ میں اللہ سے وہ ذریعہ طلب کرتا ہوں یعنے وہ اسباب میسر آئیں وہ طریق سوجھے جس سے اس مقصد میں کامیابی ہو۔ اھدنا الصراط المستقیم کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ نزدیک سے نزدیک راہ حصول مقصد کی ملے اور پھر اس مقصد سے تمتع بھی نصیب ہو۔ یہ نہیں کہ مقصد حاصل ہو۔ اور فائدہ اٹھانے سے محروم رہجائے۔

(۱۵) اپنی دعا میں کچھ ایسی دعائیں ہوں جو ضروری قبول ہوتی ہیں

جب انسان دعا کرنے لگے تو بعض ایسی دعائیں پہلے کرے جنکی قبولیت ضروری ہے۔ یا جو اللہ کو پسند ہیں مثلاً اسلام کی ترقی اور اشاعت کی دعا حضرت نبی کریم حضرت مسیح موعودؑ

کے مقاصد کی تکمیل ہو۔ اسی طرح چند اور شخصوں کے لئے بھی دعا کرے کہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ دوسرا ممکن ہے انہی دعاؤں میں اسکی دعا بھی قبول ہو جائے۔

(۱۶)

دعا سے پہلے استغفار ہو

چونکہ دعا کی قبولیت میں انسان کے گناہ آڑے آجاتے ہیں اسلئے پہلے خوب استغفار کر لینی چاہئے قرآن شریف کی دعا رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین میں یہ بات سکھائی ہے یہ ہرگز نہ خیال کرے کہ مینے کونسا گناہ کیا ہے کہ انسان ہر وقت خدا کی رحمت کا محتاج ہے۔ نبی کریم فرماتے ہیں وانی لاستغفر اللہ فی الیوم مأتہ مرۃ (رواہ مسلم)

(۱۷)

دعا سے پہلے صدقہ ہو

کفارۂ ذنوب اور عاجزوں کی دعائیں لینے کے لئے پہلے کچھ صدقہ بھی کر لینا چاہئے۔ کہ اس سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ جب کسی حاجتمند کو ضرورت کے وقت کچھ ملیگا۔ تو دل ہی پکار اٹھیگا جا تیرا دونوں جہان میں بھلا۔ اور صرف اسی فقرے سے بعض اوقات بیڑا پار ہو جاتا ہے فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ کہ خدا سے مناجات کرنے سے پہلے صدقہ دے لے۔

(۱۸)

دعا سے پہلے کسی کی حاجت روائی کرے

یہ طریق بھی صلحاء نے بتایا ہے کہ جس قسم کی مشکل پیش ہو۔ اسی قسم کی مشکل جس کا ازالہ یا دور کرنا تمہارے اپنے بس میں ہو کسی دوسرے حاجتمند کی دور کرنے کی کوشش کرو۔ اس پر خدا تمپر بھی رحم کردیگا۔

(۱۹)

دعا میں اپنی عملی اصلاح بھی کرے

چونکہ انما یتقبل اللہ من المتقین ارشاد باریتعالٰے ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ جو اپنی دعاؤں کو قبول دیکھنا چاہتا ہے وہ تقوٰی اختیار کرے اسی طرح قرآن شریف میں ہے

انما یستجیب اللہ من الذین امنوا کہ اللہ ایمانداروں سے قبول کرتا ہے اور کمال ایمان یہی ہے کہ اسکے مطابق عمل بھی ہو حضرت خلیفہ ثانی نے فلیستجیبوالی سے استدلال کیا ہے۔ کہ میرے بندوں کو چاہیئے اگر وہ اپنی دعائیں قبول کروانی چاہتے ہیں تو میری باتیں مان لیا کریں

(۲۰)

دعا میں ماثورہ دعا بھی ہو

جو دعائیں قرآن مجید میں آئی ہیں جو حدیث میں آئی ہیں چونکہ وہ منبع قدس سے نکلی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انمیں سے کوئی دعا ضرور ساتھ ہو بعض بزرگ تو اور کوئی دعا ساتھ نہ ملاتے تھے تاکہ اعتدار نہ ہو جائے۔

(۲۱)

دعا اپنی زبان میں ہو

دعا میں رقت اور خلوص پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دعا اپنی زبان میں بھی کیجائے کیونکہ دلی خیالات اسی زبان میں ٹھیک ادا ہو سکتے ہیں جو مادری زبان ہے حضرت اقدس ہمیشہ فرماتے کہ رکوع و سجود میں ذکر مقررہ کے بعد اپنی زبان میں دعا کیجائے دعا میں فہم معنے بھی ضروری ہے۔

(۲۲)

دعا کے وقت کپڑے عمدہ و صاف ہوں

اللہ تعالےٰ پاک ہے وہ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اس کے حضور میں عرض معروض کرنے کے لئے جب انسان متوجہ ہو تو ضرور ہے کہ صاف کپڑے ہوں اور خوشبو بھی ہو۔ کیونکہ اس سے دل و دماغ میں پریشانی نہیں ہوتی ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں قرآن مجید کی آیت والرجز فاھجر اور خذوا زینتکم عند کل مسجد میں یہ تعلیم ہے اسلئے صلحاء نے لکھا ہے۔ کہ دعا سے پہلے مسواک کرے کہ مسواک موجب رضاء رب حسب حدیث رسول کریم ہے۔

(۲۳)

دعا میں تضرع ہو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ۔ پس جتنا ہی تضرع اور خشوع ہوگا اتنی جلد دعا قبول ہوگی۔

(۲۴)
دعا میں دھیمی آواز ہو

حضرت زکریا کے بارے میں ہے اذ نادیٰ ربہ نداءً خفیّا۔ اور ارشاد فرمایا فلا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا۔ پس دھیمی آواز ہو جیسی کہ درد سے نکلتی ہے حدیث شریف میں ہے انکم لا تدعون صما ولا غائبا۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہاں بعض وقت جوش سے آواز نکلجاتی ہو وہ اور بات ہے۔

(۲۵)
دعا میں مایوسی نہ ہو

اسکے متعلق پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ دعا میں استعجال نہیں چاہئے اور نہ تھکے۔ مایوسی تو ہرگز نہیں چاہئے کیونکہ قرآن مجید میں ہے انہ لا یایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون۔ صوفیاء نے تو یہانتک لکھا ہے کہ جب شیطان نے باوجود نافرمانی کے عرض کیا کہ ربّ فانظرنی الیٰ یوم یبعثون تو جواب ملا فانک من المنظرین جب شیطان کی درخواست منظور ہوگئی تو مومن کیوں ناامید ہو۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہماری کون سنتا ہے۔ اکثر لوگوں کی زبان سے سنتا ہوں جب انہیں دعا کے لئے کہا جاتا ہے کہ تو بہ جی! اللہ ہماری سنتا ہے میرے نزدیک یہ کلمہ کفر ہے جس سے توبہ کرنی چاہئے وہ ہر ایک کی سنتا ہے شیطان کی سن لیتا ہے اور ہر ایک مسلمان کی نہ سنے گا۔

(۲۶)
حقداروں کے حق ادا کرے

بعض وقت کسی کا حق دعا کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور دعا قبول نہیں ہوتی اسلیئے دعا کرنے والے کو اپنا محاسبہ کر لینا چاہئے حقداروں کے حق ادا کرکے جناب باری میں جائے۔

(۲۷)
دعا کے وقت کیا ہیئت ہو

یہ بھی بزرگوں نے لکھا ہے کہ وضو کرکے قبلہ رو دعا کرے بعض نے پسند کیا ہے کہ التحیات کی صورت میں بیٹھے یا سجدے میں پڑ جائے گھٹنوں کے بل کھڑے ہونا بھی ایک ادب کا طریق ہے جو بہت سی شریعتوں میں پایا جاتا ہے۔

(۲۸)
دُعا میں شرم کیسی؟

جب دعا کرنے لگے تو اپنے معاصی پر اپنے نفس کی آلودگی پر بیشک ندامت کا اظہار کرے مگر مانگنے میں شرم کیا ہے ہاں عظمت وجلال الٰہی سے زبان بند ہو تو دل تو پکارتا ہی ہے

(۲۹)
دعا میں زندہ بزرگوں کا توسّل جائز ہے

دعا کرتے وقت توسل اپنے کسی عمل صالح کا یا کسی زندہ خدا کے پیارے کا جائز ہے حضرت عمر نے ایک دفعہ بارش کے لئے دعا کی۔ انا نتوسل الیک بعم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فاسقنا ہم اپنے نبی کے چچا عباس کے توسل سے تیری جناب میں دعا کرتے ہیں کہ ہم پر پانی برسا۔

(۳۰)
دعا میں اللہ کو محبوب ناموں سے پکارے

قرآن شریف میں اکثر دعائیں یا ربّنا سے آئی ہیں۔ پارہ ۴ سورہ آل عمران میں ربّنا انّنا سمعنا سے ایک دعا شروع ہوئی ہے اسکے لئے ساتھ ہی فرمایا فاستجاب لھم ربّھم اسی طرح حضرت یوسف کی ایک دعا ربّ سے شروع ہوتی ہے اسکے لئے بھی فاستجاب لہ ربّہ فرمایا۔ اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت وبلا میں یا حیّ یا قیّوم حضرت نبی کریم فرماتے یوں تو اللہ کے سب اسماء حسنیٰ ہیں مگر جس قسم کی حاجت ہو اسی قسم کے اسم سے توسل کیا جائے تو اقرب الی القبول ہے۔

(۳۱)
دعا میں تکرار ہو

ایک ہی بار کہنا بے پروائی کا نشان ہے دعا میں عجز والحاح سے کام لے اور خوب تکرار کرے تکرار خدا کے حضور پسند ہے۔

(۳۲)
دوسروں سے بھی دعائیں کرائے

اپنی دعا پر ہی بس نہ کرے۔ بلکہ دوسرے صالحین سے بھی دعا کرائے اور یہ نہ سمجھے کہ فلاں مجھ سے کم درجہ کا ہے اس سے کیا دعا کراؤں یہ تکبر کا نشان ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ نے مجھے فرمایا اشرکنا یا اخی فی دعائک ولا تنسنا مجھے بھی اپنی دعاؤں میں شریک کر لینا اور بھولنا نہیں حضرت عمر کہتے ہیں کلمۃ ما یسرنی ان لی بھا الدنیا (رواہ ابو داؤد)

(۲۵)
کن کن کی دعا قبول ہوتی ہے

حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ نے فرمایا ثلثۃ لا ترد دعوتھم الصائم حین یفطر والامام العادل ودعوۃ المظلوم یرفعھا اللہ فوق الغمام وتفتح لھا ابواب السماء ویقول الرب وعزتی لانصرنک ولو بعد حین۔ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار کی جب روزہ کھولنے لگے (۲) امام عادل کی اور مظلوم کی اللہ اسکے لئے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کرونگا گو مدت کے بعد اسی لئے حضرت اقدس نے فرمایا ہے تم ظالم نہ بنو مظلوم بنو۔

دوسری حدیث میں فرمایا۔ ثلث دعوات مستجابات لا شک فیھن دعوۃ الوالد ودعوۃ المسافر ودعوۃ المظلوم (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

تیسری حدیث میں فرمایا خمس دعوات یستجاب لھن دعوۃ المظلوم حتی ینتصر ودعوۃ الحاج حتی یصدر ودعوۃ المجاھد حتی یقعد ودعوۃ المریض حتی یبرء ودعوۃ الاخ لاخیہ بظھر الغیب ثم قال واسرع ھذہ الدعوات اجابۃ دعوۃ الاخ بظھر الغیب (مشکوٰۃ)

پانچ دعائیں ضرور مقبول ہوتی ہیں مظلوم کی دعا۔ یہانتک کہ بدلہ لے لے۔ حاجی کی دعا جبتک کہ لوٹ آئے مجاہد کی دعا جہاد چھوڑنے تک مریض کی دعا اچھا ہونے تک۔ ایک بھائی کی دعا اپنے بھائی کے لئے غائبانہ پھر فرمایا کہ بہت جلد ہی قبول ہونے والی دعا بھائی کی ہے جو غائبانہ ہو۔

ایسے ہی وہ پاک نفس جسے خدا اپنی جماعت کے شیرازہ کو متحد رکھنے کے لئے چن لے

(جیسے حدیث میں الامام العادل کہا گیا ہے) اسکی دعائیں جلد اور زیادہ قبول ہوتی ہیں کیونکہ خدا اس کی وجاہت قائم کرانا اور اسکے ہاتھ پر ایک قوم کو متحد فرمانا چاہتا ہے اسے خارق عادت طور پر مستجاب الدعوۃ بنا دیتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اسکے روحانی جھنڈے تلے جمع ہونیکے لئے ایک عام تحریک پیدا ہو۔

(۳۴) بعض خاص گُر

جب اللہ سے دعا کیجائے تو وہ بعض گُر خود تعلیم فرما دیتا ہے جو کسی کو بھی نہیں سوجھے ہوتے حضرت خلیفہ اوّل بارہا فرماتے کہ اللہ تعالےٰ مجھے نہاں در نہاں طریقوں سے رزق دیتا ہے اور دیکھنے والوں نے بھی دیکھا کہ جب آپکو ضرورت ہوتی کوئی نہ کوئی فوری صورت اس ضرورت کے رفع کے لئے ہنگامی فوری طور پر روپیہ آجاتا۔ یا اور کوئی انتظام ہوجاتا۔ ایکبار فرمایا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی خاص عمل ہے پھر ارشاد کیا کہ عمل تو ہے مگر دوسرے رواجی عاملوں کی طرح کا نہیں پھر ایک قصہ بیان کیا کہ ایک عامل تھا اسکے پاس ہم کئی طلباء (زمانہ طالبعلمی) گئے۔ وہ کہنے لگا میں اپنے مجربات اور مخفی راز بتانا چاہتا ہوں مگر کوئی اسکا اہل نہیں نورالدین کہے۔ تو بتادوں میں نے کہا مجھے ضرورت نہیں اسکے بعد خاکسار کو مخاطب کیا اور قرآن مجید سے یہ آیت نکالکر دکھائی جو پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ رکوع ۸ میں ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ۔ فرمایا رزق کی کشائش کا ایک یہ بھی نسخہ ہے کہ اپنے اہل کو نماز کی تحریک بڑے زور سے کرتا رہے پھر فرمایا ذوقی بات ہے ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے

الغرض تدبّر فی القرآن سے ایسی کئی باتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ نادانوں نے یہ راز نہیں سمجھا اور آیتوں کو بطور منتر پڑھکر حصول رزق کے درپے ہوئے۔ اسی طرح ہر قسم کے مطلب کے لئے ماثور دعائیں بھی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے میں نے خدا کے فضل سے توفیق پاکر ادعیۃ القرآن کی تمام دعائیں جمع کردیں معہ ترجمہ نثر و نظم پھر ادعیۃ الاحادیث لکھی جسمیں وہ دعائیں جمع ہیں جو مختلف اوقات کے لئے جناب رسالتمآب نے فرمائیں ؂

ادعیۂ ماثورہ

کشائش کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَلْعِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ناتوانی اور سستی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بخل اور بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے دباؤ سے اے اللہ کفایت کر حلال روزی کے ساتھ حرام سے بچا کر اور اپنے سوا سب سے مجھے اپنے فضل کے ساتھ بے پرواہ کر دے

دعاء استخارہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

اے اللہ! میں تیرے علم سے بھلائی طلب کرتا ہوں۔ اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں۔ اور تیرے بڑے فضل سے مانگتا ہوں تو بیشک قدرت رکھتا ہے۔ اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ اور تو جانتا ہے اور مجھے کوئی علم نہیں اور غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر بہتر ہے میرے واسطے دین میں یا دنیا میں۔ یا انجام کے لحاظ سے تو میرے لئے مقدر کر اور اسکے اسباب مہیا کر دے پھر اسمیں میرے لئے برکت ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دین میں یا دنیا میں یا بلحاظ انجام تو مجھ کو اس سے پھیر دے اور مجھے اس سے ہٹا لے اور میرے واسطے بھلائی مہیا کر جس

جگہ ہو اور پھر مجھکو راضی کر دے اس پر

دعائے حاجت جب کوئی مشکل پیش آوے تو دو رکعت نماز پڑھے اللہ کی حمد اور درود کے بعد یہ دعا پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوا اللہ کے جو تحمل والا اور عزت والا ہے پاک ہے اللہ صاحب بڑے عرش کا میں چاہتا ہوں تجھ سے ان کاموں کی توفیق جو تیری رحمت کے واجب کرنے والے ہوں۔ اور جن سے ضرور تیری بڑی مغفرت ہو۔ اور ہر ایک نیکی کی غنیمت اور سلامتی گناہ سے نہ چھوڑے تو کوئی گناہ بجز بخشدینے کے اور نہ کوئی غم بجز دور کرنیکے اور نہ کوئی حاجت جو تیری مرضی کے موافق ہے سو پورا کر دینے کے اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

بیقراری اور گھبراہٹ کی دعائیں + اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا اے اللہ ڈھانپ دے ہمارے عیبوں کو اور امن دے ہماری گھبراہٹوں کو۔ (۲) اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ شَانِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ اے اللہ تیری رحمت کا امیدوار ہوں مت کر حوالے مجھکو میرے نفس کی طرف ایک لحظہ اور سنوار دے سب کام کوئی معبود نہیں سوا تیرے (۳) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اے زندہ اور سب کے تھامنے والے تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔ (۴) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَبِيْرِ۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ جو صاحب عظمت صاحب حلم صاحب عرش عظیم ہے آسمانوں کا رب عرش کریم کا رب ہے۔ (۵) آسمان کی طرف منہ کر کے صبح و شام اکثر کہے۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا سُبْحَا

اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ؕ

دعا استسقاء (۱) اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ ۔ اے اللہ ابر سا ہم پر مینہ بہت برسنے والا سیراب کرنیوالا ارزانی کرنے والا نفع دینے والا۔ نہ ضرر دینے والا۔ شتاب آنے والا۔ نہ دیر کرنے والا (۲) اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھِیْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ ۔ اے اللہ پلا اپنے بندوں کو اور چارپایوں کو اور اپنی رحمت پھیلادے اور مردہ شہر کو زندہ کر (۳) اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَھْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیَ وَاکْشِفْ عَنَّا الْبَلَاءَ مَا لَا یَکْشِفُہٗ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ اِنَّکَ کُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلْ عَلَیْنَا مِدْرَارًا ۔ اے اللہ دور کردے ہم سے محنت۔ بھوک۔ بے ستری اور ہٹالے ہم سے بلا جو تیرے سوا کوئی نہیں ہٹاتا۔ اے اللہ! ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں تو بہت بخشنے والا ہے اور ہم پر برسنے والا بادل بھیج۔

سفر کی دعا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ ۔ (اے اللہ تو رفیق ہے سفر میں اور خلیفہ ہے اہل میں اے اللہ ہم سفر میں ہیں اور تو ہمارے اہل میں خلیفہ بن۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے سفر کی تکلیف سے اور پھرنے کی بری حالت سے اور نقصان سے بعد نفع کے اور مظلوم کی بد دعا سے اور کسی کی بدنظر سے اہل اور مال میں۔

کسی گاؤں میں داخل ہوئے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔ اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور اس کے جن پر یہ سایہ ڈالے ہیں اور ساتوں زمینوں کے رب اور اسکے جس کو یہ اٹھائے ہیں اور شیطانوں کے رب اور ان کے کہ گمراہ کیا ہے شیطانوں نے ان کو اور ہواؤں کے رب اور ان چیزوں کے جنکو وہ بکھیرتی ہیں ہم تجھ سے اس گاؤں کی بھلائی اور اسکے اہل کی بھلائی چاہتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے ہیں اسکی بدی سے اور اسکے رہنے والوں کی بدی سے اے اللہ ہمیں برکت دے اسمیں اے اللہ نصیب کر ہمکو اسکی میوہ خوری اور محبت دے ہماری اسکے رہنے والوں کو اور محبت دے ہمکو اسکے نیک لوگوں کی۔

مرض سے شفا کی دعا

اِذْھَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ دور کر بیماری کو اے آدمیوں کے رب اور شفا دے تو ہی ہے شفا دینے والا کوئی شفا نہیں مگر وہ جو تیری جناب سے ملے وہ شفا دے جو ذرا بھی بیماری نہ چھوڑے (۲)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے (۳) جب کوئی عضو درد کرے تو تین بار بسم اللہ پڑھے بعد ازاں یہ دعا کرے سات بار اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی اس چیز کے دکھ سے جو میں محسوس کر رہا ہوں اور ڈرتا ہوں۔

جامع الدعا

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا یَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا مَصِیْبَاتِ الدُّنْیَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔

لا نکفر اهل القبلة

"ہم اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے"

مسلمانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو محض فروعی باتوں پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے دیتے ہیں اور کسی کو دین اسلام میں داخل کرنے کی بجائے دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس قدر وسیع القلب کہلانا چاہتے ہیں کہ اصولی اختلاف اور صریحاً عقیدہ کفر کا قائل ہونے کے باوجود بھی کسی کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر نہیں کہتے اور ان سے وہ تعلقات جائز رکھتے ہیں جو صرف ایک مسلمان سے روا رکھے جا سکتے ہیں میرے نزدیک دونوں فریق غلطی پر ہیں پہلے فریق کی غلطی تو ظاہر ہے جو کھینچ تان کر ہر ایک فرعی بات کو اپنی انوکھی منطق کے ذریعہ اصولی بنا لیتے ہیں۔ اور لا تکفروا اهل القبلة کی صریحاً مخالفت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے حضرت نبی کریم فرماتے ہیں ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما (متفق علیه) جو شخص اپنے مسلم بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ کفر دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑتا ہے اس حدیث کے معنے سمجھنے میں علماء کو دقت پیش آئی ہے کہ مومن کو کافر کہنے سے انسان کیوں باوجود کلمہ گو ہونے کے کافر ہو جاتا ہے اسکی ایک وجہ مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں میں میں نے دیکھی ہے کہ یہ بطور سزا کے ہے تاکہ ان لوگوں کو تنبیہ ہو جو اس خطرناک گناہ سے اسلامی وحدت کو پاش پاش کرتے ہیں پس جو شخص اپنے بھائی کو اس سلسلہ اخوت سے خارج کرتا ہے وہ حقیقت میں قابل ہے کہ اسے سلسلہ اخوت سے خارج کیا جائے مگر یہ توجیہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دوسرے بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ اسکے عقائد ہی کو کفر قرار دیتا ہے بحالیکہ اسکے عقائد اپنے نہیں بلکہ اس وحی خفی و جلی کا مجموعہ ہیں جو سیدنا خاتم النبیین حضرت محمد رسول رب العلمین پر نازل ہوئی۔ پس جو اس کلام الٰہی اور صداقت اور حق کو کفر اور کذب قرار دے وہ کافر نہیں تو اور کیا ہے؟ جس مسلم کی تکفیر

کی گئی ہے اسکی ہتک یا اسے برادری سے خارج کرنے کی سزا نہیں۔ بلکہ یہ نتیجہ ہے ان عقائد حقہ کو کفر قرار دینے کا۔ جبکہ وہ حسب تعلیم کتاب و سنت قائل ہے اس پر کہا جاسکتا ہے کہ بعض اوقات انسان نیک نیتی سے اور اپنی بات کو حق جان کر کسی کو کافر کہتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے اسلئے نیک نیتی اور عقائد حقہ کی تکذیب کبھی جمع نہیں ہو سکتے جیسے کہ حضرت اقدس ؑ نے حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں۔ کوئی شخص نیک نیتی اور حق پژوہی سے کام لے۔ اور پھر محمد رسول اللہ کی تکذیب کرے اسی طرح جن عقائد کا ایک مسلم قائل ہو انہیں کفریہ عقائد قرار دینا نیک نیتی اور دیانت سے نہیں ہو سکتا۔ کس نے اسے مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے مسلم بھائی پر خواہ مخواہ کفر کا فتوے دے کیوں نہیں وہ توقف کرتا اور اپنی زبان کو بند رکھتا اور اسکا معاملہ خدا کے سپرد کرتا۔

اب رہا دوسرا فریق جو یہاں تک کھلا چھوڑتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہو اور جو جی میں آئے عقیدہ رکھو اور جو دل میں گزرے کرو۔ وہ بھی سخت غلطی پر ہے اسے چاہئے کہ جس شریعت کا وہ پابند ہو اسکے مطابق اپنا عملدرآمد رکھے اپنی نفسانی خواہش پر نہ چلے بلکہ دیکھے کہ کتاب و سنت میں کیا آیا ہے جو لوگ ہمیں تکفیر اہل قبلہ کا الزام دیتے اور ہمیں سارے جہان کو کافر کہنے والے قرار دیکر متہم کرتے اور ہم سے نفرت دلاتے ہیں وہ اگر مسلمان ہیں اور شریعت محمدیہ کے پابند۔ تو خدارا ہمیں یہ بتائیں کہ "کسی نبی کے نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے" یہ اصل ہمارا بنایا ہوا ہے یا خود اس مہبط روح الامین محمد خاتم النبیین سید المرسلین کا۔ نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا اگر تو ہمارا بنایا ہوا ہے اور مسلمانوں میں دوسرے تمام فرقے یا چند اس کے قائل نہیں تب تو ہم قصوروار۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر اپنی وسیع القلبی کا راگ گانے والو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ اسکی کتاب قرآن مجید کو نعوذ باللہ افترا قرار دو۔ اس کے برگزیدہ رسول کو العیاذ باللہ تنگدل کہو۔ کہ اسنے کیوں محض ایک انسان پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ایک شخص کو کافر قرار دیا اور اسے دائرہ اسلام سے خارج کہا بحالیکہ وہ تمام دوسری باتوں پر ایمان رکھتا اور ایمان صالحہ بجا لاتا ہے۔ میں جب ایک مسلمان کہلانے والے کی زبان سے سنتا ہوں کہ "میاں محمود بڑا تنگدل ہے جس نے تمام جہان کو کافر ٹھہرایا بجز اپنے چند متبعین کے

تو بڑا تعجب کرتا ہوں کہ اللہ! اس شخص کو دعوٰی اسلام ہے جو "میاں محمود" کہکر دراصل محمد رسول
اللہ پر حملہ کر رہا ہے "میاں محمود" تو جیسا تنگدل ہے مجھے معلوم ہے وہ تو ایک دہریہ کے لئے بھی
جو کچھ نیکیاں کرتا رہا ہو۔ بالآخر نجات پا جانیکا قائل ہے (حالانکہ جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں)
اور خدا کی رحمت کو ایسا وسیع سمجھتا ہے کہ ابلیس کو بھی حاوی ہے مگر تم اپنے ایمان کی فکر کرو۔
کہ دراصل تمہارا حملہ اس اصل پر ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ کا بنایا ہوا ہے جسکا تم کلمہ
پڑھنے اور لوگوں کو پڑھا کر مسلمان بناتے ہو اسی نے کہا اور اعلان کیا کہ جو نبیوں میں سے ایک
نبی کو بھی نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے پس یہ بحث تو ہو سکتی ہے کہ سیدنا مرزا غلام احمد
نبی ہیں یا نہیں اور یہ الزام بھی ہمیں دیا جا سکتا ہے کہ یہ گروہ ایسا پیدا ہوا ہے جو مسیح موعود
کو نبی کہتا ہے مگر یہ بحث نہیں ہونی چاہئے اور نہ یہ الزام دیا جانا چاہئے کہ ہمنے سارے جہان کو بجز
چند متبعین کے کافر قرار دیا۔ کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں یہ تو شریعت اسلامی کا اصل ہے
جو ہم سے مشورہ لیکر نہیں بنایا گیا ہم ہرگز نہیں کہتے کہ جسے بزبان شریعت کافر کہا جائے
وہ عند اللہ قابل مواخذہ اور دوزخی ہے جنت اور نار کی کلید ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ یہ کام
احکم الحاکمین کا ہے بہت اغلب ہے کہ جسے شریعت کے اصل سے مجبور ہو کر کافر کہا جائے
وہ عند اللہ معذور اور قابل نجات ہو۔ اور جسے مسلم کہیں وہ عند اللہ قابل مواخذہ ہو۔ یہ اصول کا
معاملہ ہے تکفیر اہل قبلہ کا سوال نہیں شریعت محمدیہ میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو اہل قبلہ ہو۔ وہ خواہ
کسی نبی کا منکر ہو۔ یا کسی سچے مسلم پر کفر کا فتوٰی دے یا قرآن مجید کی کسی آیت کا سرے ہی
سے منکر ہو تب بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ بلکہ لا نکفر احدا من اہل القبلہ
کے اور معنے ہیں جو معنے ہمپر الزام دینے والے سمجھے ہیں وہ تو لیس البر ان تولوا وجوھکم
قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتب
والنبیین کے صریح مخالف ہیں یعنی صرف قبلہ روئی ہی حقیقی بر اور سچا اسلام نہیں۔ بلکہ حقیقی
اسلام تو یہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو یوم آخر پہ ایمان ہو ملائکہ پر ایمان ہو کتب الٰہی پر ایمان ہو۔ پھر
سب خدا کے نبیوں پر ایمان ہو۔ اب جن کے عقائد میں مسیح موعود "النبیین" میں داخل ہے۔ وہ
اہل القبلہ کو اس آیت کے رو سے مسلمان نہ سمجھیں تو معذور ہیں۔ جنہوں نے لا نکفر احدا

من اہل القبلۃ لکھا ہو انہوں نے خود ہی اسکی تشریح بھی کی ہے دیکھئے فقہ اکبر کی شرح میں ہو فی المواقف لا یکفر اہل القبلۃ الا فی ما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او المجمع علیہ کاستحلال المحرمات یعنے مواقف میں ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ ہو۔ مگر جس پر ایمان ضروری ہے اسکے انکار اور حرام کو حلال جاننے سے کافر قرار دیا جائے گا۔ پھر لکھا ہے اعلم ان المراد باہل القبلۃ اتفقوا علیٰ ما ہو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل المہمات فمن واظب طول عمرہٖ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحٰنہ بالجزئیات لا یکون من اہل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ عند اہل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیئ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ

یعنی اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین سے اتفاق رکھتے ہیں مثلاً حدوث عالم کے قائل ہیں حشر اجساد کے قائل ہیں۔ اور اللہ کو کلیات وجزئیات کا عالم جانتے ہیں۔ اور اس قسم کے اہم مسائل پر ان کا ایمان ہو پس جو عمر بھر اسلامی عبادت میں لگا رہے اور تعمیل احکام شریعت کرتا رہے مگر قدم عالم یا حشر یا علم اللہ کا قائل نہ ہو۔ تو وہ اہل قبلہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ پس اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے معنے اہل السنۃ کے نزدیک یہی ہیں کہ انہیں کافر نہیں ٹھہرانا چاہئے جب تک کفر کی کوئی نشانی یا علامات ان سے ظاہر نہ ہو۔ یا کوئی بات موجب کفر ان سے صادر نہ ہو۔ اسی بنا پر حضرت اقدس مسیح موعود نے بھی حقیقۃ الوحی میں لکھا ہو

"میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے انکی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے انکو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں"

وجہ کفر کیا ہو؟ وہی جو شریعت اسلامی تیرہ سو برس پیشتر قرار دے چکی ہو (۱) کسی نبی کا انکار (۲) کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ سیدنا اولوالعزم تو ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور ۱۹۱۱ء میں مسیح موعود کے انکار کے متعلق مضمون لکھا یہ انکی بنائی ہوئی بات نہیں۔ بلکہ حضرت اقدس اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ کہ:۔

"اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔"

پھر فرمایا کہ:-

"یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں"

چونکہ حضرت اقدس کا مذہب تھا کہ براہ راست کفر صاحب شریعت نبیوں کے انکار سے عائد ہوتا ہے اور آپ کی نبوت بھی ظلی بوساطت نبی کریم تھی اسلئے اپنے متعلق انکار کرنے والوں کے بارے میں اکثر یوں فرماتے:-

"پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" (حقیقۃ الوحی)

اسی طرح ایک اور حجت پیش کیجاتی ہے کہ

"کسی شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو بھی اسے کافر نہیں کہنا چاہیئے"

یہ وہ بات ہے جسے اپنے مکفرین کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت اقدس نے بھی لکھا ہے۔ اور پھر جب خود اپنے کافر کہنے والوں اور نہ ماننے والوں کو بجائے دو قسم کے ایک ہی قسم کے لوگ قرار دیا تو ڈاکٹر عبد الحکیم نے یہی مندرجہ بالا بات پیش کی تو اسکی حضور نے پروا نہ کی۔ اسلئے اس پر بھی غور ہونا چاہیئے۔

کیونکہ اگر اسکے یہ معنی ہیں کہ ۹۹ باتیں کسی میں کفر کی ہیں اور ایک اسلام کی تو اسے مسلمان کہنا چاہیئے۔ تو پھر دنیا میں کافر کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی اسلام کی بات تو دہریہ میں بھی ہوگی۔ اور یہود و نصاریٰ و ہندو تو خدا کے قائل ہیں بلکہ کسی مرسلین پر ایمان لانے والے یوم آخر ماننے والے۔ جب ان معنوں سے ایسے مفاسد لازم آتے ہیں کہ ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا یا قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والا خواہ بت پرستی کرتا ہو تو بھی مسلم کا مسلم ہی رہتا ہے تو ضرور یہ معنے غلط ہیں۔ اسکے صحیح معنے وہی ہیں جو سلف محققین نے لکھے ہیں اور جنہیں نہ جاننے یا نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں متہم ٹھہرایا جاتا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے ان المسالۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی یعنی مسئلہ متعلقہ بالکفر کے بارے میں ہے کہ جب ۹۹ احتمال کسی بات میں کفر کے نکلتے ہوں۔ اور ایک احتمال سے اسکی نفی ہو تو مفتی و قاضی کو چاہیئے کہ اس احتمال نافی کفر پر عمل کرے پس اس سے یہ مراد نہیں کہ ۹۹ باتیں کسی میں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو وہ بہر حال مسلم ہی رہیگا (کافر تو صرف ایک بات سے بھی ہو جاتا ہے) بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب کسی بات سے کسی پر کفر کا فتویٰ عائد ہوتا ہو۔ تو مفتی کو چاہیئے کہ اس بات میں گو ۹۹ پہلو کفر کے نکلتے ہوں لیکن اسمیں اگر ایک پہلو بھی ایسا نکل آئے جس سے کفر کا فتوے عائد نہ ہو سکتا ہو تو اسی پہلو پر کلام کو حمل کرنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر گھر ہی کا معاملہ پیش کرتا ہوں۔ غیر احمدی بھی حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور غیر مبایعین بھی دونوں بظاہر یکساں ہیں مگر ہم غیر مبایعین کو کافر نہیں کہتے حالانکہ یہ شریعت کا مسلمہ اصل ہے کہ نبی کو نہ ماننے والا کافر ہے اسکی کیا وجہ ہے یہی کہ ہم ان کی اس بات میں باوجود ۹۹ وجوہ کفر کے ایک وجہ اسلام کی بھی دیکھتے ہیں وہ کیا ہے غیر مبائعین جو حضرت اقدس کی نبوت کے منکر ہیں تو اسلئے نہیں کہ وہ حضرت اقدس کو نعوذ باللہ مفتری یا جھوٹا مانتے ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک جو تعریف نبوت کی ہے (کہ نبی وہ ہے جو کتاب لائے یا براہ راست نبوت پائے یا ترمیم و تنسیخ احکام سابقہ کرے) وہ حضرت اقدس پر صادق نہیں آتی۔

دوم۔ جب ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود نبی ہے تو اس سے مراد ہماری فقط یہ ہوتی ہے کہ آپ مکالمہ الٰہیہ و اظہار امور غیبیہ سے مشرف تھے اور یہ غیر مبائعین بھی مانتے ہیں کہ آپ مکالمہ الٰہیہ اور اظہار امور غیبیہ سے مشرف تھے۔ پس اصل حقیقت میں فرق نہیں فرق صرف تعریف نبوت میں ہے مسیح موعود میں جس حقیقت کے پایا جانے کے وہ قائل ہیں اسی حقیقت کے ہم بھی ہیں۔ باقی فرق جو مسئلہ کفر میں ہے وہ بھی اسی بنا پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مسئلہ کفر میں حضرت خلیفۃ ثانی سے متفق نہیں آپ انکی بیعت بھی لے لیتے ہیں کیونکہ مسیح موعود کو نہ ماننے والوں کو کافر نہ سمجھنا صرف تعریف نبوت کے اختلاف پر مبنی ہے

پس غیر مبائعین کے اس قول (ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے) کی یہ توجیہ کرکے خواہ ۹۹ توجیہیں اسکے خلاف ہوں ہم انہیں کافر نہیں کہتے۔ یہ نکتہ نہ جاننے کی وجہ سے ہم پر بار بار اعتراض کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنے مبائعین بھی بعض اوقات ناراضی کا اظہار کرتے ہیں کہ کیوں انہیں احمدی سمجھا جاتا ہے اسکے جواب میں حضرت خلیفۃ ثانی فرماتے ہیں۔ اور بالکل بجا فرماتے ہیں کہ جبتک وہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور راستباز مان کر آپ کے الہامات کو منجانب اللہ آپکے اقوال کو آپکی تحریروں کو قابل تسلیم اور حجّت قرار دینگے ہم انہیں احمدی کہینگے۔ کیونکہ کسی کلام کا کلی سے انکار اور بات ہی اور اس کلام کو مان کر اسکی تاویل کرنا اور اسکے ایک معنے بتانا اور بات ہاں صریحًا الحاد اختیار کیا جائے جیسے باطنی فرقے نے قرآن کی آیات میں کیا تو پھر یہ طرز عمل بدلنا پڑے گا۔ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکل پیش آئی ہے کہ وہ اہل کتاب اور مشرکین میں کچھ فرق نہیں سمجھتے اور حیران ہوتے ہیں کہ نصاریٰ بھی مشرک مجوس بھی مشرک اور بُت پرست بھی مشرک مگر اہل کتاب (کی) نکاح میں لینا جائز اور مشرکہ ناجائز حالانکہ اہل کتاب بھی مشرک ہیں۔ اصل بات یہ ہی کہ بت پرستوں کے پاس کوئی الٰہی کتاب نہیں جس کی بنا پر وہ بتوں کا حکم دکھا سکیں کہ ان کی پرستش کیجائے اور اہل کتاب اپنی اپنی کتابوں سے اس عقیدہ کا ثبوت دکھاتے ہیں گو دراصل وہ غلط ہے جس کا قائل ہونے کی وجہ سے ہم انہیں مشرک کہتے ہیں۔ پس اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کیوں تو ۹۹ کیا صرف ایک وجہ کفر کے پایا جانے سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے یہاں جو فرمایا کہ کسی میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو اسکی تکفیر نہ کرو۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ اس کلمۂ کفر کی (جس کی بنا پر کفر کا فتوے عاید ہوسکتا ہے) اگر ایک توجیہ اور تفسیر بھی ایسی ہوسکتی ہو جس سے کلمہ کفر کلمۂ حق قرار دیا جا سکے تو اسی توجیہ پر عمل کرنا اور کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے اور ان ۹۹ توجیہوں کو جو اسے کلمۂ کفر قرار دیتی ہوں نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس مضمون سے فائدہ اٹھائینگے۔

(ضیاء الاسلام پریس قادیان)

ماہواری رسالوں پر ایک نظر

عبرت اسلامی تاریخ تمام اقوام کی تاریخوں سے بہتر ہے مگر بعض لوگ اپنی مبالغہ پسند طبیعت سے اسے بدنام کر دیتے ہیں رسالہ عبرت بابت ماہ فروری میں سلطان محمود دیگرہ کے حالات چھپے ہیں اسمیں لکھا ہے

"سلطان محمود علم اور جسم کے اعتبار سے بھی شاہانہ امتیاز رکھتا تھا یعنی طاقتور اور جسیم ہونے میں کوئی اسکا نظیر نہ تھا ایک وقت میں ایک من خوراک کھا لیتا کھانا کھانے کے بعد پانچ سیر خشک چاول چبا لیتا تھا رات کو سوتے وقت ایک سینی سنبوسہ کی چارپائی کی داہنی طرف اور ایک بائیں طرف رکھدی جاتی تھی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سلطان کی آنکھ کھلتی ہاتھ بڑھا کر سنبوسہ اٹھاتا اور کھا لیتا۔ صبح بعد نماز فجر ایک پیالہ شہد ایک پیالہ گھی اور ڈیڑھ سو کیلے کی پھلیاں ناشتہ فرماتا تھا۔"

کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اسمیں بادشاہ کی کیا تعریف ہوئی کیا شاہانہ امتیاز کے یہی معنے ہیں کہ وہ پیٹو ہو وہ بادشاہ تھا۔ یا بسمر غ اگر بسطۃً فی الجسم کے یہی معنی ہیں تو پھر ہاتھیوں اور گینڈوں کو اپنا امیر بنایا کرو

صوفی حقیقت تصوف تو کچھ اور چیز ہے مگر آجکل علی العموم ہا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کرنے والے کو صوفی کہدیتے ہیں ایک رسالہ پنڈی بہاؤالدین سے نکلتا ہے اسمیں اور فرقہائے اسلامی و دیگر مذاہب سے تو کچھ آویزش نہیں ہوتی مگر احمدیوں کو خواہ مخواہ چھیڑا گیا ہے اپنے پیر سید حیدر شاہ صاحب کی کرامت لکھی ہے کہ ایک شخص مونگ (گجرات) کا رہنے والا حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہونے لگا تو حضرت "قبلہ عالم" جسم لطیف کے ساتھ تشریف لائے اور میاں محمد الدین کو زجر و توبیخ کی اور وسوسہ شیطانی سے محفوظ رکھا میاں مذکور نے بیدار ہو کر برے عقیدہ سے توبہ کی گویا احمدی بننا شیطان بننا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میاں محمد الدین نے "شیطانی فرقہ" سے تائب ہو کر "نوری لوگوں" میں داخل ہو کر کیا کیا ہے اسے تمام مونگ والے جانتے ہیں اور وہاں کے غیر احمدیوں کے انگوٹھے لگے ہوئے ایک تحریر پر ہم نے دیکھے ہیں جس سے

معلوم ہو سکتا ہے کہ "شیطانی وسوسہ" کس چیز کا نام ہے اور نور ایمان کیا ہوتا ہے؟ کیا ہمارے دوست قلم الفقراء ملک محمد الدین صاحب تحقیقات کی تکلیف گوارا فرماوینگے کہ میاں موصوف کے گھر میں جو بی بی ہے اسکا طلاق کب حاصل کیا گیا اور لڑکا کب پیدا ہوا۔

ارائین میگزین

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا معزز ہمعصر ہمیں بجائے اراعین کے ارائیں لکھنے پر معاف فرمائیگا کیونکہ ابھی تک ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ ہندوستان میں جو قومیں عرب سے آئی ہیں وہ ہندو نہیں ہوئیں مگر یہ ارائیں قوم گاؤں کے گاؤں ہندو بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان قوموں کی طرح ہیں جو عربی الاصل نہیں ہندو بھی ہیں اور مسلم بھی جیسے راجپوت کیا ایڈیٹر صاحب ارائیں میگزین اس معمے کو حل فرمائینگے۔

فارسی جاتی ہے

میں اس بات کو نہایت درد اور دکھ سے محسوس کر رہا ہوں کہ فارسی زبان ہم سے اٹھتی جاتی ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ خوب فارسی جانتے تھے مگر لوگوں کی توجہ عربی سے مطلقاً اٹھ چکی تھی کچھ اسلئے اور کچھ فارسی لٹریچر میں مخرب اخلاق کتابوں کے شامل ہونے کی وجہ سے آپ ایسے متنفر ہوئے کہ فارسی کو پسند نہ فرماتے تھے ہمارے کارپردازان مدارس نے اس سے اثر پذیر ہو کر تعلیم الاسلام[1] اور مدرسہ احمدیہ سے فارسی کی تعلیم یکسر اٹھا دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ناواقفیت ہوتی جاتی ہے وہ معارف کا بے بہا خزانہ اور حقائق کا لازوال گنجینہ جو در ثمین اور دیگر کتب میں تھا بے مصرف رہا جاتا ہے اب در مکنون شائع ہوئی ہے ہمیں جو کچھ ہے اس سے کبھی نہ صرف ہمارے طلبا بلکہ احمدی جماعت کے نوجوانوں کا کثیر حصہ کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کیونکہ وہ اسے سمجھتے ہی نہیں۔ ابھی چونکہ وہ لوگ موجود ہیں جو بچپن سے فارسی پڑھتے رہے ہیں اسلئے زیادہ نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر چندے یہ حالت رہی تو دور نہیں جو یہ گنج گرانمایہ کابل غزنی میں منتقل ہو جائے اور ہندوستان والے اس سے بے خبر رہ جائیں۔ کچھ پٹھان ہیں جو حضرت اقدس کی در ثمین کو پڑھتے ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جب وہ کسی شعر کے معنے سمجھنا چاہتے ہیں تو سمجھانے والے کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں حیران ہوتا ہوں کہ اگر کار تبلیغ میں کابل و ایران ہمارے زیر نظر ہے اور دنیا کے کلمہ گو کا بہت سا حصہ ہمارا پیغام سن سکتا ہے اور بوجہ ہمسائگی و قریب کیا باعتبار مکان و کیا بلحاظ مذہب یہی قومیں

[1] پروف پڑھتے ہوئے معلوم ہوا کہ ہائی سکول میں فارسی کا مضمون رکھا گیا ہے گو پورا انتظام نہیں۔

ہم سے قریب ہیں جنکی زبان فارسی ہے تو پھر فارسی زبان سے اسقدر نفرت اتنی علیحدگی کیوں ہو اور کس لئے اسے یکسر اپنے مدرسوں سے اٹھا دیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس کے فارسی کلام میں اسقدر معارف و حقائق ہیں کہ آپ کی تمام کتابوں کے نصف سے بھی زیادہ ہیں۔ جس مضمون کو آپ نے کئی صفحوں میں ختم کیا ہے اسے پھر ایک دو شعر میں ضبط کر دیا ہے پس میں جو اس سے پہلے بھی دو تین بار یہ عرض کر چکا ہوں۔ اب پھر ایکبار اپنے بزرگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض گذار ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی تعلیم کا ثلث تھوڑا تساہل کر کے۔ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں اسوقت فارسی پڑھانے والے بھی موجود ہیں اور پڑھنے والے بھی۔ آپ اتنا ہی خیال کریں کہ ہمارے جو دوست بوشہر وغیرہ میں ہیں۔ فارسی دانی ان کے لئے پھر سلسلہ کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوئی ہے۔

قادیان میں کیوں بار بار آنا چاہئے

حضرت خلیفہ ثانی ایک دوست کو لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ ملا۔ میں انشاء اللہ دعا کرونگا۔ خدا تعالےٰ کے تمام کاموں میں جوار بھاٹے کا سلسلہ جاری ہے۔ شائد انگریزی میں اس قاعدہ کو ایکشن اور ری ایکشن کہتے ہیں۔ ابتداءً جب آدمی احمدی ہوتا ہے اسکا جوش اس کے نفس کی اصلاح کر دیتا ہے اور وہ ایک نمایاں تغیر پاتا ہے لیکن پھر جب تازہ ایندھن نہ پڑے۔ اسمیں کمی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسکے لئے حضرت مسیح موعود نے علاج بتایا ہے۔ اور وہ قادیان کا بار بار آنا ہے۔

خذ ما صفا

یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ نواب حاجی محمد اسمٰعیلخان صاحب ایڈیٹر افادہ سول لائن آگرہ نے جو ایک علم دوست بزرگ ہیں حال میں ایک کتاب شائع کی ہے جسکا نام ہے خذ ما صفا اسمیں صاحب موصوف نے وہ علمی اور تاریخی بہترین مضامین جمع کئے ہیں جو مختلف اخباروں میں نکلے مکرم حاجی صاحب نے نہایت قابل قدر کام کیا ہے اخباروں کے فائل عام طور سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اور اگر رکھے بھی جائیں تو کس کو اتنی فرصت ہے جو مفید و کار آمد مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے مجھے اس تجویز سے اتفاق ہے کہ خذ ما صفا کا سہ ماہی نمبر نکلے اور علم دوست حضرات اس کے باقاعدہ خریدار بنجائیں بلکہ قیمت سالانہ پیشگی بھیجیں اس کتاب کی قیمت معلوم نہیں شاید ایک روپیہ ہوگی احباب ضرور اپنے کتب خانوں کی زینت بنائیں۔

سیّدنا غلام احمدؑ

جمالِ یوسفِ رعنا غلام احمدؑ کا ۔۔۔ کمال رشکِ مسیحا غلام احمدؑ کا
جدھر بھی جائیے چرچا غلام احمدؑ کا ۔۔۔ جسے بھی پوچھئے شیدا غلام احمدؑ کا
عجب نہیں کہ مسلمان سب ہی ایشیا میں ۔۔۔ کہ جو بھی ہو کوئی ہوگا غلام احمدؑ کا
وہ میرے مردمِ دیدہ میں بنگیا ہی نور ۔۔۔ نظر میں کھُب گیا سراپا غلام احمدؑ کا
قلوبِ خلق پہ سکہ اسکا جاری ہے ۔۔۔ ہے ایشیاؤ اروپا غلام احمدؑ کا
جو چاہے تو ابھی مغرب سے ہو طلوع الشمس ۔۔۔ بڑا قدیر ہے مولیٰ غلام احمدؑ کا
مری نگاہ میں جچتا نہیں کسی کا حُسن ۔۔۔ کہ یاد ہے رُخِ زیبا غلام احمدؑ کا
جو زارِ روس تھا یوں زار ہو گیا یکدم ۔۔۔ نشان آپ نے دیکھا ہے غلام احمدؑ کا
فلک تو قرصِ مہ و خور کے روز دکھلائے ۔۔۔ مگر جو شخص ہو بھوکا ہے غلام احمدؑ کا
وہ دن قریب ہے ڈنکا بجیگا عالم میں ۔۔۔ ثری سے تا بہ ثریا ۔ غلام احمدؑ کا
قتیلِ تیغِ جفا نے بوقتِ ذبح کہا ۔۔۔ کہ با ثبوت ہے دعویٰ غلام احمدؑ کا
وہ بد نصیب ہیں جو فیض کچھ نہیں پاتے ۔۔۔ کھلا ہوا ہے بھنڈارا غلام احمدؑ کا
شہیدِ ناز کی تربت سے یہ صدا آئی ۔۔۔ کہ آہ لطفِ شناسا غلام احمدؑ کا
انہوں نے اپنی ہی خانہ خرابیاں کر لیں ۔۔۔ ہوا نہ بال بھی بینکا غلام احمدؑ کا
یہ جی میں آتا ہے ہر وقت ہو زباں پہ مری ۔۔۔ کچھ ایسا نام ہے پیارا غلام احمدؑ کا
عزیزِ شہر سے کہدو کہ پا گیا عزت ۔۔۔ وہی جو تھا کبھی رسوا غلام احمدؑ کا
سنیں یہ غور سے باشندگانِ پاکپٹن[له] ۔۔۔ کہ ایک روز یہ ہوگا[عه] غلام احمدؑ کا
یہ چار دانگ سے خلقت پکار اٹھی ہے ۔۔۔ ہوا سپوت ہی بیٹا غلام احمدؑ کا
بڑی بڑی ہیں امیدیں بشیر احمد سے ۔۔۔ ہے باغ پھول کے پھلنا غلام احمدؑ کا

له روحانی فتوحات عه اکثر احمدی ہونگے

پیام کیا یہ مجھے دار السلام سے پہنچا
بہشت ہے یہی جینا غلام احمدؑ کا

مٹائے سے نہیں مٹتا کہ ہو چکا ہے نقش
نگینِ دل پہ یہ طغرا غلام احمد کا

مری نظر میں وہی ہے مری زباں پہ وہی
مرے دماغ میں سودا غلام احمد کا

جو دل دیا ہے تو اب جان بھی خدا کر دو
ہے غالباً یہی ایما غلام احمد کا

کرے ہے کشتِ قلوبِ جہانیاں سیراب
جدھر جدھر گیا دریا غلام احمد کا

یہ کون جا کے محمد حسین شہ سے کہے
کہ عہد کس لئے توڑا غلام احمد کا

امام اپنا بنایا ظفر علی خاں کو
جو ہے مخالفِ یکتا غلام احمد کا

کرائے یاد کوئی شیخ رحمت اللہ کو
وہ دودھ لاگے پلانا غلام احمد کا

نہ بھولے ہونگے کبھی مولوی غلام حسن
کہ ظاہری بھی ہے رشتہ غلام احمد کا

کراؤں یاد محمد علی کو میں کیا کیا
کہ وہ بھی تھا کبھی ہوتا غلام احمد کا

کہوں میں کیا یہ مبارک سیالکوٹی کو
مرید ہوتا ہے ایسا؟ غلام احمد کا

ابھی سے چھوڑ دیا ہے بشارت احمد نے
وہ عشقِ حسنِ خود آرا غلام احمد کا

بغیر آنکھ جھپکنے کے دیکھنا امجد
تمہیں تو یاد ہی ہوگا غلام احمد کا

عجب ہے تم بھی رقیبوں سے مل گئے آخر
یہ عہد خوب نبایا۔ غلام احمد کا

وہ ذوق شوق کی باتیں وہ بدر کا دفتر
وہ عہد میں نہیں بھولا غلام احمد کا

وہ گرمیوں میں کسی سرد مہر کا آنا
وہ دیکھنا وہ دکھانا غلام احمد کا

وہ سردیوں میں بہت گرم محفلِ احباب
وہ دورِ ساغرِ مینا غلام احمد کا

کسی عزیز کی دلچسپیوں کے ساماں میں
وہ اک خفیف سا پردا غلام احمد کا

خیال و خواب ہوئی ہیں حکایتیں کیا کیا
زمانہ جلدی سے گزرا غلام احمد کا

عجب سوال ہے اکمل ہے قادیان میں کون
اجی وہی ہے جو ہے مرزا / شیدا غلام احمدؑ کا

لہ یکے از محبانِ فقیر کہ اسمش عبد المجید بی اے ست ۳ کو ۱۲ ڈاکٹر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

۵

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے شہر کے شہر تباہ ہوئے اسوجہ سے اسکے نام سے ہی دہشت ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکیں اور نہ انکا زہر اثر کر سکتا ہے وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہ سکتے ہیں آپ بھی غافل نہ رہیں۔ ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی سے نگلنا چاہئے بچوں کو نصف یا چوتہائی قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ؔ ۲۶ گولیونکی ڈبیہ ۱۲ؔ محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ؔ

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دودھ کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں۔ اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) روغن صندل۔ سوزاک کے لئے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۶ؔ محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ؔ

(۲) اجوائن کا تیل قے بدہضمی کی ایک ہی دوا ہے ״ ۶ ״ ״ ״ ۵

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے ״ ۸ؔ ״ ״ ۵

(۴) روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کے لئے مفید ثابت ہوا ہے ۴ؔ ״ ۵

(۵) روغن دارچینی یہ دارچینی کے مانند چھلکوں سے بنا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے ۶ؔ

(۶) روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے ۴ؔ ۵ؔ

(۷) روغن لیمو۔ ہرے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے ۴ؔ ۵

(۸) روغن پیپرمنٹ۔ پیٹ کے درد بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ مشہور دوا ہے۔ ۱۰ؔ ۵ؔ

(۹) روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے ۶ؔ ۵ؔ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ماہ شعبان و رمضان ۱۳۳۵ | نمبر ۶

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور [illegible] شائع کیا

تشحیذ ماہ جون و جولائی

کا

ایک نمبر

مئی کے آخری ہفتہ مجھے اپنے والد بزرگوار کی سخت بیماری کی خبر پہنچی جس کے لئے گو لیکی جانا پڑا۔ میں تمام مضمون رسالہ کا مرتب کر کے دے گیا اور نظر بحالات ظاہری مجھے گمان غالب تھا کہ رسالہ وقت پر شائع ہو جائیگا مگر چند روز بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ کاتب صاحب اپنے گھر سے کام پر واپس نہیں آئے اور ادہر ضیاء الاسلام پریس کا مشین بلا اطلاع دو ٹس لیہ چلا گیا ہے ان دونوں غیر متوقع روکوں کے پیش آنے سے جون کا رسالہ نہ نکل سکا اور بمشکل ۱۵ جون کو کام شروع ہو سکا مناسب یہی سمجھا کہ اب جون و جولائی کا رسالہ اکٹھا کر دیا جائے اور صفحات کی جو کمی ہو وہ اب اگست کے رسالہ کے حجم میں اضافہ کر کے پوری کر دیجائے۔

میں اللہ تعالٰے کا شکر ادا کرتا ہوں کہ دوستوں نے بقبولیت دعا کے چھپا ئیسی گروالا مضمون نہایت پسند کیا اور اسے مفید سمجھا لیکن اسکے ساتھ جو ذمہ داری احباب جماعت کی بڑھ گئی ہے اسکی طرف بھی توجہ فرمائی جاوے یعنی تشحیذ کی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی اشاعت کم از کم اتنی تو برقرار رہے کہ اخراجات متعلقہ چل سکیں موجودہ حالت تو یہ ہے کہ چھ ماہ کا خرچ پورا ہونا بھی مشکل ہے پس قدر دان اخوان توسیع اشاعت میں ساعی ہوں اور اپنے اپنے ذمہ کا بقایا صاف کریں۔

روزوں کے متعلق تمام ضروری احکام

اگست سنہ تشحیذ میں ماہ صیام کے متعلق تمام ضروری احکام درج ہیں اور سب مسائل جن کی ضرورت ہر مسلمان کو پیش آتی ہے مدلل بہ آیات و حدیث صحیح لکھے گئے ہیں وہ مضمون ہر پہلو سے مکمل ہے احباب ۳ رسالہ ۳/ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر تشحیذ سے منگوالیں +

مینجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۵ء

محمود خلیفہ موعود

اس مضمون میں مولوی کرم داد صاحب دوالمیال نے سیدنا محمود کو خلیفہ موعود ثابت کیا ہے۔ اور خطاب غیر مبائعین سے ہے۔ جو مسیح کی طیب طاہر صالح اولاد کو بیخ کن اسلام و احمدیت بنا کر ہمارے دلوں کو مجروح کر رہے ہیں۔ امید ہے وہ ان زبردست ثبوتوں پر غور کر کے حق قبول کرینگے ⁘

مجھے ایک غیر مبائعین کے مخلص نے کہا " وہی کے تعلق نے حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ کو تباہ اور مہاجرین قادیان کو گمراہ کر دیا" میں نے اسکو سمجھایا۔ کہنے لگا میری تسلی ہو گئی یہ باتیں لکھ دو۔ اس لیئے میں لکھتا ہوں۔ شاید کوئی اور بھی فائدہ اٹھائے۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے۔ مسیح موعود نکاح کریگا۔ اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ فیتزوج ویولد لہ۔ یہاں لہ کا لام حصول منفعت کے لئے ہے۔ جیسے لہا ما کسبت میں

پس غیر مبائعین کا یہ کہنا کہ مسیح موعود کا سلسلہ اس کی اولاد سے تباہ ہو گیا۔ کہ یہ جو پیشگوئی تھی۔ اس کے بر خلاف ہے۔ (۲) تریاق القلوب صفحہ ۶۴ میں ہے "قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے۔ الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصھر والنسب (ترجمہ) وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید ہے کیا" خدا تعالیٰ اپنی وحی میں خبر دیتا ہے کہ اس تعلق پر الحمد للّٰہ پڑھو۔ مگر ہمارے بھائی انا للّٰہ پڑھ کر سلسلہ کا خاتمہ کر رہے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۶۵ "سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا۔ اور اس میں سے وہ اولاد پیدا کرے گا۔ جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جسطرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے" حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد پر اعتراض کرنے والو! خدا کے واسطے غور کرو۔ آپؑ تو نام سے یہ فال لیتے ہیں کہ میری اولاد میرے انوار کو لیکر تمام جہان کو ظلمات سے نجات دیگی۔ اب بموجب قول تمہارے اس اولاد نے غیروں کو چھوڑ اپنوں کو بھی چاہِ ضلالت میں گرا دیا۔ میں نہیں سمجھتا۔ ایسے لوگ دشمنوں کے سامنے حضرت اقدسؑ کی صداقت کو کس طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۷۰ "مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی۔ اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائیگی۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا" جب میں نے اس معترض کو یہ عبارت سنائی۔ اُسنے کہا۔ بس اب میری تسلی ہو گئی۔ کوئی احمدی اس کو پڑھ کر اس پاک اولاد پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہاں تو حضرت اقدسؑ نے خود ہی فیصلہ فرما دیا۔ کہ جس پاک اولاد کا اللہ تعالےٰ نے مجھے وعدہ دیا۔ وہ یہی موجودہ اولاد ہے۔ نہ یہ کہ کسی آئندہ زمانہ میں پیدا ہوگی۔ پس ہمارے دوستوں کو

چاہیئے۔ کہ اس پاک اولاد پر حملہ کر کے یہود سے مشابہت اختیار نہ کریں۔ ازالہ اوہام صد ۲۰۹
میں حضور اپنی جماعت کو تاکید فرماتے ہیں "اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے
ہے" ایضاً صد ۱۰۹ "میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہو گا۔ جس کو کئی باتوں میں مسیح سے
مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اُتریگا" افسوس! اس ذریت کو یہود سے بڑھ کر ستانے
والے حضرت اقدس کی وصیت پر ذرا غور نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ نوح کے گھر میں بھی تو
ایسا لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ کیا نوح کو بھی خدا نے بذریعہ وحی اسی طرح
خبر دی۔ جسطرح کہ مسیح موعود کو کہ تیری یہ اولاد تیرے نوروں کی وارث ہوگی۔ حضور تو
لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوشخبری دیتا ہے "خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالیگا۔ اسی
بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی" ضمیمہ تحفہ صد ۲" ان پیشگوئیوں میں بہت اسی
نسل کا وعدہ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کو دیا تھا" براہین ۵۶۰ "وہ تیرے مجد کو
زیادہ کریگا۔ اور تیری ذریت کو بڑھائے گا۔ اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی
ابتدا قرار دیا جائے گا۔ ازالہ صد ۲۱۷ "خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے
لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔ الوصیۃ ص ۳" "خدا تعالیٰ اپنی پاک وحی
میں وعدہ دیتا ہے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ اب یہ خاندان اپنا رنگ بدل
لیگا۔ اور اس خاندان کا سلسلہ تم سے شروع ہو گا۔ حقیقۃ الوحی صد ۷۷" غیر مبائعین کے
نزدیک حضور کے بعد اس خاندان نے جو رنگ بدلا ہے۔ وہ پیغام پڑھنے والوں پر
پوشیدہ نہیں۔ ان کے اعتقاد کے موافق ماننا پڑتا ہے کہ ابراہیمؑ کے بعد بھی تباہی اور
گمراہی کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ پھر نمازوں میں کما صلیت پڑھنے کا کیا فائدہ۔ کیونکہ مسیح موعود
کے بعد جب انکی اولاد نے ان کے خیال میں مسیح موعودؑ کی تعلیم کو چھوڑ دیا تو یہی حالت ابراہیمؑ
کے بعد بھی سمجھ لیجئے۔ اور اگر وہ حق پر قائم اور حضرت ابراہیمؑ کی فرمانبردار اولاد تھی۔ تو
مسیح موعودؑ کی اولاد پہ کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا یہ خدا کا وعدہ نہ تھا۔ کہ حضرت
اقدسؑ کے بعد ابراہیم نبی کی طرح نئی بنیاد قائم ہوگی۔ حضرت مسیح موعود تو اپنے دشمنوں کو
یہ پیشگوئی سناویں :-

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا ✲ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ✲ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی ✲ فسبحان الذی اخزی الاعادی

لیکن اس محبوب خدا اور ماہ ہدیٰ کے دشمن کہہ رہے ہیں کہ حضور کی اولاد کی موجودہ حالت دیکھ کر ہمیں ان شعروں کے پڑھنے سے شرم آتی ہے۔ آج ہم کس منہ سے "انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی ✲ فسبحان الذی اخزی الاعادی" غیر احمدیوں کو سنا سکتے ہیں۔ ماتم تو ہمارے گھر میں ہے۔ دشمن ذلیل نہیں ہوا۔ بلکہ ہم ذلیل ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر ذلت کیا ہوگی۔ کہ جس در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی تھی۔ اور جس خاندان سے کل دنیا نے فیض حاصل کرنا تھا۔ آج انکو بصد حسرت چھوڑ کر پیغام بلڈنگس میں پناہ لینی پڑی۔ دوستو! یاد رکھو۔ جس نے اس اولاد کو چھوڑا۔ اس نے مسیح موعود سے بھی منہ موڑا۔ اگر اس بات کو مانا جائے کہ یہ اولاد گمراہ ہے۔ تو پھر آپ مسیح موعود کیا ایک متقی مومن بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اپنی تالیفات میں اس بات پر بہت زور دیا کہ اللہ تعالےٰ مجھے فرماتا ہے۔ ان شانئک ھو الابتر یعنے تیرا دشمن ہی ابتر ہوگا نہ کہ تو" جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی۔ ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلیگی۔ براہین حصہ ۵" پیغامیوں کے نزدیک آپ کا گھر اس وقت دونوں نسلوں سے خالی پڑا ہے۔ پھر ابتر ہونے میں کیا شبہ رہا۔ نافرمانی کی حالت میں ظاہری نسل کا پھیلنا اس پیشگوئی کا منشا نہیں۔ بموجب حکم لیس من اھلک۔ یہ لوگ موجودہ اولاد کو آپ کا اہل نہیں سمجھتے۔ اور حضرت اقدس کے فرمودہ ولعمری تکفی کالابتر الذی لم یرزق ولیدا وتکفی ھذہ الایۃ سعیدا (الاستفتاء) کی ذرا پروا نہیں کرتے۔ علامات المقربین صفحہ ۱۰۶ میں آپ لکھتے ہیں:۔ ولا یعذب اولادھم بل اولاد اولادھم و کل واحد منھم یرحمون ویجعل اللہ برکۃ فی نسلھم فکل یزیدون"۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ مقربین کی یہ علامت کہ اللہ ان کی اولاد میں برکت ڈالتا ہے۔

مسیح موعود میں کیونکر پائی گئی - الغرض دہلی کے تعلق پر اعتراض کرنے والے الہام
الحمد للہ الذی الخ پر غور کریں - میں اس کی صداقت کو ایک اور رنگ میں ظاہر کرتا ہوں
(۳) تحفہ صد ۲۲ " ام یقولون نحن جمیع منتصر - سیھزم الجمع ویولون الدبر
الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب انذر قومک و قل انی نذیر
مبین .. .. و انی مع الافواج اتیک بغتۃ " اللہ تعالیٰ کی اس وحی میں یہ
پیشگوئی تھی - کہ حضرت مسیح موعود ایک شریف گھرانے میں شادی کرینگے - اور آپ کو
خداوند کریم ایک ایسا لڑکا عطا کریگا - کہ جب وہ آپ کا جانشین ہو گا - تو اسوقت اللہ تعالیٰ
اپنی فوجوں کے ساتھ اپنے پیارے نبی مسیح موعودؑ کے پاس آئے گا - یعنے ایسے
خوفناک نشان ظاہر ہونگے - جن کو دیکھ کر دشمنوں کے بڑے بڑے لشکر بھاگ جائینگے
بلکہ ایک ایسی قیامت قائم ہوگی - جسمیں بجز احمدؑ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
کوئی شفیع نظر نہ آئے گا - جہنم کی آگ کو دیکھ لوگ خازن النار کو پکارینگے - حضرت مسیح
موعود کا یہ فرمانا - وانہ علم للساعۃ کافۃ الناس کما کان عیسیٰ علما للساعۃ
الیہود (اعلان خطبہ الہامیہ) فان عیسیٰ کان علما للساعۃ الیہود وانا علم للساعۃ
التی تخشی الناس فیہا (خطبہ الہامیہ صد ۱۷) اسی موجودہ ساعت کی طرف اشارہ ہے
الہام الحمد للہ الذی کے پہلے سورہ القمر کی آیات بھی اس رمز کو ظاہر کرتی ہیں -
بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر ان المجرمین فی ضلل وسعر
یہ رکوع کی ساتویں آیت ہے - اور ساتویں ہی ہزار میں جلانے والا عذاب ظاہر ہوا جو
مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے - و رئیتُ عیسیٰ رجلا من نوع الخلق الی
الحمرۃ والبیاض سبط الراس و رئیت مالکا خازن النار و الدجال (مشکوٰۃ)
اس سے ظاہر کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی خازن النار بھی ایک نشانی ہے - سورہ زخرف
میں ہے - وانہ لعلم للساعۃ - چنانچہ وہ ساعت آگئی - اب لوگ ونادوا یا مالک
لیقض علینا ربک پکار رہے ہیں - یہ پکار سورہ کے ساتویں رکوع میں ہے -
معراج کی حدیثیں بھی اس راز کو خوب سمجھاتی ہیں کہ ساتویں ہزار میں ایک ابراہیم

ظاہر ہوگا۔ وقال فی السماء السابعة فاذا انا بابراھیم مسنداً ظھرہ
الی بیت المعمور۔ دوسری روایت میں ہے۔ وابراھیم فی السماء السادسة
مسیح موعود بھی چھٹے ہزار میں پیدا ہُوا۔ فاعلموا انی خلقت فی الالف السادس
فی آخر اوقاته کما خلق آدم فی الیوم السادس فی آخر ساعاته (خطبہ)
بیت المعمور کی نسبت تفسیروں میں ہے۔ ھو فی السماء السابعة بحیال الکعبة
اس میں اشارہ ہے کہ اس ابراہیم کے زمانہ میں بھی ایک کعبہ جائے امن میں لوگ
پناہ ڈھونڈینگے۔" واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ یہ آیت اس طرف
اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے۔ تب آخر زمانہ میں ایک
ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو
ہوگا۔" (دیکھو ضمیمہ تحفہ ۲۰) سورہ طور میں اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کی قسم کھائی
بموجب حکم لکل آیة منها ظھر و بطن۔ اس سورة میں ہی مسیح موعود کی نبوت اور
اس کے زمانہ کی پیشگوئی ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں مختصراً اشارہ کردیتا
ہوں۔ مسنداً ظھرہ الی بیت المعمور کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس ابراہیم پر براہ راست
نبوت نہ اُتریگی یعنے مستقل نبی نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی پشت پناہ اور سہارا وہی نبوت
ہوگی۔ جس نے اس گھر (کعبہ) میں اُتر کر اس کو آباد کیا۔ حقیقی اسلام نے دنیا سے اُٹھ کر
آسمان پر جانا تھا۔ اور پھر اس ابراہیم کے ذریعہ اس گھر نے آباد ہونا تھا۔ اس لئے
منکران اسلام کو اسکے زمانہ میں وہ نشان دکھائے گئے۔ جن سے ثابت ہو گیا۔ کہ
اس گھر والی نبوت برحق اور وہ نبی جو مکے میں مبعوث ہوا۔ بے شک تمام نبیوں کا
امام تھا۔ کس زمانے میں اس صادق المصدوق نے ہم کو خبر دی۔ فاذا ابراھیم
قائم یصلی اشبه الناس به صاحبکم یعنی نفسه فحانت الصلوة
فاممتهم فلما فرغت من الصلوة قال لی قائل یا محمد هذا مالک خازن النار
...... فبدانی بالسلام (مسلم) اس حدیث اور سورہ طور کی آیت والبحر المسجور
کا مطلب ایک ہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ وہ ابراہیم میرے مشابہ ہے۔ سمجھایا

کہ میں ہی ہوں گا۔ اور اسوقت خازن النار مجھے آکر سلام دیگا۔ اس میں یہ اشارہ کہ دنیا میں ایک جہنم بھڑکایا جائے گا جس سے سمندر بھی اُبلنے لگ جائینگے۔ مگر میرے لئے سلامتی ہے۔ یعنی میرا بروز جسمیں تمام نبیوں کی شان ہوگی۔ بمعہ اپنی جماعت کے اس سے بچایا جائیگا بلکہ خازن النار اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوگا۔ بڑے بڑے مخالف فی ضلل وسعر میں مبتلا ہوکر آخر اقرار کرینگے۔ کہ الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب کا الہام سچا تھا۔ مسیح موعود تو نبی ہے۔ کیونکہ والبحر المسجور میں ثبوت نبوت کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ آج اس نبی کے آنے سے مسجور کی حقیقت معلوم ہوئی۔ بخاری نے جو لکھا کہ المسجور الموقد بالکل سچ لکھا۔ اور صاحب مجمع البحار نے جو کہا کہ اے ملئت نیراناً لتعذیب الفجار بالکل ٹھیک کہا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ان تحت البحر ناراً و تحت النار بحراً (دیکھو ابو داؤد) اسی زمانہ کے واسطے تھا اور جواب قسم میں فرمایا۔ ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع یوم تمور السماء موراً و تسیر الجبال سیراً فویل یومئذ للمکذبین۔ ایسے زمانہ کو پاکر اب بھی جو عیسیٰ نبی اللہ کے طور میں پناہ نہ ڈھونڈے۔ اس کے لئے افسوس ہے جسکی نسبت مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تصریاتی نبی اللہ عیسیٰ قوماً .. .. کذلک اذا وحی اللہ الیہ یا عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لا یدان لاحد بقتالھم فاحرز عبادی الی الطور (ابن ماجہ) معراج کی حدیثوں میں ابراہیم کے ساتھ ایک درخت کا ذکر ہے۔ یعنی سدرہ کا۔ جسکے بیر مثل قلال ہجر اور پتے مثل اذان الفیلۃ۔ یہاں نیل فرات کی نہروں کا بھی بیان ہے۔ اس درخت کا بھی چھ رات سے تعلق ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ ھی فی السماء السادسۃ و فی الاخری السابعۃ وجمع بان اصلھا فی السادسۃ و معظمھا فی السابعۃ۔ مراد اس درخت سے وہ اسلام ہے۔ جو اس ابراہیم کے ہاتھ سے بڑھنا ہے۔ نہ وہ جو اس وقت فرات نیل والوں کے پاس ہے۔ فرات و نیل تو آسمان پر اُٹھائے گئے۔ عن ابن عباس موقوفاً انزل اللہ تعالیٰ من الجنۃ الی الارض خمسۃ انھار .... الفرات و النیل ....

ارسل الیہ جبریل فیدفع من الارض" (حج الکرامہ ص۴۶) "فیکم هذا الیعوب فلا تبقی منہ قطرۃ حتی تکون فیہ الکثبان من الرمل وتاکل سباع الارض حیتانہ" (" ص۴۶۳) اس پانی کی مچھلیاں سباع الارض یعنے نفسانی خواہشوں کی شکار ہو گئیں۔ ان کے پاس اسلام حقیقی نہیں رہا۔ چودھویں صدی کا ابراہیم وحی آسمانی کی نہریں اپنے ساتھ لایا ہے۔ اب اس بیری کو انشاء اللہ قلال ہجر کی مانند بیر لگینگے منتہی الارب میں ہے " ہجر درازی و کلانی درخت یقال ذہبت الشجرۃ ہجرًا ای طولًا وعظما۔ دوسری حدیث میں ہے۔ حتی اتینا الی روضۃ خضراء فیہا شجرۃ عظیمۃ فی اصلہا شیخ وصبیان واذا رجل قریب من الشجرۃ بین یدیہ نار یوقدہا ... الذی فی اصل الشجرۃ ابراہیم ... والذی یوقد النار مالک خازن النار (بخاری) مطلب اس حدیث کا حضرت خلیفہ ثانی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے خوب کھولکر سمجھا دیا ہے۔ الہام الحمد للہ الذی کے پہلے جو سورہ قمر کی آیتیں ہیں۔ اور بعد میں ہے۔ انذر قومک یہ جوڑ بتا رہا تھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے وقت دنیا میں آگ کا ایک سخت عذاب ظاہر ہو گا۔ اور انی مع الافواج اتیک بغتۃ کی صداقت کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھینگے۔ یہ فوجیں میاں صاحب کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ البشریٰ ص۹۶ میں ہے " ۲۸ر اپریل ۱۹۰۵ء ... انی مع الافواج اتیک بغتۃً (ترجمہ) میں اپنے فرشتوں کی فوجوں کے ساتھ اُسوقت آؤں گا۔ کہ کسی کو گمان بھی نہ ہو گا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے (تشریح) خدا تعالےٰ ہمیشہ انبیاء کی امداد فرشتوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں نیکی کی ترغیب پیدا کرتے ہیں۔ اور حق کی طرف راہ دکھلاتے ہیں۔ اسی شب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب کو انی مع الافواج اتیک بغتۃ کا الہام ہوا ہے۔ صبح اُٹھ کر ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ الہام ہوا ہے " (بدر جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۵) سوچنے والو سوچو! یہ الہام میاں صاحب کو کیوں خواب میں دکھایا گیا۔ اس میں کیا حکمت تھی۔

پھر واقعات پر نظر ڈالو۔ کیا کسی مفتری کا کام ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ لوگوں کو یہ الہام سُنائے۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا" اور دوسری طرف اسکے گھر میں ایسا لڑکا پیدا ہو۔ جسکو خواب میں دکھایا جاتا ہے۔ انی مع الافواج اُتیك بغتة۔ اور انگریزی میں اس کو خبر دیجائے کہ اب میں زمین ہلانے والا ہوں۔ (تقریر جلسہ ۱۹۰۶ء) اور جب وہ باپ کی مسند پر بیٹھے۔ تو سچ مچ زمین پر جلال الٰہی کا ظہور ہو جائے۔ اور زمین وحشت سے کانپنے لگے۔ اور خازن النار جھک کر سلام کہے کہ بے شک تو ابراہیم کا فرزند دلبند گرامی ارجمند ہے۔ کوئی ہے جو ایسے مفتری کا ہمیں پتہ دے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو ارد بتا رہا تھا کہ بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوگا۔ اور زمانہ اس کے خلیفہ برحق ہونے پر گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ الٰہی افواج کا جس کی خبر باپ بیٹے دونوں کو دیگئی۔ بڑے زور سے نزول ہو رہا ہے۔ کان اللہ نزل من السماء کا نظارہ سامنے ہے" زمین تہ و بالا کر دی۔ انی مع الافواج اُتیك بغتة۔ لنگر اُٹھا دو" (دیکھو البشریٰ ص۹۴) یہ تینوں الہام ۲۳ رمئی ۱۹۰۵ء کو دوپہر کے وقت حضور پر اُترے۔ موسم اور وقت بھی ان کی حقیقت ظاہر کر رہا تھا۔ کہ لنگر اٹھا کر خدا کے فرشتے سمندروں میں بھی آگ جلانے والے ہیں تاکہ والبحر المسجور اور ان تحت البحر نارا کی پیشگوئی پوری ہو۔ مئی ہی میں یہ الہام بھی ہوئے۔ کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں۔ ھل اتاك حدیث الزلزلة بل یاتیھم بغتة۔ اگر چاہوں تو اس دن خاتمہ۔ دو چار ماہ۔ (دیکھو البشریٰ ص۱۱۵) چنانچہ قادیان میں جب حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت کا نزول ہوا۔ تو اس کے چوتھے مہینے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق یہ کشتیاں بھی چل پڑیں۔ اور وہ زلزلہ دنیا میں آگیا جس سے الہام "اے ازلی ابدی خدا۔ بیڑیوں کو پکڑ کے آ" (ص۹۷) کا بھی مطلب سمجھا گیا۔ اب بھی جو کان اللہ نزل من السماء کو نہ سمجھے۔ خدا ہی اسکو سمجھائے۔ ان کشتیوں کو حدیث میں طیر کہا گیا ہے۔ فیو سل علیھم طیراً کاعناق البغت (ابن ماجہ) کچ اخبارات میں بھی ان کو بحری پرند

لکھتے ہیں۔ یہ فوجیں جو خلیفہ ثانی کی خلافت میں اُتریں۔ اور جن کا اترنا حضرت صاحبزادہ صاحب کو خواب میں دکھایا گیا۔ ثابت کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد سے جس مسیح کی پیشگوئی کی۔ وہ مسیح یہی خلیفہ ہے۔ ذیل کے الہام کو پڑھو " انی مع الافواج اٰتیک بغتۃً حرام علےٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون " (دیکھو البشریٰ صفحہ ۱۰۵) یہاں مع الافواج کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آیت حرام علےٰ قریۃ الہام کی جس سے ایک تو فوجوں کی حقیقت سمجھی گئی۔ دوم اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جس خلیفہ کو یہ فوجیں دکھائی گئیں۔ اور جسکے زمانہ میں ان کا آنا ہوا۔ بلکہ مدت بھی بتائی گئی۔ کہ جب وہ مسند خلافت پر بیٹھیگا تو اسکے چار مہینے بعد وہ فوجیں اُتریں گی۔ وہ خلیفہ کوئی معمولی خلیفہ نہیں۔ مضمون آیت کے لحاظ سے وہ مسیح ہے۔ ایک اور الہام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوجوں کے زمانہ میں حضرت اقدس اپنے گھر میں دوبارہ واپس آئینگے۔ وہ الہام یہ ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد انی مع الافواج اٰتیک بغتۃ (البشریٰ صفحہ ۱۳۳)

چونکہ بعض لوگوں نے اس خلافت پر اصحاب فیل کی طرح حملہ کرنا تھا۔ اس لئے عالم الغیب نے اس کو کعبہ کی بنیاد فرمایا۔ ازالہ صفحہ ۳۱۷ میں لکھے " جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا عقلمند ہے۔ کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولوالعزم پیدا ہو گا۔ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا " اس سے معلوم ہوا کہ جسطرح ابراہیم اور اس کے بیٹے نے اس کعبہ کی بنیاد اُٹھائی۔ اسی طرح اس زمانہ کے ابراہیم اور اس کے اولوالعزم بیٹے کے ہاتھ سے ایک کعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جو اسپر حملہ آور ہو گا۔ اصحاب فیل کی مانند خائب و خاسر رہے گا۔ سورہ نمل کے آخر میں ہے۔ دابۃ الارض نکلیگا۔ پھر نفخ صور ہو گا۔ جس سے پہاڑ اُڑنے لگینگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب تم اس زمانہ کو پاؤ۔ تو کعبہ کو دیکھ اس رب کی عبادت کرو۔ جس نے اس کو حرمت بخشی۔ انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ۔ اور اس کلام کو پڑھو جس کا البلد میں نزول ہوا۔ یعنی اس وقت بھی ایک کعبہ کی بنیاد رکھی جائیگی۔ اور قرآن شریف کا نیا نزول ہو گا۔ اور مکی جیسی باتیں ظاہر ہونگی۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جو اس کعبہ کو گرانا چاہینگے۔

مگر وہ اس اولوالعزم کے مقابلہ میں ناکام رہینگے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پاک اولاد کے ساتھ اصحاب فیل کا ذکر عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ ہے۔ حضور کا الہام ہے۔ ساھب الک غلاماً ذکیاً رب ھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرک بغلام ن اسمہ یحیی الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل (البشریٰ صفحہ ۱۳۶)۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ارض مقدسہ (قادیاں) میں جب ایک خلافت کا نزول ہوگا تو اس وقت دنیا میں مصائب کے سبب سے قیامت برپا ہوگی۔ اذا رئیت الخلافۃ قد نزلت الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام والساعۃ یومئذ اقرب من الناس من یدی ھذہ الی راسک (مشکوٰۃ) یہ الساعۃ اس خلافت کے نازل ہونے کے بعد چوتھے مہینے نمودار ہو گئی۔ اصحاب فیل نے ارض مقدسہ سے اس خلافت کو مٹانا چاہا۔ لیکن کون ہے جو الٰہی ارادہ کو روک سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں باتوں کی حضرت اقدسؑ کو خبر دی۔ قادیاں میں نزول ہوگا۔ الٰہی غضب سے زمین سنگروں کو کانپ کر ڈھائیگی۔ اصحاب فیل کی تدبیریں اکارت جائینگی۔ ذرا حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۴ کو کھولکر پڑھو۔ ۱۶ اراگست ۱۹۰۳ء گورداسپور۔ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل (۲) نزول در قادیان انی انا الرحمٰن حل غضبہ علی الارض یہ ایک الہام ہے کہ مسیح موعود کی رسالت سے انکار کیا جائے گا۔ اور کہنے والے کہینگے کہ بس اب آپ کا کام بگڑا۔ اسوقت اللہ تعالےٰ اپنی افواج کو لے کر آئے گا۔ اور ایسے زبردست نشان دکھائے گا کہ لوگ آرزو کرینگے۔ کہ کاش ہم اس رسول کے ساتھ ہوتے۔ وہ الہام یہ ہے سیقول العدو لست مرسلا سناخذہ من مارن او خرطوم وانا من الظالمین منتقمون انی مع الافواج اتیک بغتۃ یوم یعض الظالم علی یدیہ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا وقالوا سیقلب الامر وما کانوا علی الغیب مطلعین انا انزلناک وکان اللہ قدیرا (۷ صفحہ)

ناظرین غور کریں۔ الہام انی مع الافواج جو صاحبزادہ صاحب کو دکھایا گیا ہے۔ کیسی سچائی دنیا نے خلافت ثانیہ کے دور میں دیکھ لی۔ کیسے بآواز بلند مشرق اور مغرب کو سنا

رہا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ نبی تھا۔ میں اس کا گواہ ہوں۔ افسوس ان لوگوں پر جو ایسے صادق اور معتبر گواہ پر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ اور اس خلیفہ سے لڑ رہے ہیں جسکی خاطر اس کا آنا ہوا۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ حسب پیشگوئی الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب کے قادیان میں یہ خلافت نازل ہوئی ہے۔ اسکے ساتھ یولّون الدبر کا ذکر ہے۔ جسطرح جنگ احزاب کے وقت ھلمّ الینا کہنے والے اپنی جگہ ٹھہر نہ سکے۔ حالانکہ لا یولّون الدبر کا عہد بھی کر چکے۔ اسی طرح ان کا حال ہوگا۔ الہام الحمد للہ الذی کے ساتھ سورہ قمر کی یہ آیتیں جو ملائی گئیں۔ اس میں خلیفہ ثانی کے زمانہ کا نشان بتایا گیا کہ کچھ لوگ اپنے عہد و پیمان کو توڑ دینگے۔ اور مسیح موعودؑ کی نبوت کے منکر ہو جائینگے اور دوسرے دشمنوں میں شامل ہو کر مدینۃ الرسول کے رہنے والوں کو کہینگے۔ یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا۔ مسیح موعود کو نبی ماننا چھوڑ دو۔ دشمن ہر طرف جمع ہے۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب اندرونی اور بیرونی دشمن یہ سمجھ لینگے کہ مسیح موعودؑ نبی نہ تھا۔ تو اس وقت اس قلیل جماعت کی امداد کے لئے اللہ تعالےٰ نبوت کا ایسے رنگ میں ثبوت دیگا کہ سیھزم الجمع۔ تمام دشمن بھاگ جائینگے۔ جیسے کہ احزاب کے وقت بھاگ گئے۔ کیونکہ آیت فارسلنا علیھم ریحًا و جنودًا لم تروھا کی طرح ایک سخت آندھی چلیگی۔ اور آسمان سے الٰہی فوجیں نازل ہونگی۔ اور یہ آندھی اثبات کی دلیل ہوگی۔ کہ مسیح موعودؑ نبی تھا۔ چنانچہ سورہ مُرسلات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "والمرسلٰت عرفًا فالعاصفات عصفًا۔ جس طرح ہوا صحت بخش ہے۔ امہ رسالت بھی جانفزا تو ہے۔ مگر اس کی بے قدری سے ہوا کی طرح اشتداد پیدا ہو کر باعث عذاب ہوگا" (تفسیر القرآن) اسکے آگے اس زمانے کے نشان بتائے۔ فاذا النجوم طمست و اذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت واذا الرسل اُقتت ..... ویل یومئذ للمکذبین ..... انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللھب انھا ترمی بشرر کالقصر۔ ویل ہے ان مکذبین کے لئے کہ ترمی بشرر کا نظارہ دیکھ کر بھی رسول کی تکذیب سے باز نہیں آتے۔ اور نہ اس

سخت آندھی سے ڈرتے ہیں۔ جسکی خبر فالعاصفات عصفاً میں دیگئی۔ اور لکھا تھا کہ وہ پہاڑوں کو بھی اڑا دیگی۔ واذا الجبال نسفت میں سن ہجری بتایا گیا کہ اسوقت (۱۳۳۴) وہ آندھی زور سے چل رہی ہوگی حجج الکرامہ صفحہ ۴۶۳ میں ہے "و بادے بوزد کہ از صلابت آں کوہ ہا پارہ شود" طبرانی از سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ کہ برپا نہ شود ساعت تا آنکہ زائل شوند کوہ ہا از جائے خویش" (ر ر صفحہ ۲۴۳) حدیث شریف میں ہے کہ وہ آندھی لوگوں کو سمندروں میں ڈالیگی۔ ریح تلقی الناس فی البحر (مسلم) و تذھب ریحکم قال قتادہ الریح الحرب (بخاری) بعض حدیثوں میں اس کو سرخ آندھی کہا گیا۔ وظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور ..... فارتقبوا عند ذلک ریحاً حمراء وزلزلة (ترمذی) گردیدند امیراں فاجراں ..... و قرا فسقہ ..... بپوشانند ایشاں را خدا تعالےٰ فتنہ را کہ بیفتند دراں ہمچو افتادن یہود ... پس انتظار برید نزدیک ایں حال باد سرخ و خسف و قذف و دیگر آیات را" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۹۰) ایک حدیث میں ہے۔ کہ جب قرآن کو میری امت کے لوگ چھوڑ دینگے۔ تو میں اگر انکو عادیوں کی طرح قتل کروں گا۔ قوم یقرؤن القرآن ولا یجاوز حناجرھم ..... لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد۔ تیسیر القاری شرح بخاری میں ہے کہ "در وقتیکہ آگاہی یافتہ ہود بایں باد کشید خود را و مسلمانان را بجانب چشمہ کہ آب میداد" اس زمانہ کے ہود نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حقیقی مسلمانوں کو اس سرچشمہ پر جمع کیا۔ جس کا ذکر زکریا باب ۱۴ میں ہے کہ "جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا۔ حضرت اقدس لکھتے ہیں کہ یہاں یروشلم سے مراد قادیان ہے۔ دیکھو نزول المسیح صفحہ ۲۴۲۔ اس جیتے پانی کو چھوڑنے والے بدقسمت غور کریں کہ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں خدائے قادر نے کس طرح نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور کی سچائی کو دنیا میں ظاہر فرمایا۔ حجج الکرامہ صفحہ ۲۹ میں ہے "دریں قبا رستہ وہ ایشاں را بادے سرخ کہ بیروں آید از طرف مشرق و مسخ شوند بعضے و خسف شوند بعض۔ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون رواہ الدیلمی عن انس" یہ باد سرخ مسیح کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اور مسیح کا آنا مشرق سے ہوا۔ اس لئے اس کو

مشرق کیطرف نسبت دی۔ تاکہ کوئی اس کو مغرب کی طرف سے آتا دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ کہاں مسیح اور کہاں بادِ سُرخ۔ اس مسیح کے انکار سے لوگوں کی شکلیں بھی مسخ ہو گئیں۔ اور بادِ سُرخ سے پہاڑ لال نظر آتے ہیں۔ لیکن بعض بھائی ابھی تک یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ مسیح نبی نہیں۔ بجائے ریح کے حدیث میں نار کا لفظ بھی آیا ہے۔ واٰخر ذٰلک نار ... و فی روایۃ فی العاشرۃ وریح تلقی الناس فی البحر (مشکوٰۃ) بخاری میں ہے یہ نار مشرقیوں کو اکٹھا کر کے مغرب کی طرف لے جائیگی۔ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب۔ ابوداؤد میں ہے۔ جو مہاجر ابراہیم کو اختیار نہ کرے گا۔ اس کا حشر سُور بندروں کے ساتھ ہو گا۔ یعنے مسیح موعودؑ کے انکار کے وقت ایک آگ ظاہر ہو گی۔ وتحشرھم النار مع القردۃ والخنازیر۔ پس جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دہلی کے تعلق نے حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ کو تباہ کر دیا۔ وہ الہام الحمد للہ الذی کے سیاق سباق پر غور کریں۔ کہ کس طرح خداوند تعالیٰ نے اس کی سچائی کو ظاہر فرمایا۔ ایسے لوگ اپنے دلوں سے اس خیال کو کہ (ہم اس نبوت کے مقابلہ میں بہت ہیں) دُور کر دیں۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ سیھزم الجمع نیز آیت کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ جو حضور کو الہام ہوئی۔ (دیکھو البشرٰی صفحہ ۴۲) تو اس میں بھی یہی اشارہ تھا۔ کہ جسطرح سورہ بقرہ کے بتیسویں رکوع میں ونحن احق بالملک کہنے والوں کا ذکر ہوا۔ اسی طرح سنہ ۱۳۳۲ھ میں ایک خلیفہ کے انتخاب پر کچھ لوگ اعتراض کرینگے۔ اس لئے اس موقعہ کی آیت اُتار کر خدا تعالیٰ نے پہلے ہی مسیح موعودؑ کو خبر دے دی۔ میں اُوپر لکھ آیا ہوں کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خلیفہ ثانی کے دشمن ہوں گے۔ اس کے زمانہ میں ایک قیامت آنی تھی۔ بھلا جس کی مدد کو قیامت آئے۔ اس کے مقابلہ میں کون ٹھہر سکتا ہے۔ سورہ قمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ علاوہ مشہور معنوں کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ آخری زمانہ میں گرہن کا نشان واقع ہو گا۔ اسکے بعد ایک

قیامت آئیگی تیسیر القاری شرح بخاری صفحہ ۵۹۹ جلد ۴ میں ہے "و بدانکہ بعضے مردم گفتہ انشق القمر بمعنے ینشق القمر است۔ مثل قولہ تعالے اتی امر اللہ ای یاتی امر اللہ" مجمع البحار صفحہ ۲۰۶ میں ہے "او حسب غو الخسوف" نزول المسیح صفحہ ۱۲۸ میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں "وہ اس وقت کافروں نے شق القمر کے نشان کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا یہی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے۔ قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔"

پس الہام الحمد للہ الذی کے ساتھ خداوند تعالے نے سورہ قمر کی آیتیں پیش کر کے یہ اشارہ کیا کہ الساعۃ آنے والی ہے۔ گرہن کا نشان ہو چکا۔ جعل لکم الصہر۔ حضرت محمود کے آنے کی دیر ہے۔ یہ سب دشمن الساعۃ کو دیکھ کر بھاگ جائینگے۔ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کو گرہن کے وقت دوزخ اور بہشت دکھایا گیا۔ آپ نے نہایت عجز سے لمبی نماز پڑھی۔ صدقہ خیرات اور غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ میں تو اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔ کہ اس میں ہم کو سمجھایا گیا کہ جب تم اس گرہن کو دیکھو۔ جو مہدی آخر الزمان کے زمانہ میں واقع ہو گا۔ تو نمازوں میں قیام۔ رکوع۔ سجود کو لمبا کرو۔ اور بہت دعائیں مانگو۔ اس وقت جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ اسکے شعلے قریب ہیں۔ کہ نمازیوں کو بھی اپنے اندر لے لیں۔ مال خرچ کر کے اسلام کو پھیلاؤ۔ اور اس طرح اُن ارواح کی رستگاری اور نجات کا سبب ہو۔ جو غلاموں کی طرح کفر شرک کے اجساد میں محبوس ہیں۔ ذیل کی احادیث کو پڑھو۔

ورئیت النار فلم ار کالیوم منظراً قط افظع (۲) فاتی المسجد مصلّی باطول قیام درکوع وسجود ما رئیتہ قط (۳) فاذا رئیتم شیئاً من ذلک فافزعوا الی ذکرہ ودعائہ واستغفارہ (۴) لقد امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالعتاقۃ فی کسوف الشمس۔ مسیح موعودؑ اس نشان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اعلموا ان اللہ نفث فی روعی ان ھذا الخسوف والکسوف فی رمضان اٰیتان مخوفتان لقوم اتبعوا الشیطان ولٰکن ابوا فان العذاب قد حان" (نور الحق) سورہ قیامہ ہے۔ وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر

تعجب کا مقام ہے کہ ہمارے ہادی و پیشوا احباب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جب گرہن کو دیکھیں تو اس خوف سے گھبرا کر کہ وہ گھڑی آگئی مسجد کی طرف نماز کے لئے دوڑتے ہیں۔ خسفت الشمس فقام النبی صلے اللہ علیہ وسلم فزعاً یخشی ان تکون الساعۃ فاتی المسجد۔ لیکن ہمارے زمانہ کے مسلمانوں کی یہ حالت کہ باوجود دیکھنے اس نشان کے جسکی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی۔ اور ایسے عذاب کے جو قیامت کا نمونہ ہے پھر بھی پرواہ نہیں کرتے کہ کون آیا۔ اور کیا ہو رہا ہے۔ (۲۴) غیر مبائعین کا یہ کہنا کہ خلیفہ ثانی نے مہاجرین قادیان کو گمراہ کر دیا ہے۔ بہت ظلم ہے۔ ایسا کہنا مومن کا کام نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک گمراہی کا الزام اس شخص پر ہے۔ جس نے مہاجرین کو قادیان سے نکلنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ ایک روایت میں لکھا ہے کہ مہدی کے بعد خلافت پر جھگڑا ہو گا۔ جو لوگ اس تنازعہ میں مقام ہجرت کو چھوڑ دینگے۔ وہی حق اور راستی سے دور ہونگے۔ وہ روایت یہ ہے۔ "نعیم بن حماد از زہری روایت کردہ کہ بمیرد مہدی بموت خود و مردم بعد از وے در فتنہ افتند و بیاید بسوئے ایشاں مردے از نبی مخزوم و بیعت کردہ شود او را و مکث کند زمانے بستر ندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس و جن بیعت کنید۔ فلاں را و برنگردید بر پاشنہائے خود بعد ہجرۃ پس نظر کنند و نشناسند آنمرد را بانہ ندا کند سہ بار پستر بیعت کردہ شود منصور و برود بسوئے مخزومی و نصرت دہد خدا او را بر وے و بکشد مخزومی را و کسے را کہ با او باشد (نجم الکوامہ صـ۳۴۲)

دیکھو! آسمان سے تو یہ آواز آئی کہ ہجرت کرنے والو! مدینۃ المہدیؑ میں جو خلیفہ ہے۔ کیوں اسکی بیعت نہیں کرتے۔ اور کیوں ایسے شخص کے پیچھے پڑ کر جو باہر سے آیا۔ مقام ہجرت کو چھوڑتے ہو۔ تین بار جو ندا آئی وہ سبز اشتہار صفحہ ۲۱ و ۱۷ و ۷ میں پڑھو۔ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام محمودؔ اور تیسرا نام بشیر ثانی بھی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں

میں اولوالعزم ہوگا۔" اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جسکا دوسرا نام محمود ہے"

(۵) حضرت مسیح موعود کا ایک رؤیا ہے کہ محمود جب میری جگہ پر بیٹھے گا تو اسکے ساتھ ایک انگریز بھی میرے مکان میں داخل ہوگا دیکھو مکاشفات صفحہ ۴۰ "۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء آج بروز یکشنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر کے مکان میں بیٹھا ہوں اور ایک خربزہ کی شکل پر کوئی پھل میرے ہاتھ میں ہے اسکو پھاڑکر کھانا چاہتا ہوں اتنے میں میں نے محمود احمد کو دیکھا اسکے ساتھ ایک انگریز ہے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوگیا ہے اس جگہ کھڑا ہوا جہاں پانی کے گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس چوبارے کی طرف آگے بڑھا جہاں میں بیٹھکر کام کرتا ہوں گویا اسکے اندر جاکر تلاشی کرنا چاہتا ہے اسوقت میں نے دیکھا کہ میر ناصر نواب کی شکل پر ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے اپنے بطور بشارت کے مجھکو کہا کہ آپ بھی اس چوبارہ میں جائیں انگریز تلاشی کریگا اور میرے دل میں گذرا کہ اسمیں صرف وہ کاغذات پڑے ہیں جو تالیف کتاب کا مسودہ ہے وہی دیکھیگا اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ . . . میر ناصر کا دیکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ ناصر ہوگا۔ اور نیز نصرت سے ابتلاء سے رہائی دیگا اور آخر یہ ابتلا نشان کی صورت میں ہو جائیگا"

اب مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ انگریز کہاں ہے جو پہلے جہاں پانی کے گھڑے (یعنی جیسے دفتر میں جہاں دوسری چیزیں رکھی جاتی) تھے کھڑا تھا پھر محمود کو دیکھکر چلا بسا مسند خلافت کی طرف بڑھا مگر اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کا ناصر ہے اسلئے یہ انگریز بجز اسکے کہ حضرت کی کتابوں سے غلط حوالے پیش کرے اور کچھ نہ کرسکا۔ ان واقعات سے بھی اس انگریز کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن اگر حضور ہی کی کسی تحریر سے اسکی حقیقت معلوم ہو جائے تو پھر کسی احمدی کو اسکے ماننے سے انکار نہ ہوگا۔ لیجئے ایک حوالہ لیجئے دیکھو مکاشفات صفحہ ۱۵ "خواب میں دیکھا کہ ایک انگریز بار بار بولتا ہے پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگریز نہیں بلکہ وہ **مولوی محمد علی صاحب** ایم اے ہیں"

(۶) محمود ابھی پیدا نہیں ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو کشف میں دکھایا کہ اس جماعت کا پیشوا امام ہوگا چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۴۰ میں ہے "میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونے کی

خبر دیگئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمودؑ۔ مسجد کی دیوار پر جو حضور کو محمود کا نام لکھا ہوا دکھایا گیا اسکا یہ مطلب نہیں تھا کہ گمراہوں کا امام ہوگا اور یہ مسجد نعوذ باللہ پوپ کی گدی ہوگی اور نہ اس صورت میں حضرت صاحب کے لئے اس پیشگوئی کو دشمنوں کے سامنے پیش کرنا خوشی کا موجب ہوسکتا ہے اسلئے جو اس مسجد سے نکلے گئے وہ ان فیوض سے محروم ہوگئے جو مسیح موعود کے طفیل اس مسجد میں محمود کے پیچھے نماز پڑھنے والے حاصل کر رہے ہیں۔

(۷) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں مظہر ابلیس کے فتنوں کے وقت جب احمد نبی ان فتن کے دور کرنیکے لئے مبعوث ہوگا مسجد احمد میں ایک سفید منارہ بنایا جائیگا جو دور سے دکھائی دیگا۔ مظہر ابلیس اپنے اصحاب کو کہیگا الا ترون الی ھذا القصر الابیض ھذا مسجد احمد (حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۳) اسوقت مظہر ابلیس کا نزول ایک سرخ پہاڑی کے نزدیک ہوگا (یہاں سرخ پہاڑی میں بھی اشارہ ہے جو سرخ بلوہ میں اوپر بیان ہوا) تب کچھ زلازل آوینگے جنکے سبب سے بعض لوگ مدینۃ الرسول کو چھوڑ کر مظہر ابلیس کی طرف چلے جاوینگے یعنے ایسے لوگوں میں جا شامل ہونگے جو اس احمد کے منکر اور اعتقادی طور پر مظہر ابلیس کے معاون ہیں حتی ینزل عند الظرب الاحمر.. ..فترجف المدینۃ باھلھا ثلاث رجفات فلا یبقی منافق ولا منافقۃ الا خرج الیہ (ابن ماجہ) اب مسجد احمد موجود جس کا امام محمود ہے اسمیں قصر ابیض (سفید منارہ) موجود۔ ظرب احمر موجود۔ بتاؤ نکلنے والے کون اور کہاں ہیں۔

(۸) حدیث شریف میں ہے کہ مسیح موعود کے مقابلہ میں یہود جب بھاگ کر پتھروں درختوں کی پناہ لینگے تو ان سے بھی یہی آواز آئیگی یا مسلم ھذا الیھودی ورائی مگر غرقد یہود کا طرفدار ہوگا الا الغرقد فانہا من شجرھم لا تنطق۔ شراح حدیث لکھتے ہیں الغرقد نوع من شجر الشوک۔ یہود اس کو لگاتے اور اسکی تعظیم کرتے ہیں جو لوگ مانتے ہیں کہ مسیح موعود آگیا۔ مسلم یہود ظاہر ہوگئے انپر اس غرقد کا حال پوشیدہ نہیں جس کی یہود تعظیم کرتے اور اسکو لگاتے یعنے مالی امداد دیکر اسکی پرورش کر رہے ہیں

(۹) مکاشفات صفحہ ۲۵۔ "دوشنبہ قبل عصر سے قبل حضرت مسیح موعود نے رؤیا سنائی کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پولی ہے اور اسکے نیچے ایک

غار سی بنی جاتی ہے مینے اسمیں پاؤں رکھا تو دھس گیا اور خوب یاد ہے پر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا پھر یکلخت جست کرکے میں اوپر آگیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرہ کے گول اور اسقدر بڑا جیسے یہاں سے نواب صاحب کا گھر اور میں اس کے ادہر سے ادہر اور اُدہر سے ادہر تیر رہا ہوں۔ سید محمد احسن صاحب کنارہ پر تھے (اب تو اسمیں گر گئے ہیں۔ ماتم ہے) ان کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسےٰ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھکر مجھ پر ہے" یہ گڑھا جس میں آپ دھس گئے تھے یعنے آپکی شان مرتبہ کو گھٹایا گیا۔ آپ اپنی تعبیر ظاہر کر رہا ہے۔

(۱۰) البشریٰ صفحہ ۶۵ میں یہ تین الہامات قابل غور ہیں۔ اول برف اعنفک شعہ یارب دوم لعبہ ۱ سوم سلسلہ قبول الہامات میں سب سے اچھا مولوی ان تینوں کا آپسمیں یہ تعلق تہا کہ بعض لوگوں نے اپنی تدبیروں اور مکروں سے حضور کے لئے ایک پہلی زمین تیار کر رکھی تھی جسمیں حضرت صاحب کو نیچے دھسا دیا گیا لیکن حضور کی دعائیں آسمان پر پہنچ چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اولوالعزم لکر شکر میا مسیمہ کی ہمت اور کوشش سے حضور اس گڑھے سے نکلکر آسمان پر اڑنے لگے اور ایک مولوی ۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء کو ۱۱ بجے کے بعد اس گڑھے میں آگرا۔ دیکھو پیغام ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء

ایک پادری صاحب کے اعتراضوں کا جواب

خداوند جیسے چاہے دیں کی سمجھ دے

"فاضل مضمون نویس نے اس مضمون میں اعتراضوں کا جواب دیا ہے اور قائلین تثلیث کے عقائد مسلمہ پر از روئے بائبل و تفاسیر معتبرہ تبصرہ کیا ہے جو امید ہے علم دوست مذہبی ذوق رکھنے والے حق جو احباب کے لئے مفید ہوگا"

واہ خدا کی دولت وحکمت و دانش کی کیسی گہرائی ہے اسکی عدالتیں دریافت سے کیا ہی پرے اور اسکی راہیں بتا ملنے سے کیا ہی دور ہیں کہ کس نے خداوند کی عقل کو جانا ہے یا کون اس کا صلاح کار رہا۔ یا کس نے پہلے سے اُسے کچھ دیا ہے کہ اسے پھیر دیا جائیگا روم ۱/۲۲ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ حکیموں کی حکمت کو نیست اور عقلمندوں کی عقل کو رد کریگا (۱) کرنتھی ۱/۱۹ وہ عقلمندوں کو ان کی چالاکی میں پھنساتا ہے اور ٹیڑھے ترچھے لوگوں کی صلاح کو الٹ دیتا ہے کہ وہ دن کو اندھیرے میں جا پڑتے ہیں اور دوپہر کو رات کی طرح ٹٹولتے پھرتے ہیں وہ مسکین کو تلوار سے ان کے منہ سے اور زبردست کے ہاتھ سے بچاتا ہے سو مسکین کو امید ہے اور بدکاری اپنا منہ بند کر دیتی ہے۔ دیکھ! نیکبخت وہ آدمی ہے جسے خدا تنبیہ دیتا ہے سو قادر مطلق کی تادیب کو حقیر مت جان۔ ایوب ۵/۱۲،۱۳،۱۷ خداوند یوں کہتا ہے کہ میری قوم خداوند کی عدالت کو نہیں پہچانتی تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے دیکھ حقیقت میں انہوں نے اسکو عبث بنا رکھا ہے دانشمند شرمندہ ہوئے وہ حیران ہوئے اور پکڑے گئے دیکھ انہوں نے خداوند کے کلام کو حقیر جانا تو ان میں کیا دانائی ہو سکتی ہے یرمیاہ ۸/۸،۹

اس وقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خدا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ ہاں! اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا۔ متی ۱۱/۲۵

مسیح ناصری کا مذکورہ کلام علاوہ مذکورہ بالا حوالہ جات کے یسعیاہ نبی کے پرانے صحیفہ کے ان کلمات کی یاد دلاتا ہے جنمیں اس بات کی یسعیاہ نے وجہ بیان کی ہے کہ کیوں داناؤں اور عقلمندوں سے یہ قدریں پوشیدہ رکھی گئیں اور کیوں بچوں پر ظاہر کی گئیں۔ خود مسیح ناصری نے

یسعیاہ کے اسی کلام کا اقتباس یوں ایسے لوگوں پر چسپاں کیا ہے "تم کانوں سے سنو گے اور ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے اور ہرگز معلوم نہ کر سکو گے کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور رجوع لائیں اور میں انہیں شفا بخشوں" یسعیاہ ۶/۹ و متی ۱۳/۱۴

مذکورہ کلام سے ظاہر ہوا کہ عقلا لوگ جب دیدہ و دانستہ الٰہی قدرتوں کو نہ محسوس کرنے کے لئے خود آپ اپنے حواس ظاہری و باطنی کو کام میں نہیں لاتے تو ایسے لوگ ان الٰہی رازوں کی فہمید سے محروم ہو جاتے ہیں جن کو بے داغ نگاہ رکھنے سے انسان نجات کا وارث بن سکتا ہے لیکن اگر بعض اشخاص نیک نیتی اور کمال کوشش و فکر عمل میں لا کر اہم مسائل کے بارے میں عقلی و ذہنی نتائج میں غلطی پر ہوں تو وہ اپنے ارادے اور نیک نیت کے مطابق راستباز ٹھہرائے جائینگے "مبارک وہ جو اپنے تئیں اس کلام کے سبب جسے وہ مناسب جان کے کرتا ہے ملامت نہ کرے" روم ۱۴/۲۲

عقل سے کام لو
ضمیر کی آواز سنو

فاضل بشپ واٹسن کیا خوب فرماتے ہیں کہ اگر مختلف انسان دانائی و ایمانداری سے نوشتوں کی نسبت تفحص کر کے اور ان میں غور و فکر کے بعد نہایت ہی اہم مسائل میں بھی مختلف نتائج پر پہنچیں ہم یقین کرتے ہیں کہ خدا فقط جو جانتا ہے کہ ہر انسان کس قابل ہے اس پر جو غلطی پر ہے رحم فرماویگا دیباچہ مجموعہ رسائل دینی۔ لیکن جو لوگ صرف لکیر کے فقیر اور مذہب میں تحقیقی آزادی کے دشمن ہوتے ہیں وہ ضرور مسیح اور حواریین مسیح کے اقوال و احکام کے خلاف ہوتے ہیں کیونکہ مسیح فرماتا ہے "سچائی تمکو خود مختار کرے گی یوحنا ۸/۳۲ اور مقدس یعقوب فرماتے ہیں" تم ان لوگوں کی مانند کلام بھی کرو۔ اور کام بھی کرو جنکا آزادی کی شریعت کے مطابق انصاف ہوگا یعقوب ۲/۱۲ بس ایسے لوگوں کو جنکا ذکر مقدس یعقوب فرماتے ہیں تحکم و زبردستی سے اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرنے والے در اصل خلقت الٰہی جو خرابی کی غلامی سے چھوٹ کر خدا کے فرزندوں کی جلالی آزادگی میں داخل ہوتی ہے ادم ۸/۲۱ کے راستہ کو مسدود کرتے ہیں۔ پھر بھی

کہ کوئی انسان ظاہر کے موافق فیصلہ نہ کرے۔ یوحنا ۸/۲۴ بلکہ واجب فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لوقا ۱۲/۵۷
میں عقلمند جان کر تم سے کلام کرتا ہوں جو میں کہتا ہوں تم آپ اسے پرکھو نمبر ۱ کرنتھی ۱۰/۱۵
ساری باتوں کو آزماؤ اور جو بہتر ہو اسے پکڑے رہو نمبر ۱ تھسلو ۵/۲۱

پس جب مسیح خود اور اسکے حواریین دوسروں کی عقل و ضمیر و تمیز کو خطاب کرکے کہتے ہیں "کہ یہ نہیں کہ ہم تمہارے ایمان پر خداوندی حکومت کرتے ہیں نمبر ۲ کرنتھی ۱/۲۴ تو تم پھر کون ہو جو دوسرے کے نوکر پر حکم کرتے ہو کہ وہ اپنے خداوند کے آگے کھڑا ہے۔ یا پڑا ہے روم ۱۴/۴

پادری صاحب کے اعتراضات

امام پریس مطلب مورخہ ۲۸ مارچ ۱۷ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ایک طالب علم کے ساتھ جو امتحان انٹرنس کے واسطے بٹالہ گیا ہوا تھا۔ ایک انگریز عالم پادری صاحب جو ایک مشن کے ڈسٹرکٹ کے پورے انچارج ہیں کچھ مذہبی گفتگو ہوئی یا یوں کہیں کہ صاحب موصوف اس طالبعلم احمدی کو تبلیغ فرماتے رہے یا یوں بھی ہی کہ تبادلہ خیالات کا دور چلتا رہا۔ تبادلہ خیالات جن الفاظ میں ہوتا رہا۔ ان کا خلاصہ مطلب انہیں کے الفاظ میں یہ کہ وہ اگر کفارہ مسیح کو تسلیم نہ کیا جاوے تو عدل الٰہی قائم نہیں رہتا اور کفارہ مسیح کا اس صورت میں نقص پیدا کر سکتا ہے۔ جبکہ وہ (یعنی مسیح) انسان ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ الٰہی ذات تھا لہٰذا کسی نقص کا اندیشہ نہیں۔ طالب علم نے الوہیت مسیح کی نقلی دلیل طلب کی۔ صاحب موصوف نے فرمایا۔ ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یوحنا ۱/۱۔ طالب علم نے عرض کیا مجھے اس دلیل کی سمجھ نہیں آئی۔ پادری صاحب نے پوچھا۔ خدا کس کو کہتے ہیں طالب علم نے جواب دیا اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض۔ اللہ ایک نور ہے پادری صاحب نے اسپر اعتراض کیا کمرے میں روشنی ہے یہ بھی خدا ہوا حالانکہ یہ تو اسکی مخلوق ہے طالب علم نے جواب دیا۔ ہاں یہ اسکے نور کی ادنیٰ تجلی ہے پھر صاحب موصوف نے کہا سورج کے چمکنے سے روشنی نکلتی ہے جس طرح لکڑی کے جلنے سے پھر یہ بھی خدا ہے حالانکہ یہ تو مخلوق ہیں طالب علم نے پوچھا پھر آپ ہی خدا کی تعریف کر دیں۔ پادری صاحب نے فرمایا خدا روح ہے جس کو انگریزی میں سپرٹ کہتے ہیں یہ ہے خلاصہ اس گفتگو کا جو مابین احمدی طالب علم اور یورپین مشنری کے ہوا۔

پہلے اعتراض کا جواب

اب ذیل میں صاحب مشنری کے اقوال تلورات پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے اور یہ صاحب موصوف کی عزت افزائی ہے ورنہ ہر کس و ناکس کے ساتھ ہم اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتے۔

اول۔ کفارہ یسوع مسیح کو اگر تسلیم کیا جائے الخ تمام مسیحی مناد عموماً اسی دلیل کو کفارہ کی تائید میں پیش کرتے ہیں مگر یہ دلیل عقلاً و نقلاً بالکل غلط ہے کیونکہ مطلب اس دلیل کا صرف یہی ہے کہ خدا کسی شخص کو جو بدکار ہو معاف نہیں کر سکتا اور کسی شخص کو جس نے دس نیکیاں کی ہوں اسکو تیس اعمال حسنہ کی جزا نہیں دے سکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو عادل نہیں رہیگا کیونکہ برائی کرنے والے بدکار کو اسنے بلا معاوضہ بخشدیا اور تھوڑی نیکیاں کرنے والے انسان کو بلا وجہ زیادہ اجور حسنہ کا مستحق ٹھہرایا اب ہم دریافت کرنے میں آیا ایسا ماننے والے خدا کو اپنے آپ پر حاکم نہیں سمجھتے بلکہ اپنے آپ کو خدا پر حاکم سمجھکر اسکی صفات عالیہ کو محدود دائرہ میں لا کر بلا وجہ اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ یہ جائز نہیں چنانچہ رسول پولوس کا کلام شاہد ہے۔ وہ

انجیل سے رحم بلا مبادلہ کا ثبوت

کہتا ہے پس ہم کیا کہیں کیا خدا کے ہاں بے انصافی ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے کہ جس پر رحم کرنا منظور ہے اس پر رحم کرونگا اور جس پر ترس کھانا منظور ہے اس پر ترس کھاؤں گا۔ پس یہ نہ ارادہ کرنے والے پر اور نہ دوڑ دھوپ کرنے والے پر بلکہ رحم کرنے والے خدا پر منحصر ہے روم ۹/۱۴-۱۶ پھر آیت ۱۸ لغایتہ ۲۲ میں کہتا ہے "پس جس پر وہ چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سخت کر دیتا ہے اے انسان بھلا تو کون ہے جو خدا کے سامنے جواب دیتا ہے کیا بنی ہوئی چیز بنانے والے سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے کیوں ایسا بنایا۔ کیا کمہار کو مٹی پر اختیار نہیں کہ ایک ہی لوندے میں سے ایک برتن عزت کے لئے اور دوسرا بے عزتی کے لئے بنائے پس کیا تعجب ہے اگر خدا اپنا غضب ظاہر کرنے اور اپنی قدرت آشکارا کرنے کے ارادہ سے غضب کے برتنوں کے ساتھ جو ہلاکت کے لئے تیار ہوئے تھے نہایت تحمل سے پیش آیا" روم ۹/۱۸-۲۲

ہم باادب التماس کرتے ہیں کہ پادری صاحب خود رسول پولوس کے کلام مذکور کو پڑھکر دیکھیں

کہ کیونکہ ان کی دلیل صحیح نہیں کیونکہ خدا مغضوب و مقہور لوگوں پر رحم کرتا ہے۔

دوسرا ثبوت رحم اور انصاف کے بارے میں مقدس پولوس کے علاوہ مقدس یعقوب یہ فرماتے ہیں "جس نے رحم نہیں کیا اسکا انصاف بغیر رحم کے ہوگا۔ رحم انصاف پر غالب آتا ہے" یعقوب ۲/۱۳ پس پادری صاحب غور فرمائیے مقدس یعقوب کیا فرماتے ہیں جب انسان کے انصاف پر رحم کے غالب آجانے کی حالت میں انسان معیوب نہیں۔ بلکہ موصوف بالصفت ہو جاتا ہے۔ تو خدا کے رحم کو کیوں بری نظر سے دیکھا جاوے۔

تیسرا ثبوت پھر متی کی انجیل کے باب ۲۰ میں ایک اور تمثیل اس ویں کے خلاف اور ہمارے مؤید ہے ناظرین کو چاہئے کہ اس تمثیل کو پڑھیں لیکن پادری صاحب نے بارہا اس تمثیل کو پڑھا ہوگا۔ اسلئے ہم پادری صاحب موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کیوں اس تمثیل کی رو سے آسمان کی بادشاہت کے مالک نے ان مزدوروں کو جو صبح سے لیکر شام تک کام کرتے رہے تھے اور پھر ان کو بھی جو پہر دن چڑھے (رومی حساب سے ۹ بجے صبح) سے لیکر شام تک اور ان کو بھی جو دوپہر اور تیسرے پہر ڈھلے (رومی حساب اسوقت جو رائج تھا اسکے بموجب دوپہر ۱۲ بجے دن کے اور تیسرے پہر سہ پہر اور چار بجے دن کے) سے لیکر شام تک کام کرتے رہے تھے سب کو ایک ایک دینار دیا تھا۔ حالانکہ پچھلی ثلاثہ جماعتوں نے صبح والے مزدوروں کی نسبت بہت تھوڑا کام کیا تھا اور پھر تعجب یہ کہ ان کو بھی جو قبل از غروب آفتاب ایک گھنٹہ کام پر لگائے گئے تھے تمام پہلے گروہوں کی برابر ایک ایک دینار دیا۔ کیا یہ بے انصافی نہیں کیا بقول صاحب موصوف کے یہ خلاف از عدل نہیں ضرور ہے مگر آسمانی بادشاہت کا مالک دہی اعتراض کے جواب میں وہی جواب دیتا ہے جو قبل ازیں ہم بالفاظ رسول پولوس پادری صاحب کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں مالک ان مزدوروں کے اعتراض کے جواب میں کہتا ہے ان میں سے ہر مزدور اعتراض کرنے والے کو کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں آیت ۱۵

پس ہم خدا کو اسلئے کہ وہ نیک رحیم اور نیک ہے بری نظر سے نہیں دیکھ سکتے نیت وہ بقول رسول پولوس کے جس پر وہ چاہتا ہے رحم کرتا ہے"۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا کہ جو خدا کو قادرِ مطلق سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے اس فعل پر کہ وہ بدکار تائب کو معاف کر دیتا ہے معترض نہیں ہو سکتا انبیاء کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے۔

کیا گناہ بغیر کفارہ کے نہیں بخشے جا سکتے

اب رہا یہ امر کہ توبہ بجز کفارہ مسیح کے ہیچ ہے اور کہ سوا فدیہ مسیح پر ایمان لائے کے گناہ نہیں بخشے جا سکتے کیونکہ بوجہ ان مصائب کے جو مسیح نے جہان کے گنہگاروں کے لئے صلیب پر برداشت کئے اور کسی طرح بامعاوضہ خدا گناہ نہیں بخشیگا کیونکہ خدا نے رحم کر کے خود مسیح کو ہماری بدکاریوں کے عوض کچلا۔ یسعیاہ ۵۳ اور ہمارے لئے نجات کا راستہ کھولدیا۔

گنہگار کے عوض میں بےگناہ کو مواخذہ خلاف عدل ہے

اول یہ دلیل خود خلاف از عدل ہے کہ گناہ زید کرے اور اسکے معاوضہ میں بکر کو دار پر کھینچا جائے کیونکہ انصاف یہی چاہتا ہے کہ بکر جو گنہگار ہے اسے صلیب دیا جاوے نہ کہ بیچارے زید کو جو محض بیگناہ ہے یہ سراسر عدل انسانی اور انصاف الٰہی کے خلاف ہے کہو یہ خلاف عدل ہے یا کہ نہیں

یہ راستہ نجات کا خدا کا کھولا ہوا نہیں

اور اگر یہ کہا جاوے کہ بخوشی فدیہ ہونے کے لئے تیار تھا تو اناجیل اسکے خلاف میں اناجیل بتلاتی ہیں کہ وہ خدا کا پیارا نبی مسیح جب اسے یقین ہو گیا کہ یہود ملعون ضرور مجھے مصلوب کرنا چاہتے ہیں نہایت غمگین ہوا۔ یہانتک کہ غم سے مرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی ۲۶ اور اگر یہ خدا کا کھولا ہوا راستہ ہے تو کیوں یہوداہ اسکریوطی قابل لعن طعن ہے کیوں مسیح نے فرمایا ”ابن آدم تو جیسا اسکے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے مگر اس آدمی پر افسوس ہے جسکے وسیلے سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اسکے لئے اچھا ہوتا“ متی ۲۶ پس ثابت ہوا کہ یہ راستہ خدا کا کھولا ہوا نہیں۔

پہلے گناہ کس طرح معاف ہوتے تھے

پھر اور سنئے انیس سو ۱۹ سال سے کچھ کم عرصہ گذرا کہ خدا نے یہ رستہ کھولا مگر سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے کس طرح گناہ معاف

ہوا کرتے تھے اسکی نسبت ہم خود ہی مفصل بتاتے ہیں۔ لیکن اول مسیحی صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے خداوند کے ان الفاظ کو خوب یاد رکھیں۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت اور نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" متی ۵ پ

حزقی ایل نبی کی گواہی اب ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کی کتب میں کیا لکھا ہے۔ اول حزقی ایل ۱۸ پ ۱۹ تا ۲۲ میں لکھا ہے "پر تم کہتے ہو کہ کیوں؟ کیا بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے سو جبکہ بیٹے نے جو شرع میں درست اور روا ہے کیا۔ اور اس نے میرے حکموں کو حفظ کیا اور ان پر عمل کیا سو وہ یقیناً جئیگا وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائیگا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی۔ لیکن اگر شریر اپنی ساری خطاؤں سے جو اس نے کی ہیں باز آئے اور میرے سارے حکموں کو حفظ کرے اور جو کچھ شرع میں درست اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً جئیگا وہ نہ مریگا۔ اسکے سارے گناہ جو اس نے کئے اسکے لئے محسوب نہ ہونگے۔ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی وہ جئیگا مفصل دیکھو حزقی ایل ۱۸ پ

حزقی ایل نبی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ کوئی کسی کے گناہ کا معاوضہ نہیں دے سکتا جو جان گناہ کرے گی وہی مریگی نہ کہ زید کے عوض بکر یا خالد مارا جائیگا اور دوسرا یہ کہ اگر گنہگار توبہ کرے اور رجوع لائے تو اسکے سارے گناہ جو اسنے پہلے کئے تھے محسوب نہ ہونگے۔ یہ دلیل صریح کفارہ کے خلاف ہے۔

یرمیاہ نبی کی گواہی دوم یرمیاہ ۳۱ پ ۲۹ "ان دنوں میں یہ پھر نہ کہا جائے گا کہ باپ دادوں نے کچے انگور کھائے اور لڑکوں کے دانت کھٹے ہوگئے کیونکہ ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مریگا ہر ایک جو کچے انگور کھاتا اس کے دانت کھٹے ہونگے"

یرمیاہ نبی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ ہر فاعل ذوی ارادہ اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ اور اسکی بری یا اچھی تاثیر اسپر مؤثر ہوگی۔

عہد عتیق کے محولہ بالا حوالجات سے ظاہر ہؤا کہ کفارہ درست نہیں اور ہمنے بخوف طوالت صرف یہی چند حوالے پیش کئے ہیں یہ حوالہ جات ایسے صریح ہیں کہ اگر دنیا کے سارے مسیحی فاضل ان کی تردید کرنا چاہیں تو انشاء اللہ ہرگز کامیاب نہ ہونگے۔

عہد جدید کفارے کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے

اب عہد جدید پر غور کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ مسیح کا شاگرد کون ہے وہ جو مسیح کا شاگرد ہے وہ عیسائی ہے اعمال ۱۱/۲۶

شاگرد کون ہے مسیح فرماتا ہے اگر تم میری باتوں پر ثابت رہوگے تو تم تحقیق میرے شاگرد ہوگے" یوحنا ۸/۳۱ اور جو اسکی ان باتوں پر عمل نہیں کرتا وہ مسیحی نہیں۔ بلکہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ہے جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور آندھی اور مینہ سے وہ گھر برباد ہوگیا" متی ۷/۲۶ اسکی وہ باتیں کونسی ہیں جن پر عمل کرنے سے مسیحی رہ سکتا ہے وہ اسکی تعلیم جو پہاڑی وعظ کہلاتی ہے آیت ۲۷۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مسیح اس صورت میں جیسا کہ موجودہ زمانہ میں مسیحیوں کو دعوٰی ہے کفارہ ہوا ہوتا تو کوئی شک نہیں کہ مسیح صرف اپنی تعلیم پر عمل کرنے والے کو اپنا شاگرد نہ بتاتا۔ بلکہ صرف اس کو جو اسکے کفارے پر ایمان لاتا۔ مگر مسیح نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔

دوم یہ کہ اگر اعمال سے مسیح کی شاگردی میں راستبازی مل سکتی ہے تو پھر کس کا راستباز بننا بالکل ناممکن ہے کیونکہ مقدس یوحنا فرماتے ہیں" اگر ہم کہیں کہ ہم بے گناہ ہیں تو ہم اپنے آپکو فریب دیتے ہیں اور ہم میں سچائی نہیں" یوحنا ۱/۸ اور مقدس پولوس بتلاتے ہیں کہ "سب نے گناہ کیا۔ اور خدا کے جلال سے محروم ہیں" روم ۳/۲۳ پس ظاہر ہؤا کہ فضل کے سبب مسیح یسوع کے کفارہ سے مفت میں راستباز ٹھہرائے جانا مادر چرچ کی تعلیم ہے نہ کہ کسی پراٹسٹنٹ کی کیونکہ پراٹسٹنٹ کا کلیہ ہے کہ "کتاب مقدس ہی اکیلی سند ایمان اور فرمانبرداری کی ہے"۔ ہاں رومن کیتھولک کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ علانیہ مانتے ہیں کہ "ہمنے ان مسائل کو انجیل سے ہرگز نہیں پایا۔ مادر چرچ نے ان کی تعلیم دی ہے اگر میرے پاس صرف کلام مقدس ہی ہوتا۔ تو مجھکو ان مسائل سے انکار کرنا پڑتا۔ پس ہم ذیل میں سولوں کو سبکدوش کرنے

والے فرقہ کو نہیں بلکہ خالص پراٹسٹنٹ کو مقدس پولوس کی تعلیم بتلائینگے۔ مقدس پولوس فرماتے ہیں ”اور مصیبت اور تنگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئیگی پہلے یہودی کی پھر یونانی کی کیونکہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں مگر جلال اور عزت اور سلامتی ہر ایک نیکوکار کو ملیگی پہلے یہودی کو پھر یونانی کو“ روم ۲ خیال کرنیکا مقام ہے کہ مقدس پولوس صاف فرماتے ہیں کہ جو نیکوکار ہوگا خواہ یہودی ہو خواہ یونانی اسی کو سلامتی ملے گی۔ اگر کوئی صاحب مقدس پولوس کے اس کلام کی تاویل کرنا چاہیں تو معلوم ہو کہ بائبل کے علم تطبیق جاننے والے عالموں نے خود ہی پولوس کے اس کلام کو حزقی ایل ۱۸ باب کیساتھ تطبیق دی ہے دیکھو ریفرنس نامہ رومیوں ۲ آیت

اب ہم ایسے لوگوں پر بھی حجت تمام کرتے ہیں جو اپنے آپ کو ان مسائل کے ماننے اور جاننے میں اپنے قدیم زمانے کے پیشواؤں اور بزرگوں کا طرفدار خیال کرتے ہیں پس ان کو معلوم ہو۔ کہ مقدس اتھاناسیس فرماتے ہیں ”وہ مسیح کی آمد پر سب آدمیوں کو اپنے اپنے بدن کے ساتھ پھر اٹھنا اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑیگا۔ ہدایت نمبر ۴۰ جنہوں نے نیکیاں کیں وہ حیات ابدی میں داخل ہونگے اور جنہوں نے بدیاں کیں وہ ابدی آگ میں پڑینگے ہدایت ۴۱“ دیکھو دعائے عام اور سکرامینٹوں کی تعمیل کی کتاب۔ چرچ آف انگلینڈ مطبوعہ ۱۸۹۶ء۔ مقدس اتھاناسیس کا عقیدہ نامہ صفحہ ۲۲۔ پس ثابت ہوا کہ گنہگار کو کفارہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اور گناہ کے زائل کرنے کا علاج وہی ہے جو حزقی ایل یرمیاہ یسعیاہ وغیرہ دیگر تمام انبیاء نے بیان کیا اور جسے مسیح مطابق متی ۵ کے منسوخ نہیں کرسکتا۔

کفارہ مسیح کی بنیاد الوہیت مسیح پر ہے

پادری صاحب کا یہ فرمانا اور کفارہ مسیح کا اس صورت میں نقص پیدا کرسکتا ہے جس صورت میں کہ وہ انسان ہوتا۔ الخ بالکل صحیح امر ہے کیونکہ جب تک الوہیت مسیح کو تسلیم نہ کیا جائے کفارہ کے قائل ہو ہی نہیں سکتے تمام مسیحی علماء و فضلا اس بات کے قائل ہیں۔ چنانچہ علاوہ دیگر علماء کے فاضل ریورنڈ ڈی ڈبلیو ٹامس ایم اے بھی اپنی کتاب میں بتلاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمارے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کا منکر ہو۔ اور اسکا ایمان اپنے طور کا ہو تو وہ کفارہ کے مسئلہ کا بھی جسے مسیحی کلیسیا کے لوگ مانتے ہیں ضرور منکر ہوگا۔

دیکھو تشریح التثلیث مصنفہ پادری صاحب موصوف صفحہ ۹

اور پادری صاحب نے الوہیت مسیح پر وہی دلیل پیش کی جو پادری صاحب جیسے مسیحی مذہب کے فاضل کا ہی حق تہا کیونکہ تمام فاضلان اہل تثلیث نے ہمیشہ سب دلائل سے پہلے اس دلیل کو نہایت زور شور سے منکرین الوہیت کے سامنے پیش کیا ہے ذیل میں ہم اس پر مفصل بحث کرتے ہیں ہر دو فریقین کے بیانات کو ہم بہ تفصیل قلمبند کرینگے۔

کیا الوہیت مسیح کی دلیل دی جاتی ہے

وہ دلیل یوحنا کی انجیل سے اخذ کی جاتی ہے مقدس یوحنا کی عبارت یہ ہے یوحنا ۱ "ابتدا میں کلام تہا اور کلام خدا کے ساتھ تہا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تہا۔ ساری چیزیں اسی کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا۔ اسمیں سے کوئی چیز بھی بغیر اسکے پیدا نہیں ہوئی اسمیں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تہا اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا" لغایت آیت ۵۔ اسکے بعد یوحنا بپتسمہ دینے والے کا حال تحریر کیکے پھر آیت ۱۴ سے مقدس یوحنا یوں فرماتے ہیں "اور کلام مجسم ہوا۔ اور فضل اور سچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا اور ہمنے اسکا ایسا جلال دیکہا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" پھر آیت ۱۸ میں لکھا ہے۔ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکہا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا"

مقدس یوحنا کی مذکورہ عبارت ہمنے انتخاب سے اس طرح لکہدی ہے کہ کوئی الوہیت مسیح کا ماننے والا ہمپر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فلاں آیت جو الوہیت مسیح کی زبردست دلیل تھی ترک کردی بلکہ ہمنے خاص طور پر بوجہ طوالت صرف وہی آیات لکھیں جن سے الوہیت مسیح کے ماننے والے اپنا مدعا ثابت کیا کرتے ہیں۔

اس دلیل کی تشریح

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیحی صاحبان کا دعوے ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تہا اور کلام خدا تہا" اس کلام یا کلمہ سے مراد یسوع مسیح ہے جسے خدا کہا گیا۔ اور یوحنا انجیل نویس نے اپنی انجیل کے شروع میں اسلئے الوہیت مسیح کا اقرار کرکے اس مسئلہ کو بالوضاحت تحریر کر دیا کہ اس زمانہ تصنیف میں ایبی الن اور سرن تھس دو بدبختی عیسائی الوہیت مسیح کے منکر تھے اور ان کے پیرو بکثرت

بڑھتے جاتے تھے چنانچہ جیروم لکھتا ہے کہ "جب یوحنا ایشیا میں تھا جہاں سے اسی وقت مذکورہ اشخاص کی بدعتیں رائج ہو رہی تھیں تو ایشیا کے قریباً سارے بشپوں نے اس کو مجبور کیا کہ ہمارے نجات دہندہ کی الوہیت کی نسبت زیادہ صراحت سے لکھے۔ جونس قینن جلد ۳ حصہ ۴ باب ۱/۲۔ چنانچہ مقدس یوحنا نے صاف طور سے لکھدیا۔ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کیساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔

اور لفظ کلام یا کلمہ کی تفسیر الوہیت مسیح کے ماننے والے یوں کرتے ہیں۔ مسیح میں "جو الوہیت تھی اس کا نام کلمہ رکھا گیا یہودیوں کی تارگم سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں یہود میں یہ رواج تھا کہ خدا کو لفظ خدا بولنے کی بجائے۔ کلمہ۔ جلال اور شیخنہ بولا کرتے تھے جس طرح پیدائش ۳/۸ میں خداوند کی آواز سنی کی بجائے کلمہ کی آواز سنی اور پیدائش ۱۷/۲۲ میں "خدا اسکے پاس سے اوپر گیا کی بجائے خدا کا جلال اوپر گیا" اور پیدائش ۲۱/۲۰ میں "خدا اسی لڑکے کے ساتھ تھا" کی بجائے کلمہ خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں ہر جگہ جہاں یہوواہ کہا ہے۔ تو ان مناسب کی بجائے ٹارگم والوں نے ہمزہ یعنی کلمہ یا شیخنہ مستعمل کیا ہے لہذا انہی محاورے کو مدنظر رکھکر مقدس یوحنا نے اسجگہ مسیح کو کلمہ یا کلام کے لفظ سے تعبیر کیا جس سے مراد یہ کہ وہ خدا تھا۔ ٹارگم کے اس محاورہ کو عہد جدید کی دوسری کتب میں بھی مدنظر رکھا گیا ہے جیسے عبرانی ۱/۲ وغیرہا

ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس فراخ حوصلگی سے ہمنے زوردار الفاظ میں الوہیت مسیح کے پیروکاروں کے استدلال کو بیان کر دیا ہے اب ذیل میں اس استدلال کی تردید نہایت غور و فکر سے پڑھئے گا۔

اس دلیل پر تنقیدی نظر

اول یہ انجیل کس واسطے لکھی گئی خود یوحنا ۲۰/۳۱ پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس انجیل کے دیباچہ میں بہت سی اصطلاحات مثلاً کلام۔ نور۔ تاریکی۔ فضل۔ اکلوتا۔ راستی۔ زندگی بھر پہری وغیرہا آئی ہیں جن سے صاف ثابت ہے اور اس زمانے کے علم تواریخ کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ جب اصطلاحی الفاظ اس وقت کے افلاطونی فلسفہ (جس نے دہریہ شہ کے خیالات

ایشیا کوچک۔ اور بالعموم افسس اسکے دار الحکومت میں رائج کر دئیے ہوئے تھے) کے رد میں ہیں
مقدس یوحنا نے ان فاسد خیالات کی طرف اشارہ کر کے اسے رد کیا ہے بالوضاحت ذکر کرنا اسکا طوالت
ہے بعد اسکے مسیحیوں کا یہ کہنا کہ عہد عتیق میں بھی ٹارگم والے خدا کی بجائے کلمہ مستعمل کرتے ہیں صحیح نہیں
ورنہ ذیل کے حوالہ جات میں دکھلا دیں کہ ٹارگم والوں نے کلمہ خدا اور ضمایر یعنی کلام اور
متکلم میں فرق کیا ہے یا کہ نہیں اور نیز یہ کہ کیا ان حوالہ جات میں جہاں کہیں لفظ کلمہ یا کلام لکھا ہے
اس سے مراد مسیح یسوع ہے مع ثبوت بتلا دیں زبور ۳۳/۶ خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور ان کے
سارے لشکر اسکے منہ کے دم سے نمبر ۱ تواریخ ۱۷/۳ اور اسی رات ایسا ہوا کہ خدا کا کلام ناتن کو پہنچا
کتاب ہوسیع ۱/۱ خداوند کا کلام بیری کے بیٹے ہوسیع کے پاس پہنچا خداوند کے کلام کا شروع
جو ہوسیع کے وسیلے سے آیا۔

اسکے علاوہ عہد جدید کی نسبت بھی یہی ثابت کرنا ہوگا لوقا ۳/۲ خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے
بیٹے یحیی کو پہنچا اعمال ۶/۲ تب رسولوں نے کہا مناسب نہیں کہ ہم خدا کے کلام کو چھوڑ کر غیر کی خدمت
کریں۔

اعمال ۱۲/۲۴ خدا کا کلام پھیلکر بڑھ گیا۔ اعمال ۱۳/۵ یہودیوں کی عبادت گاہوں میں خدا کے کلام کا
وعظ کرنے لگے آیت ۷ چاہا کہ خدا کا کلام سنے آیت ۴۴۔ سارے شہر کی بھیڑ آئی کہ خدا کا کلام
سنیں آیت ۴۶۔ پولوس و برنبا دلیر ہو کر کہنے لگے ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے نمبر ۱
یوحنا ۲/۱۴ اور خدا کا کلام تم میں رہتا ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات میں جیسا یوحنا ۱/۱ میں لفظ لوگس ہے ویسا ہی ان میں بھی لوگس ہی ہے
اور ایڈم کلارک صاحب کے نزدیک اس لفظ یونانی کے معنے میں لفظ جو بولا گیا تکلم فصاحت مسئلہ
دلیل۔ اور اک تفسیر ایڈم کلارک لوقا ۱/۲ یوحنا ۱/۱

دوم۔ ٹارگم والے فرشتہ کی جگہ کلمہ اور شیخنہ استعمال کرتے تھے جیسا کہ ہمارے مسیحیوں کو بھی اقرار ہے
پس جب فرشتہ کے لئے بھی استعمال ہوا تو پھر مسیح کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور نہ لفظ کلمہ یا شیخنہ کی
کہ مجرد اس سے الہی ذات مراد ہو دیکھو اُن ٹارگم والے قاضیوں ۲/۱ میں جہاں لکھا ہے کہ پھر خداوند کا
فرشتہ آیا" اسجگہ فرشتہ خداوند کی بجائے ٹارگم والے ممرہ یا شیخنہ استعمال کرتے ہیں۔ بتلاؤ پھر اب وہ

فرشتہ خدا تھا ہرگز نہیں پس اسی طرح مسیح بھی نہیں۔

سوم۔ یہودی فضلا میں سے فیلو جو اسکندریہ کا فیلسوف یہودی مسیح کا ہمعصر تھا لکھتا ہے "اور حقیقی خدا تو ایک ہی ہے پھر وہ جو خدا کہلاتے ہیں بہت ہیں اسلئے کتاب مقدس حقیقی خدا کا ذکر بذریعہ حرف تعریف کرتی ہے" اور اب یہ امر ظاہر ہے کہ یوحنا میں خدا کلام تھا بغیر حرف تعریف کے آیا یہودی علوم کی رُو سے بھی مسیح خدا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہانتک تو مسیح کی الوہیت کے قائلین کے ساتھ ساتھ ہمنے بحث کی مگر اب ہم تحقیق کو ذرا زیادہ کام میں لائینگے۔

انجیل کی اس آیت کے معنوں پر بحث

اوّل یوحنا میں کلام یا کلمہ یونانی میں لفظ لوگس جسکے معنے علاوہ معروف معانی کے صنعت علم۔ کلام۔ حکمت۔ قدرت۔ عقل تمام یونانی دان علماء کے نزدیک مسلمہ اور صحیح ہیں۔

دوم۔ اس فقرہ یعنے میں صرف و نحو کے علماء میں سے بعضوں کے خیال میں یہ الفاظ صفت موصوف اور بعضوں کے نزدیک مضاف مضاف الیہ ہے لیکن اہل تثلیث کے نزدیک کلام مبتدا اور خدا اسکی خبر ہے (لیکن وئیر صاحب سا فاضل اسکو بالکل غلط بتلاتا ہے)

سوم۔ شروع انجیل میں مسیح کی الوہیت کو کھول کر لکھنے سے مصنف انجیل کا مطلب صاف معلوم ہوتا ہے کہ بدعتیوں کے لئے لکھی گئی مسیحیوں کا یہ قول صحیح نہیں خود اس انجیل کے لکھنے والا بتلاتا ہے کہ "یہ انجیل لکھی گئی اسلئے تاکہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے" اور یہ امر مسلمہ ہے کہ مجرد الفاظ ابن اللہ سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی ظاہر ہوگیا کہ یہ انجیل مسیح کی الوہیت ثابت کرنے کے واسطے نہیں لکھی گئی بلکہ صرف ابنیت جو ہرگز الوہیت پر دال نہیں۔

اس انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مصنف موحد تھا کیونکہ اسنے مسیح کے اس قول کو خوب یاد رکھا میرا باپ مجھ سے بڑا ہے یوحنا دیکھو ثلاثہ اقانیم کی مساوات کے مسئلہ کو جس پر سب دارومدار ہے کیسا صاف کیا ہے پھر مصنف صاحب نے مسیح کے اس قول کو بھی خوب یاد رکھا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں دیکھو خدا کو اکیلا سچا خدا کہکر نفی اقانیم کرنا اور یسوع مسیح کا جدا تشخص فرماتا ہے

چہارم ا۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے خدا کلام تھا نہ کہ کلام خدا تھا لوتھر اور وکلف کے نزدیک یہی صحیح ہے ڈاکٹر کیمل صاحب کے نزدیک ہنری ہشتم کے وقت میں یہی ترجمہ

مروجہ تھا اور علاوہ ازیں ڈاکٹر ایڈم کلارک مشہور مفسر کے نزدیک بھی یہی ترجمہ صحیح ہے۔

ب۔ ہمارے تراجم میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہو سکتی ان کے پڑھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو نسا لفظ خاص خدا کے لئے آیا وہی کلمہ کے لئے آیا حالانکہ ایسا بالکل نہیں۔

ہمارا صحیح ترجمہ جو فضلاء کے نزدیک بالکل درست ہے اس استعارہ کو صاف کر دیتا ہے خدا نور ہے نمبر ا یوحنا ۱/۵ خدا محبت ہے نمبر ا یوحنا ۴/۱۶ اور یہ کوئی نیا خیال نہیں عہد عتیق میں بھی ایسا ہی ہے براہ استعارہ حکمت کو شخص کر کے خطاب کیا گیا۔ "خدا نے جس وقت زمین کی نیو ڈالی اسوقت میں پروردہ کی مانند اسکے ساتھ تھی امثال ۸/۳۰ اور بھی دیکھو امثال ۱۹/۳ و ۱۱/۲۲ و ۱۵/۱۸ و عبرانی ۱/۲ پس جسطرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نور ہے یا خدا محبت ہے اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں خدا کلام ہے

پنجم۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اصل یونانی میں کیا خدا اور کلام کے لئے ایک ہی لفظ ہے پس معلوم ہو کہ ایسا زنہار نہیں ہوا اس آیت یوحنا ۱/۱ میں کلام کو صرف θεος کہا ہے جو بقول ڈاکٹر فریڈرک شبلوسنر کے مجازاً خدا کے معنے دیتا ہے اور اسکے لئے جو باختیار و بحکم خدا زمین پر خدا کا نائب ہو۔ اس طرح ہی حاکموں اور قاضیوں کو خدا کہا ہے زبور ۸۲/۱ و ۹۷/۷ خروج ۲۲/۲۸ و نمبر ا کرنتھی ۸/۵ دیکھو لغت عہد جدید مصنفہ ڈاکٹر صاحب موصوف

برخلاف اسکے τον θεον مع آرٹیکل کے مجرد خدا کے واسطے سوائے باپ کے کسی کے واسطے مستعمل نہیں ہوا۔ اور نہ ہونا چاہئے جس کی تائید میں ہم عالم اجل ڈاکٹر ویز صاحب جیسے نحوی کی گرامر کی دفعہ ۱۹ پیش کرتے ہیں وہ بتلاتا ہے کہ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ میں اگر رسول لوگس کو خدا کہنا چاہتا۔ تو آرٹیکل زنہار متروک نہ کرتا مگر اسنے عمداً حرف تعریف کو متروک کر کے مجازاً لوگس کو خدا کہا اور یہ معمولی امر ہے۔

اس کے علاوہ چرچ آف انگلینڈ کا فاضل عالم جیمس ہیسٹن بھی ہمیں یہی بتاتا ہے وہ لکھتا ہے "عہد جدید میں اسم خدا یعنی خاص خدا بطور نام کے خدا محض حرف تعریف کے ساتھ مطلقاً و مجرداً باپ کے اقنوم کے ساتھ ایک ہے وہ زنہار دیگر دو اقانیم کے واسطے استعمال نہیں ہوا نہ سارک تثلیث کے لئے عموماً بلا تخصیص اقنومیت کے مستعمل ہوا۔ حالانکہ لفظ خداوند سے بڑی عمومیت سے اقنوم ثانی (بیٹا) مراد ہوا کرتی ہے۔ جب کبھی یہ لفظ بیٹے یا روح القدس کے لئے

آیا تو ہمیشہ بطور خبر کے یا ساتھ کسی توضیحی اور تشریحی اضافہ کے صفحہ ۶۴ [illegible] of the Gospels
ڈاکٹر جیمس ڈونلڈسن بھی اسی بیان کے مؤید ہیں وہ فرماتے ہیں "یوحنا یہ نہیں تبلاتا کہ کلمہ خدا کے
ساتھ ایک یا اسی ماہیت کا تھا جیسا کہ بغیر آرٹیکل کے لکھنے سے صاف واضح ہے اور یوحنا کا مطلب
صرف یہ ہے کہ کلام جس کا مظہر مسیح تہا منجانب خدا تہا نہ کہ مخالفین کے خیالات کے مطابق ارضی"
Crit. Hist. Vol. II. page 41

علاوہ ازیں تشنڈارف نے بتلا دیا کہ متقدمین میں سے اوریجن اور یوسیبس بھی جن کی مادری زبان
یونانی تھی یہی بتاتے تھے اور تشنڈارف نے اوریجن کا قول بھی نقل کیا ہے جس سے صاف ثابت
ہے کہ وہ ہمارے مدعا کی تصدیق و تائید کرنے والے ہیں دیکھو تشنڈارف صاحب کا عہد جدید طبع
ہشتم ذیل آیت یوحنا ۱:۱ دیبیق بنجم میں اختصار کے ساتھ ہم نے مسیحی فضلا کے خیالات کو اپنی تائید
میں پیش کیا ہے۔

اس آیت کے معنوں پر ایک اور نظر

اب ہم ایک اور پہلو اختیار کرتے ہیں- اوّل- اگر بالغرض ابتدا
میں کلام تہا- کلام خدا کے ساتھ تہا- کلام خدا تہا کے معنے
یہی تسلیم کرلئے جاویں کہ مسیح کلام تہا اور وہ خدا تہا تو پھر آیت
نمبر ۲ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تہا" جیسے ہر تیکر اقنوم کی نفی ہوجاتی ہے کیونکہ یہی ابتدا
میں خدا کے ساتھ تہا۔ اگر اور بھی کوئی خدا کے ساتھ تہا تو پھر یہی خدا کے ساتھ تہا صحیح نہ ہوا- بلکہ
اور بھی خدا کے ساتھ تھے تو اس صورت میں تثلیث نہیں تثنیہ کو ماننا پڑیگا-

ب- ہمنے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا آیت نمبر ۱۴- دیکھو یہاں یہ نہیں کہا
کہ ہمنے اسکا ایسا جلال دیکھا" جیسا خدا کا اگر مصنف کا مدعا مسیح کی الوہیت کا اقرار ہوتا تو ہماری
طرح لکھتا-

ج- "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا آیت ۱۸
لیکن اگر مسیح خدا تہا تو مسیح کو دیکھنے والوں نے بالضرور خدا کو بہمہ وجوہ دیکھ لیا تہا مگر مسیح اللہ
نہیں اسلئے خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا درست اور بالکل ٹھیک ہے-
د- جب یہ کہا گیا کلام خدا کے ساتھ تہا تو کیا کلام علیحدہ شخصی ہستی رکھتا تھا- تو پھر ایک خدا

اور ایک کلام دو شخص باہم قدیم سے ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے سے غیر جو خدا سے غیر نہ خدا کیسے ہو عین بھی اور غیر بھی بالکل مہمل معمّا ہے۔

۳۔ کلام خدا کے ساتھ تھا یعنے کلام صفت خدا کی ذات کے ساتھ تھا۔ ذات و صفات علیحدہ نہیں کہے۔

۴۔ کلام خدا تھا صفات الٰہی کا تصور ذات الٰہی سے الگ کیا پھر اگر اسکو خدا کہدیا تو کیا مضایقہ ظہور ذات ظہور صفات سے ہی ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ کلام خدا تھا یوحنا ا سے الوہیت مسیح ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی اور اب یہ امر تمام مسیحی فاضل جانتے ہیں کہ منکرین الوہیت مسیح کو اس آیت سے زیادہ مغلق اور بحث طلب آیت اور کوئی معلوم نہیں ہوتی اور نہ ہی الوہیت مسیح کے تسلیم کنندوں کے پاس اس آیت سے بڑھکر ان کے عقیدہ کی مؤید کوئی اور آیت مل سکتی ہے

ایک اعتراض کا جواب

ہم راہ چلتے ہوئے یہ بھی عرض کرینگے کہ اگر آپ کی اس دلیل کو بھی مدنظر رکھا جاوے کہ مطابق ڈاکٹر بلی[1] ان صاحب کی یونانی گرامر دفعہ نمبر ۱۱۹ کے اس آیت یوحنا ا میں بوجہ کلام کے مبتدا ہونیکی خبر پر آرٹیکل متروک کیا ہے تو بھی اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے مطلب یہی کہ کلام اور خدا ایک ہے امتیاز شخصیت محو ہو گیا

ایک شخص کے دو نام ہوئے کلام اور خدا

اور یہ تمام موحد مانتے ہیں کہ سب انبیاء خدا کا ظہور ہوتے ہیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ مسیح بھی خدا کا ظہور تھا مگر خدا نہ تھا نہ نہ تھا جیسا ہم ثابت کر چکے

---

[1] یاد رہے کہ بطور فرض کے ہمنے ڈاکٹر بلی ان کی دلیل کو تسلیم کیا ہے۔ ورنہ جس صورت میں بڑے بڑے فاضل تثلیث کے معتقد مثل جاورٹ۔ کینڈی لخمان اور سرگروہ مفسرین میئر سب کے سب ہمارے ساتھ ہیں پھر ہم کیوں اس دلیل کو قطعی غلط نہ کہیں کیونکہ علاوہ اوپر کے خفر بالا کے ڈاکٹر دبینر صاحب یونانی نحوی بھی بتلاتا ہے اور پھر کئی اہل تثلیث محقق ہیں جنہوں نے ترجمہ ا اور لوگس اسکی خبر لیکر بھی ترجمہ یہ کیا ہے کہ خدا کلام تھا۔ اسے خوب یاد رکھنا۔

از روئے منطق تثلیث پر بحث

یہ لکھتے ہوئے ہمارا ذہن ایک اور طرف منتقل ہو گیا اور ہمیں پادری جوالا سنگھ صاحب یاد آ گئے جو ایسی ابحاث میں قطعاً علمی بحث کو روا نہیں رکھتے اور بحث منقول کو قبول نہیں کرتے بلکہ فلسفہ منطق کے الفاظ کا اعادہ کیا کرتے ہیں اسلئے کچھ اس پہلو پر بھی تثلیث کے واسطے عرض کیا جاتا ہے - اور جب تثلیث کے خلاف دلائل مہیا کی گئیں - خود الوہیت مسیح کے بخلاف ہوئیں -

ا - ایک کا پورا ثلث نہیں نکل سکتا اور تین ایک کا پورا ثلث ہے یہ بیں تفاوت

ب - تین حقیقی تین احاد کے مجموعہ سے عبارت ہے اور ایک حقیقی کسی احاد کا مجموعہ نہیں

ج - ایک جزو تین کا ہے پس اگر ایک حقیقۃً عین تین کا ہو تو جزو کل ہو جائے گا - اور اگر تین ایک کا عین ہو تو کل جزو بنجائیگا

د - لازم آتا ہے کہ خدا اجزاء غیر متناہی بالفعل سے مرکب ہو کیونکہ جب جزو کی حقیقت عین ہی کل کی حقیقت ٹھہری اور کل مرکب تھا تو چاہئے کہ جزو بھی مرکب ہو - ایسے جزو سے کہ وہ اس کا عین ہو اور پھر وہ بھی مرکب ہو اور اسی طرح آخر تک اور مرکب ہونا کسی چیز کا اجزاء غیر متناہی بالفعل سے باطل ہے

س - جب ایک ثلث تین کا ہے اگر تین عین ایک کا ہو تو لازم آتا ہے کہ ایک اپنے ہی نفس کا ثلث ہو اور یہ قطعاً محال ہے -

ش - اہل تثلیث فرماویں کہ اقنوم ثانی اور اقنوم ثالث اقنوم اول کی طرح موجود ہیں - یا کہ نہیں اگر جواب اسکا منفی میں دیویں تو تثلیث نہ رہی اور وہ اس طرح کہ پہلا مرحلہ ہر چیز کے کمال کا موجودیت ہے اور وہ ہر دو اقانیم کی اقنوم اول کے ساتھ ثابت نہ ہوئی پھر دوسرے صفات کمالیہ کہاں - اور اگر جواب مثبت میں فرماویں تو دو حال سے خالی نہیں - کہ ان اقانیم میں اسی درجہ موجودیت اول میں اتحاد ذاتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر تثلیث میں توحید کی پرستش ،، تین خدا ماننا کلیسیا کے خلاف “ غلط اور اگر اتحاد ذاتی ہے تو یہ اجتماع نقیضین ہے کہ ایک ہی چیز اپنی شخصیت کی راہ سے ایک بھی ہو اور متعدد بھی ہو - یہ بدیہی البطلان ہے -

مذکورہ بالا دلائل عقلی سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات میں ” ثلاثہ اقانیم ،، نہیں تسلیم کئے جا سکتے

اور یہ الوہیت مسیح کے خلاف ہے اب اسکے علاوہ چند سطور اور عرض کر کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے

مسیحی صاحبان غور فرماویں کہ مسیح خدا نہیں پر نبی اور انسان ہے "خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے بیچ ایک آدمی بھی درمیانی ہے وہ یسوع مسیح ہے" نمبر ۱ تمطاوس ۲ باب ۵ ثابت ہوا کہ مسیح خدا نہیں

دوم "کوئی خدا نہیں مگر ایک" نمبر ۱ کرنتھی ۸ باب ۴ "ہم کو ایک خدا ہے جو باپ ہے" یوحنا ۱۷ باب ۳ نمبر ۱ کرنتھی ۸ باب ۶ مگر مسیح باپ نہیں (کلیسیا کا قول اور مسلمہ عقیدہ) ثابت ہوا کہ مسیح خدا نہیں

سوم۔ تب یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا کہ شیطان سے آزمایا جاوے متی ۴ باب ۱ "وہ ہمارا سردار کاہن مسیح ساری باتوں میں ہماری مانند آزمایا گیا۔ پر اسنے گناہ نہ کیا" عبرانی ۴ باب ۱۵ "وہ خدا برائی سے آزمایا نہیں جاتا" یعقوب ۱ باب ۱۳ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مسیح آزمایا گیا۔ مسیح خدا نہیں پر انسان اور اسکا پیارا نبی

پادری صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

الوہیت مسیح پر مختصراً جو کچھ لکھا گیا اسکے پڑھنے کے بعد اب ناظرین پادری صاحب کی اس بات پر غور کریں کہ طالب علم سے پوچھا خدا کیا ہے؟ اسنے جواب دیا اللہ نور السمٰوات و الارض خدا ایک نور ہے پادری صاحب کا اعتراض پڑھئے الخ پادری صاحب نے اعتراض کیا کہ خدا نور نہیں اور طالب علم کو روشنی اور لکڑی کا جلنا بتا کر بتلایا کہ نور مخلوق ہے اور نور کے معنے روشنی کے مراد لئے اچھا صاحب درست لیکن پادری صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ عہد جدید بھی یہی کہتا ہے کہ خدا نور ہے چنانچہ نمبر ۱ یوحنا ۱ باب ۵ میں پراٹسٹنٹ فرقہ کا بہت پیارا رسول یوحنا لکھتا ہے "وہ جو ہم نے اس سے سنکر (یعنی مسیح سے) جو پیغام ہم تمہیں دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا نور ہے اور اسمیں ذرا بھی تاریکی نہیں"

پس محترم پادری صاحب آپ خود ہی خیال فرمالیں کہ طالب علم نے بالکل صحیح کہا کہ اللہ نور السمٰوات والارض پھر پادری صاحب سا عالم جانتا ہے کہ یوحنا رسول کہتا ہے "خدا محبت ہے" نمبر ۱ یوحنا ۴ باب ۸ پس پادری صاحب خیال فرمالیں کہ ایسے استعارات پر جرح کرنے کے بجز تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لیکن ہم پادری صاحب سے یہ ضرور عرض کرینگے کہ پادری صاحب جو اعتراض آپنے نور پر کئے وہی روح پر ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم باادب دریافت کرتے ہیں کونسی روح خدا ہے زید میں بھی روح ہے بکر میں بھی خالد میں بھی پھر کیا یہ بھی خدا ہوئی حالانکہ یہ تو مخلوق ہیں اور ان کے روح حادث اگرچہ خدا نے روح پر سے فنا کا حکم ہٹا دیا

مگر ایک معنی میں فانی ہاں کی روح کبھی خوش اور کبھی غمگین ہوتی ہی اگر آپ اس کا یہ جواب دیدیں کہ یہ روح اور ہے اور وہ روح جو خدا ہے اور ہے تو پھر یہی غرض ہماری طرف سے سمجھ لیجئے گا وہ نور جو خدا ہے اور ہے یہ نور اور ہے فقط (راقم ایک آشنا حال)

مکالمہ شیعہ و احمدی

(نمبر ۴)

شیعہ۔ اس امر کا ثبوت کیا ہے کہ شیخین نے رسول صلعم کا جنازہ پڑھا ہے وہ تو سقیفہ میں خلافت کی بندش بندی میں مصروف تھے۔

احمدی۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ دوسرے تمام صحابہ نے جنازہ پڑھا اور صرف شیخین نے ہی نہیں پڑھا خلافت کا سوال یاد ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اٹھایا۔ جبکہ انہوں نے سعد بن عبادہ کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انصار بھی جنازہ سے غیر حاضر تھے پھر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین نے بھی نہیں پڑھا کیونکہ سقیفہ میں مہاجرین بھی ابوبکر کی حمایت میں حاضر تھے اسکے ثبوت میں وہ مشہور روایت کافی ہے جسمیں آیا ہے کہ مہاجرین و انصار کے احتجاجات کے متعلق جناب علی علیہ السلام نے دریافت کیا تو کہا گیا کہ انصار کہتے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے منا امیر و منکم امیر اور مہاجرین نے ان کے جواب میں اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ خلفاء اور امام قریش سے ہونے چاہئے الائمة من القریش

شیعوں کو لازم ہے کہ جنازہ رسول صلعم کے پڑھنے والوں کی کوئی فہرست دکھائیں جسمیں اور تو سب صحابہ کے نام مندرج ہوں لیکن شیخین کا نام اسمیں سے نہ ملے پھر ہم جانیں کہ وہ اس اعتراض میں حق بجانب ہیں۔ ذیل میں دو تین روایات معروض ہیں جن سے انشاء اللہ خود بخود یہ شبہ زائل ہو جائیگا۔

(۱) وفی الکافی عن الصادق لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلت علیہ الملئکة والمھاجرون والانصار فوجاً فوجاً۔ دیکھو تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۴۱ یعنے کافی

میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم فوت ہوئے تو آپ پر ملائکہ اور مہاجرین اور انصار نے ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر نماز پڑھی۔

(۲) باقر مجلسی فرماتے ہیں وکلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار فوج در فوج حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۰

(۳) کسی یہودی نے جناب علی علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ واہ صاحب اپنے نبی کے دفن کرتے ہی تم نے اسکے بارے میں اختلاف مچا دیا تو جناب نے فرمایا انما اختلفنا عنہ لا فیہ ولکنکم ماجفت ارجلکم من البحر حتی قلتم لنبیکم اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۰ باب المختار من حکم امیر المومنین یعنے ہمنے جو اختلاف کیا تھا تو وہ خدانخواستہ رسول صلعم کے نفس نبوت میں نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ آپ سے منقول تھا اسمیں ہم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا لیکن تم کس منہ سے ہم پر اعتراض کرتے ہو کہ اپنے پیغمبر کے معجزہ سے سمندر سے نجات پائی اور ابھی پانی سے تمہارے پاؤں بھی خشک نہ ہونے پائے تھے کہ لگے اپنے پیغمبر سے کہنے کہ جیسے ان بت پرستوں نے اپنے ٹھاکر بنائے ہوئے ہیں ہمارے لئے بھی ایک بنا دیجئے غور کا مقام ہے اصول کافی جیسی شیعہ کی چوٹی کی اور معتبر حدیث کی کتاب ہے اور امام صادق جیسے امام صادق البیان فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار نے جنازہ پڑھا ہے پھر اس روایت کی مفسر صافی جیسے معتبر مفسر اور باقر مجلسی جیسے خاتم المحدثین شیعہ نے تصدیق فرمائی ہے بلکہ باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی ہے روایت مندرجہ نمبر ۳ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت کے یہودیوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ اختلاف جو صحابہ میں پیدا ہوا ہے تو بعد دفن کرنے رسول صلعم کے ہوا ہے نہ کہ قبل دفن لیکن آج شیعہ صاحبان کس دلیری کے ساتھ خود مہاجرین و انصار کے پسندیدہ و چیدہ و برگزیدہ خلفاء یعنی شیخین رضہ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ غیر حاضر تھے سخت تعجب بلکہ افسوس کا مقام ہے۔

میں پھر آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ جب انصار و مہاجرین خاص جنازہ کے وقت سقیفہ میں خلافت کے نظم و نسق میں مصروف تھے اور جناب علی علیہ السلام نے ہی یا ان کے ساتھ بعض

بنی ہاشم نے بھی نماز پڑھی تھی تو پھر ان مذکورہ بالا روایات میں جو وارد ہے کہ نماز سب انصار و مہاجرین نے پڑھی تھی جیسے متے دار د۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یا تو سقیفہ کا واقعہ بعد دفن رسول صلعم پیش آیا جیسے کہ نہج البلاغہ کی روایات سے بھی ظاہر ہے یا قبل از دفن مگر بعد کو سب صحابہ نے نماز پڑھی اور ضرور پڑھی ورنہ کافی ایسی معتبر کتاب حدیث اور امام صادق و امام باقر علیہما السلام کی تکذیب لازم ہو جائے گی وہو محال رہا یہ امر کہ خاص شیخین کے نماز پڑھنے کا ثبوت کیا ہے بجواب گذارش ہے کہ بقول شیعہ کے شیخین کو جو امر مانع نماز ہوا وہ یہی امر خلافت تھا۔ جس کی بنا بارادہ الہی سقیفہ بنی ساعدہ میں ڈالی گئی اور خلافت کا استقرار جو ہوا۔ تو مہاجرین و انصار کے حضور میں ہی ہوا تو جب تمام مہاجرین و انصار نماز جنازہ میں حاضر ہو گئے تھے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ابو بکر و عمر باوجود خلیفہ رسول صلعم مقرر ہو جانے کے نماز سے غیر حاضر رہ گئے ہوں بلکہ ایسے موقعہ پر تو ان کو تالیف قلوب کی غرض سے بھی سب سے مقدم حاضر ہونا چاہئے تھا کیونکہ ابتدائے خلافت میں ہی ایک ایسے ضروری فریضہ سے غیر حاضر رہنا ان کے مقاصد و مفاد کے بھی منافی تھا فتدبر

پھر ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر دفن کے وقت حاضر تھے امام صادق ع سے مروی ہے کہ عباس ع جناب علی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو بقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ابو بکر امام بنائے جائیں اور جنازہ وہ پڑھائیں اس پر جناب علی علیہ السلام گھر سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ رسول صلعم ہی زندگی میں اور بعد وفات کے ہمارے امام و پیشوا ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں وہیں دفن کیا جاؤں جہاں کہ میری روح قبض کی جائے اور چونکہ انہوں نے خلافت غصب کر کے اپنا مطلب تو نکال ہی لیا تھا اس بارہ میں آنجناب سے متعرض نہ ہوئے اور کہا کہ اچھا جس طرح آپ کی مرضی ہو کیجئے پس آپ کھڑے ہو گئے اور آنحضرت صلعم پر آپ نماز پڑھی اور پھر صحابہ کو فرمایا کہ دہ دہ نفر ملکر داخل ہوں اور وہ آنحضرت صلعم کے جنازہ کے اردگرد کھڑے ہو جاتے اور جناب علی علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے اس آیت کو تلاوت فرماتے جاتے تھے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ پھر وہ بھی اسی آیت کو پڑھتے اور صلوات بھیجتے اور باہر نکل جاتے یہانتک کہ اہل مدینہ اور اطراف مدینہ

کے رہنے والے سب در و دبھیجتے گئے۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۴

اصل روایت فارسی میں ہے بخوف طوالت و ملالت طبع ناظرین ترجمہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ جب شیخین سقیفہ میں مصروف کار تھے تو جناب علی علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ ہاں اگر اس سے حضرت عائشہ کا حجرہ مراد لیا جائے جہاں آنحضرت صلعم کا جسد مطہر رکھا تھا تو خیر جانے دیجئے لیکن یہ تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ شیخین اور جناب علی علیہ السلام نے ملکر ہی نماز جنازہ پڑھی تھی نہ کہ شیخین نے پہلے۔ علاوہ ازیں مورخین اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱) کامل ابن اثیر میں ہے۔ فلما بویع ابو بکر اقبل الناس علی جھاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن یوم الثلاثاء وقیل بقی ثلاثۃ ایام لم یدفن والاول صحیح۔ × × × واختلفوا فی موضع دفنہ فقال ابو بکر سمعت رسول اللہ یقول ما قبض نبی الا دفن حیث قبض فرفع فراشہ ودفن موضعہ ودخل الناس یصلون علیہ ارسالا الرجال ثم النساء ثم الصبیان ثم العبید ودفن لیلۃ الاربعاء۔ جلد ۲ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۶۰۔

یعنے جب ابو بکر رضی کی بیعت ہو لی تو لوگ رسول صلعم کے دفن کی طرف متوجہ ہوئے اور سہ شنبہ کو دفن سے فارغ ہو گئے اور کہا گیا ہے کہ تین روز آنحضرت صلعم بغیر دفن پڑے رہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اور پھر آپ کے دفن کی جگہ پر اختلاف ہوا تو ابو بکر رضی نے کہا کہ میں نے رسول صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جو نبی جہاں فوت ہو گھر میں دفن کئے گئے پس آپ کے بستر کو اٹھایا گیا اور وہیں دفن کئے گئے اور لوگ اس حجرہ میں داخل ہوتے اور نماز پڑھتے پہلے مردوں نے پڑھی پھر عورتوں نے پھر لڑکوں نے پھر غلاموں نے اور چہار شنبہ کی رات کو مدفون ہوئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کو اپنے مقام وفات پر ہی دفن کیا جاتا ہے کہ کتب حدیث میں بھی یہ قول ابو بکر صدیق رضی کی طرف منسوب ہے۔ ادفنوہ فی موضع فراشہ بروایت ترمذی دیکھو مشکوٰۃ شریف مترجم ربع ۴ مطبوعہ غزنوی امرتسر صفحہ ۳۴۴۔ اب سب سے پہلے کتب فریقین پر بغور نظر کرنے سے آپ خود ہی از روئے انصاف فرمائیں کہ شیخین کے جنازہ رسول صلعم کے شرف

سے محروم رہنے والا اعتراض کہاں تک درست ہے؟

شیعہ- آیت تطہیر کے مصداق آل عبا ہیں یعنی جناب علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام یا ازواج النبی اور اہلبیت کا اطلاق ازواج پر کسطرح تسلیم ہو سکتا ہے۔

احمدی- ایمان کی بات تو یہ ہے کہ آیت تطہیر کے مصداق آل عبا بھی ہیں اور ازواج مطہرات بھی اور اسی طرح لفظ اہلبیت کا اطلاق بھی دونوں پر درست ہے۔

سب سے پہلے تو قرآن میں غور کرنا چاہئیے کہ آیت تطہیر سے پہلے اور پیچھے نساء النبی یعنے ازواج مطہرات کا ذکر ہے یا نہ ہے اگر ہے اور واقعی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت اور لفظ اہلبیت کے مصداق صحیح بھی ازواج مطہرات ہیں اور خود قرآن میں بھی اس لفظ کا اطلاق ایک زوجہ نبی پر موجود ہے دیکھو حضرت سارہ کو ملائکہ فرماتے ہیں جب انہوں نے اپنے بانجھ اور اپنے خاوند ابراہیم عہ کے بہت بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے اولاد کی بشارت پر تعجب کیا قالوا اتعجبین من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد ۱۲ اسی طرح حدیث سے بھی اس لفظ کا اطلاق ثابت ہے چنانچہ تفاسیر معتبرہ شیعہ میں ماریہ قبطیہ کا ان کے خادم جریج قبطی سے متہم ہونے اور آخر میں بری الذمہ ثابت ہونے کا جہاں لکھا ہے اسکے آخر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحمد لله الذى صرف عنا السوء اهل البيت۔ دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ان الذين جاؤا بالافك عصبة منكم۔ یعنے خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت سے اس برائی کو دور فرما دیا۔

علاوہ ازیں میں ایک ایسی دلیل عرض کرتا ہوں۔ جس سے ازواج مطہرات کا مصداق آیت تطہیر ہونا بکمال وضاحت ثابت ہو جائے ذرا گوش ہوش سے سنئے گا آیت تطہیر میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم ہر ایک قسم کی پلیدی سے اہلبیت النبی کو پاک و منزہ کرینگے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرآن سے ہی دونوں فریقوں یعنے آل عبا اور ازواج النبی صلعم میں سے کسی کی تطہیر بھی ثابت ہوئی ہے یا یہ نرا وعدہ یا اظہار ارادہ ہی ہے اور بس

سو جہاں تک میں نے غور کیا قرآن مجید سے آل عبا کی تطہیر عملی طور پر ثابت نہیں اس سے کوئی بدگمان یہ نہ نتیجہ نکالے کہ میں نعوذ باللہ ان کو غیر مطہر مانتا ہوں۔ لیکن ازواج مطہرات کی تطہیر

کا عملی ثبوت قرآن سے ثابت ہے اور بڑے زور کے ساتھ ثابت ہے جیسے کہ سورہ نور کی آیات میں مذکور ہے کہ ایک معصوم اور واجب التکریم وجود کی عصمت پر بعض اہل اسلام نے بدگمانی کی اور کتب احادیث و تفاسیر فریقین میں اسکی تشریح کی گئی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر حضرت عائشہ قضائے حاجت کو صحرا میں تشریف لے گئیں اور آپکا ہار گم ہوگیا اسکی تلاش میں لگ گئیں پیچھے سے لشکر اسلام کا کوچ ہوگیا اور ہودج برداروں نے خیال کیا کہ وہ اسکے اندر ہی ہیں جب صدیقہ لوٹ کر آئیں تو کوئی موجود نہ تھا پیچھے اسکے صفوان بن معطل آگئے جو لشکر کے عقب میں رہتے تھے جب اس مقام پر پہنچے اور یہ حال پر ملال دیکھا تو اپنا اونٹ بٹھادیا اور صدیقہ کو سوار کر لیا حتیٰ کہ لشکر اسلام سے ملحق ہوگئے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت ان الذین جاؤا بالافک عصبة منکم اور حیات القلوب جلد ۲ میں بھی غزوہ بنی المصطلق کے ضمن میں یہ قصہ مذکور ہے حضرت صدیقہ کو صفوان کے ساتھ دیکھکر منافقین بلکہ بعض صحابہ نے بھی بدگمانی کی اور ان کو متہم کیا لیکن خدا تعالےٰ نے مسلسل و متعدد آیات میں بڑے زور سے اپنے محبوب کی محبوبہ مرغوبہ کی پاکدامنی اور بریت کی شہادت دی اور ان بدگمانوں کی سخت سرزنش فرمائی۔ بلکہ خاص بہتان باندھنے والوں کو شرعی سزا بھی دیگئی۔ شیعوں کی مشہور تفسیر منہج الصادقین میں اس واقعہ کو خوب مفصل لکھا گیا ہے جس کے مولف میر فتح اللہ شیرازی ہیں۔ ان کی تقریر کے بعض جملے یہاں لکھدیتا ہوں شاید کسی سعید روح کی ہدایت کا موجب ہوجائے

"بدانکہ آیات مذکورہ اغلظ آیات قرآنی است در ایعاد عصات و ارباب افک و تہدید ایشان اہوال و اگر کسے کہ جمیع کلمات قرآنی را تقلیب کند و آنچہ او سبحانہ باں تہدید اہل عصیاں نمودہ از آیات مواعید تفتیش نماید ہیچ آیتے بتغلیظ آیات مذکورہ نخواہد یافت کہ در باب افک وارد شدہ چہ ایں آیات مشحون اند بوعید شدید و عقاب بلیغ × × × و مع ذلک قذفہ را ملعون دنیا و آخرت گردانید × × × والسنہ وایدی وارجل ایشاں را در آخرت بر ایشاں گواہ گردانیدہ بآنچہ از ایشاں صادر شدہ از افک و بہتان × × × و مثل ایں را در وعید مشرکاں و کافراں و عبدہ اوثان ذکر نہ کردہ بلکہ وعید ایشاں مادون ایں است در فظاعت و ایں بجہت مبالغہ

وتعظیم امر افک است وتنزیہ عائشہ ازاں بروجہ ابلغ چہ غرض از فرط مبالغہ درین باب اظہار علو منزلت حضرت رسالت × × وہر کہ خواہد کہ متحقق شود بر او عظم شان حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ × × نسبت بانبیائے سابق باید در آیات افک تامل کند کہ او سیج بچہ وجہ غضب فرمودہ براہل افک بحرم محترم آنحضرتؐ × × دیگر جہت این است کہ ابن عباس را بروز عرفہ ازاین آیات سوال کردند فرمود کہ من اذنب ذنب ثم تاب عنہ قبلت توبۃ الامن خاض فی امر عائشہ یعنے ہرگاہ کسے گناہے کند وازاں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کسے کہ در امر عائشہ خوض کردہ وبراو افک کردہ وباآنکہ حق تعالیٰ تنزیہ سہ کس نمودہ بہ سہ چیز یوسف را تنزیہ فرمود بلسان شاہد کہ وشھد شاھد من اھلھا ومریم کردہ بانطاق ولد او کہ در دامن او گفت انی عبد اللہ وتنزیہ عائشہ کردہ باین آیات عظام بجہت تعظیم سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام" دیکھو تفسیر منہاج الصادقین زیر آیات افک سورہ نور جلد ۲ صفحہ ۸۰۷ مطبوعہ ایران ۱۲۹۶ھ

مطلب اردو زبان میں اس تقریر ہدایت تخمیر کا یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والوں کی تنبیہ وسرزنش میں یہ اوپر کی آیات اظہار عتاب الٰہی میں سخت ترین ہیں اور ان کی نظیر تمام قرآن میں نہیں مل سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں نہایت سخت وعید اور عذاب کی دھمکی ہے اور تہمت باندھنے والوں کو دنیا اور آخرت میں ملعون ٹھہرایا ہے اور ان کی زبانوں ہاتھوں اور پاؤں کو آخرت میں ان کے خلاف گواہی دینے والے بنایا ہے بباعث اس افک و بہتان کے جو ان سے سرزد ہوا ایسا وعید تو مشرکوں کافروں اور بت پرستوں کے حق میں بھی نہیں آیا۔ بلکہ ان کا اس سے کمتر ہے اور یہ اسواسطے ہے کہ افک کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ بڑی خطرناک ہے اور اسواسطے ہے کہ عائشہ کی پاکدامنی پورے طور پر ظاہر ہو جائے کیونکہ اس مبالغہ میں مقصود یہ ہے کہ حضرت رسالتمآب کی رفعت شان جیسی کہ درحقیقت ہے ظاہر ہو اور جو کوئی چاہے کہ بمقابلہ انبیائے سابق حضرت خاتم النبیین صلعم کی عظمت کا اندازہ لگائے تو چاہیئے کہ آیات افک میں غور کرے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے آنحضرت کے حرم محترم پر افک باندھنے والوں کے حق میں کس حد تک غضب کا اظہار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے عرفہ کے دن حضرت ابن عباس سے ان آیات کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ

کرے اور پھر اس سے توبہ کرے تو اسکی توبہ مقبول لیکن جس نے عایشہ کے معاملہ میں عیب جوئی کی اور اس پر افک کیا اسکی توبہ قبول نہیں اور جان لو کہ خدا تعالے نے تین آدمیوں کی پاکدامنی تین چیزوں سے ظاہر فرمائی ہے اول یوسف؈ کی تو اس شاہد کی زبانی جس کے بارہ میں وارد ہے کہ زلیخا کے رشتہ داروں میں سے ایک نے ثالثی کردی اور مریم کی بریت اسکے بچہ کے بولنے سے جس نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور عایشہ کی تطہیر ان عظیم الشان آیات سے فرمادی بلحاظ تعظیم سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمائے ایسی شاندار اور عملی تطہیر حضرات آل عبا میں سے کسی کے حق میں بھی آپکے علماء قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں پس یہ بے نظیر تطہیر جو افک کے موقعہ پر خدا نے حضرت صدیقہ کی فرمائی ثابت کرتی ہے کہ آیت تطہیر کی مصداق اول بوجہ احسن ازواج مطہرات ہیں۔ اور اس طرح اہلبیت النبی کے خطاب مستطاب کی پہلی مستحق بھی وہی ہیں کیونکہ وہ ویسے بھی امہات المومنین ہیں اور جناب علی اور سیدہ اور حسنین علیہم السلام بمنزلہ انکی اولاد کے ہیں فقد بر باقی دارد انشاء اللہ)

نبوت مسیح موعود کے متعلق

چند اعتراضوں کا جواب

اپریل ۱۹۱۰ء کے تشحیذ میں اپنے ایک مہربان اور معزز دوست کے چند سوالات کے جواب میں خاکسار نے ایک مضمون لکھا تھا جس پر بمبئی سے ایک صاحب نے جنکا نام نامی مولوی ابو الخلیل ہے چند اعتراضات لکھے ہیں جنکا جواب بعد سوالات ذیل میں درج کیا جاتا ہے تا ناظرین کو جواب کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

امتوں کے اعمال ان کے نبی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام پر انکی امتوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ جس سے اس ارحم الراحمین کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو مجسم ہمدردی ہوتے ہیں۔ اپنی امتوں کی لغزشوں سے اطلاع پاکر حق تعالے سے ان کے لئے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش کر ان کی عزت افزائی کرے اور ان کی امتوں کو راہ ہدایت پر قائم کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ ملائکہ کے ذریعہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اسکے

عوض میں ہیں تمہارے لئے سلامتی رہے گی دعا کرونگا (مشکوٰۃ) اور فرمایا کہ جو قوم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتی ان کا یہ طریق عمل ان پر وبال ہوجاتا ہے الغرض انبیاء علیہم السلام کے احسانات اسقدر ہوتے ہیں کہ اسنے انکا امتی کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی وہ ایسے غیور ہوتے ہیں کہ کسی کا تھوڑا سا احسان بھی اپنے ذمہ نہیں رہنے دیتے میرے اس حصہ مضمون پر معترض صاحب مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں۔

اعتراض مگر غرض یہ ہی کہ ہم (احمدیان) غلامان مسیح موعود کے اعمال کس نبی کے حضور پیش ہوتے ہیں اگر تسلیم کیا جائے کہ جناب محمد صاحب کے حضور تو نبوت مسیح موعود کا بطلان ہی جو کہ مزعومہ جماعت قادیان ہی اگر کہا جاوے کہ مسیح موعود کے حضور تو نبوت محمدیہ کا زوال ہے اور یہ سراسر گمراہی وضلال ہی

جواب معترض صاحب کا یہ خیال کہ ایک نبی کی امت کے حالات اگر دوسرے نبی کے آگے پیش کئے جاویں اور اسکو مطلع کیا جائے تو اس سے انکی نبوت کا بطلان لازم آتا ہے درست نہیں کیونکہ ایک باپ کے چند بیٹے جو آپس میں محبت اور الفت رکھتے ہوں اور ہر ایک اپنے بھائی کے لئے دل میں درد رکھتا ہو۔ اور دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہوں اگر ان کا باپ ایک کے نفع اور ضرر سے دوسرے کو مطلع کرے تو کیا اس سے بڑے یا چھوٹے بھائی کی شان میں کچھ کمی لازم آجاتی ہے نہیں۔ اگر ایک کو نفع پہنچا ہے تو سب خوش ہوں گے اور اگر ایک کا نقصان ہوا ہے تو اس خبر سے سبکو رنج ہوگا اور طبعی ہمدردی ان کو مجبور کرے گی کہ وہ اپنے نقصان رسیدہ بھائی کی جس طرح ہوسکے امداد کریں۔

پس انبیاء علیہم السلام کے تعلقات بھی مخلصانہ اور برادرانہ ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں الانبیاء اخوۃ من علات کہ ہم سب انبیاء علاتی بھائی ہیں اور روحانی رشتہ جو ہوتا ہے جسمانی رشتہ پر خاص فوقیت رکھتا ہے چنانچہ خداوند تعالے فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اٰبائکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون کہ اگر تمہارے والدین اور بھائی روحانی رشتہ تمہارے ساتھ قائم نہ کریں تو جسمانی رشتہ کی کوئی پرواہ مت کرو ان سے اپنے تعلقات قطع کرلو۔ جو

جو مومن ہو کر ایسا نہیں کریگا وہ ظالم ہے کہ جو حقوق کہ روحانی باپ کے لئے نبی کے ہیں وہ جسمانی رشتہ کے باپ کو دیتا ہے جیسا کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم سے ظاہر ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ کہ کوئی مومن نہیں ہو سکتا ہے جبتک کہ وہ مجھے اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ اور جو حقوق روحانی رشتے کے بھائی کے ہیں وہ جسمانی رشتے کے بھائی کو دیتا ہے حالانکہ ایمان کے بعد تو انما المومنون اخوۃ مومن مومن کا بھائی ہے کسی اور سے کیا واسطہ اسواسطے ان کی تعریف خدا تعالےٰ نے یوں فرمائی ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم کہ کفار میں سے اگر بڑے سے بڑا بھی کوئی ان کے مقابل آجائے تو ایسے ڈٹ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ کیا مجال کہ اسکو پیٹھ دکھائیں لیکن جو باہم آپسمیں کوئی تنازع ہو جائے تو پھر ان کو پیٹھ دکھانے میں کوئی عار نہیں ہوتی بڑے نرم اور بڑے حلیم ہوتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ روحانی رشتہ میں محبت اور ہمدردی کی زیادہ ضرورت ہے انبیاء کی اخوت بھی روحانی اخوت ہے اسلئے ان کو آپسمیں جسمانی رشتہ سے بڑھکر محبت والفت اور ایک دوسرے کی ہمدردی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر معراج کی رات جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ تو حضرت موسےٰ نے جو صاحب تجربہ تھے کمال ہمدردی سے آنحضرت سے بار بار اس بوجھ اور امانت کو ہلکا کرانے کی درخواست کرائی تا ایسا نہ ہو کہ آپکی امت مشقت میں پڑ کر اس امانت کے ادا کرنے میں سستی دکھائے اور بجائے انعام حاصل کرنے کے عذاب الٰہی کی مستحق بنے وہ حدیث یہ ہے فرجعت فمررت علیٰ موسیٰ فقال بما امرت قلت امرت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ قد جربت الناس قبلک . . . . فارجع الیٰ ربک فسئلہ التخفیف لامتک الحدیث۔ پس ایسی حالت میں اگر خدا تعالےٰ کسی نبی کی حالت سے اسکے باقی بھائیوں کو بھی اطلاع دے تو اس سے انمیں سے کسی کی بھی نبوت باطل اور کسر شان نہیں ہوتی بلکہ یہ اطلاع ان کی محبت اور ہمدردی میں ایک زبردست حرکت اور جوش پیدا کرتی ہے اسوقت وہ اپنے بھائی کی اور تو کوئی امداد نہیں کر سکتے وہ جس طرح اپنی امت کے لئے دعا کرتے ہیں اپنے بھائی کی امت کے لئے بھی دعا سے امداد کرتے ہیں ؎

ہر آں کاریکہ گردد از دعائے مومنانے ؞ نہ شمشیرے کند آں کارے نے بادے نہ بارانے

پھر آنحضرت نے معراج کی رات ہی دیکھا کہ حضرت آدم کی تمام اولاد دو حصوں میں دائیں اور بائیں کی گئی ہے دائیں طرف والے جنتی اور بائیں طرف دوزخی ہیں وہ حدیث یہ ہے قال هٰذا آدم وهٰذه الاسودة عن يمينه وعن شماله نسم بنيه فاهل اليمين منهم اهل الجنة والاسودة التى عن شماله اهل النار فاذا نظر عن يمينه ضحك فاذا نظر قبل شماله بكى الحديث آنحضرت اور آپکی امت بھی حضرت آدم کی اولاد سے ہی ہیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ آنحضرت و دیگر اولوالعزم انبیاء کی امتوں کی حالت بھی دکھا بلحاظ اسکے کہ وہ اچھی حالت میں ہیں اور دکھایا بلحاظ اسکے کہ وہ بری حالت میں ہیں، حضرت آدم کے پیش کیگئی ہے اسلئے حضرت نبی کریم وغیرہ انبیاء کی نبوت نعوذ باللہ باطل ہوگئی۔

شائد معترض صاحب نے میرے مضمون سے یہ سمجھا ہے کہ امتوں کے اعمال نبیوں کے سامنے بلحاظ ایک جج کے پیش کئے جاتے ہیں جس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اب اگر حضرت مسیح موعود جج بنے ہیں تو حضرت نبی کریم کی ہتک اور اگر نبی کریم ہی جج ہیں تو پھر مسیح موعود کی نبوت باطل۔ لیکن میرے مضمون سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ بلکہ امتوں کے اعمال پیش کرنے کی غرض تحریک دعا ہے جو ہر نبی اپنی امت اور اپنے بھائی کی امت کے لئے کرتا ہے جس سے وہ دوہرے اجر پاتے اور ترقی مدارج حاصل کرتے ہیں پس حضرت مسیح موعود کی جماعت کی حالت سے مسیح موعود کو ہی مطلع کیا جاتا ہے اور حضرت مسیح موعود بمعہ اپنی جماعت کے آنحضرت کی امت ہیں ان کو بھی اطلاع دیجاتی ہے اور دیگر انبیاء کو بھی بغرض تحریک دعا اور ان کے اخلاص اور محبت کے ثمرہ میں ان کے درجات کو بڑھانے کے لئے خبر دیجاتی ہے کیونکہ وہ وفات پاکر اعلیٰ علیین میں جمع ہوتے ہیں اور انہی میں شامل ہونے کے لئے آنحضرت نے بالرفیق الاعلیٰ کی درخواست کی جس طرح ایک بادشاہ اپنے ادنیٰ و اعلیٰ رفیقوں کے ساتھ ایک باغ میں ہو۔ اسی طرح انبیاء اور مومنین ایک مقام میں رہتے ہیں اور رنج و راحت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں اور کسی کی ہمدردی کا رنج و غم عذاب الٰہی میں شمار کیا جاتا۔ تاکوئی اس کو کلام رحمٰن تعالیٰ کے خلاف نہ سمجھ لے بلکہ یہ وہ تو ایک نظام ہے جس کے ذریعے مسلمانوں نے بے نظیر ترقی کی اور اب جبکہ وہ مسلمانوں میں نہیں رہا۔ بلکہ نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے۔ تو ہر پہلو سے غفلت نے ان کو آن گھیرا ہے خدا پھر مسلمانوں کو وہ دن نصیب کرے آمین

دوسرا اعتراض پھر ہم درود شریف میں علیٰ محمد کی بجائے علیٰ احمد یا علیٰ مسیح موعود کیوں نہیں پڑھتے کیونکہ ہمکو اپنے نبی پر درود بھیجنا لازمی ہے اسلئے کہ ہمارے اعمال ان کے حضور میں پیش ہوتے ہیں اور ہم دوسرے نبی پر درود بھیجکر زمرہ حبطت اعمالہم میں شمولیت کرتے ہیں ۔ سنہ ۱۹ء کو حضرت امام الزمان نے کسی سائل کے اس سوال پر کہ ہم (احمدیان) آپکا اسم مبارک درود شریف میں لیا کریں ارشاد ہوا کہ نہیں بلکہ علیٰ اٰلہ کے بعد علیٰ خلفائہ پڑھا کرو کیونکہ میں خلفاء محمد سے ہوں اور یہی حق ہے کیونکہ خلافت اور امامت متقارب المعنے ہیں بلکہ امامت بذاتہ خلافت ہی ہے ۔ بخاری کی حدیث اماکم منکم اسکی طرف اشارہ کرتی ہے فتدبر ولا تکن من الغافلین

جواب گویا معترض صاحب کے نزدیک دوسرے نبی پر درود بھیجنا ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ اس سے انسان کی تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں ۔ شاید معترض صاحب نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا فقرہ کبھی زبان سے نہیں نکالا اگر نکالا ہی تو کیا دوسرے نبیوں پر درود اور سلام بھیجنے کے وہ زمرہ حبطت اعمالہم میں اپنے آپکو شامل سمجھتے ہیں پھر آنحضرت نے ایک عورت کو کہا صلی اللہ علیک وعلیٰ زوجک (ابوداؤد جلد اول صفحہ ۲۲۱) کہ تیرے پر اور تیرے خاوند پر اللہ کا درود ہو تو کیا معترض صاحب کے نزدیک آنحضرت نے جو یہ فعل کیا کہ کسی دوسرے نبی پر درود بھیجنا تو درکنار غیر نبی پر درود بھیجا اسلئے آپکے اعمال بھی نعوذ باللہ ضائع ہو گئے پھر ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ خداوند تعالےٰ اور اسکے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تو کیا اس سے خدا تعالےٰ کے بھی سب کام ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ملائکہ کے بھی پس معترض صاحب کا مذکورہ بالا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں جس طرح اللہ تعالےٰ کے تمام نبیوں پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح سب پر درود بھیجنا بھی ضروری ہے کیا موسیٰ و عیسیٰ ہمارے نبی ہیں اگر ہمارے نبی نہیں تو ان کے انکار سے کفر کیوں لازم آتا ہے اور اگر وہ بھی ہمارے ہی نبی ہیں تو ان پر بھی درود بھیجنا ضروری ہوا ۔

باقی رہا یہ سوال کہ مرزا صاحب نبی ہیں تو درود شریف میں علیٰ محمد کی بجائے علیٰ احمد کیوں نہیں پڑھا جاتا میں کہتا ہوں کہ موسیٰ و عیسیٰ جب نبی ہیں تو ان کا نام درود میں کیوں نہیں رکھا گیا اسمیں ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ اگر محمدؐ کی بجائے کسی اور نبی کا نام رکھا جاتا تو اس سے باقی تمام انبیاء درود اور سلام سے محروم رہ جاتے ہیں اور محمدؐ کے رکھنے سے تمام کے تمام شامل

ہو جاتے ہیں وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے جامع اور ان کے قائمقام ہیں اسی لئے آپکو تن تنہا تمام جہان کی طرف مبعوث کیا گیا پس جس طرح آپ پر ایمان لانا تمام انبیاء پر ایمان لانے کو مستلزم ہو جاتا ہے ان انبیاء کے اسماء سے ہم واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح آنحضرت پر درود بھیجنے سے سب انبیاء اسمیں شامل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو جو کمالات وقتی ضروریات کے لحاظ سے دیگر انبیاء لائے ان سب کے آپ جامع تھے اور اسی لحاظ سے آپ خاتم النبیین تھے اسلئے آنحضرت پر درود بھیجنے سے مسیح موعود و دیگر تمام انبیاء شامل ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہے اگر ہر ایک کا نام لیا جاتا تو نہ کلمہ ختم ہونے کو آتا نہ درود

پس حضرت مسیح موعود نے طریق ادب کو ملحوظ رکھکر کھلے طور پر درود میں اپنا نام داخل کرنا پسند نہ فرمایا اور خلفائہ اسلئے فرمایا۔ تا آنحضرت کے دوسرے خلفاء بھی شامل ہو جائیں اور لفظ خلیفہ لفظ نبی کے مخالف نہیں ہے بلکہ خلیفہ کے معنے بادشاہ کے بھی ہیں نبی کے بھی اور مطلق جانشین کے بھی ہیں پس حضرت صاحب نے خلفاء کا لفظ رکھکر آنحضرت کی امت میں سے اگر کوئی بادشاہ ہوا ہے تو مطلق جانشین ہوا ہے تو نبی ہوا ہے تو سب چھوٹے بڑوں کو درود میں شامل کر لیا ہے آپ چونکہ نبی تھے۔ جیسا کہ لسان فیض ترجمان نبوت صلعم سے صحیح مسلم میں نبی اللہ کا لفظ آنیوالے مسیح کے متعلق بیان ہوا ہے اور جیسا کہ خدا نے بھی اسکو الہام میں نبی فرمایا ہے اسلئے آپ نے اس جامع لفظ کو زیادہ موزون جانا اور بسبب پیشوا ہونے کے آپ امام اور مقتدا بھی تھے جیسا کہ آنحضرت نے امامکم منکم فرمایا اور امام کا لفظ بھی نبوت کے منافی نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انی جاعلك للناس اماما میں تجھے امام بنانے والا ہوں کیا پھر آپ نبی اللہ نہ تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود خدا اور خدا کے رسول کے فرمان کے مطابق نبی بھی تھے اور امام بھی

تیسرا اعتراض

معترض صاحب نے میرے مضمون کے مندرجہ ذیل حصے پر کیا "اس لئے آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں خدا تعالےٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت کی دوبارہ بعثت کا ذکر فرمایا اور در اصل وہ آنحضرت کے مثیل کی پیشگوئی ہے اسلئے ابن ماجہ میں جو حضرت عیسےٰ نے اپنے نزول کی خبر دی ہے تو اس سے مراد ان کا مثیل ہے کیونکہ آنے والا آنحضرت کا بروز ہونے کے باعث جو تمام انبیاء کے جامع ہے حضرت عیسےٰ کا بھی بروز

اور شبیل ہو اسلئے خدا تعالےٰ نے بھی واذا الرسل اقتت فرما کر آنے والے مسیح کو بھی تمام انبیاء کا قائمقام قرار دیا ہے۔"

اعتراض۔ اب مؤدبانہ التماس ہو کہ نبی امی محمد عربی ہے یا مسیح موعود۔ اگر اول الذکر ہیں تو دعویٰ نبوت قادیان سراسر باطل بلکہ لاشی ہے اگر مسیح موعود نبی امّی ہیں اور رسول آخر الزمان ہیں تو زوال نبوت محمدی ہے کیونکہ زمانہ آخری مسیح موعود کی نبوت کا ہے وہ اگر مطاع ہیں تو ناسخ نبوت محمد ہیں۔ (عیاذاً باللہ) "سراسر لغو ہے اسلئے مسیح موعود کے کلام سے منظہر ہے کہ وہ مطیع محمد ہونے کے مقر ہیں میرے مکرم اعراض عن الحق مومن کا شیوہ نہیں۔ خدارا انصاف سے چشم پوشی نہ کریں۔ متقی کی شان نہیں احسن مطلب آیت پر توجہ مبذول فرماویں جو بالکل واضح ہے حق سبحانہ وتعالیٰ بیانہ فرماتا ہو جسنے امیوں میں ایسا ہی بھیجا جو کہ انہی میں سے ایک ہے وہ تلاوت آیات اللہ و تزکیہ نفوس کرنیکے علاوہ معلم کتاب وحکمت بھی ہے قبل بعثت ان کے لوگ گمراہ تھے نیز موجودہ لوگوں کے علاوہ جو لوگ بعد کو ہونگے وہ متبعان محمد کے الحاق سے مستفیض ہوں گے یعنی مزکیان محمد جو بمعہ نبوت ہیں کے فضل وکمال سے دینی کمال حاصل کرینگے مفسرین کا قول ہو کہ وہ اہل فارس ہیں جو کہ صاحب کتاب ہیں وہ بھی اُمّی ہیں چنانچہ اہل فارس سے کاملین کا ظہور ہوا۔ امام آخر الزمان کا نسبی تعلق بھی اہل فارس سے ہے۔

جواب میرے مکرم اللہ تعالےٰ کے فضل سے مینے تو آیت کریمہ پر خوب توجہ کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے توجہ کے بعد لکھا ہی لیکن آپ کو تھوڑی سی بات نہ سمجھنے کے باعث ٹھوکر لگ گئی ہے اگر آپ خود تدبر سے کام لیںگے تو آپ کا عقدہ لاینحل بخوبی حل ہو جائے گا۔ آپ نے آخرین کو فاعل کے معنوں میں لیکر ٹھوکر کھائی ہے حالانکہ عربی زبان میں ایسا مغالطہ ایک فی علم کے لئے ناممکن ہو آپکے جو معنے کئے ہیں اس لحاظ سے آیت یوں ہونی چاہیے تھی واخرون استفیضوا منہم (من الذین یتبعون الرسول) کہ موجودہ لوگوں نے تو آنحضرت سے فیض حاصل کیا۔ لیکن دوسرے آنحضرت کے متبعین سے فیض حاصل کرینگے لیکن قرآن کریم میں آخرین کا لفظ ان معنوں کو غلط قرار دیتا ہے کیونکہ واؤ عاطفہ ہے جس نے کسی پہلے مجرور سے آخرین کا تعلق پیدا کرا کہ اسکو بھی مجرور کر دیا ہے اگر کسی پہلے مجرور پر اسکا عطف نہ ہوتا بلکہ واؤ شروع کلام کے لئے ہوتی تو پھر وآخرین نہ ہوتا۔

بلکہ وآخرین ہوتا اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کونسا اسم مجرور ہے سو ظاہر ہے کہ وہ فی الامیین ہے اسلئے
اب کلام یوں ہوگی ھو الذی بعث فی الامیین رسولا ویبعثہ فی الآخرین منھم لما یلحقوا بھم
کہ اللہ نے امیوں میں رسول بھیجا اور بھیجیگا اسکو ان لوگوں میں جنہوں نے ان صحابہ کا زمانہ تو نہیں پایا
مگر بلحاظ مرتبہ کے منھم وہ انہی صحابہ میں سے ہونگے کیونکہ اصحاب رسول کے ہمراہیوں کا خطاب ہے
اس آیت کے نزول کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے یہ سمجھا تھا کہ آنحضرت ہی شاید دوبارہ
مبعوث ہوں جس کی وجہ سے آپ نے سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھکر فرمایا لو کان الایمان معلقا
بالثریا لنالہ رجل من فارس کہ وہ رسول میں نہیں ہونگا۔ بلکہ فارسیوں میں سے ہوگا کہ اگر ایمان ثریا
پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہاں سے بھی اس کو اتار لائے گا اگر آپ نے امی کے معنے یہ سمجھے ہیں۔ کہ جو اہل
کتاب نہ ہو تو آپ کا یہ خیال غلط ہے یہودی جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی خدا نے امی کہا ہے ومنھم امیون
لا یعلمون الکتب اور کسی کا کسی کے بعد رتبہ پانا اول کے رتبہ کو کم نہیں کرتا اور نہ اس سے بعد میں
رتبہ پانے والے کا کوئی درجہ بڑھ جاتا ہے اسلئے حضرت مسیح موعود کی نبوت آنحضرت کی ہتک کی مزیل نہیں
بلکہ آپ کی شان کو اور بڑھاتی ہے کیونکہ اگر یہ مانا جاوے کہ وہ انعام نبوت جو ہمیشہ سے خدا تعالیٰ امتوں پر
کرتا آیا آنحضرت کے آنے سے آپکی امت پر وہ انعام بالکل بند کر دیا گیا تو اس سے آپکی سخت ہتک ہے
ہاں اس بات سے آپکی شان نبوت زیادہ ارفع ہوتی ہے جو پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی وہ یہ
کہ اب جو کوئی بھی نبوت کا درجہ پائے گا وہ آپکی غلامی اور آپ کی اطاعت سے پائے گا ورنہ نہیں جیسا
کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من
النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ کہ جو الرسول یعنی آنحضرت کی اطاعت
کریگا عقب اطاعت کوئی نبی ہوگا کوئی صدیق کوئی شہید کوئی صالح جس طرح پہلے براہ راست نبوت ملا کرتی
تھی۔ اب آنحضرت کی اولوالعزمی کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے آپکی عزت افزائی فرمائی۔ اس انعام کو
آنحضرت کے واسطے سے دنیا میں جاری فرمایا یہی وجہ ہے اب غیر قوموں میں کوئی ملہم کوئی ولی پیدا
نہیں ہوتا۔ ہاں آنحضرت سے جنہوں نے اور آپ کے لائے ہوئے نور (انزلنا الیکم نورا مبینا)
یعنی قرآن کریم سے نور حاصل کیا وہ صدیق بھی بنے شہید بھی اور صالح بھی اور اب جبکہ بر و بحر میں
روحانیت مٹ چکی تھی اور دین ثریا پر چلا گیا تھا۔ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے موعود نبی

بھی آگیا اور ایک نبی کا دوسرے نبی کا شریع ہونا اسکی نبوت کے منافی نہیں یحکم بہا النبیون سے صاف ظاہر ہے کہ بہت سے نبیوں کا عملدر آمد تورات پر تھا اور وہ انکی حفاظت کرتے تھے اور صاحب شریعت نبی کی کتاب کی اتباع ہی اس نبی کی اطاعت کہلاتی ہے پس جو تورات کی اتباع کرتے تھے وہ حضرت موسیٰ کی اتباع اور اطاعت کرتے تھے اور حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون کو افعصیت امری (کیا تو نے میری نافرمانی کی ہے) کہنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسے کے مطیع تھے اور آپ کی شریعت کے ناسخ نہیں بلکہ قائم کرنے والے تھے۔ انبیاء کو ان کے زمانے کے لوگوں کا مطاع بنایا جاتا ہے پس جس طرح حضرت موسیٰ و ہارون اپنے زمانے کے لوگوں کے مطاع تھے حضرت مسیح موعود بھی اپنے زمانہ کے لوگوں کے مطاع بنائے گئے تھے اور جس طرح حضرت ہارون کی نبوت حضرت موسیٰ کی اتباع سے باطل نہیں ہوتی حضرت مسیح موعود کی نبوت بھی آنحضرت کی اتباع کی وجہ سے باطل نہیں ہو سکتی۔

(حافظ جمال احمد قادیانی حال نزیل راولپنڈی)

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۵۲

المائدۃ - بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اے نبی پہنچادے ان احکام کو جو اتارے جاتے ہیں تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر تو ایسا نہ کرے اور نہ پہنچاوے تو مخلوق کے پاس اسکے پیغامات کو (مارے ڈر کے) اور اللہ تعالیٰ بچانے والا ہے تجھکو مخالف دشمنوں سے۔ بیشک اللہ قوم کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا کبھی منکرین کو

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند دنیا پر ظاہر ہو گئی ہے اور جو انکار کرے وہ اندھا تصور کیا جائے گا۔ کفار نے بہت ہی منصوبے اور تدبیریں کیں کہ کسی طرح محمد رسول اللہ صلعم قتل کیا جائے اور انہوں نے کوئی مکاری۔ فریب زور کی تدبیر باقی نہیں چھوڑی۔ جو آپ کی ہلاکت کے لئے استعمال نہ کی۔ شعب ابی طالب میں قید کیا راستے میں گڑھے کھودے کانٹے بچھائے

زہر ڈالے گھر کا محاصرہ کیا۔ راتوں رات بھاگا یا پھر بھاگے ہوئے کا پیچھا کیا مدینہ گئے فوج کشیاں کیں اور بڑے بڑے لطایف الحیل سے کام لئے پر خدا تعالےٰ نے ہمیشہ نامراد و ناکام ہی رکھا اور لاکھوں جنگ جو دشمنوں میں موافق اپنے وعدہ یعصمک من الناس کے اپنے پیارے حبیب کو بچاتا ہی رہا اور جب یہ آیت نازل ہوئی آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ تھا ہٹا دیا اور فرمایا کہ اب مجھے پہروں کی چنداں ضرورت نہیں ہے میرا محافظ خدا ہے اور اسکے ملائکہ بھی

اس پیشگوئی پر کوئی صاحب عقل غور و تدبر کرے کہ بڑے بڑے بادشاہ جنکے گرد قلعوں کی فوجوں کی حفاظت ہوتی ہے وہ بھی دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت عثمان رض ایک زبردست قوم بنی امیہ میں سے تھے۔ آپکی قوم میں بڑے بڑے عقلمند شاہزور تجربہ کار موجود تھے اور حضرت علی اسد اللہ الغالب بڑے بہادر شجاع تھے مگر قتل کرنے والوں نے قتل کر ہی دیا۔ اور حضرت عثمان رض کو باغی والوں نے تمام صحابہ کرام کے سامنے قتل کر دیا۔ اور حضرت عمر رض کو جن کے سائے سے شیطان بھاگ جاتا تھا۔ نمازیوں کی بڑی جماعت میں ایک مارنے والے نے مار ہی دیا۔ وہ خنجر چلانے والا ایک ہی مرد تھا اور تھا بھی غلام۔ پھر وہ زمانہ اسلام کی پوری شوکت اور دبدبہ کا زمانہ تھا۔ مگر پھر بھی قتل کر ہی دیئے گئے بجائیکہ ارد گرد سب خیر خواہ تھے۔ برخلاف ان سب کے نبی کریم اتنی مشکلات میں تھے کہ عرب کا بہت حصہ اپنے پرائے دشمن۔ پھر کس تحدی سے جاہلوں کو للکارتے اور الہی پیشگوئی سناتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس چنانچہ وہ پیشگوئی پوری نکلی لا یھدی القوم الکٰفرین یعنے منکر لوگوں کو تیرے قتل کی کوئی راہ نہ سوجھے گی۔

شیعہ صاحبان کو اس پیشگوئی میں بڑا غور کرنا چاہیئے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو ابوبکر رض و عمر رض کا خوف تھا۔ اور وہ حضرت علی رض کی خلافت بلافصل کا اعلان نہ فرماتے تھے اسلئے بلغ ما انزل الیک کا نزول ہوا۔ ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ وعدہ واللہ یعصمک من الناس کا موجود۔ اور بہت سے صحابہ رض پاس۔ اسد اللہ الغالب علی کل غالب پاس پھر دو تین آدمیوں کا خوف کیا چیز تھا فتفکروا فیہ

پیشگوئی نمبر ۵۳

مائدہ ع ۱۳۔ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام والھدی

وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (ترجمہ) بنایا اللہ نے کعبہ کو گھر حرمت و عزت والا قیامگاہ واسطے الناس کے اور ماہ حرمت والا حج کا اور قربانیوں کا اور قربانیوں کے پٹھوں کا تاکہ تم جان لو کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا علم رکھتا ہے یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جو دنیا کے سامنے پوری ہو رہی اور ہوتی جاتی اور ہوتی جائے گی۔

جعل اللہ الکعبۃ یہاں اللہ ثبوت دیتا ہے اس بات کا کہ میں ہوں اور میں علیم اور قادر کل ہوں حضرت ابراہیم نے بھی ایک گھر بنایا اور لوگ بھی گھر بناتے ہیں شہر بساتے ہیں مگر لاکھوں گھر اور شہر برباد۔ تباہ ہو چکے لیکن وہ جو توحید و عظمت الٰہی کی خاطر بنایا گیا ابتک قائم ہے لہذا اللہ تع فرماتا ہے اللہ نے اس گھر کو عزت و حرمت والا بنایا۔ قیاماً للناس بنایا یعنے جب تک دنیا قائم ہے یہ بھی رہیگا اور اگر یہ نہ ہوگا تو دنیا بھی نہ ہوگی والشہر الحرام والھدی والقلائد۔ عزت والے مہینوں میں لوگوں کی آمد و رفت رہے گی اور قربانیاں یہاں ہوتی رہینگی اور اس مطلب کے لئے جانور آتے رہینگے یہ سب کچھ اسلئے ہوگا تاکہ تم جانو کہ اللہ تعالیٰ علیم الکل ہے۔

تمام کائنات عالم پر نگاہ ڈالکر دیکھو کہ ایرانیوں کا ایک بڑا معبد تھا وہ آتشکدہ برباد ہوا یہودیوں کا معبد بیت المقدس تھا تباہ ہوا۔ یہانتک کہ ایک عورت نے مسیح سے پوچھا کہ ہیکل کہاں تھی (اب بے نشان تھی) جواب ملا یہ نہ رہے گی نہ وہ۔ غرض تمام معبد خانے جو فانی انسانوں نے بنائے وہ سب تباہ ہو گئے پھر بنائے تو مفتوح ہو گئے۔ مگر ایک ہی عرب کا معبد اسلام کا قبلہ مکہ ابتک خدا کے فرمانبرداروں مسلمانوں کا موجود ہے عرب کو کوئی زیر نہ کر سکا تھا۔ مگر نبی کریم نے وہ بھی فتح کر لیا۔ پھر اس مفتوح نے سب مسلمانوں کو فاتح بنا دیا۔

پیشگوئی نمبر ۵۴

المائدۃ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۔ (ترجمہ) اے ایمان والو! لازم کرو (اطاعت الٰہی) اپنی جانوں پر کبھی ضرر نہ پہنچا سکینگے تمکو جو گمراہ لوگ ہیں جبکہ تم تابع ہدایت رہو (عنقریب) اللہ ہی کی طرف تمہارا سب کا رجوع ہو جائے گا

آیت ہذا میں دو پیشگوئیاں ہیں ایک یہ کہ کافر مضل تمکو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ناکام نامراد ہی

درس حدیث

(از افاضات اولوالعزم سیدنا محمود خلیفہ موعود) ۲۷ جون ۱۹۱۴ء

حدیث ابوالیمان - لا تخیرونی علی موسیٰ - مجھے موسیٰ ؑ پر فضیلت مت دو

اس حدیث میں بہت سی لطیف باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ انبیاء فتنہ کا بہت خیال رکھتے ہیں پھر اصل بات کو بھی سمجھا جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اسوقت وہاں یہود کی حکومت تھی۔ مشرکین سے ان کے معاہدات تھے۔ اسلام کے جانے سے ان کے آپس کے تعلقات میں اگر کوئی تبدیلی ہو تو ہو مگر وہ ٹوٹ تو نہیں سکتے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلعم ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے اسوقت بھی آپنے ایسا ہی کیا ایک یہودی اور ایک مسلمان کی لڑائی ہوگئی وہ کہتا تہا کہ میرا نبی بڑا۔ وہ کہتا تہا کہ میرا نبی بڑا ہے یہاں فتنہ کا ڈر تھا اسلئے نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو کیونکہ قیامت کے دن جب عام لوگ اور انبیاء بیہوش ہو جاوینگے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا مگر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں نبی کریم صلعم نے ایک جگہ فرمایا ہے لو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی کہ موسیٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہ تہا اور پھر آپنے انا سید ولد آدم فرما کر بھی تبلادیا ہے کہ میں سب انبیاء سے بڑا ہوں۔ آپنے تبلادیا کہ موسیٰ کو مجھ سے فضیلت کونسی بات میں ہے آپنے یہ نہیں فرمایا کہ موسیٰ کا درجہ مجھ سے بلند ہے بلکہ صرف ایک بات میں انکا تقدم بیان فرمایا ہے۔ پس آپنے سمجھا بھی دیا کہ موسیٰ کا درجہ میرے سے بڑا نہیں اور یہ بھی تبلادیا کہ ایسے موقعوں پر جہاں فتنہ و فساد کا ڈر ہو۔ ایسی باتیں نہ بیان کیا کرو۔

اگر کوئی شخص کسی کو باتوں باتوں میں یہ کہدے کہ جو تم بیان کر رہے ہو۔ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے یہ کہتا تو وہ اسے یہی کہ تو جھوٹا ہے مگر ایک طرز سے کہ اگلے کو بھی غصہ نہ لگے لیکن اگر کوئی دوسرے کو یہ لفظ کہہ دے کہ "تم جھوٹے ہو" تو وہ کب برداشت کر سکتا ہے حالانکہ بات تو اسنے بھی وہی کہی ہے جو دوسرے نے کہی تو نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ ایسے موقعوں پر ان جھگڑوں سے بچنا چاہئے

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ۔ نیک لوگوں پر جو ابتلا آتے ہیں وہ انکی ترقیات کا موجب ہو جاتے ہیں حضرت آدم کو ایک خبیث روح سے مقابلہ پیش آیا آخر کار ابلیس ملعون ہوا۔ اور آدم مقبول بارگاہ رب العلمین۔ حضرت موسیٰ کو بھی فرعون سے مقابلہ کرنا پڑا اور آخر کار موسیٰ کامیاب ہوئے پس حضرت آدم نے موسیٰ کو یاد دلایا کہ آپ خود اس بات میں تجربہ کار ہیں کہ اس قسم کے ابتلاء برگزیدگان ایزدی پر آجایا کرتے ہیں جس سے پہلے وہ بظاہر جنت سے نکالے جاتے ہیں مگر پھر اسی جنت کے جس سے نکالے گئے تھے وارث بنتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے شاہی محلوں میں پرورش پائی اور پھر بکریوں کا ریوڑ چرانا پڑا۔ پھر اس حالت سے آپ ایسی اعلیٰ حالت کو پہنچے کہ فرعون جیسے زبردست بادشاہ آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے

باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرد اور عورت ہر بات میں مساوی ہیں۔ حالانکہ یہ اپنے اپنے دائرے کے اندر ترقی کرتے ہیں۔ آجکل یورپ کی اتباع میں بعض نادان قرآن کریم کے بعض آیات کے ایسے معنی کرتے ہیں۔ جنکا مقاصد اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہوتا مثلاً یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح جائز نہیں اور مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں مسئلہ طلاق ٹھیک نہیں لیکن آخر واقعات ثابت اور حالات پیش آمدہ مجبور کرتے ہیں۔ کہ اسلامی مسائل حق و حکمت سے معمور ثابت ہوں۔ چنانچہ اب رجال یورپ بھی طلاق کے قائل ہو رہے ہیں پردہ کو بھی مفید سمجھنے لگ گئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ وقت بھی قریب ہے کہ جب کہینگے کہ عورت و مرد کا مرتبہ برابر نہیں بلکہ اپنے اپنے دائرے کے اندر کمال حاصل کر سکتے ہیں یہاں بتایا ہے کہ مرد اکثر کامل ہوتے ہیں اور عورتیں کم۔ آسیہ اور مریم بنت عمران کا نام ایک خاص قوم کے مردوں کے مقابل میں ہے ورنہ عورتیں اور بھی کئی کامل گذری ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ کو بطور مثال دیدیا ہے۔

ثرید۔ عرب میں ایک اعلیٰ قسم کا کھانا گنا جاتا ہے اور عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی مہمان آتا تو اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا جو اسے دیا جاتا وہ ثرید ہی ہوتا تھا۔ ثرید یہ کہ شوربا جب پکنے کے قریب ہو تو اس میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دئیے جائیں۔ تاکہ ساتھ ہی گداز ہو جائیں۔

یوم الفراق کے چند لمحے

معصیت کی زندگی اکمل ہے کس کام کی
یہ نہ دنیا کی نہ اُخریٰ کی نہ "دل آرام" کی

دھار پر تلوار کی چلنا پڑے گا عمر بھر
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے مدعی اسلام کی

حسن جو احسانِ خدا ہے تجھے ایماں مگر
خو نہیں چھوٹی ابھی تک الفتِ اصنام کی

ذکرِ غیر آتا نہیں میرے لبِ مشتاق پر
ہے قسم مجھکو غلام احمد کے پیارے نام کی

قول بادشاہ ہو مقدم قول ربّ الخلق سے
مولوی احسن نے اچھی قدر کی الہام کی

میری الفت کا جو دم بھرتے تھے دشمن ہو گئے
بات معمولی سی ہے یہ گردشِ ایام کی

اب کہاں اہلِ نظر دورہ ہوس کاروں کا ہے
آبرو جاتی رہی عشقِ رُخِ گلفام کی

جذبۂ دل کھینچکر اک دن انہیں لے آئیگا
پختگی دیکھو ذرا میرے خیالِ خام کی

ابتدا میں آرزوئے شوق بیحد ہجوم
انتہا حسرت ہی حسرت ہے عشقِ نافرجام کی

چھیڑ خانی ہی میں لطف آ گیا ہمدم مجھے
بسکہ خوگر تھی طبیعت لذتِ دشنام کی

کیا ہوا آنکھوں سے اوجھل کر دیا تم نے تو ہو
حاسدِ بدکیش نے اک کوششِ ناکام کی

پھیل جائیگی جہاں میں نسل اک دن دیکھنا
قادیاں دارالاماں کے حضرت ابراہام کی

ملک ہے ملکِ خدا چاہے جسے کرے عطا
فکر ہے تجھ کو عبث ناداں! روم و شام کی

بینظیر اپنے زمانے میں ہے حق سے ہمکلام
یہ نبوت کی سیما ہے بے حد تام کی

دیکھے حسنِ فاطمہؓ کی ادنیٰ سی جھلک
دیکھنی ہو جس نے چھب اُس گل کے شملہ کی

یاد روئے انور و زلفِ معنبر میں رہا
کیا بتاؤں صبح سے اکمل نے کیونکر شام کی

* یہ نظم گولیکی میں لکھی گئی۔

ماہ رمضان المبارک میں خاص رعایت

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
تشحیذ فروری سنہ ۱۹۱۳ء	۳ر	۳ر	اس رسالہ میں نبی کریم صلعم کی معتبر سوانحعمری از پیدائش تا رحلت درج ہے۔
تشحیذ جون سنہ ۱۹۱۳ء	۶ر	۴ر	سلسلہ احمدیہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں انکا جواب عالمانہ رنگ میں دیا ہے اکثر حوالے نئے ہیں۔
تشحیذ ستمبر سنہ ۱۹۱۳	۸ر	۷ر	تمام قرآن مجید کی آیات پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے درس کے نوٹ
تشحیذ اگست سنہ ۱۹۱۳	۴ر	۳ر	حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب کے مصلح موعود ہونے کا ثبوت
تشحیذ ستمبر سنہ ۱۹۱۴	۳ر	۲ر	اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق کون ہے
تشحیذ جنوری سنہ ۱۵	۳ر	۲ر	جن الزامات کی بنا پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر کفر کا فتوی دیا گیا ہے ان کا رد
تشحیذ فروری سنہ ۱۹۱۵ء	۶ر	۴ر	حضرت صاحب کی نبوت کا ثبوت آپ ہی کی کتب سے تمام حوالوں کا مجموعہ
تشحیذ جون سنہ ۱۹۱۵ء	۴ر	۳ر	شیعہ کی کتب سے حضرت صاحب کی صداقت کا ثبوت
تشحیذ جنوری سنہ ۱۹۱۶	۴ر	۳ر	غیر مبایعین کے مقابل پر اپنی ناقابل تردید ثبوت
تشحیذ مارچ سنہ ۱۹۱۶	۴ر	۳ر	احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت آیات قرآنی سے
تشحیذ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء	۳ر	۲ر	احمدی و غیر احمدی کا مباحثہ در بلدہ حیات مسیح
تشحیذ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶	۴ر	۳ر	مسیح یا محمد کا جواب
تشحیذ فروری سنہ ۱۹۱۷	۴ر	۳ر	آیت خاتم النبیین کی صحیح تفسیر
قبولیت دعا کے چھ گر	۲ر	۱ر	امر جو قرآن و حدیث سے بیان کئے گئے ہیں
ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے	ر		لا نکفر اہل القبلہ کے صحیح معنے
قرآن شریف حمید کیلوی	ے		مولانا میر محمد سعید صاحب نے حضرت خلیفہ اول کے سبق پڑھکر مرتب کیا ہے اور خلیفہ ثانی سے بھی کچھ تفسیر پڑھی تمام کتب کا خلاصہ تفسیر میں موجود ہے

چمکار محمدی۔ سوانح نبی کریم قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۶ ر در ثمین فارسی مجلد قیمت اصلی ۹ ر رعایتی ۶ ر
ظہور المہدی قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۴ ر نغمۃ الکمل حصہ دوم قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۲ ر نغمۃ الکمل حصہ سوم
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر ادعیۃ القرآن قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۱ ر اسلام کی پہلی کتاب
قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۳ ر البشریٰ حصہ اول و دوم و مکاشفات ۔ ر آثار مبارکہ قیمت
اصلی ا ر نماز مترجم قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ۔ ر قدامت روح و مادہ قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۳ ر
اسلام (بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے یا شمشیر) قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۲ ر ضرورت نبی قیمت
اصلی ۱ ر رعایتی ا ر خطبات نور حصہ اول و دوم قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ۶ ر چمکار مہدی
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر وفات نامہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر
انوار مہدی قیمت ۔ ر قبولیت دعا کے طریق قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۲ ر کلام محمود قیمت
اصلی ۶ ر رعایتی ۶ ر سائنۃ الحفیظ کی آمین قیمت ۔ ر مباحثہ امرتسر قیمت اصلی ۲ ر
رعایتی ۱ ر پیغام حق قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۳ ر مباحثہ شملہ قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۳ ر
نبی کی پہچان قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر انوار خلافت قیمت رعایتی ۱ ر عصمت انبیاء
قیمت اصلی ۱ ر رعایتی ۶ ر غلامی قیمت اصلی ۳ ر رعایتی ۔ ر لیکچر سیالکوٹ قیمت
اصلی ۱ ر رعایتی ا ر پیغام صلح قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ا ر چشمہ مسیحی دوسرا ایڈیشن قیمت اصلی ۔ ر
رعایتی ۲ ر شدھی کی اشدھی قیمت اصلی ۶ ر رعایتی ۶ ر الاستخلاف ۳ ر گذشتہ فائل
تشحیذ بلا جلد قیمت اصلی عا ر رعایتی عا ر فائل تشحیذ مجلد قیمت ۔ ر رعایتی عا ر کسر صلیب نمبر ۱
قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر کسر صلیب نمبر ۲ قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ۔ ر منصب خلافت قیمت
رعایتی ا ر مسدس محمد وصال حبیب قیمت اصلی ۱ ر رعایتی ۔ ر صراط مستقیم
قیمت اصلی ۔ ر رعایتی ا ر ہدیہ ثاقب قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ا ر مخمس سلیم قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۔ ر
اسرار الشہادتین قیمت اصلی ا ر رعایتی ۔ ر

سرمہ نور ۔ یہ مشہور مفید سرمہ ہے کہ طب میں علی العموم استعمال ہوتا تھا۔ قیمت اصلی فی تولہ ۱۲ ر رعایتی ۸ ر
عرق کافور ۔ امراض تخمہ ہیضہ کے لئے بہت مفید ہے قیمت اصلی ۶ ر فی شیشی رعایتی ۱۲ ر
مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں قیمت ۶ ر رعایتی عا ر تمام ناسوروں۔ خنازیر دنبل وغیرہ کے لئے مفید ہے
ڈبی خورد ۔ ر

کچھ ماہ صیام کے متعلق

(۱) چاند دیکھکر یا جب شعبان کے تیس روزے پورے ہوں روزے رکھو شک کا روزہ ٹھیک نہیں
(۲) ایک مرد عادل کی گواہی بصورت ابر روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔
(۳) جہاں تک اختلاف مطالع نہ ہو۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسروں پر حجت ہے تار خبر معتبر ہے
(۴) سحری کھانا سنت ہے بہترین وقت پو پھٹنے سے ٹھیک پچیس منٹ پیشتر آجکل فجر کا وقت ۴ گھنٹہ ۴۰ منٹ لاہور میں ہے (۵) روزے کی نیت ضروری ہے۔ پو پھٹنے تک جنبی رہنے میں حرج نہیں
(۶) بھول کر کھا پی لینے سے قے۔ سینگی لگانے۔ مسواک۔ سرمہ۔ احتلام۔ بوسہ و مباشرت جو چیز غذا یا دوا نہیں آنکھ میں دوائی ڈلوانے۔ خوشبو سونگھنے نسوار لینے سے جب تک کہ حلق میں نہ پہنچے) بلغم نگلجائے نکسیر پھوٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۷) اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے جماع سے (خواہ بغیر انزال ہو) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو بھی قضا لازم ہے (۸) مسافر ہو (۹ میل سفر ہے) یا مرض لاحق حال ہو تو دوسرے وقت روزہ رکھے۔ حاملہ دودھ پلانے والی بھی (۹) جو لوگ روزہ نہیں رکھ سکتے دائم المرض ہیں یا پیر فرتوت تو فدیہ طعام مسکین دے سکتے ہیں (۱۰) عورت بحالت حیض روزہ نہ رکھے۔ استحاضے والی بے شک رکھے (۱۱) روزہ دیر سے کھولنا اچھا نہیں مستحب ہے روزہ کھولنا کھجور سے (۱۲) آخری عشرہ میں ممکن ہو تو اعتکاف کرے بیسویں کی صبح کو ایک پردہ کرکے مسجد میں بیٹھ جائے اور تلاوت قرآن مجید مطالعہ احادیث و ذکر الٰہی میں مشغول رہے مریض کی عیادت کو نہ جا راستے چلتے چلتے پوچھ سکتا ہے جنازہ میں حاضر نہ ہو۔ عورت کو مس باشہوت نہ کرے بیوی نہ ہو مسجد میں ہو۔ مسجد سے بجز قضاء حاجت و غسل حاجت باہر نہ نکلے جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے مسجد میں بات چیت کر سکتا ہے (۱۳) قیام رمضان جسے آجکل تراویح کہتے ہیں وہی تہجد کی نماز ہے گیارہ رکعت (۱۴) صدقۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا ہونا چاہئے گندم نصف صاع بھی جائز ہے غلہ کے عوض نقدی بھی دے سکتے ہیں حقیقت الصوم کو ہاتھ سے دے کر روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ چاہئے کہ کذب۔ باطل۔ لغو۔ حلف۔ نغض جہل مخاصمت [illegible] اس پر عمل کرنے سے بچا رہے۔

کچھ ماہ صیام کے متعلق

(۱) چاند دیکھکر یا جب شعبان کے تیس روزے پورے ہوں روزے رکھو شک کا روزہ ٹھیک نہیں

(۲) ایک مرد عادل کی گواہی بصورت ابر روزہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

(۳) جہاں تک اختلاف مطالع نہ ہو۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسروں پر حجت ہے تار خبر معتبر ہے

(۴) سحری کھانا سنت ہے بہترین وقت پو پھٹنے سے ٹھیک پچیس منٹ پیشتر آجکل فجر کا وقت منٹ گھنٹہ ۱-۳۰ لاہور میں ہے (۵) روزے کی نیت ضروری ہے۔ پو پھٹنے تک جنبی رہنے میں حرج نہیں

(۶) بھول کر کھانے پینے سے قے سینگی لگانے۔ مسواک۔ سرمہ۔ احتلام۔ بوسہ [illegible] مباشرت جو چیز غذا یا دوا نہیں آنکھ میں دوائی ڈلوانے۔ خوشبو سونگھنے نسوار لینے [illegible] کہ حلق میں نہ پہنچے) بلغم نگلجانے نکسیر پھوٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۷) اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے جماع سے (خواہ بغیر انزال ہو) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو بھی قضا لازم ہے (۸) مسافر ہو (۹ میل سفر ہے) یا مرض لاحق حال ہو تو دوسرے وقت روزہ رکھے۔ حاملہ دودھ پلانے والی بھی (۹) جو لوگ روزہ نہیں رکھ سکتے دائم المرض ہیں یا پیر فرتوت تو فدیہ طعام مسکین دے سکتے ہیں۔ (۱۰) عورت بحالت حیض روزہ نہ رکھے۔ استحاضے والی بے شک رکھے (۱۱) روزہ دیر سے کھولنا اچھا نہیں مستحب ہے روزہ کھولنا کھجور سے (۱۲) آخری عشرہ میں ممکن ہو تو اعتکاف کرے بیسویں کی صبح کو ایک پردہ کر کے مسجد میں بیٹھ جائے اور تلاوت قرآن مجید مطالعہ احادیث و ذکر الہی میں مشغول رہے مریض کی عیادت کو نہ جاوے رستے چلتے چلتے پوچھ سکتا ہے جنازہ میں حاضر نہ ہو۔ عورت کو مس باشہوت نہ کرے بے ریش نہ ہو مسجد میں ہو۔ مسجد سے بجز قضاء حاجت و غسل حاجت باہر نہ نکلے جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے مسجد میں بات چیت کر سکتا ہے (۱۳) قیام رمضان جسے آجکل تراویح کہتے ہیں در اصل تہجد کی نماز ہے گیارہ رکعت (۱۴) صدقۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا ہونا چاہئے گندم نصف صاع بھی جائز ہے غلہ کے عوض نقدی بھی دے سکتے ہیں حقیقت الصوم کو ہاتھ سے نہ دے کہ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ چاہئے کہ کذب۔ باطل۔ لغو۔ حلف۔ غش۔ جہل مخاصمت۔ قول الزور اور اس پر عمل کرنے سے [illegible] رکا رہے۔

۹۶/

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ضائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بےمثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ - لینے سے اسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو - تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملاکر روز کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستے یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو - تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے - عورتوں کے پردر (کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے)

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے (۱؎۴) پچکاری کا لیکچ ۴ر محصولڈاک چھ آنہ (۶ر) اور آٹھ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے - اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ایرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں یہ مرض سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے - چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے - اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ہوتا سبب اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈورڈ انیرڈ سالسا پیریلا حسب ہدایت استعمال کرنا چاہئے - قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر سالسا - قیمت ۱؎ محصول ۶ر

ڈاکٹر ایس [illegible] برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۲

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ضائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بے مثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روزانہ کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے منہ کے راستے یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو۔ تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے پ...ر (کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو ... استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے)

... سے جب تک ...

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے (عہ) پچکاری کلیم بہ محصول ڈاک چھ آنہ (۶ر)

اور آٹھ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی ہسپتال تجربہ کی ہوئی دواؤں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ایرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں ہر مرض سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے۔ ... سے پورا نفع نہیں ہوتا ہے سا السا ... اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خو... تو ... ہدایت استعمال کرنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی ...

عہ محصول ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ماہواری

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۸	بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء مطابق شوال المعظم ۱۳۳۵ھ	جلد ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

عوام سے عہ؍ طلباء سے عا غیر ممالک سے ۳؍

باہتمام شیخ محمد عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا۔ اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

ہر انگریزی مہینے کی ۵ - تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

اگست کا تشحیذ

یہ مضمون "محمدی ختم نبوت کی حقیقت" پر میرے پیارے بھائی سعدی نے لکھا ہے آنکھوں سے لگا لینے کے قابل ہے اور وہ ہاتھ بہت ہی مبارک ہیں جنہوں نے اس محنت و محبت کے ساتھ اسے مرتب کیا جزاہ اللہ عنی و عن سائر المسلمین۔ برادرم سعدی نے کوشش کی ہے کہ تمام وہ حوالے یکجا کر دیئے جائیں جو ختم نبوت کے متعلق ہیں اور وہ اس سعی مشکور میں کامیاب ہوئے ہیں یہ کوئی معمولی کام نہ تھا۔ جو سعدی صاحب نے کیا ہے تمام اخبارات کے فائل اور تمام کتب حضرت اقدس کو پڑھنے کے بعد وہ یہ مضمون تیار کر سکے ہیں اور جو کچھ بھی انہوں نے لکھا ہے اور جو نتیجہ بھی اخذ کیا ہے حضور ہی کے کلمات طیبات سے اور یہی سعدی صاحب کے مضمون میں قابل قدر بات ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے معزز ناظرین اسے اول سے آخر تک بہ تعمق نظر مطالعہ کریں مجھے افسوس ہے کہ وہ بعض اوقات ایسے جواہر گرانمایہ کی قدر نہیں کرتے اور باوجود رسالہ مطبوعہ موجود ہونے کے سوالات یہاں بھیجتے ہیں حالانکہ وہ اسی سے حل ہو سکتے ہیں یہ رسالہ ۶۴ صفحے پر ہے جو بوجہ کمی فنڈ و گرانی کاغذ مہنگے ڈیوڑھی اجرت کتابت دے کر باریک اور گنجان لکھوایا ہے گویا ۱۰۰ صفحے کا مضمون آیا ہے اور یوں بھی ۱۶ صفحے زائد ہونے سے جون و جولائی کے رسالہ کے حجم کی کمی پوری کر دی گئی ہے کچھ کاپیاں زائد بھی چھپوائی گئی ہیں تا غیر مبایعین میں تقسیم کی جا سکیں قیمت ۴ر درجن ۲عہ ہیں..... احباب حسب استطاعت اس کی اشاعت میں حصہ لیں میں امید کرتا ہوں کہ مخلصین سلسلہ اسکی طرف توجہ فرمائینگے۔

ذکر الٰہی حضرت خلیفہ ثانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تقاریر جو ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ پر فرمائیں برادرم منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے ایک ہفتہ میں لکھوا کر اور صرف دو دن میں شائع کر دی ہیں قیمت ۱۰ ار ہے۔

اطلاع احباب ہر قسم کی کتب سلسلہ دفتر تشحیذ سے طلب فرمایا کریں اور الہامات و کشوف حضرت اقدس کی قیمت بجائے ۸عہ کے ایک ماہ اور عہ ر رہے گی جلد منگوالیں پھر شاید نہ ملے۔

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۴ء

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت

اور

آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صحیح تفسیر

(از اقوال حضرت خاتم الاولیاء)

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کما حقہ کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو سوائے اسکے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کا سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل یا حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں یا حضرت مسیح موعود لیکن جو نا اہل محض ہو اور جس کو نبوت کے کوچہ سے کوئی نسبت ہی نہیں خواہ وہ ایم اے ہے یا مولوی فاضل ہو وہ کیونکر ختم نبوت جیسے مہتم بالشان مسئلہ پر کوئی روشنی ڈال سکتا ہے پس حق یہ ہے کہ ختمیت کی اصل حقیقت کا سمجھنا صرف اس کامل انسان کا کام ہے جو آنحضرت صلعم کی طرح خود ختمیت کا صاحب حال ہے [illegible] کہ سوائے حضرت خاتم الاولیاء کے کوئی بھی اس امت میں محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو نہ پورے طور سے سمجھ سکا اور نہ آشکارا کر سکا کیونکہ تمام علماء کے تمام بوجہ ختمیت کے صاحب حال نہ ہونے کے اس حقیقت سے

ناآشنا تھے جو محمدی ختم نبوت میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو حضرت مسیح موعود نے خاتم الانبیاء کی طرح خود خاتم الاولیا بنکر ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ جس طرح میرے خاتم الاولیاء ہونے سے اب میرے بعد کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی امام ہو سکتا ہے بجز اسکے جو میری مُہر اور میری ظلیت کاملہ سے ولی بنے اسی طرح اور بعینہ اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے بعد آپ کے خاتم الانبیاء ہونے سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آنحضرت صلعم کی مُہر اور آپکی ظلیت کاملہ سے نبی بنے اور یہی وہ حقیقت ختم نبوت ہے جو حضرت خاتم ولایت نے بطور امر مشہودہ کے محمدی ختم نبوت کی پیش کی حضرت خاتم الانبیاء پر تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات نبوت ختم ہیں اور حضرت خاتم الاولیاء پر تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات ولایت ختم ہیں اور یہی خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیا ہونیکے معنی ہیں۔

حضرت خاتم الاولیاء پر یہ ایک نہایت ہی ناپاک حملہ ہے کہ گویا حضور آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی خیال کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کا وجود نبیوں کے لئے روک اور باب نبوت کو مسدود کرنیکا ذریعہ ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے حضرت خاتم ولایت کی تمام تحریرات شروع سے لیکر اخیر تک اس امر کی پوری شہادت دے رہی ہیں کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ حق یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں گو لفظ نبی کا بوجہ عظمت محمدیہ استعمال نہیں کیا گیا لیکن تمام برکات اور فیوض نبوت موجود ہیں اور کوئی جزو من اجزاء نبوت اور کوئی کمال من کمالات نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے جو پہلے نبیوں اور صدیقوں کو ملتا رہا۔

حضرت خاتم ولایت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو بیسیوں جگہ لکھا ہے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے سلسلہ نبوت بند نہیں ہوتا بلکہ برابر چلتا ہے اور فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا متحقق ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ آپکی عظمت میں ہو کر آپکی امت میں کوئی نبی نہ ہو گویا خاتم النبیین کے لئے بعد میں بھی وہ ہو [illegible] صلعم [illegible] افسوس ہے اس قوم پر جو محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت کو بکلی مسدود مانتی ہے اور نہیں جانتی کہ ایسا ماننے سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے ہی انکار کرنا پڑتا ہے۔

حضرت خاتم ولایت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلعم کی دیگر انبیاء پر صرف یہی ایک امتیازی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ دیگر انبیاء تو صرف نبی ہی ہیں لیکن آنحضرت صلعم دیگر انبیاء کی طرح صرف نبی امت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں پس یہ کہنا کہ حضرت خاتم الاولیاء نے آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوت کو قطعاً ایسا مسدود مانا ہے کہ وہ فنا فی الخاتم الانبیاء کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی نہ صرف غلط ہی ہے بلکہ حضرت خاتم الاولیاء پر ایک خطرناک حملہ ہے جو کسی نادان نے حضرت محمود کی جوش عداوت میں حضرت مسیح موعود پر کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کسی جگہ بھی تحریر نہیں فرمایا کہ محمدی ختم نبوت سے اصولاً باب نبوت مسدود ہو چکا ہے بلکہ آپ نے ہزاروں جگہیں تحریر فرمایا ہے کہ محمدی ختم نبوت سے اصولاً باب نبوت ہرگز بند نہیں ہوا۔ اصولاً صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے جو اپنے ساتھ شریعت رکھتی ہو۔ یا گو وہ نبوت بغیر شریعت کے ہی ہو لیکن بدوں توسط آنحضرت صلعم حاصل ہو چکی ہو یا حاصل ہو۔ باقی اصل نبوت کا دروازہ ہرگز اصولی طور سے بند نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے واسطہ فیض سے وہ دروازہ کھلا ہے نہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ کبھی بند ہو سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلعم کے واسطے سے بھی باب نبوۃ کو بند ماننا ہی حضرت مسیح موعود کے فتوے کے بموجب کفر ہے

پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر اصولاً باب نبوت کھلا ہے تو پھر آنحضرت صلعم کے بعد ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں اور اگر کہو کہ مسیح موعود کے بعد اور نبی آئینگے تو پھر اس سے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کی عبارت بالکل غلط جاتی ہے جہاں لکھا ہے کہ اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا × × × تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جاوے۔ پس جبکہ مسیح موعود سے پہلے اور بعد میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے اور جبکہ باب نبوت مسدود ہے تو پھر مسیح موعود کا نبی ہونا بھی محال ہے کیونکہ قانون میں استثنا کوئی نہیں ہوا کرتا یہ ہے وہ بات جو بار بار ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ تمام استدلال بناء فاسد علی الفاسد کا مصداق ہے۔ کیونکہ باب نبوت کا کھلا ہونا یہ اور بات ہے اور کسی کا خدا کی طرف سے نبی ہوکر آنا یہ اور بات ہے گو کسی مصلحت اور حکمت الٰہیہ کے ماتحت کوئی نبی نہ ہو تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ چونکہ باب

مسدود ہو گیا ہے اسلئے کوئی نبی نہیں ہوا اسی طرح مسیح موعود سے پہلے یا مابعد کسی کا نبی نہ ہونا ہرگز اس وجہ سے نہیں کہ چونکہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے اسلئے کوئی نبی نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا نبی نہ ہونا خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت اور حکمت کے ماتحت ہے جس کا ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون میں کرینگے اور اگر کہو کہ نہیں ایک مدت دراز تک کسی کا نبی نہ ہونا اسبات کو مستلزم ہے کہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کیا بنی اسماعیل کے لئے حضرت اسماعیل کے بعد باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کھلا تھا تو پھر حضرت نبی کریم صلعم کے بنی اسمٰعیل میں اور کس قدر نبی ہوئے اگر کہو کہ کوئی نہیں ہوا اور بنی اسماعیل میں نبی کہلانے کے لئے صرف نبی کریم ہی مخصوص ہیں تو پھر اس بات کا جواب دو کہ آیا بنی اسماعیل کے لئے اصولاً باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کہ کھلا تھا تو پھر ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں اگر کہو کہ آئندہ بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ باب نبوت اصولاً بند تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا بھی ناممکن ہے کیونکہ تمہاری منطق کے رو سے اگر باب نبوت اصولاً کھلا ہو تو ایک ہی فرد کا مخصوص طور سے نبی ہونا ناممکن ہے پھر اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد باب نبوت کھلا تھا یا بند؟ اگر کہو کھلا تھا تو پھر ... سو سال کے عرصہ میں نبی کریم تک کتنے نبی ہوئے اگر کہو کہ سوائے نبی کریم کے نہ پہلے ہوا نہ بعد میں ہو سکتا ہے تو بتاؤ پھر صرف ایک کا ہی نبی ہونا کیونکر ممکن ہے کیونکہ عملی رنگ میں تو باب نبوت کا بند ہونا ثابت ہے جس طرح آنحضرت صلعم کے بعد مسیح موعود کے زمانہ تک۔

پھر ہم اس بات سے بھی گزر کر کہتے ہیں کہ اگر ہم بفرض محال مان ہی لیویں کہ آنحضرت صلعم کے بعد تا بقیامت کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا نہ مسیح موعود اور نہ کوئی اور تب بھی اس سے لازم نہیں آتا کہ باب نبوت اصولاً اور کلیۃً بند ہو چکا ہے کیونکہ اس امت میں محدثین کا ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ باب نبوت کلی طور سے بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تمام لوگ بالقوہ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت حاصل کرتے رہے اور وہ اصل چیز اور اصل حقیقت جو نبوت کی روح و رواں ہے یعنے کلام الٰہی اور خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف رکھنا وہ اس امت کے اولیاء کو حاصل تھی اور اگر خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ان کے ظاہر نبی ہونے کے مانع نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ تمام کے تمام نبی ہوتے۔

پھر ہم قطع نظر اس تمام بات کے ایک موٹی مثال لیتے ہیں عورت صدیقہ ہو سکتی ہے اسکو وحی

آسکتی ہے جبرئیل اسکے پاس آسکتا ہے اور وہ بالقوہ استعداد باطنی کی وجہ سے وہ تمام کچھ حاصل کر سکتی ہے جو نبی حاصل کرتے ہیں غرض صدیق کا اعلیٰ مقام اسکو حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ نبیہ نہیں ہو سکتی کیوں؟ کیا اسوجہ سے کہ باب نبوت اصولاً بند ہے یا اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کو منصب نبوت پر مامور کرنے سے مانع ہے ہر ایک عقلمند یہی جواب دیگا کہ عورت کا نبیہ نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ باب نبوت اصولاً بند ہے بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے حضرت مریم صدیقہ کے مقدس حالات سے کون مسلمان ہے جو واقف نہیں خود خدا تعالےٰ نے ان کے صاحب وحی ہونے کی قرآن جیسی پاک کتاب میں شہادت دی لیکن کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ باب نبوت کھلا تھا حضرت مریم صدیقہ نبیہ نہ ہو سکیں حالانکہ علیٰ وجہ الاتم مخفی طور سے وہ کمالات نبوت کی جامع تھیں اور حق تھا کہ ان کو نبی کا نام دیا جاتا لیکن وہ نبیہ نہ ہو سکیں نہ اسلئے کہ باب نبوت اصولاً بند تھا بلکہ اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کسی عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے گویا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورت کے لئے نبیہ بننے کے لئے باب نبوت بند ہے لیکن نہ ایسے طور سے کہ وہ بالقوہ کوئی کمالات نبوت حاصل ہی نہیں کر سکتی بلکہ ایسے طور سے کہ بالقوہ تو تمام کمالات نبوۃ حاصل کر سکتی ہے لیکن بالفعل ظاہراً نبیہ نہیں بن سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کے نبیہ بننے سے مانع ہے۔

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ سورہ تحریم میں سوائے مسیح موعود کے امت محمدیہ کے تمام دیگر افراد کاملہ کو بھی مریم سے ہی تشبیہ دی گئی ہے اور ابن مریم صرف ایک کا ہی نام رکھا گیا ہے یعنی مسیح موعود کا یہ لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ سوائے مسیح موعود کے کوئی فرد امت نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا نہ اس وجہ سے کہ باب نبوت بند ہے بلکہ اس وجہ سے کہ دیگر افراد امت مریم ہونے کے سبب سے بالقوہ تو تمام کمالات نبوۃ حاصل کر سکتے ہیں لیکن بالفعل نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ مریم کا نبی ہونا خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔

پس ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت ظاہراً نبی ہونیکے لئے سوائے مسیح موعود کے دیگر افراد کاملہ کے لئے بند ہے کیونکہ وہ سب کے سب مریم کے حکم میں ہیں۔ اور چونکہ عورت کے لئے اصولاً باب نبوت بند ہے اسلئے وہ نبی نہیں ہو سکتے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باب نبوت

اصولاً بند ہو کیونکہ اصولاً بند تو تب ہو کہ نبوت کی اصل حقیقت اور کوئی جزو اور کوئی کمال حاصل نہ ہو سکتا ہو۔ لیکن جب تک نبوت کی اصل حقیقت اور تمام اجزا اور تمام کمالات بالقوہ حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے گو ظاہراً نبی ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت سوائے ایک کے بند ہی ہو تب تک یہ بات جہالت اور نادانی سے بھرپور ہو کہ کہا جاوے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت اصولاً بند ہو گیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱ ۔ الحکم ۱۷ ۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء (کالم ۲ صفحہ ۸)

نبوت جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں آنحضرت کے بعد حرام کی ہو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب اس امت کو کوئی خیر و برکت ملے ہی گی نہیں اور نہ اسکو شرف مکالمات و مخاطبات ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلعم کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوۃ نہیں چل سکیگی اس امت کے لوگوں پر جو نبی کا لفظ نہیں بولا گیا اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تو نبوت ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابھی آنحضرت جیسے عالیجناب اولوالعزم صاحب شریعت کامل آنے والے تھے اسی وجہ سے ان کے واسطے یہ لفظ جاری رکھا گیا مگر آنحضرت کے بعد چونکہ ہر ایک قسم کی نبوت بجز آنحضرت صلعم کی اجازت کے بند ہو چکی تھی اسواسطے ضروری تھا کہ آپکی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہ بولا جاوے۔

> آنحضرت صلعم کے بعد اس وجہ سے نبی کا لفظ نہیں بولا گیا۔ کہ نبوت بند ہو چکی ہے۔ بلکہ محمدی ختم نبوت کی عظمت کی وجہ سے وہ لفظ نہیں بولا گیا

حوالہ نمبر ۲ ۔ الحکم ۱۷ ۔ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء (کالم ۲-۳ صفحہ ۸)

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور سے آپکی اولاد کی نفی کی ہو اور ساتھ ہی روحانی طور سے اثبات بھی کیا ہو کہ روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں۔ اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپکے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور سے۔ وہ نبوت چل سکیگی جس پر آپکی مہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جاوے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہو اور اسمیں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہو گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کہ کنتم خیر امۃ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ اگر یہ معنی کئے جاویں کہ آئندہ کے واسطے دروازہ نبوت ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی ۔ یہ امت × × × × × × × نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہو مگر آپ میں سے ہو کر اور آپکی مہر سے فیضان کا سلسلہ جاری ہو کہ ہزارہا اس امت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے

> محمدی ختم نبوت کی وجہ سے آپکی امت کے لئے دروازہ نبوت بند نہیں ہوا۔ بلکہ آنحضرت کی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے

> آنحضرت صلعم کے بعد آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں لیکن لفظ نبی ظاہرا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔

شرف سے مشرف ہوئی اور انبیاء کے خصائص ان میں موجود ہوتے رہے ہیں سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گذرے ہیں جنھوں نے ایسے دعوے کئے چنانچہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو ہی دیکھ لو × × × × × × ایسا نہیں بلکہ بات یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔ کالم ۲ و ۳ صفحہ ۸

> محمدی ختم نبوت کی وجہ سے کھلے کھلے طور پر نبی کہلانے کے لئے باب نبوت مسدود تھا۔۔۔ نہ کہ درجہ اور نعمت نبوت حاصل کرنیکے لئے باب نبوت مسدود ہے

حوالہ نمبر ۳۔ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۲ و ۳

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے نبی کریم کو آپکے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسیٰ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے ان کی کسر شان کیونکہ حضرت موسیٰ بھی ایک نبی تھے اور ان کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو انکی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی برعکس اسکے آنحضرت صلعم کی ایک عظمت اور آپکی نبوت کا پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپکے بعد کسی دوسرے کو اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔ اگرچہ آنحضرت صلعم کی امت میں ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منور تھے اور ہزاروں کو انوار نبوت کا حصہ عطا ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے مگر چونکہ آنحضرت صلعم کا نام خاتم الانبیاء رکھا گیا تھا اسلئے خدا نے نہ چاہا کہ کسی دوسرے کو بھی یہ نام دیکر آپکی کسر شان کیجائے آنحضرت صلعم کی امت میں سے ہزاروں انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا اور نبوت کے آثار اور برکات ان کے اندر موجزن تھے مگر نبی کا نام* انپر صرف شان نبوت اور سد باب نبوت کی خاطر انکو اس نام سے ظاہرا ملقب نہ کیا گیا مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرت کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا اور نبوت کے انوار جاری تھے۔

> آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے سلسلہ نبوت جاری ہے اور نبی کے نام کو کھلے کھلے طور پر شائع کرنا بھی از بس ضروری ہے

جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے اور آپکے نور سے نبوت جاری بھی ہے اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اسے ظاہرا بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلے کے نبیوں کے ساتھ آپ کی امت کے لوگ بھی مماثلت کے پورا کرنے میں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرما دیا۔ اور اس طرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ صفحہ ۹ کالم ۲-۳

نقل مطابق اصل

۱۳۰۰ سال کے بعد ظاہراً لفظ نبی
کا استعمال اس لئے کہ شان محمدی
ختم نبوت الٰہی پر ہو سکتا —

حوالہ نمبر ۴ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۳)

اس طرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔ ادھر یہ کہ آنحضرت صلعم کی کسر شان بھی نہ ہو۔ اور ادھر موسوی سلسلے سے مماثلت بھی پوری ہو جاوے تیرہ سو برس تک نبوۃ کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوۃ کے عظمت کے پاس سے نہ کیا اور اسکے بعد اب مدت دراز کے گزرنے سے لوگوں کے اعتقاد اس امر پر پختہ ہو گئے تھے کہ آنحضرت ہی خاتم الانبیاء ہیں اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جاوے تو اس سے آنحضرت صلعم کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسواسطے اب نبوۃ کا لفظ مسیح کے لئے ظاہراً بھی بولدیا یہ ٹھیک اسی طرح سے ہے جیسے کہ آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو اور پھر فرمادیا کہ اچھا اب کر لیا کرو پہلے منع کرنا بھی حکمت رکھتا تھا کہ لوگوں کے خیالات ابھی تازہ تازہ بت پرستی سے ہٹے تھے تا پھر وہ اسی عادت کی طرف غور نہ کریں پھر جب دیکھا کہ اب ان کے ایمان کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ اور کسی قسم کے شرک و بدعت کو ان کے ایمان میں راہ نہیں تو اجازت دیدی۔ بالکل اسی طرح یہ امر ہے۔

حوالہ نمبر ۵ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء (صفحہ ۹ کالم ۳)

پہلے تیرہ سو برس اس عظمت کے واسطے نبوت کا لفظ نہ بولا اگرچہ صفتی رنگ میں صفت نبوت اور انوار نبوت موجود تھے اور حق تھا کہ ان لوگوں کو نبی کہا جاوے مگر خاتم الانبیاء کی نبوت کی پاس جہ سے وہ نام نہ دیا گیا مگر اب وہ خوف رہا تو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ فرمادیا (صفحہ ۹ کالم ۳)

حوالہ نمبر ۶ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء (صفحہ ۹ کالم ۳)

آپکے جانشینوں اور آپکی امت کے خادموں پر صاف صاف نبی اللہ بولنے کے واسطے دو امور مد نظر رکھنے ضروری تھے اول عظمت آنحضرت صلعم اور دوم عظمت اسلام سو آنحضرت صلعم کی عظمت کے پاس کی وجہ سے ان لوگوں پر ۱۳۰۰ برس تک نبی کا لفظ نہ بولا گیا تاکہ آپکی ختم نبوت کی ہتک نہ ہو کیونکہ اگر آپ کے بعد ہی آپکی امت کے خلیفوں اور صلحا لوگوں پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا جیسے حضرت موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا تو اسمیں آپکی ختم نبوت کی ہتک تھی اور کوئی عظمت نہ تھی سو خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپکے بعد تیرہ سو برس تک اس لفظ کو آپکی امت پر سے اٹھا دیا۔ تا آپکی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جاوے اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی کہ اسمیں بھی بعض ایسے

افراد ہوں جن پر آنحضرت کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جائے اور تا پہلے سلسلہ سے اسکی مماثلت پوری ہو اس لئے آخری زمانہ میں مسیح موعود کے واسطے آپکی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا اور اس طرح پر نہایت حکمت اور بلاغت سے دو متضاد باتوں کو پورا کیا اور موسوی سلسلہ کی مماثلت بھی قائم رکھی اور عظمت اور نبوت بھی قائم رکھی

پہلی فصل

محمدی ختمیت کی نظیریں

[illegible]

جاننا چاہیئے کہ حقیقتیں ہمیشہ نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں جیسے کہ حضرت مسیح موعود ع تحفہ گولڑویہ سطر ۱۳ صفحہ ۹۰ پر فرماتے ہیں حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ پس اس اصول کو مدنظر رکھکر جب ہم محمدی ختمیت کی نظیروں پر نظر کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت مسدود نہیں ہوتا بلکہ کھلتا ہے کیونکہ محمدی ختمیت کی دوسری ختمیتوں سے مشابہت کی تکمیل یہ بات لازم کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد باب نبوت کھلا ہو ورنہ وہ مشابہت بالکل باطل ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ محمدی ختمیت کی کامل نظیریں ہمیں صرف دو نظر آتی ہیں . . . .

(۱) آدمی ختمیت - یعنی وہ ختمیت جو حضرت آدم علیہ السلام میں ثابت ہے

(۲) احمدی ختمیت یعنی وہ ختمیت جو حضرت احمد قادیانی میں ثابت ہے

لیکن ایک اور ختمیت ہوئی ہے یعنی عیسوی ختمیت وہ ختمیت ہرگز ہرگز محمدی ختمیت کی کامل نظیر نہیں کیونکہ جیسا کہ آگے چل کر انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کیا جاویگا محمدی ختمیت اور عیسوی ختمیت کی آپسمیں بلحاظ انکی غرض و غایت کے سخت مغائرت ہے۔

محمدی ختمیت کی پہلی نظیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں۔

حوالہ ملاحظہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۸

خاتم الانبیاء [illegible]

یہ بعثت محمدی جو تکمیل اشاعت کے لئے تھا جو بروز موسوی اور عیسوی کے پیرایہ میں تھا اسکے لئے بھی خدا کی حکمت نے یہی چاہا کہ چھٹے دن میں ظہور میں آوے جیسا کہ تکمیل ہدایت چھٹے دن میں ہوئی تھی سو اس کام کے لئے ہزار ششم کیا گیا جو خدا کا چھٹا دن ہے اسمیں حکمت یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں پس خدا تعالے نے چاہا کہ جیسا کہ اس حضور نبوی کی مشابہت حضرت آدم سے مکمل کرنیکے لئے تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن مقرر کیا یعنے روز جمعہ اور اسی دن یہ ہدایت نازل ہوئی۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ . . الخ ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے الف سادس چھٹا ہزار مقرر فرمایا جو حسب تصریح آیات قرآنی بمنزلہ روز ششم ہے۔

نوٹ مندرجہ بالا حوالہ بصراحت اس امر کی شہادت دیتا ہی کہ آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاءؑ ہیں جن معنوں میں حضرت آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خاتم المخلوقات ہونا ان معنوں میں ہرگز نہیں کہ گویا حضرت آدم آئندہ مخلوقات کے پیدا ہونیکے لئے روک اور باب خلقت کو مسدود کرنیکا ذریعہ تھے بلکہ آدم علیہ السلام کا خاتم المخلوقات ہونا ان معنوں میں ہے کہ اول آدم علیہ السلام اشرف المخلوقات ہے اسلئے آپ خاتم المخلوقات ٹھہرے دوسرے آدم علیہ السلام کے بعد قیامت تک کوئی بھی ایسی مخلوق نہیں ہو سکتی جو اشرف المخلوقات ہوسکے بجز اسکے جو آدم ؑ کے نمونہ اور طرز پر ہو بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم ایک تو اسوجہ سے خاتم الانبیاء ہیں کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہیں۔ دوم آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپ کے لئے بطور ظل کامل کے ہو۔ اور لطیف تر بات یہ ہی کہ جہاں خاتم الانبیاء کی خاتم المخلوقات سے مشابہت فی الختمیت یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوت ہے وہاں یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرت کے بعد وہی نبی ہوسکتا ہے جو آنحضرت صلعم کے جمیع کمالات کا ظلی طور پر علی وجہ الاتم بالفعل جامع ہو ورنہ کسی اور کا نبی ہونا جو علی وجہ الاتم بروز کامل نہ ہو ختم نبوت کے اس طرح منافی ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بجز حیوانی ناطق جسم کے کسی اور حیوان کا اشرف المخلوقات کہلانیکا مستحق ہونا اور یہی وہ بات ہے جو اس حوالہ سے ثابت ہوتی ہی اور یہی وجہ ہی کہ من حیث الظل خاتم الانبیاء کی دوسری بعثت جو اتم اکمل ہی اور جو آنحضرت صلعم کے دوسرے فرض منصبی یعنے تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے مقدر ہی

وہ ایک ہی ہو جو چھٹے ہزار کے آخر میں ہے

یوں تو آنحضرت صلعم کی بروزی بعثتیں بہت ہیں اور قیامت تک ہوتی رہینگی لیکن وہ بروزی بعثت جو آنحضرت صلعم کی فرض منصبی کی تکمیل کے لئے ہے یعنی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے وہ بروزی بعثت نبویہ علی وجہ الاتم پہلی بعثت کے کھلے کھلے طور پر بکلی ہمرنگ ہے اور اس طرز کی بعثت صرف ایک ہی ہو کیونکہ خاتم الانبیاء کی خاتم المخلوقات سے تکمیل مشابہت کے لئے لازمی ہے کہ یہ بعثت چھٹے ہزار کے آخر میں ہو۔ اور چھٹے ہزار کا آخر صرف ایک ہی دفعہ دنیا میں آسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس طرز کی بعثت صرف ایک ہی ہو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خداتعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۸ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۸)

خاتم الانبیاء کی ختم خاتم المخلوقات سے تکمیل
نبی بعثت کے لئے [illegible] آنحضرت صلعم
[illegible] آخر میں ہو

غرض آنحضرت صلعم کے لئے دو بعث مقدر تھے (۱) ایک بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے یہ دونوں قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جاوے اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارت کاملہ کو پہنچ جاوے سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرا وہ روز ششم ہے جسکی نسبت آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا یعنی آخری حصہ ہزار ششم

حوالہ نمبر ۹ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

آیت وآخرین منہم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہی اور اس آیت میں جو منہم کا لفظ ہی وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزون ہوگا مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلعم کے رنگ میں ہوگا اور اسکے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہونگے

حوالہ نمبر ۱۰ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱)

آنحضرت صلعم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی × × × لیکن اس وقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی × × × × اسلئے خدا کی تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی

کردیا جسمیں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے وغیرہ وغیرہ × × سو اسوقت حسب منطوق آیت وآخرین منهم لما یلحقوا بھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلعم کے دوسرے بعث کی ضرورت پڑی × × × × اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت وآخرین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اسلئے آنحضرت صلعم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا۔ جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی میں اسکے مشابہ تہا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اسکو عطا کیا تاکہ یہ سمجہا جائے کہ گویا اسکا ظہور بعینہ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا۔

ذیل کا حوالہ ایک بڑی زبردست دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ختم نبوت سے باب نبوت ہرگز ہرگز بند مانا جاسکتا ہی نہیں کیونکہ تقدیر کے نوشتے کبھی نہیں کرٹل سکیں اور تقدیر یہی ہے کہ محمدی ختم نبوت آنحضرت صلعم کے وقت میں اپنی حقیقی تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی بلکہ اسکی حقیقی تکمیل کے لئے مسیح موعود کا وقت مقدر ہی

حوالہ نمبر ۱۱ حاشیہ متعلقہ خطبہ الہامیہ صفحہ ب

چھٹے ہزار کے آخر میں حقیقی ختم نبوت

اعلموا ان الختمیۃ اعطیت من الازل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعطیت لمن علمہ روحہ وجعلہ ظلہ نبارک من علم وتعلم فان الختمیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ھو یوم سادس من ایام الرحمن لیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان واقتضت مصالح اخری ان یبعث رسولنا فی الیوم الخامس اعنی فی الالف الخامس بعد آدم لما کان الیوم الخامس یوم اجتماع العالم الکبیر وھو ظل لآدم الذی اعزہ اللہ واکرمہ الخ (ترجمہ) تمہیں معلوم ہے کہ الختمیت ختم نبوۃ عطا کی گئی ہی ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر عطا کی گئی ہے اسکو جسے آپکی روح نے تعلیم دی۔ اور اسے اپنا ظل ٹھہرایا پس مبارک ہے جسنے سکہایا اور جسنے سیکہا پس تحقیق حقیقی ختم نبوت مقدر تہی چھٹے ہزار میں جو اللہ تعالے کے دنوں سے چھٹا دن ہے تا اس سے حضرت ابو البشر کی بھی اس شخص سے مشابہت پائی جاوے جو نوع انسان کا خاتم ہے اور کچھ اور مصلحتیں تھیں جنکے مقتضی سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد آدم پانچویں دن یعنی پانچویں ہزار میں مبعوث فرمائے گئے اسلئے کہ پانچویں دن عالم کبیر کے اجتماع کا دن ہے اور وہ یعنی نبی کریم صلعم ظل ہے آدم کے لئے جسکو اللہ تعالے نے معزز اور مکرم بنایا پس تحقیق

آدم نے جمع کیا اپنی ذات میں جو کچھ کہ متفرق طور پر اسمیں عالم کبیر میں پایا جاتا تھا اور پس بلاشک عالم کبیر آدم کے لئے انواع واقسام کی صورتوں میں اس مرتبہ پیدائش میں ظاہر ہُوا ہی جو پہلا مرتبہ تھا پس پیدا کیا گیا آدم ان معنوں سے پانچویں دن میں بلا کسی شک وشبہ کے پھر ارادہ کیا اللہ تعالے نے اس بات کا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا جاوے جو آدم ہو دوسری پیدائش کے لحاظ سے چھٹے ہزار میں اپنی پہلی پیدائش کے بعد جیسا کہ پیدا کیا گیا پہلے اس سے آدم صفی اللہ چھٹے دن کے آخر حصہ میں جو ابتدا پیدائش کے دنوں سے چھٹا ہے تا اول اور آخر میں یہ مشابہت پوری ہو جاوے اور وہی جمعہ کا حقیقی دن ہی اور آدم کا جمعہ اس کے لئے ایک ظل ہی عقلمندوں کے نزدیک پس بجز اس نبی بروز کے طریق پر اپنی امت سے ایک مظہر واسطے اپنے اور وہ وہی ہی جو اسکے لئے اسکے اسم اور اسکی ماہیت میں عین کی طرح یعنے اسکی ذات کی مانند ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲ خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔

آنحضرت صلعم سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے والے اسی طرح حضرت مسیح موعود سلسلہ ولایت کو ختم کرنے والے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳ براہین حصہ پنجم صفحہ ۸۹

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالے نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔

آنحضرت صلعم خاتم نبوت ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود خاتم ولایت ہیں۔

نوٹ اب ان دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاء سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے والے اور خاتم نبوت ہیں جن معنوں میں حضرت مسیح موعود خاتم الاولیاء سلسلہ ولایت کو ختم کرنے والے اور خاتم ولایت ہیں پس جو معنے مسیح موعود کے خاتم الاولیاء ہونے سے مراد لئے جاسکتے ہیں وہی معنی آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے سے مراد ہونگے چنانچہ ذیل میں بالمقابل حوالے درج کرتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوۃ کو ختم کرنے سے بعینہ وہی مراد لی ہی جو اپنی نسبت سلسلہ ولایت کو ختم کرنے سے مراد لی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

مسیح موعود کے سلسلہ ولایت کو ختم کرنے سے مراد	آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے سے مراد
حوالہ نمبر خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵ میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہی جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا	**حوالہ نمبر ۱۴ ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ ب (ترجمہ از عربی)** نبوت ختم کی گئی ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو آپ کے نور سے منور کیا گیا اور حضرت کبریا کی طرف سے اسکا وارث بنایا گیا۔

حوالہ نمبر ۱۵ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ (ترجمہ از فارسی)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد اسکے کوئی پیغمبر نہیں مگر وہی جو اسکے فیض سے پرورش یافتہ ہو اور اسکے وعدہ کے مطابق اسکا ظہور ہوا ہو۔

حوالہ نمبر ۱۶ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۱ (ترجمہ از فارسی)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ نبی صلعم (خاتم الانبیاء) اور سب پیغمبروں سے بڑھکر ہیں اور اسکے بعد کوئی پیغمبر نہیں مگر وہ جو آپکی امت میں سے ہو اور آپکی روحانیت سے فیض یافتہ ہو۔

نوٹ۔ مندرجہ بالا حوالہ جات کے اس تقابل سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنیکے بعینہ وہی معنی مراد ہیں جو حضرت مسیح موعود کے سلسلہ ولایت کو ختم کرنیکے معنے مراد ہیں اور جس طرح حضرت مسیح موعود کے بعد آپکی مُہر سے سلسلہ ولایت چلتا ہے بند نہیں ہوتا بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے بند نہیں ہوتا۔

حوالہ نمبر ۱۷ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵ و ۶

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جنکے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے۔ ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے صفحہ ۵ × × × اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلعم نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جسمیں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اسکے سر پر پیدا ہوا اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس

کہ بعد کوئی امام نہیں مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو
مسیح موعود آخری امام ہیں صفحہ ۵ و ۶ مسیح موعود
آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں جیسا کہ صفحہ ۵

ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔

اب اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں میں آخری امام ہیں کہ جس سے آپ کے بعد کوئی امام نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپکے لئے بطور ظل کے ہو یعنی دوسرے لفظوں میں حضرت مسیح موعود کے بعد ظلی امام ہو سکتا ہے اور ظلی امامت کا دروازہ کھلا ہی اور بعینہ یہی معنی حضرت مسیح موعود نے حضرت نبی کریم کے خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہونے کے بھی کئے ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا بجز اسکے جو آپ کے لئے بطور ظل کے ہو یعنے دوسرے لفظوں میں جس طرح مسیح موعود کے بعد ظلی امامت کا دروازہ کھلا ہی بعینہ نبی صلعم کے بعد ظلی نبوۃ کا دروازہ بھی کھلا ہی اور جس طرح ظلی امامت باعتبار نفس حقیقت اور اجزا امامت کے ویسی ہی امامت ہے جیسی کہ دیگر ائمہ اور حضرت مسیح موعود کی بعینہ اسی طرح ظلی نبوت باعتبار نفس حقیقت و جزا نبوت کے ویسی ہی نبوت ہی جیسی کہ دیگر انبیاء کی خود آنحضرت صلعم کی نبوت میں کوئی فرق نہیں صرف اظہار نشان ختم نبوت اور ختم ولایت کے لئے لفظ ظلی کا استعمال کیا گیا ہے ورنہ یہ لفظ ظلی نبوت یا امامت کے معاملہ میں کوئی فرق یا نقص نہیں ڈالتا۔

اس حوالہ سے ان لوگوں کا رد بھی لازم آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ظلی نبوت گو کامل طور سے حاصل کر لی گئی ہو تب بھی وہ نبوت نہیں محدثیت ہے اگر ظلی نبوت کے یہی معنے ہیں کہ اسکو نبی ہونے تک پانے والا زمرۂ انبیاء میں شامل نہیں ہو سکتا تو پھر لامحالہ ظلی امامت اور ظلی امام کے بھی یہی معنے ہونگے کہ حضرت مسیح موعود کے بعد آئندہ کوئی حقیقتاً امام نہیں ہو سکتا اور یہ باطل ہے پس جو مستلزم باطل ہے وہ بھی باطل ہے۔

ذیل کے حوالجات کا تقابل اسبات کو خوب ہی کھولدیتا ہی کہ آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے کے وہی معنے ہیں جو مسیح موعود کے آخری امام ہونے کے معنے ہیں۔

مسیح موعود کے آخری امام ہونیکے معنی

حوالہ نمبر ۹ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹

اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلعم نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے

آنحضرت کے آخری نبی ہونے کے معنی

حوالہ نمبر ۱۰ کشتی نوح صفحہ ۱۵

عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلعم اسکا نبی ہی وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے

جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اسلئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اسکے سر پر پیدا ہو .... اور اسکے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اسکے لئے بطور ظل کے ہو۔"	بڑھکر ہے اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ حوالہ نمبر ۱۹۔ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲ (ترجمہ از عربی) اور تحقیق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

انکے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو اسکے نور سے منور کیا جائے اور اسکا ظہور اسکے ظل کا ظہور ہو۔"

اب اس تقابل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت مسیح موعود کے بعد آپکی ختم امامت کی وجہ سے جس طرح اور جن معنوں میں ظلی امامت کا دروازہ بند نہیں ہُوا بلکہ کھلا ہے اسی طرح اور انہی معنوں میں آنحضرت صلعم کے بعد آپکی ختم نبوۃ کی وجہ سے ظلی نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہے اور جو معنی ظلی امام کے ہوسکتے ہیں وہی معنی ظلی نبی کے بھی ہونگے اور جو معنی آخری امام کے ہیں وہی معنی آخری نبی کے ہیں۔

عیسوی ختمیت اور محمدی ختمیت آپس میں ایکدوسرے کی نظیر نہیں ٹھہر سکتیں

اس سے پہلے بتوفیق الہٰی ہمنے دو ختمیتوں کا ذکر کیا ہے جو اپنی غرض اور حقیقت کے اعتبار سے محمدی ختمیت کی نظیر ہیں اور جو یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر کر رہی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا نبی ہونا ممتنع اور محال نہیں بلکہ لازم ہے اسکے بعد ہم عیسوی ختمیت پر غور کرتے ہیں کہ آیا وہ محمدی ختمیت کی نظیر ٹھہر سکتی ہے یا نہیں عیسوی ختمیت پر غور کرنیکی اسواسطے ضرورت پیش آئی ہے کہ بعض نادانوں نے نہایت ہی ظلم کی راہ سے محض اسمی مشارکت کو دیکھکر عیسوی ختمیت کو محمدی ختمیت کی کامل نظیر قرار دے کر تکمیل مشابہت ہونیکے لئے یہ دلیل نکالی ہے کہ جس طرح حضرت عیسٰی کے خاتم الانبیاء ہونے سے بنی اسرائیل میں آئندہ کوئی نبی نہیں ہوسکتا اسی طرح نبی کریم کے بعد نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں اس بات کی بہت تلاش کی گئی کہ آیا حضرت مسیح موعود نے محمدی ختمیت کو عیسوی ختمیت کے کہیں مشابہ بھی قرار دیا ہے اور دوسرے اس مشابہت کی تکمیل کی غرض سے کہیں یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اسواسطے کوئی نبی نہیں آسکتا کہ آنحضرت صلعم ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں۔ جن

معنوں میں عیسیٰ علیہ السلام موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء ہے لیکن میں نے کسی ایک جگہ بھی ایسا لکھا ہوا نہیں پایا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے محمدی ختمیت کو عیسوی ختمیت سے کوئی مشابہت دی ہو اور یہ مشابہت ہو بھی کس طرح سکتی ہے جبکہ محمدی ختمیت اور عیسوی ختمیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے محمدی ختمیت سے حضرت نبی کریم صلعم تمام کمالات نبوت کو اپنے اندر اتم اور اکمل طور پر جمع کرنے والے ہیں اور عیسوی ختمیت سے حضرت عیسیٰ سلسلے انتقال نبوت کی ایک دلیل ٹھہرتے ہیں محمدی ختمیت سے آنحضرت صلعم آئندہ کے لئے خدا کے فیض پہنچانے کا ایک ذریعہ اور واسطہ ٹھہراتے ہیں لیکن عیسوی ختمیت سے حضرت عیسیٰ آئندہ کے لئے بنی اسرائیل کے لئے فیوض الٰہیہ کی روک کا ذریعہ ٹھہرتے ہیں۔ پس یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے کہ محض اسمی مشارکت سے عیسوی ختمیت کو محمدی ختمیت کی نظیر قرار دیا جائے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ نہ صرف جہالت ہی ہے بلکہ محمدی ختم نبوت پر ایک ایسا خطرناک حملہ کرنا ہے جس سے ایک شخص کا بشرطیکہ اسمیں ذرہ سی بھی محبت محمدی ختم نبوت سے ہو۔ دل کانپ اٹھتا ہے ونعوذ باللہ من ہذا البہتان

محمدی ختم نبوت اور عیسوی ختم نبوت میں بلحاظ غرض و غایت ضدین کا فرق ہے

عیسوی ختم نبوت	محمدی ختم نبوت
عیسوی ختم نبوت کی غرض انتقال نبوت اور اظہار امر ہے	محمدی ختم نبوت کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضہ کمال کرنا ہے۔
حوالہ نمبر ۲۰ خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۴ (عیسوی ختم نبوت کی غرض انتقال نبوت) "خدا تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ بن مریم کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا اور انکو بنی اسرائیل کا خاتم الانبیاء بنایا۔ اور نبوت کی انتقال کی ساعت کے لئے انکو دلیل ٹھہرایا"	**حوالہ نمبر ۲۳ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶-۹۷ حاشیہ** (محمدی ختم نبوت کی غرض افاضہ کمال اور نبی تراشی) "اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو خاتم بنایا یعنی افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوۃ بخشتی ہے اور آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"
حوالہ نمبر ۲۱ خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۴ (عیسوی ختم نبوت کی غرض اظہار غضب) "خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء اسلئے بنایا تاکہ اپنا غضب یہود پر ظاہر کرے پس"	**حوالہ نمبر ۲۴ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸**

خدا تعالیٰ نے ہلاک کیا جیسے پہلی امتوں کو ہلاک کیا تھا

حوالہ نمبر ۲۲ - اشتہار واجب الاظہار صفحہ ۳

خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے چودہ برس بعد اپنا مسیح ان میں بھیجا - جو لڑائیوں کا سخت مخالف تھا وہ درحقیقت صلح کا شہزادہ تھا اور صلح کا پیغام لایا لیکن بدقسمت یہودیوں نے اسکا قدر نہ کیا اسلئے خدا کے غضب نے عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے آخری اینٹ کر دیا ۔"

> عیسٰے علیہ السلام اس غرض سے نبوت کی آخری اینٹ ٹھہرائے گئے۔ تا خدا اپنا غضب ظاہر کرے۔

> محمدی ختم نبوت کی غرض افاضۂ کمال ہے جس کی مہر سے علاوہ محدثیت کے نبوۃ بھی مل سکتی ہے۔

جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا - اسکی نظیر محدود نہ تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اسکے نفس کے اندر کامل ہمدردی تھی اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اسے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہیں بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اسکی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہ ہوگا - اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جسکے لئے امتی ہونا لازمی ہے -

حوالہ نمبر ۲۵ - الوصیۃ صفحہ ۱۱ - ۱۲

> محمدی ختم نبوت کی غرض افاضۂ کمال ہے جس کی ذاتی فیض رسانی سے سب نبیوں سے بڑھ کر فیض حاصل ہوتا ہے

تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی - اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی - جو اسمیں موجود نہیں اسلئے اس نبوت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہے × × × لیکن یہ نبوت اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں - بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اسمیں فیض ہے -

نوٹ - مندرجہ بالا حوالے اس بات کا ثبوت ہیں کہ عیسوی ختم نبوت کی وجہ سے لاریب انقطاع سلسلہ نبوت ہوا ہے کیونکہ اس ختم نبوت کی غرض اظہار امر غضب اور انتقال نبوت ہے جو اس بات کو مستلزم ٹھہرا ہوا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد آپکی ختم نبوت کی غرض کو قائم رکھنے کے لئے سلسلہ نبوۃ کا بکلی انقطاع ہو جاوے یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بعد عیسٰے علیہ السلام نہیں ہوا لیکن محمدی ختم نبوت کی وجہ سے ہرگز ہرگز انقطاع نبوت لازم نہیں آتا کیونکہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضۂ کمال ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ محمدی ختم نبوت کی غرض کو قائم

رکھنے کے لئے آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوۃ آنحضرت صلعم کی مہر اور افاضہ سے چلے۔ اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ چونکہ محمدی ختم نبوت کی غرض اور عیسوی ختم نبوت کی غرض آپسمیں بالکل ضد اور برعکس واقع ہوئی ہے محمدی ختم کی غرض اظہار امر رحمت اور افاضہ کمال۔ عیسوی ختم نبوت کی غرض اظہار امر غضب اور انتقال نبوت اسلئے لازمی ہی کہ محمدی ختم نبوت اور عیسوی ختم نبوت اپنے اثر اور انجام کے رُوسے بھی بالکل منافی اور ضد ہوں اور وہ منشا ر پورا ہو ہی نہیں سکتا اس امر تک کہ مان لیا جاوے کہ عیسوی ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت لازم آتا ہی اور محمدی ختم نبوت کی وجہ سے ابراء اور جاری نبوت لازم آتا ہی پس اگر یہ مانا جائے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع اور امتناع نبوت ہوا ہی تو اسکے دوسرے لفظوں میں معنے ہونگے کہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ اظہار امر غضب اور انتقال نبوت کے لیے خاتم النبیین ٹھہرائے گئے ہیں کیونکہ انقطاع نبوت اظہار امر غضب کو لازم ٹھہراتا ہی پس کوئی مسلمان آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعالمین ماننا ہوا ہرگز یہ لفظ بھولکر بھی منہ سے نہ نکالیگا کہ نعوذ باللہ آپکی ختم نبوت کی وجہ سے بکلی انقطاع اور امتناع نبوت ہوگیا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا مانیگا تو اسکو لازم ہی کہ آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعلمین کی بجائے زحمۃ للعلمین اور تمام دنیا کے لئے ایک لعنت اور نحوست قرار دے ونعوذ باللہ من ہذا البہتان

فصل دوم

محمدی ختم نبوت اور اسکے امتیازی نشان

پہلی فصل میں ہمنے بتوفیق الٰہی بتمام وکمال نظیروں کے ساتھ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہی کہ محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کی رُو سے باب نبوت ہرگز مسدود نہیں ہوتا بلکہ برابر چلتا ہے اور نیز محمدی ختمیت کی آدم کی ختمیت کے ساتھ تکمیل مشابہت صرف ایک ہی فرد امت کا ہونا لازم کرتی ہی اور درحقیقت محمدی ختم نبوت سے نبوت کا جاری رہنا اور ایک نبی کا ہو جانا بھی ایک عظیم الشان امتیازی نشان ہی جو کسی غیر خاتم الانبیاء نبی میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔ لاریب کوئی نبی کسی دوسرے کو اپنے افاضہ روحانیہ اور کمال نبوت سے محدث سے بڑھکر نبی کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا لیکن خاتم الانبیاء نبی کا یہ ایک امتیازی نشان ہی کہ وہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے اگر خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت چاہے تو ایک اپنی کامل پیرو کو محدث سے بڑھکر نبی کے مقام پر بھی پہنچا سکتا ہے اور یقیناً پہنچا سکتا ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ خاتم الانبیاء کی اطاعت سے ہی نبی گر ہے کہ خاتم الانبیاء بجز خدا تعالیٰ کی

فیلنگ اور حکم سے ہر ایک کو بغیر کسی ضرورت حقہ کے نبی بناتا پھرے بلکہ جس طرح اور جن معنوں میں دیگر انبیاء محدث گ ہیں اسی طرح اور انہی معنوں میں حضرت خاتم الانبیاء نبی گر ہے اور نبی گر ہونیکے یہ بھی معنی نہیں کہ نبوت اب موہبت نہیں رہی بلکہ اجر عمل کے طور پر ملتی ہے تا ہر عامل کو ملجاوے بلکہ جس طرح محدثیت باوجود انوار نبوت سے مکتسب و مستفاد ہونیکے حقیقت میں محض موہبت ہی اکتساب نہیں بعینہ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا انوار نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاد ہو کر نبی ہونا نفس حقیقت میں محض موہبت ہے اکتساب نہیں کیونکہ انوار نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاد ہونا تو ایک شرط ہے نہ کہ علت اور اسکی غرض محض ختم نبوت کے نشان کو قائم رکھنا اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان کا اظہار کرنا ہے محض غلط اور بہتان عظیم ہے کہ آگے نبی خدا بناتا تھا اب آنحضرت صلعم بوجہ خاتم النبیین ہونیکے نبی بناتے ہیں اب بھی نبی خدا ہی بناتا ہے اور اسی سنت قدیمہ سے نبی بناتا ہے جس سنت پر وہ پہلے نبی بنایا کرتا تھا نبی تو نبی محدث بھی خدا ہی بناتا ہے اور اسی قدیم سنت کے ماتحت بناتا ہے جس طرح وہ پہلے بنایا کرتا تھا ہاں نبی صلعم کو خدا تعالے نے یہ عزت اور شرف بخشا ہے جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دیا گیا کہ اب نبی آنحضرت صلعم کے واسطہ اور ذریعہ سے بنتا ہے یعنی آپ ہی کی امت میں سے ہوتا ہے۔

محمدی ختم نبوت کا پہلا امتیازی نشان	آنحضرت صلعم کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور دوسرے انبیاء کی روحانی توجہ نبی تراش نہیں۔

حوالہ نمبر ۲۶۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶ حاشیہ

یہ وحی الہی کہ "خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا" اسکے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اس زمانہ میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جسمیں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے۔ اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلعم کا پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی ہے۔

آنحضرت صلعم کا نام الہامی زبان میں خدا کی مہر ہے اور جب وہ مہر خدا کی فیلنگ کے ساتھ اپنا کام کرتی ہے تو ایک محمدی کو نبی بنا دیتی ہے

حوالہ نمبر ۲۷۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ

اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپکو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنے آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

خاتم النبیین کے خصوصی معنے ایسا نبی جس کی روحانی توجہ نبی تراش ہے

نوٹ۔ خدا کی وحی میں آنحضرت صلعم کو خدا کی مہر قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کا خدا کی مہر ہونے

سے اسقدر شان بلند ہوا ہی کہ آپکی روحانی توجہ نبی تراش ہو اب ظاہر ہے کہ مہر ایک واسطہ ہوتی ہی کہ جس پر صاحب مہر لگانا چاہے اسی پر وہ لگتی ہے نہ کہ خود بخود بغیر صاحب مہر کی خواہش اور مرضی کے ہر ایک پر لگا کرتی ہے پس آنحضرت کو عالم وحی میں خدا کی مہر قرار دینا صاف یہ بات ثابت کرتا ہے کہ وہ مہر اپنی روحانی تاثیر کا کمال تام صرف اسی شخص پر ظاہر کر سکتی ہی جس پر خدا تعالیٰ کی مرضی ہو پس یہ اعتراض کہ خدا کی مہر ۱۳۰۰ سو سال تک کہاں رہی کیا آنحضرت صلعم میں نقل تھا یا امت کے افراد کامل سب کے سب نالائق تھے اس سے رد ہو جاتا ہی کہ مہر تو خدا کی ہی جس پر وہ چاہے اسی پر اسکو لگاتا ہی یہ اس خدا سے پوچھو جس نے سوائے مسیح موعود کے اور سب کو اس مہر کی تاثیرات سے کامل حصہ لینے سے روک رکھا یہ سوال تو ہم پر نہیں بلکہ خدا پر ہی خدا نے اپنی حکمت کاملہ اور مصلحت بالغہ کے ماتحت صرف ایک پر ہی اپنی مہر لگائی اور پر نہیں لگائی۔

محمدی ختم نبوت کا دوسرا امتیازی نشان

آنحضرت صلعم کی مہر سے علاوہ محدثیت کے نبوۃ بھی مل سکتی ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مہر سے نبوت نہیں ملتی۔

مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد اسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہے جس قسم کی نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام کے امتیوں کو ملتی رہی ہے اور وہ نبوت محدثیت ہی نبوت نہیں گویا آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے محدثیت سے بڑھکر نبوت نہیں مل سکتی۔ اور آپکی ختم نبوت کا کوئی امتیازی کمال نہیں لیکن ہم ذیل کے حوالوں میں صریح طور سے دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا امتیازی کمال ہی صرف یہ ہے کہ ایک کامل محمدی کو آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے محدثیت کے اوپر نبوت بھی مل سکتی ہے اور اگر بفرض محال مانا جاوے کہ آنحضرت صلعم کے کمال نبوت کی وجہ سے صرف محدثیت ہی ملتی ہے نبوت نہیں مل سکتی تو اسمیں آنحضرت صلعم کی کوئی امتیازی خصوصیت قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ محمدی ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر سے نہ صرف دیگر انبیاء کی طرح محدثیت ہی ملتی ہے بلکہ ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے نبوت بھی مل سکتی ہے۔

حوالہ نمبر ۸۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷

مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اسکی نظر محدود نہ تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کوئی قصور نہ تہا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اسکے

[illegible]

نفس کے اندر کامل طور پر موجود تھی اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

حوالہ نمبر ۲۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵

اور اسکی امت کے لئے کبھی قیامت تک مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔

خاتم الانبیاء کے خصوصی معنے ایسا نبی جس کی مہر سے ایک محمدی کو علاوہ مکالمہ و مخاطبہ کے نبوت بھی مل سکتی ہے

حوالہ نمبر ۳۰ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۸ حاشیہ

اس امت میں آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا ہے جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو اگرچہ کہ باقی تمام لوگ اکثر موسوی امت میں ناقص پائے جاتے ہیں جو انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کچھ نہیں پایا۔ بلکہ براہ راست نبی کئے گئے۔

آنحضرت کے کمال فیضان کی امتیازی خصوصیت امت محمدیہ میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک امتی نبی بھی ہوا دوسرے انبیاء کی امت میں امتی نبی کی نظیر نہیں

حوالہ نمبر ۳۱ (الحکم ۱۷- اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ خاتم ہیں آپ کی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے۔

خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہی

حوالہ نمبر ۳۲ (الحکم ۱۷- اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

آنحضرت کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکے گی × × روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری رہیگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور پر وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ کی مہر ہوگی۔

خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہی

حوالہ نمبر ۳۳ (الحکم ۱۷- اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے مگر آپ میں سے ۔ ۔ ہو کر اور آپ کی مہر سے

خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے

حوالہ نمبر ۳۴ (الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۳)

خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جس کی مہر اور اذن سے نبوت کا سلسلہ جاری ہے

آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی مہر اور اذن سے نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔

حوالہ نمبر ۳۵ (الحکم ۲۴۔نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

خاتم النبیین کا خصوصی امتیاز — **[illegible]**

اصل بات یہ ہے کہ آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہے جیسا کہ لفظ لٰکن ظاہر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ آیندہ جو نبوت یا رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلعم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جب تک وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض کل آپ کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

حوالہ نمبر ۳۶ (الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰ کالم ۳)

خاتم النبیین کے معنی ایسا نبی جو چشمہ افادات وفیض نبوت ہے

ہم رسول اللہ صلعم کو چشمہ افادات مانتے ہیں۔ ایک چراغ اگر ایسا ہو جس سے کوئی دوسرا روشن نہ ہو وہ قابل تعریف نہیں مگر رسول اللہ صلعم کو ہم ایسا نور مانتے ہیں کہ آپ سے دوسرے روشنی پاتے ہیں۔

محمدی ختم نبوت کا تیسرا امتیازی نشان

آنحضرت صلعم پر ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہیں دوسرے انبیاء پر تمام کمالات نبوت ختم نہیں۔

حوالہ نمبر ۳۷ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹)

آنحضرت صلعم کا امتیازی فخر خاتم الانبیاء ہونے سے تمام کمالات نبوت آنحضرت پر ختم ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔

حوالہ نمبر ۳۸ (الحکم ۲۴۔نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

محمدی ختم نبوت کے معنے تمام کمالات نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہیں

آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ جمیع کمالات نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوگئے ہیں۔

حوالہ نمبر ۳۹ مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۷

[illegible]

و از لفظ ختم نبوت مراد ما ختم کمالات نبوت است بر رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم و او از ہمہ پیغمبران افضل است و اعتقاد میداریم کہ بعد از او ہیچ پیغمبر نیست مگر آنکہ از امت او باشد از روحانیت او

از فیض یافتہ بلشد پس در چنیں نبوت وجود غیری نیست و نہ مقام غیرت است

حوالہ نمبر ۴۷ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵

ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں۔	ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہوئے ہیں

محمدی ختم نبوت کا تیسرا امتیازی نشان لازم کرتا ہے کہ نبوت محمدیہ کے کمال کے ثبوت کیلئے امت محمدیہ میں سے کوئی نبی ضرور ہو

جبکہ ثابت ہے کہ ختم نبوت کے معنے یہ ہیں کہ ختم کمالات نبوت۔ اور آنحضرت صلعم پر تمام کمالات نبوت کا ختم ہونا ہی محمدی ختم نبوت کا ایک خاص فخر اور امتیازی نشان ہے تو ان معنوں کی رو سے لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ میں نبوت محمدیہ کے کمال کے ثبوت کے لئے ضرور بالضرور کوئی نبی ہو اور اسکے سوا ماننا کہ آنحضرت صلعم پر ختم نبوت سے تمام کمالات نبوت ختم ہیں ایک دعویٰ بادلیل ہے جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امت میں باوجود اس کے کہ ان کو فخر حاصل نہیں کہ ان پر ختم نبوت کیجاتی یعنے تمام کمالات نبوت ان پر ختم کئے جاتے ان کی کمال نبوت کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالیٰ محدث بناتا رہا تو نبوت محمدیہ کے کمال کو ثابت کرنیکے لئے لازم ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی نبی بناوے کیونکہ نبوت محمدیہ کا کمال دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کمال کی طرح صرف یہیں تک ہی محدود نہیں کہ اپنے اندر ایک حد تک نبوت کے کمالات رکھے بلکہ ان تمام نبوتوں سے بڑھکر نبوت محمدیہ میں یہ کمال ہے کہ اپنے اندر ممکن حد تک تمام کمالات نبوت رکھتی ہے پس نبوت محمدیہ کے اس کمال کو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ اسکے کمال کے ثبوت کے لئے امت محمدیہ میں صرف محدث ہی نہ کرے بلکہ نبی بھی کرے تاکہ محمدی ختم نبوت کا کمال ثابت ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

سوال۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس امت میں سے کیونکر نبی ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالےٰ نے نبوت پر مہر لگا دی ہے۔

جواب۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے اس شخص کا نام نبی اسلئے رکھا ہے تا ہمارے سردار خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کمال ثابت ہو پس

کمالات نبوت کے [illegible] نبی کا ہونا لازمی ہے
ختم نبوت [illegible] کمال [illegible]
نبوت [illegible] ختم کمالات

تحقیق اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا ثبوت متحقق نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس امت کا کمال ثابت نہ ہو اور اسکے سوا کوئی دعویٰ کرنا عقلمندوں کے نزدیک بلا دلیل ہے اور اس کامل فرد پر نبوت کے ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت کے تمام کمالات اس فرد پر ختم ہو گئے اور بڑے کمالات میں سے نبی کا کمال افاضہ میں ہوتا ہے اور یہ ثابت نہیں ہو سکتا جبتک کہ کوئی نمونہ اسکی امت میں پایا جائے۔

محمدی ختم نبوت کا چوتھا نشان آنحضرت صلعم کی مہر سے تمام نبوتیں تصدیق پاتی ہیں دوسرے انبیاء کی نبوتیں محتاج تصدیق ہیں۔

حوالہ نمبر ۴۲ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ جمیع کمالات نبوت و رسالت آپ پر ختم ہو گئی ہیں اور ایک یہ بھی کہ جیسے بادشاہ کی مہر کے بغیر کوئی حکم نہیں ہو سکتا اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر کے بغیر کوئی نبوت سے استفادہ نہیں کر سکتا۔

(ختم نبوت کے معنے آنحضرتؐ کی تصدیق کے بغیر کوئی نبوت نہیں ہو سکتی)

حوالہ نمبر ۴۳ (الحکم ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹)

خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپکی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی ہے۔ جب مہر لگجاتی ہے۔ تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح آنحضرت صلعم کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔

(خاتم النبیین کے معنے ایسا نبی جس کی مہر سے تمام نبوتیں تصدیق پاتی ہیں۔)

نوٹ۔ ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلعم کی تصدیقی مہر نہیں۔ اور اگر بغیر تصدیقی مہر آنحضرت صلعم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اسکے دوسرے معنے یہ ہونگے کہ وہ نبوت صحیح نہیں ہم ذیل میں ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر تصدیق کے بغیر دوسرے تمام نبیوں کی بھی نبوت صحیح نہیں ٹھہر سکتی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"جسکا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضرت عیسیٰ کی نبوت کو بھی اسی کے وجود سے رنگ اور رونق ہے ورنہ حضرت مسیح موعود کی نبوۃ پر اگر گذشتہ مضمون کو الگ کر کے کوئی زندہ ثبوت مانگا جائے تو ایک ذرہ کے برابر بھی ثبوت نہیں مل سکتا۔" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۹

محمدی ختم نبوت کا پانچواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم صرف نبی امت ہی نہیں۔ بلکہ

نبی الانبیاء بھی ہیں لیکن دوسرے تمام انبیاء صرف نبی امت ہی ہیں۔ نبی الانبیاء نہیں۔

حوالہ نمبر ۴۴۔ چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹

آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ کا ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔

حوالہ نمبر ۴۵ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔

حوالہ نمبر ۴۶۔ ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۴

ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔

حوالہ نمبر ۴۷ چشمہ مسیحی صفحہ ( )

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کامل کی پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے اندھے کہتے ہیں کہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے؟

حوالہ نمبر ۴۸ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ کالم ۳

بات یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپ کی امت میں ہی نبوت ہے۔ اور نبی ہیں۔

حوالہ نمبر ۴۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ حاشیہ

آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیا ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔

حوالہ نمبر ۵۰ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ حاشیہ)

یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے ہیں پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونیکے دوسروں پر علوم غیب کے دروازے بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوۃ اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے

> خاتم الانبیاء کے معنے نبی الانبیاء کیونکہ اسکی امت میں نبی اور صدیق ہیں اور قرآنی اصطلاح والی نبوت اور رسالت اسکی امت کو بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے مل سکتی ہے

حوالہ نمبر ۵۱ (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۱۳ء صفحہ ۹ کالم ۲)

آنحضرت صلعم کی امت میں سے ہزاروں انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا۔ اور نبوت کے آثار اور برکات ان کے اندر موجود تھے مگر نبی کا نام انپر صرف شان نبوت اور سد باب نبوت کی خاطر انکو اس نام سے ظاہرًا ملقب نہ کیا گیا مگر دوسری طرف چونکہ آنحضرت صلعم کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا۔ اور نبوت کے انوار جاری تھے جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے اور آپ کے نور سے نبوت جاری بھی ہے اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا یہ بھی ضروری تھا کہ اسے ظاہرًا بھی شائع کیا جاوے تاکہ موسوی سلسلہ کے نبیوں کے ساتھ آپکی امت کے لوگ بھی مماثلت کو پورا کریں اسلئے صاف طور سے (مسیح موعود کے حق میں) نبی اللہ کا لفظ فرمادیا اور اسطرح دونوں امور کا لحاظ نہایت حکمت اور کمال لطافت سے رکھ لیا گیا۔

> خاتم الانبیاء کے معنی نبی الانبیاء کیونکہ ہزارہا افراد کاملہ نے بغیر نبی کے نام سے ظاہرًا ملقب ہونے کے درجہ نبوت پایا اور ایک نے یعنی مسیح موعود نے علاوہ درجہ نبوت پانے کے ظاہرًا نبی کا نام بھی پایا

نوٹ۔ الحکم میں اصل عبارت یوں ہے۔ "مماثلت کے پورا کرنیمیں صاف طور سے نبی اللہ کا لفظ فرمادیا"

حوالہ نمبر ۵۲ (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱)

یہ کسقدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جو آنحضرت صلعم کی امت مکالمہ مخاطبہ سے بے نصیب ہے اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی مشابہ لوگ پیدا ہونگے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے وہ نبی ہوگا اور ایک پہلو سے وہ امتی وہی مسیح موعود کہلائیگا۔

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ اسکی امت میں ہزارہا کالانبیاء بنی اسرائیل ہیں ہوئے

حوالہ نمبر ۵۳ حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷

واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جاویگا یعنے اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہوسکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا ..... الخ

آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر بھی امتی امت سے نبی ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۵۴ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی آنیوالا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں

آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر بھی ... نبی ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۵۵ ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۲

قرآن سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لتؤمنن بہٖ ولتنصرنہ پس اسطرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلعم کی امت ہوئے

آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر بھی تمام انبیاء آپ کی امت ... انبیاء امتی ہیں

نوٹ۔ وہ لوگ غور کریں جو کہا کرتے ہیں کہ نبی کسی کی امت نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء حضرت نبی کریم صلعم کی نص قرآنی کی رو سے امت ہیں پھر باوجود امت ہونیکے وہ نبی بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کا آنحضرت صلعم کی امت ہونا اصالتًا اور بالفعل طور سے نہیں پس لتؤمنن ولتنصرنہ کو گذشتہ انبیاء کی نسبت دیکر اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمام انبیاء گذشتہ بالفعل آنحضرت صلعم کی امت ہونیکے لئے من حیث الظل دوبارہ مبعوث ہونگے اور اسی طرح اپنا امتی ہونا ثابت کرینگے اور وہ تمام انبیاء کا مظہر ہوکر مسیح موعود ہے جو ایک طرف آنحضرت کا امتی بالفعل بنکر آنحضرت صلعم کو نبی الانبیاء ثابت کرتا ہے اور دوسری طرف نص صریح کے رُو سے وہ رسل اور انبیاء ہے

حوالہ نمبر ۵۶ (نزول المسیح صفحہ ۴)

اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدائے حکیم وعلیم نے وضع دنیا دوری رکھی ہے یعنے بعض نفوس بعض کے مشابہ ہوتے ہیں نیک نیکوں کے مشابہ اور بد بدوں کے مشابہ مگر ! ایں ہمہ یہ امر مخفی ہوتا ہے اور زور شور سے ظاہر نہیں ہوتا لیکن آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو پس اسنے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھدیا چنانچہ آدم ابراہیم۔ نوح موسیٰ داؤد۔ سلیمان یوسف یحیٰی عیسےٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس

آنحضرت صلعم بیشک خاتم الانبیاء ہیں مگر ... تمام انبیاء ... کی صفات ... تمام انبیاء گذشتہ ... پیدا ہوں گے

امت میں پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب سے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے انکا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

نوٹ۔ وہ لوگ جو بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں تو پھر ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں ان کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا حوالے کو دو چار دفعہ خوب غور سے پڑھیں حضرت مسیح موعود کا پیدا ہونا گویا تمام انبیاء گذشتہ کا اس امت میں پیدا ہو جانا ہے اس طرح حضرت نبی کریم یقیناً نبی الانبیاء بنتے ہیں کیونکہ آپکی امت میں ایک ایسا نبی ہے جو تمام انبیاء گذشتہ کی جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے جیسے ایک مہر پندرہ روپوں کی جامعیت اپنے اندر رکھتی ہے اور ایک مہر کا ہونا یقیناً پندرہ روپوں کا ہونا ہے پس آنحضرت صلعم کی امت میں ایک ہی ایسے نبی کا ہو جانا جو اپنے اندر ایک مہر کی طرح تمام گذشتہ انبیاء کی جامعیت رکھتا ہے ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت نہ صرف نبی امت ہی ہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں۔

حوالہ نمبر ۵۵ اور حوالہ نمبر ۵۶ کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ میثاق النبیین میں نبیین کا حقیقی اور ظاہر مصداق مسیح موعود ہے جس نے آنحضرت صلعم کی امت میں پیدا ہو کر آنحضرت صلعم کی کھلے طور پر نصرت اور تائید کی اور جو کھلے طور پر نبی بنکر آنحضرت صلعم کی امت ہے۔

حوالہ نمبر ۵۷ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۴

[illegible]

سورہ فاتحہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ امت امت وسط ہے اور ترقیات کے لئے ایسی استعداد رکھتی ہے کہ ممکن ہے بعض انمیں سے انبیاء ہو جاویں اور یہ بھی استعداد انمیں ہے کہ یہانتک پست اور تنزل ہو جاوے کہ بعض انمیں سے یہودی اور جنگل کے بندروں کی طرح لعنتی ہو جاویں۔ یا گمراہ ہو جاویں اور نصرانی ہو جاویں۔“

حوالہ نمبر ۵۸ کشتی نوح صفحہ ۴۴

[illegible]

”خدا تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں آیت اہدنا الصراط المستقیم میں بشارت دی ہے کہ اس امت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی بھی نعمت پائینگے نہ یہ کہ نرے یہودی بنیں یا عیسائی بنیں۔“

حوالہ نمبر ۵۹

[illegible]

اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ... صاف کہہ رہی ہے کہ اس امت کے بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جائیگا اور نیز یہ کہ گذشتہ کفار کے عادات بھی بعض منکروں کو دیجائینگی

اور بڑی شدومد سے آئندہ نسلوں کی گذشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائینگی چنانچہ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جاوینگے اور ایسا ہی مسیحوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا۔

حوالہ نمبر ۶۰ ۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپکی امت میں وقتاً وقتاً نبی آتے رہینگے

یہ دعا کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ یقینی اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔"

حوالہ نمبر ۶۱ ۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۵

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں۔ کیونکہ آپ کی امت میں نبی ہیں

"اب لازم ہے کہ تین فرقوں میں جس کے تم وارث ہو تفریق نہ کرو۔ ممکن نہیں کہ کوئی یہودی نبی اسرائیل میں سے یا کوئی نبی آسمان سے نہ بھلے پاس آوے بلکہ یہ سب اسی امت کے نام ہیں۔"

حوالہ نمبر ۶۲ ۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۳۸

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپکی امت میں صدیق اور نبی ہیں

خود اسنے قرآن شریف میں یہ دعا سکھائی ہے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ دکھلا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا فضل اور انعام ہوا۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ وہی فضل اور انعام جو تمام نبیوں اور صدیقوں پر پہلے ہو چکا ہے وہ ہم پر بھی کر اور کسی فضل سے ہمیں محروم نہ رکھ۔ یہ آیت اس امت محمدیہ کو اسقدر عظیم الشان امید دلاتی ہے جسمیں کوئی گذشتہ امت شریک نہیں ہے کیونکہ تمام انبیاء کے متفرق کمالات تھے اور متفرق طور پر انپر فضل اور انعام ہوا۔ اب اس امت کو یہ دعا سکھائی گئی کہ ان تمام متفرق کمالات کو مجھ سے طلب کرو پس ظاہر ہے کہ جب متفرق کمالات ایک جگہ جمع ہو جائینگے تو وہ مجموعہ متفرق کی نسبت بہت بڑھ جائیگا اسی لئے کہا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنے تم اپنے کمالات کے رو سے سب امتوں سے بہتر ہو

حوالہ نمبر ۶۳ ۔ (کشتی نوح صفحہ ۴۳)

> آنحضرت صلعم نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپ کی امت میں ایک ایسا فرد ہے۔ جو کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوا

سورہ فاتحہ میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق وصفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائینگے اور نبوت و رسالت کی نعمتیں پالینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہو جائینگے جن پر دنیا میں بھی عذاب

نازل ہوگا اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہن لینگے × × × بس یہ صورت پیشگوئی کو رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جاوے۔

حوالہ نمبر ۶۴ کشتی نوح صفحہ ۴۴

یہ خدا پر بدظنی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی بدی کا تو حصہ دار ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ ان کا نام یہود بھی رکھدیا مگر ان کے رسولوں اور نبیوں کے مراتب میں سے اس امت کو کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شر الامم ہوئی کہ ہر ایک نمونہ شر کا ان کو ملا مگر نیکی کا نمونہ نہ ملا کیا یہ ضروری نہیں کہ اس امت میں بھی کوئی نبیوں اور رسولوں کے رنگ میں نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور ان کا ظل ہو۔

(حاشیہ: امت محمدیہ میں نبیوں اور رسولوں کے رنگ میں آنحضرت صلعم کی اتباع سے ...)

محمدی ختم نبوت کا چھٹا امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم شمس منیرہ ہیں جس کے بعد بدر اور ستارے ہیں لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام شمس منیرہ نہیں اور نہ ان کے بعد کوئی بدر ہے۔

حوالہ نمبر ۶۵ (کرامات الصادقین صفحہ ۶۱)

"وان رسول اللہ شمس منیرۃ بعد رسول اللہ بدر و کوکب"

اور کہ رسول اللہ صلعم شمس منیرہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے بعد بدر اور ستارے ہیں۔"

(حاشیہ: آنحضرت صلعم شمس منیرہ ہیں اور آپ کے بعد بدر اور ستارے ہیں)

حوالہ نمبر ۶۶ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴)

تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنے اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا ہے۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنیکا وقت ہے یعنی جمالی خدمات کے ایام ہیں۔

(حاشیہ: جلالی رنگ آنحضرت صلعم سورج ہیں۔ آنحضرت ... مسیح موعود چاند ہے)

نوٹ۔ محمدی ختم نبوت کا یہ امتیازی نشان بھی صاف اور صریح اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ضرور بضرور نبوت کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نظام روحانیت میں روحانی سورج ہیں جیسے کہ نظام عالم میں جسمانی سورج ہے اور ظاہر ہے کہ سورج کے بعد سلسلہ فیض نورانیت منقطع نہیں ہو جاتا۔ بلکہ سورج کے واسطہ اور فیض سے وہ نورانیت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور وہ سورج کی نورانیت کو دنیا تک پہنچانے والے

ہزارہا ستارے ہیں اور ایک انہیں سے چاند بھی ہے جو علیٰ وجہ الاتم ظلی طور پر سورج کے جمیع کمالات کا جمالی رنگ میں بالفعل جامع ہے پس آنحضرت صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا سلسلہ نبوت کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کے واسطے اور فیض سے یہ سلسلہ نبوت برابر چلتا ہے ہاں اس سلسلہ نبوت کے افراد میں سے آنحضرت صلعم کے بعد ظاہر ہوا اور بالفعل طور سے نبی کہلانیکا صرف وہی مستحق ہو سکتا ہے جو علیٰ وجہ الاتم جمیع کمالات محمدیہ کا ظلی طور پر بالفعل جامع ہو جیسا کہ چاند ہے اور ظاہر ہے کہ چاند کی طرح ایسا شخص صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جو روحانی سلسلہ نبوت میں روحانی سورج یعنے آنحضرتؐ کے بعد نبی کہلانے کا مستحق ہو یہی وجہ ہے کہ دوسرے اولیاء امت نبی کہلانے کے مستحق نہیں اور صرف ایک مسیح موعود ہی نبی کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ روحانی اور جسمانی نظام کی تکمیل مشابہت کیلئے لازمی ہے کہ روحانی سورج کے بعد ہزارہا روحانی ستارے ہوں لیکن روحانی چاند ان میں سے صرف ایک ہی ہو۔

نظام شمسی میں گو بہت بڑے بڑے سیارے ہیں اور سورج کی طرح اپنی الگ مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور بعض ان میں سے ایسے سیارے ہیں جو اپنے گرد گھومنے والے کئی کئی اقمار رکھتے ہیں لیکن اس زمین کے لئے سورج صرف ایک ہی ہے اور سورج کے مقابل باقی سب اسکے ظل ہیں اور سورج کے فیضیافتہ اظلال بہت سے ستارے ہیں لیکن ان تمام فیضیافتہ اظلال شمسی میں سورج کا ایک ظل جو علیٰ وجہ الاتم سورج کے جمیع کمالات کا بالفعل جامع ہے چاند ہے جو صرف ایک ہی ہے اور تمام فیضیافتہ اظلال شمسی سے بدرجہا بڑھکر ہے لیکن وہ نہ صرف فیض یافتہ اظلال شمسیہ سے بھی بڑھکر ہے بلکہ بوجہ شمس کا ظل کامل ہونے کے بعض ان سیاروں اور اقمار اور ستاروں سے بھی اپنی شان نورانیت اور تاثیر میں بڑھکر ہے جو سیارے یا ستارے یا اقمار اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور سورج کی طرح اپنی ذاتی روشنی رکھتے ہیں بعینہ اسی طرح روحانی نظام شمسی میں گو بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام ہوئے جو آنحضرت صلعم کی طرح خود اپنی مستقل ذاتی حیثیت رکھتے تھے اور بالکل نئی شریعت اور نئی عمارت نبوۃ کو قائم کرنے والے تھے اور اپنے دین کی شوکت کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ ان کی شریعت کے ماتحت کئی ایک انبیاء مبعوث کرتا رہا لیکن ان تمام افراد نبوت میں بمنزلہ سورج صرف ایک ہی ہے یعنے آنحضرت صلعم دیگر انبیاء بمنزلہ مستقل سیاروں اور مستقل اقمار کے ہیں اور روحانی سورج کے فیض یافتہ اظلال میں سے گو ستارے یعنے مجددین اور ائمہ اور اولیاء بہت سے ہیں لیکن روحانی چاند صرف ایک ہی ہے یعنے مسیح موعود جو بوجہ روحانی سورج کا ظلی طور پر جمیع کمالات کا علیٰ وجہ الاتم بالفعل جامع ہونیکے نہ صرف فیضیافتہ اظلال محمدیہ ہی سے بڑھکر ہے بلکہ ان انبیاء سے اپنی شان و شوکت میں بڑھکر ہے جو آنحضرت صلعم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

پھر ایک لطیف بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ کو ستارے قرار دیا اور انہیں سے بعض کو بعض انبیا کے نام بھی دئے اور بطور قاعدہ کلیہ کے بتایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جس سے یہ بتمام و کمال ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اسرائیل کے مقابل آنحضرت صلعم نے اپنے فیضیافتہ اظلال یعنی ستارے پیش کئے ہیں۔ اسلئے انبیاء بنی اسرائیل ستارے ہوئے لیکن مسیح موعود کو نبی اللہ اور اسمہ کاسمی و یدفن معی فی قبری فرما کر اسکو اپنا بمنزلہ کامل قرار دیا ہے بعد اپنے مقابل ٹھہرایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل بمنزلہ مستقل سیاروں اور اقمار کے تھے اور امت محمدیہ کے افراد کاملہ بمنزلہ فیضیافتہ ستاروں کے تھے جو مستقل ستاروں اور سیاروں کے مقابل پر ہیں اور مسیح موعود کو آنحضرت صلعم نے اپنا فیضیافتہ چاند قرار دیا۔ فتدبر

محمدی ختم نبوت کا ساتواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم مجمع اور منبع تمام فیوض نبوت کے ہیں۔ دوسرے انبیاء ایسے نہیں۔

حوالہ نمبر ۶۷۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۶

> نبوت کاملہ فیض ازلی نبی ہی کو ختم المرسلین کی شان ہی

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں × × × × اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کسی فضیلت کا دعوی کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے

محمدی ختم نبوت کا آٹھواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے لئے خدا نے چاہا ہے کہ وہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ رہے اور وہ من حیث الظل بذریعہ اپنے روحانی خلیفوں کے تا بقیامت اپنی زندگی کا ثبوت دیتا رہے۔ دوسرے انبیاء کے لئے خدا نے ہمیشہ کی زندگی کو نہیں چاہا۔

(نوٹ) بطور قاعدہ کلیہ کے قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہی کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۶۸۔ شہادت القرآن صفحہ ۵۳

انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں

اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض الجزو نمبر ۱۳ یعنے جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین پر باقی رہتی ہے اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والے گروہ انبیاء ہیں کہ جو خوارق سے معجزات سے پیشگوئیوں سے حقائق سے معارف سے اپنی راستبازی کے نمونہ سے انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں اور حق کے طالبوں کو دینی نفع پہنچاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ بہت مدت تک نہیں رہتے بلکہ تھوڑی سی زندگی بسر کر کے اس عالم سے اٹھائے جاتے ہیں لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام خلاف واقع ہو پس انبیاء کی طرف نسبت دیکر معنے آیت کے یوں ہونگے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انہیں کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے

نوٹ۔ اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کے من حیث الظل باقی رہنے میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے من حیث الظل باقی رہنے میں دو فرق ہیں (۱) آنحضرت صلعم کی زندگی کا ثبوت بذریعہ آپ کے فیضیافتہ روحانی افراد کاملہ کے ہمیشہ تک تا بقیامت ملتا رہیگا لیکن دوسرے انبیاء کی زندگی کا ثبوت بذریعہ ان کے فیضیافتہ روحانی افراد کاملہ کے اگر ملتا ہے تو بہت کم اور ایک بالکل محدود زمانہ تک (دوم) آنحضرت صلعم کے بعد دوسرے انبیاء آنحضرت صلعم کے ہی فیضیافتہ افراد کامل کے ذریعہ اپنی زندگی کا ثبوت دینگے نہ کہ بجائے خود آنحضرت صلعم سے الگ ہو کر یعنے اگر خدا کسی پہلے نبی کی زندگی کو من حیث الظل باقی رکھنا چاہے اور کسی ضرورت کے وقت میں کسی اپنے بندہ کو ظلی طور پر اسکا نظیر اور مثیل پیدا کرنا چاہے تو اس نبی کی امت میں وہ نظیر اور مثیل پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ نظیر بھی آنحضرت صلعم کی ہی امت سے پیدا ہوگا۔

حوالہ نمبر ۶۹ ـ کشتی نوح صفحہ ۱۳

آنحضرت صلعم ابدی زندگی اور روحانی فیض رسانی سے تکمیل عمارت اسلام کیلئے مسیح موعود کا آنا

"نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو بھیجا جسکا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا"

محمدی ختم نبوت کا نواں امتیازی نشان۔ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔

حوالہ نمبر ۷۰ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ

ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت سے فیض اور ہدایت پائینگے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔

(حاشیہ: ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں)

حوالہ نمبر ۷۱ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

اور اس تقریر سے یہ بات پایۂ ثبوت پہنچ گئی کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ × × × ×

(حاشیہ: ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلعم کا دوبارہ آنا وعدہ دیا گیا ہے)

حوالہ نمبر ۷۲ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہے ہیں مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلعم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث کے غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے۔

(حاشیہ: قرآن شریف آنحضرت صلعم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے)

حوالہ نمبر ۷۳ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴ حاشیہ (گذشتہ سے پیوستہ)

اور حاصل اس آیت کریمہ یعنی وآخرین منہم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلعم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونیکے اسجگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئیگا اور مہدی معہود اسکے آخر میں ظاہر ہوگا۔ تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت ہوگی لیکن درحقیقت آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ نئے سر سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرت صلعم دوبارہ مبعوث

(حاشیہ: [illegible])

ہو کر دنیا میں آگئے ہیں یہی معنی اس آیت کے ہیں کہ و آخرین منہم لما یلحقوا بہم

حوالہ نمبر ۷۴ (گذشتہ سے پیوستہ)

پس یہ خبر جو آنحضرت صلعم کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کیساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا۔

حوالہ نمبر ۷۵ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ حاشیہ

جیسا کہ مومن کیلئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدی × × × × دوسرا بعث احمدی

نوٹ - ان حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ محمدی ختم نبوت کا یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان امتیازی نشان ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعثت ہیں لیکن اسکے مقابل کسی دوسرے نبی کے دو بعث نہیں بلکہ ہر ایک نبی کا ایک ہی بعث ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنا دوسرا بعث بروزی رنگ میں مسیح موعود کے ذریعہ سے پورا کیا اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں اور یہ بھی ایک ثابت شدہ امر ہے کہ کسی نبی کا ظلی وجود جو اس نبی کی ظلی زندگی کا ثبوت ہو نبی نہیں ہوا۔ بلکہ تمام انبیاء کے ظلی وجود اولیاء ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آنحضرت صلعم کو یہ ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے فیضیافتہ اظلال جو آپکی زندگی کا ثبوت ہیں سب کے سب اولیاء ہی نہیں بلکہ ان وجودوں میں سے ایک نبی بھی ہے جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم نے اپنی دوسری بعث کو پورا کیا اور اگر یہ مانا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا موعود ظلی وجود نہیں بلکہ وہ بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے ظلی وجودوں کی طرح ایک ولی ہی ہے تو اس سے آنحضرت صلعم کی کوئی امتیازی خصوصیت قائم نہیں ہو سکتی حالانکہ آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص خصوصیت دی گئی ہے کہ وہ ایک دفعہ یعنی چھٹے ہزار کے آخر میں اپنے ظلی وجود یعنی مسیح موعود کے ذریعہ سے اپنی ظلی زندگی کا ایک خاص طور سے ثبوت دینگے جس کی نظیر کسی اور نبی میں ہرگز ہرگز پائی نہیں جاتی پس آنحضرت صلعم جیسے کہ باعتبار زمان کے ہمیشہ کے لئے صرف ایک ہی زندہ نبی ہیں ایسا ہی باعتبار مکان کے بھی صرف وہ ایک زندہ نبی ہیں جو اپنی ظلی زندگی کا ثبوت نہ صرف دیگر انبیاء کی طرح بذریعہ اولیاء کے ہی دینگے۔ بلکہ بذریعہ ایک نبی کے بھی دینگے فتدبروا!

چونکہ محمدی ختم نبوت کا عظیم الشان امتیازی نشان یہ ہے کہ بہ مقابلہ دیگر انبیاء کے آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں اسلئے لازمی ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ کا موعود جو ظلی وجود ہو وہ ایک نبی ہو

آیت وآخرین منہم سے زمانہ آخری میں ایک نبی کے ظہور کی پیشگوئی

حوالہ نمبر ۷۶ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷

وآخرین منہم لما یلحقوا بہم یعنی آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں اس سے تعلیم اور تربیت پاویں پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہوگا اسلئے اسکے اصحاب آنحضرت صلعم کے اصحاب کہلائینگے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کرینگے بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے جنھوں نے آنحضرت صلعم کو نہیں دیکھا۔

آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا وآخرین من الامۃ بلکہ فرمایا وآخرین منہم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منہم کی ضمیر صحابہ کی طرف راجع ہے لہٰذا وہی فرقہ منہم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت صلعم کا بروز ہو

محمدی ختم نبوت کا دسواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا جو صاحب شریعت ہو۔ یا بدوں توسط آنحضرت صلعم کے پہلے سے ہی نبوت حاصل کر چکا ہوا ہو۔ یا بعد میں کرنیکا مدعی ہو لیکن آنحضرت صلعم کے واسطہ اور فیض سے نبوت کا دروازہ مسدود نہیں ہوا۔

حوالہ نمبر ۷۷ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے وہ بند ہے

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جبتک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا۔

حوالہ نمبر ۷۸ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

آنحضرت صلعم کے بعد بلا واسطہ کوئی نبی ...

کسی حدیث صحیح سے اسبات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں۔

حوالہ نمبر ۷۹ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

براہ راست نبوت کا دروازہ بند ہے

جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اسکا انہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور امتی بھی مگر کیا مریم کا بیٹا امتی ہو سکتا ہے یہ کون ثابت کریگا۔ کہ

براہ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے درجہ نبوت پایا تھا۔

حوالہ نمبر ۸۰ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لیے یہ بھی بد قسمتی کا دن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آ جائے گا کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپکی ختم نبوت کی مہر کو توڑ دیگا اور آپکی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لیگا اور آپکی پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست مقام نبوت حاصل رکھتا ہوگا۔

حوالہ نمبر ۸۱ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰)

بیشک پیشگوئیوں میں مسیح موعود کیساتھ نبی کا نام موجود ہے مگر ساتھ اسکے امتی کا نام بھی تو موجود ہے اور اگر موجود نہ بھی ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلعم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔

حوالہ نمبر ۸۲ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی

حوالہ نمبر ۸۳ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لیے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اسکو امتی بھی نہ کہا جاوے جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اسنے آنحضرت صلعم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست

حوالہ نمبر ۸۴ (الحکم ۷۔ فروری ۱۹۰۳ء)

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہے جس پر الف لام پڑے ہیں اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوت سب بند ہو چکی ہے پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے۔"

حوالہ نمبر ۸۵ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی

ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہی اللہ تعالیٰ اسی آیت میں فرماتا ہی کہ آنحضرت صلعم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کا لفظ اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہی یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہی اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہی جو نبوت محمدی کی چادر ہی اسلئے اسکا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے اسلئے اسکا نام آسمان پر محمد و احمد ہے اسکے یہ معنے ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو

حوالہ نمبر ۸۶ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳-۴)

پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اسکے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب الرجال الآخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ

خاتم النبیین کے معنے ابو الانبیاء کے ... جس کے توسط سے کوئی ... ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۸۷ (ایک غلطی کا ازالہ)

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین × × اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہی اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہی اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے

خاتم النبیین کے بعد بروزی وجود محمدی آ سکتا ہے

حوالہ نمبر ۸۸ (ایک غلطی کا ازالہ)

بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسے کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مہر کو توڑتا ہی × × لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت واخرین منہم لما یلحقوا بہم سے ظاہر ہے۔

خاتم النبیین کے بعد بروزی نبوت و رسالت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ایک بروزی نبی کا آنا قرآن سے ثابت ہے

حوالہ نمبر ۸۹ ریویو پر مباحثہ صفحہ ۶

یاد رہی کہ ہمارا ایمان ہی کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہی اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہی جو صاحب شریعت یا بلاواسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو

نبوت تشریعی والا ... نبی نہیں ...

بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنیکے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوت شریعت والی اور نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔

حوالہ نمبر ۹۰ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۶)

ولا سبیل الیھا الی یوم القیمۃ ومن قال انی لست من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وادعی انہ نبی صاحب الشریعۃ او من دون الشریعۃ ولیس من الامۃ فمثلہ کمثل رجل غرہ السیل المنھمر فالقاہ وراءہ ولم یغادر حتی مات (ترجمہ) اور اسکی طرف قیامت تک کوئی راہ نہیں اور جس نے کہا میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اور دعوی کیا کہ میں صاحب شریعت نبی ہوں۔ یا بے شریعت نبی ہوں اور امت محمدیہ سے نہیں اسکی مثال اس شخص کی ہے جسے سیلاب نے آدبایا اور مار کر چھوڑا۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جنکی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کیجاتی ہے اور وحی الہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے

[illegible]

حوالہ نمبر ۹۱ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۶)

جیسا کہ وہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم النبیین ہے اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے۔ یعنے تدارک مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنے جسکی آنحضرت صلعم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اسطرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپکا وارث ہوگا۔

[illegible]

حوالہ نمبر ۹۲ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

[illegible]

غرض اس آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) میں ایک طور سے آنحضرت صلعم کے باپ ہونیکی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونیکا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جسکا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جائے۔

[illegible]

حوالہ نمبر ۹۳ ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷

حاصل اس آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا یہ ہوا کہ نبوة گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔

[illegible]

حوالہ نمبر ۹۴ ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷

اور اگر اس طور سے (یعنی بالواسطہ طور سے) بھی نبوت کا حاصل کرنا بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کیجائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے

[illegible]

حوالہ نمبر ۹۵ (ضمیمہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱)

قرآن شریف کی رُو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض اور اتباع آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا تعالے سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الہی کے مخفی طور پر اطلاع پاوے۔ تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے اسپر کیا دلیل ہے ہمارا مذہب نہیں کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو۔ یا ایسا دعوے ہو جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے الگ ہو کر دعوی کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اسکو خدا تعالی اسکی وحی میں امتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اسکا نام نبی بھی رکھتا ہے یہ دعوی قرآن شریف کے احکام کے خلاف نہیں کیونکہ یہ نبوت بباعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت کی نبوت کا ایک ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں ہے۔

محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کو مسدود ماننے کے نقائص

> محمدی ختم نبوت کی وجہ سے آئندہ نبوت کا انقطاع نہیں [illegible] روحانی [illegible]

حوالہ نمبر ۹۶ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

غرض اس آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ایک طور سے آنحضرت صلعم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا ہے۔ تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت ان شانئک ھو الابتر میں ہے دور کیا جائے ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں، نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابتر رکھتا ہے۔"

> محمدی ختم نبوت کی وجہ سے آئندہ نبوت کا انقطاع ماننے سے آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر [illegible] لازم آتا ہے

حوالہ نمبر ۹۷ (الوصیت صفحہ ۱۲)

جبکہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر سب نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اسکے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ (نبوت) سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے۔ بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلعم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اسکے وہ دعا جسکا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔

> ختم نبوت محمدی کی وجہ سے آئندہ نبوت کا انقطاع ماننے سے آنحضرت صلعم [illegible] روحانی [illegible]

حوالہ نمبر ۹۸ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر آپ کی اولاد کی نفی بھی کی ہے اور ساتھ ہی روحانی طور سے آپ باپ بھی ہیں اور روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپ کے بعد جاری ہوگا اور وہ آپ میں سے ہو کر جاری ہوگا نہ الگ طور سے وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپکی مہر نہ ہوگی

ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہی اور اسمیں تو نحوست ہی اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو کہا کہ کنتم خیر امۃ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ اگر یہ معنی کئے جاویں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ بند ہی تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی۔

حوالہ نمبر ۹۹ (الحکم ۲۴ر نومبر ۱۹۰۲ء)

رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کا راز ہمارے مخالفوں نے ہرگز نہیں سمجھا جس طرح پر وہ ختم نبوت مانتے ہیں اس طرح پر رسول اللہ صلعم کو معاذ اللہ ابتر قرار دیتے ہیں قرآن شریف میں آیا ہی ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اب ابوت جسمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں نفی کی ہے اگر روحانی ابوت کا سلسلہ بھی جاری نہ ہوا تو پھر کیا آپکو ابتر مانینگے ایسا ماننا کفر ہے اصل بات یہ کہ آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہی جیسا کہ لفظ لکن سے ظاہر کرتا ہی مطلب یہ ہی کہ آئندہ جو نبوت اور رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلعم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جب تک آنحضرت صلعم کی سچی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض بھی آپ ہی کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت کا ماننا آنحضرت صلعم کو ابتر ٹھرانا اور اسلام کو مردہ مذہب قرار دینا ہے

حوالہ نمبر ۱۰۰ (الحکم ۲۴ - نومبر ۱۹۰۲ء)

آپکی نبوت مستقل نبوت ہے جسکی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے اور اسی کو ظل نبوت کہتے ہیں ہم اس نبوت کو کفر جانتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے توسط کے بغیر دعویٰ کی جائے لیکن جو سلسلہ توسط کا انکار کرتا ہو کہ ایسا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا ہو وہ بھی کافر ہے کیونکہ وہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب ٹھہراتا ہی۔

ختم نبوت کی وجہ سے انقطاع نبوت کا ماننا آنحضرت صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب قرار دینا ہے

باب نبوت مسدود نہیں ہوا

(پہلی دلیل) محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بکلی بند نہیں ہوتا کیونکہ کسی جزو من اجزاء نبوت کا اور کسی کمال من کمالات نبوت کا بکلی انقطاع نہیں ہوا۔ بلکہ تمام کچھ بالقوہ ملتا رہا ہے اور ملتا رہیگا ذیل میں ہم ۵ حوالے اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ محدثین امت محمدیہ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت کو حسب استعداد قابلیت کے بالقوہ اور مخفی طور سے حاصل کرتے رہے ہیں اور ان کے لئے صرف بالفعل اور ظاہرا کھلے کھلے طور پر نبی ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت اور حکمت

کے ماتحت سد باب نبوت کیا گیا تھا لیکن وہ تمام بالقوہ طور پر رنگ نبوت سے رنگین تھی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

محدث اصل نبوت کی تمام اغراض جزئی طور پر رکھتا ہے

حوالہ نمبر ۱۰۱ (توضیح مرام صفحہ ۹-۱۰)

محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اسکے لیے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہونیکا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح اسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اسمیں پائے جاویں۔

محمدی ختم نبوت کے بعد نبوت تامہ جو حامل وحی شریعت ہے وہ بند ہے مبشرات والی نبوت ہرگز بند نہیں ہوئی۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجہ باب نبوت مسدود ہوا اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لیے سلسلہ جاری رہیگا نبوت تامہ نہیں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جو مجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ترجمہ)

"× × × کیا باب نبوۃ کلی وجہ پر بند کیا گیا ہے بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو چکی ہے اور وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔ وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی" (ترجمہ از عربی عبارت)

نبوت اور محدثیت میں حقیقت ایک ہی ہے محض شدت اور ضعف کا فرق ہے باب نبوۃ حقیقت نبوت کے [illegible]

حوالہ نمبر ۱۰۲ آئینہ کمالات صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸

"نفس حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتی ہے اسمیں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے گئے ہیں اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی"

نبوت اور محدثیت میں صرف قوت اور فعل کا فرق ہے تمام اجزاء اور کمالات ایک ہی ہوتے ہیں باب نبوت محدث کے لئے بحیثیت تمام اجزاء نبوت [illegible]

حوالہ نمبر ۱۰۳ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱

محدث میں تمام اجزا نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوہ نہ بالفعل۔ پس محدث

بالقوہ نبی ہی اور اگر نبوۃ کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا اور بنا ءً اس بات کا کہنا جائز ہی کہ نبی کمال کی وجہ سے محدث ہی کیونکہ علیٰ وجہ الاتم تمام کمالات کا بالفعل جامع ہوتا ہی اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں کہ محدث استعداد باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہی کیونکہ محدث بالقوہ نبی ہوتا ہے اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں اور باب نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے اسکا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہی × × مادہ نبوت اور تخم نبوت محدث میں بھی موجود ہوتا ہے"

حوالہ نمبر ۱۰۴ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲

اسمیں کوئی شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہی جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسے کہ شان نبوت ہی اور محدث اسی طرح اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں جس طرح نبی ہمکلام ہوتے ہیں اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جس رسول بھیجے جاتے ہیں اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا"

نبی کی طرح محدث بھی بھیجا جاتا ہے
محدث بھی نبی اور محدث ایک ہی چشمہ سے [illegible]
محدث شان نبوت [illegible]

حوالہ نمبر ۱۰۵ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۳

محدث کے نفس میں کمالات نبوۃ جمع ہوتے ہیں اور سوائے فرق ظاہر و باطن اور قوت و فعل کے اور کوئی فرق نہیں پس نبوت ایک درخت ہے جو خارج میں موجود ہے اور ثمردار ہے اور اپنی حد کو پہنچنے والا ہے اور تحدیث مثل تخم کے ہے جسمیں وہ سب باتیں بالقوہ پائی جاتی ہیں۔

کمالات نبی اور محدث میں کوئی فرق نہیں
اور محدث اور نبی میں ظاہر و باطن اور قوت و فعل کا فرق ہے
محدث میں تمام کمالات نبوت جمع ہوتے ہیں

حوالہ نمبر ۱۰۶ شہادت القرآن صفحہ ۲۷

مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالےٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ہے × × × چونکہ ہمارے سید و رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کا قائم مقام محدث ہی۔

اب یہ چھ حوالے بصراحت ان امور کی شہادت دیتے ہیں۔

(۱) تمام اجزا نبوت اور تمام حقیقت نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام شرائط نبوت اور منصب نبوت کا محدث بالقوہ اور مخفی طور سے جامع ہوتا ہے اور بالقوہ طور سے علیٰ وجہ الاتم نبوت کے کمالات سے محدث کا جامع ہونا محمدی ختم نبوت میں کوئی روک نہیں

(۲) محمدی ختم نبوت صرف بالفعل نبی ہونے کے لئے روک ہے۔

(۳) محمدی ختم نبوت سے صرف نبوت تامہ جو حامل وحی شریعت ہوتی ہے وہ اصولاً اور کلی منقطع ہوگئی ہے

الغرض محمدی ختم نبوت سے کلی باب نبوت بند نہیں ہوا کیونکہ تخم اور مادہ اس امت میں موجود ہے اور جب تک کہ مادہ اور تخم علیٰ وجہ الاتم موجود ہے تب تک یہ کہنا سراسر غلط اور جہالت ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کلی بند ہے اور اگر بند ہوتا تو اصل چیز کا بند ہونا سب سے پہلے ضروری تھا لیکن چونکہ وہ بند نہیں اور تمام اجزا اور کمالات کیساتھ نبوت کا مادہ اور تخم موجود ہے اسلئے یہ بات بالکل غلط ہے کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت اصولاً بند ہے اصولاً تو تب ناجاوے جبکہ اصل نبوت اسکی جڑ سے فنا ہو جاوے لیکن جب تک اسکا مادہ اور تخم موجود ہے تب تک باب نبوۃ بھی کھلا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ۔ محمدی محدث کے بالفعل نبی ہونے کے لئے قیامت تک باب نبوت مسدود نہیں"

مندرجہ بالا پانچ حوالوں سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ محمدی ختم نبوت سے ہرگز باب نبوت مسدود نہیں ہوا۔ کیونکہ اجزا نبوت اور تمام کمالات نبوت اور حقیقت نبوت محمدی محدث میں کر حاصل ہو سکتی ہے اور استعداد باطنی کے لحاظ سے ہم اسپر نبی کا لفظ بول سکتے ہیں اس طرح سے ہزار ہا نبی آگے بھی ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہینگے پس یہ تو معلوم ہوگیا کہ محدث کے لئے علیٰ وجہ الاتم بالقوہ طور سے تمام کمالات نبوت کا جامع ہونا محمدی ختم نبوت کے منافی نہیں اور اسطور سے نبوت کا دروازہ ہرگز بند نہیں ہوا۔ لیکن اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ آیا باب نبوۃ کا بالفعل طور پر نبی ہونیکے لئے بند ہونا قیامت تک کے لئے ہے یا کسی ایک خاص زمانہ تک کے لئے۔ اور آیا تمام محدثین کے لئے بالفعل طور پر نبی ہونیکے لئے باب نبوت بند ہے یا کسی ایک کے لئے وہ دروازہ کھلا بھی ہے سو ذیل کے حوالجات اسبات کو خوب واضح کر دیتے ہیں کہ باب نبوت کا بالفعل طور پر نبی ہونے کے لئے بند ہونا ۱۳۰۰ برس کے عرصہ کے لئے تھا تاکہ اس عرصہ میں محمدی ختم نبوت کی عظمت قائم ہو جاوے اور جبکہ محمدی ختم نبوت کی عظمت قائم ہوگئی اور اس کا حق ادا ہوگیا تو اب کسی کا ظاہراً نبی ہونا اس سد باب نبوت کے منافی نہیں جو عظمت ختم نبوت کے قائم کرنیکے لئے کسی محدث کے بالفعل طور پر نبی ہونے کے لئے بند کیا گیا تھا۔ اسبات کے لئے دیکھو حوالجات نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶

(دوسری دلیل) محمدی ختم نبوت سے کلی باب نبوت بند نہیں ہوا کیونکہ باب نزول جبریل پیرایہ وحی الٰہی بند نہیں ہوا۔

دوسری دلیل اس بات کے ثبوت میں کہ محمدی ختم نبوت سے باب نبوت کلی بند نہیں ہوا یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا وحی الٰہی کے ساتھ اس امت کے افراد کاملہ کی طرف آنا ثابت ہے اور نزول جبریل بپیرایہ وحی الٰہی ہونا اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ باب نبوت کلی مسدود نہیں ہوا کیونکہ جبریل علیہ السلام کا وحی الٰہی کے ساتھ آنا بھی

نہ چیز ہے جو نبوت کی اصل جان ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۰۷ (توضیح مرام صفحہ ۶۸)

(۱) مثلاً جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے اسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہیں خدمات کے موافق جو اسکے نیّر سے لئے جاتے ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے۔ نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے) لیکن اسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے متعلق ہے

حوالہ نمبر ۱۰۸ (توضیح مرام صفحہ ۶۸-۶۹)

(۲) ہر ایک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے اول وہ تاثیر جو رحم میں ہونے کی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ مختلف طور سے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہے پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد طیاری وجود کے اس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے اس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰۹ توضیح مرام صفحہ ۷۱

(۳) ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر بھی جبریل ہی تاثیر وحی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وحی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونوں وحیوں میں وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشہ اور بڑے آئینہ کا ہے یعنی اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی ہے اور اسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر ایک جگہ مادہ قابل ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہیں اور یہ جو یعنے اس جگہ صفائی کا لفظ بھی لکھدیا ہے تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہیں بلکہ کیفیت کے متعلق بھی ہیں یعنی صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کی ایک ہی مرتبہ پر کبھی نہیں ہوتی جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے۔

حوالہ نمبر ۱۱۰ تحفہ بغداد حاشیہ صفحہ ۲۰-۲۱

(۴) اور امام موصوف کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ وحی جس طرح نبیوں پر اترتی ہے اسی طرح ولیوں پر اترتی ہے اور وحی

کے اترنے میں نبی کی طرف ہو۔ یا نبی کی طرف کوئی فرق نہیں × × ہر ایک کو اللہ تعالےٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے حسب مراتب حصہ ملتا ہے۔ تمام انبیاء کی وحی کی شان اتم اور اکمل ہوتی ہے اور وحی کی سب قسموں سے قوی تر وحی ہمارے رسول خاتم النبیین کی وحی ہے۔

نوٹ۔ اب ان چار حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی ہو سکتا ہے ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ ولی پر بھی حضرت مسیح موعود نے نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی مانا ہے اور فرمایا ہے کہ وحی بجز تاثیر جبریل ہو ہی نہیں سکتی پس جبکہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے ولی پر بھی نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اور نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی الٰہی کا ہونا باب نبوت کے کھلے ہونے کی دلیل ہے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ باب نبوت بکلی بند نہیں ہوا

اگر یہ خیال ہو کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت نہیں ہو سکتا تو یہ ایک باطل خیال ہے کیونکہ اول تو نبی اور ولی کی وحی میں نفس وحی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں اگر فرق ہے تو صرف نفس شان وحی کا یعنے نبی کی وحی شان میں اتم اور اکمل ہوتی ہے یہ فرق ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وحی ولایت کے ہونے سے باب وحی نبوت بکلی مسدود ہو گیا ہے (دوم) نبیوں کی وحی کی طرح اکمل اور اتم شان وحی کا نزول بعض افراد کاملہ پر ہونا ثابت ہے جیسے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۱۱ (الوصیۃ صفحہ ۱۲)

خدا تعالےٰ نے مکالمہ و مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ و مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے × × دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔

نوٹ۔ اب اس حوالہ کو پہلے حوالہ کیساتھ ملانے سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ بذریعہ فنافی الرسول ایک کامل محمدی پر نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہوتا ہے اور باب نبوت مسدود نہیں کیونکہ ان حوالجات میں ایک طرف تو وحی الٰہی کے لئے نزول جبریل لازم قرار دیا گیا ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وحی نبوت میں سوائے اتم اور اکمل شان کے نفس نزول وحی میں وحی ولایت سے ہرگز کوئی فرق نہیں اور دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ فنافی الرسول کے اتم درجہ تک پہنچکر بعض افراد کو اتم اور اکمل طور پر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح نصیب ہوا۔ تو لازمی طور سے ماننا پڑا کہ بذریعہ فنافی الخاتم الانبیاء کے باب نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت کھلا ہے نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہی وہ چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں اصل اور حقیقت نبوت قرار دیا گیا ہے پس جب کہ نزول جبریل بہ پیرایۂ وحی نبوت ہو سکتا ہے تو دوسرے لفظوں میں اسکا یہ مطلب ہے کہ نبوت بھی ہو سکتی ہے اور یقیناً ہو سکتی ہے

چند حوالجات کی تشریح

تشریح طلب حوالے

حوالہ نمبر ۱۱۲ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷)

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور ... نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

حوالہ نمبر ۱۱۳ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۵ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۴)

اجگہ یہ شبہات پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۶ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۴)

حوالہ جو اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ کن معنوں میں نزول جبریل بپیرایہ وحی نبوت نہیں ہو سکتا اور کن معنوں میں ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۱۱۴ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱و۲)

حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اسمیں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ ... سو اگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم تو خاتم النبیین ہیں پھر آپکے بعد اور نبی کس طرح سے آسکتا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے

حوالہ نمبر ۱۱۴ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۸)

نبی کو نبی ماننا کیا معنے رکھتا ہے مثلاً ایک شخص سونا بنانیکا دعویٰ رکھتا ہے اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈالکر

اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا تو یہ قبول کرنا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کرکے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجیگا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

کہتا ہے کہ گھسونا ہو گیا۔ اس سے کیا یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کیمیا گر ہے۔ سو آنحضرت صلعم کے فیوض کا کمال تو اسمیں تھا کہ امتی کو وہ درجہ ورزش اتباع سے پیدا ہو جاوے ورنہ ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے امتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اسکو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونیکے ہے نہ خود بخود یہ کسقدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حیثیتیں متناقض ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی حقیقت نبوت یہ ہے کہ وہ براہ راست بغیر اتباع آنحضرت صلعم کمال کو حاصل ہے اور پھر اگر حضرت عیسیٰ کو امتی بنایا جاوے جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے مترشح ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہر ایک کمال انکا نبوت محمدیہ سے مستفاض ہے اور ابھی ہم فرض کر چکے تھے کہ کمال نبوت ان کے چراغ نبوت محمدیہ سے مستفاض نہیں ہے اور یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔

حوالہ نمبر ۱۱۸ (ریویو بر مباحثہ صفحہ ۷)

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت مستقلہ جو براہ راست ملتی ہے اسکا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلعم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنا اور پھر ان کی نسبت تجویز کرنا وہ امتی ہیں اور ان کی نبوت آنحضرت صلعم کے چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہے کسقدر بناوٹ اور تکلف ہے جو شخص پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کیونکر صحیح ٹھہریگا کہ اسکی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوت سے مستفاد ہے اور اگر اسکی نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مستفاد نہیں ہے تو پھر وہ کن معنوں سے امتی کہلائیگا اور ظاہر ہے کہ امت کے معنے کسی پر صادق نہیں آسکتے جبتک ہر ایک کمال اسکا نبی متبوع کے ذریعہ سے اسکو حاصل نہ ہو۔ پھر جو شخص اتنا بڑا کمال نبی کہلانے کا خود بخود رکھتا ہے وہ امتی کیونکر ہوا۔ بلکہ وہ تو مستقل طور پر نبی ہوگا جس کے لئے بعد آنحضرت صلعم قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔

محمدی ختم نبوت کا دسواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی خواہ وہ محمدی ہو۔ یا غیر محمدی خواہ پرانا ہو۔ یا نیا ہرگز نہیں آسکتا لیکن دوسرے انبیاء کے

بن شارع اور مستقل نبی آتے رہے۔

اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بیان کرسکتے ہیں

کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک کامل محمدی کا نبی ہوجانا مُہر ختمیت کو نہیں توڑتا لیکن غیر محمدی اور شارع اور مستقل نبی کا ہونا مُہر ختمیت کو بالکل توڑ دیتا ہے

ذیل کے حوالوں کو خوب ہی غور کرکے دیکھو حضرت مسیح موعود نے اصولاً باب نبوت کو ہرگز مسدود تسلیم نہیں کیا بلکہ ایک کامل محمدی کے نبی ہو جانے کو آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان کے لئے ایک امتیاز بخش دلیل قرار دیا ہے تمام جگہ تلاش کرکے دیکھ لو۔ فنا فی الخاتم الانبیاء سے نبوت کا ملنا بالکل ممکن اور جائز قرار دیا ہے اصولاً صرف اس نبوت کا دروازہ بند مانا ہے جو نبوت اپنے ساتھ شریعت رکھتی ہو یا اگر شریعت نہیں رکھتی۔ تو اسلام سے پہلے پہلے وہ قائم ہو چکی ہے یا بدوں توسط آنحضرت صلعم کے آپ سے الگ ہوکر بعد میں قائم ہونیکا دعویٰ رکھتی ہو لیکن بذریعہ فنا فی الخاتم کے نبوت کا ملنا ایک کامل محمدی کے لئے نا ممکن اور محال نہیں کیونکہ مطلق نبوت کا بذریعہ آنحضرت صلعم کے بھی نہ ملنا محمدی ختم نبوت کی کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہو سکتی یہ بات تو ہر ایک نبی میں پائی جاتی ہے کہ اسکے پیرواں کو اپنے نبی کے ذریعہ نبوت نہیں مل سکتی اسمیں نبی صلعم کی کوئی خصوصیت نہیں پس کامل محمدی کے لئے بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے نبوت کا حاصل نہ ہو سکنا محمدی ختم نبوت کی کوئی امتیازی خصوصیت پیدا نہیں کرسکتا محمدی ختم نبوت کی امتیازی خصوصیت اگر ہو تو صرف یہی ہے کہ ایک کامل محمدی کو بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے نبوت ملجائے نہ یہ کہ نبوت نہ ملے بذریعہ فنا فی الرسول کے نبوت کا نہ ملنا تو ہر ایک نبی کی امت میں پایا جاتا ہے اسمیں آنحضرت صلعم کی کونسی خصوصیت ہے۔

الغرض حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ بذریعہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے بھی ایک کامل محمدی کو نبوت نہیں مل سکتی اصولاً صرف نبوت تشریعیہ اور نبوت مستقلہ کا دروازہ بند ہے اسی بنا پر حضرت مسیح موعود کا دوبارہ آنا ممتنع اور محال ہے نہ اسلئے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آہی نہیں سکتا بلکہ اسلئے کہ حضرت مسیح ناصری چونکہ ایک غیر محمدی اور مستقل براہ راست نبی ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی غیر محمدی اور مستقل نبی کا آنا مہر ختمیت کو توڑتا ہے اسلئے حضرت مسیح ناصری ہرگز نہیں آسکتے اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد فنا فی الخاتم الانبیاء ہو کر ایک کامل محمدی کے لئے نبوت غیر تشریعیہ کا دروازہ کھلا ہے اسی بنا پر حضرت

مسیح موعود امتی بھی ہیں اور نبی بھی لیکن حضرت مسیح موعود کا امتی ہونا اسلئے نہیں کہ کسی جزء من اجزاء نبوت اور کسی کمال من کمالات نبوت کے حضرت مسیح موعود بالفعل جامع نہ تھے بلکہ محض اسلئے کہ محمدی ختم نبوت کا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لئے آپ باوجود کامل نبی ہونے کے امتی بھی ہیں اور یہی آپ کے امتی ہونے کی حقیقت ہے

حوالہ نمبر ۱۱۹ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹)

پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا گو اسکے دین کی نصرت کرتا تھا اور اسکو سچا جانتا تھا مگر آنحضرت صلعم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے جو انکی امت سے باہر ہو بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔

حوالہ نمبر ۱۲۰ (چشمہ مسیحی صفحہ ۴۰ حاشیہ)

بالآخر یاد رہے کہ ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلعم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے نبی کے نام کا اعزاز دیا جاوے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے اور اسکا اپنا وجود کچھ نہیں اور اس کا کمال نبی متبوع کا کمال ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور امتی بھی مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۱ (چشمہ مسیحی صفحہ ۴۴)

اور خدا تعالٰی کا یہ قول وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اسکے معنی یہ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کے لئے آتا ہے یعنے جو امر حاصل نہیں ہو سکا اسکے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کے رو سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے ہیں یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔

حوالہ نمبر ۱۲۲ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔

امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے

حوالہ نمبر ۱۲۳ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۸)

ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اسکی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسےٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ امتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی بھی

حوالہ نمبر ۱۲۴ (الحکم ۱۷- اپریل سنہ ۱۹۱۳ء صفحہ ۸ کالم ۳)

بات یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپکی امت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبوت استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن برکات اور فیوض موجود ہیں۔

بغیر شریعت کے نبوت جاری ہے

حوالہ نمبر ۱۲۵ (الحکم ۷ فروری سنہ ۱۹۰۳ء)

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہے جس پر ال بھی پڑے ہیں اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوت سب بند ہو چکی ہے پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۶ (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ حاشیہ)

قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ خود فرماتا ہے یلقی الروح من امرہٖ علیٰ من یشاء من عبادہٖ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الدنیا یعنے مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی رہ گئے ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے یعنے خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۷ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۳)

اور آنحضرت صلعم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپکے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الہیہ کا بند ہے × × × بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالےٰ سے فیض وحی پانا بند ہے۔

سورۂ فاتحہ میں خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس امت کو وہ نعمت عطا کرے جو پہلے نبیوں کو دی گئی تھی

حوالہ نمبر ۱۲۸ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴۳)

جس طرح خدا تعالےٰ نے اس امت کو وہ دعا سکھلائی ہے جو سورہ فاتحہ میں ہے ساتھ ہی اسنے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس امت کو وہ نعمت عطا بھی کرے جو نبیوں کو دی گئی تھی یعنے مکالمہ مخاطبہ الہیہ جو سرچشمہ تمام نعمتوں کا ہے کیا خدا تعالیٰ نے وہ دعا سکھلا کر صرف دھوکا ہی دیا ہے اور ایسی ناکارہ اور ذلیل امت میں کیا خیر ہو سکتی ہے جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے۔

حوالہ نمبر ۱۲۹ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۹)

انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ملی تھی۔ اور یہی نعمت اس امت کو بھی ملنے کا وعدہ ہے

کیا سورہ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالیٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے انکی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی اور گفتار کی تجلی دیدار کے قائم مقام ہوگئی تھی پس یہ جو دعا کیجاتی ہے کہ اے خداوند وہ راہ ہمیں دکھا جس سے ہم بھی اس نعمت کے وارث ہو جائیں اسکے بجز اسکے اور کیا معنے ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ و مخاطبہ بخش۔

حوالہ نمبر ۱۳۰ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپکی پیروی سے فیضیاب نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳۱ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲)

یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پس جبکہ خدا تمہیں یہ تاکید کرتا ہے کہ پانچوقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ کے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔

حوالہ نمبر ۱۳۲ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

ختم نبوت کا راز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا راز ہمارے مخالفوں نے ہرگز نہیں سمجھا جس طرح وہ ختم نبوت کو مانتے ہیں اس طرح پر وہ رسول اللہ صلعم کو معاذ اللہ ابتر قرار دیتے ہیں قرآن شریف میں آیا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اب ابوت جسمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں نفی کی ہے اگر روحانی ابوت کا سلسلہ بھی جاری نہ ہوا تو کیا آپکو ابتر مانینگے۔ ایسا ماننا تو کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ آپکی ابوت روحانی کا سلسلہ جاری ہے جیسا کہ لفظ لکن ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو نبوت یا رسالت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ہوگی کوئی شخص الہام اور وحی اور روحانی فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جبتک وہ آنحضرت کی سچی اتباع سے استفادہ نہ کرے آئندہ نبوت کا فیض آپ ہی کے ذریعہ اور مہر سے ملیگا۔

حوالہ نمبر ۱۳۳ الحکم ۲۴- نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵

آنحضرت صلعم کی نبوت مستقل نبوت ہے جس کی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے اور اسی کو ظل نبوت کہتے ہیں ہم اس نبوت کو کفر سمجھتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے توسط کے بغیر دعویٰ کی جاوے لیکن جو سلسلہ توسط کا انکار کرتا ہے کہ ایسا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے وہ بھی کافر ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کو ابتر اور اسلام کو مردہ مذہب ٹھہراتا ہے

محمدی ختم نبوت کا گیارہواں امتیازی نشان۔ پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے

حوالہ نمبر ۱۳۴ (دافع البلاء صفحہ ۳۱)

یہ کسقدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہتک عزت ہے گویا رسالت اور نبوت بازیچہ اطفال ہے نادانی سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے اسی طرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلاوے۔

خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء ایسے زمانہ کے ایک ہی ہادی ہیں اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا مامور اور رسول نہیں ہوتا

فوائد) اس حوالے سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(اوّل) اس حوالے سے اس استدلال کا سخت ردّ لازم آتا ہے جو ایک حدیث سے پیش کیا جاتا ہے جسمیں آنحضرت صلعم حضرت علی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے علی تو مجھ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کو ہارون لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اس حدیث سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا حضرت علی کو اپنے ساتھ ہارون کی نسبت دینا لیکن ساتھ ہی یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں دلالت کرتا ہے کہ نبوت غیر تشریعی کا دروازہ بھی بند ہے کیونکہ حضرت ہارون نبی غیر تشریعی تھے لیکن مندرجہ بالا حوالے سے اس بات کا ردّ ہو جاتا ہے یعنے حضرت علی کا باوجود ہارون ہونے کے اسکی طرح نبی نہ ہونا اسلئے نہیں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تھا بلکہ اسلئے تھا کہ محمدی ختم نبوت کا یہ ایک امتیازی نشان تھا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں آپکے ساتھ کوئی اور دوسرا مامور اور رسول نہ ہو۔

(دوسرا) نبی نہ ہونے کے لئے بعد ہی کا زمانہ قیامت تک ممتد نہیں بلکہ جیسا کہ حوالہ نمبر ۱-۲-۳ ۴

سے ظاہر ہے یہ زمانہ ۱۳۰۰ سال تک ہی ممتد تھا اور اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء کے زمانہ تک کا نبی بعد ی کا زمانہ ممتد ہے۔

(تیسرا) حضرت مسیح موعود بھی اپنے زمانہ کے ایسے ہی اکیلے ہادی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ کے اکیلے اور واحد ہادی تھے۔ اور کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلائے۔ جناب مولوی محمد علی اور دیگر غیر مبائعین **ہادی** کا لفظ نوٹ کرلیں۔

محمدی ختم نبوت کا بارھواں امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کی امتیازی عظمت قائم کرنے کی غرض سی جو نبی کے لفظ کی کثرت موسوی سلسلہ میں تھی اسے آنحضرت صلعم کے بعد اڑا دیا گیا لیکن ایک نبی کا ہونا لازمی اور ضروری ہے

حوالہ نمبر ۱۳۵ (بدر مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۲ء)

سوال) جس حال میں کہ محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا مثیل ہے تو کیا وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے مجددین اور اکابر نے اپنے واسطے نبی کا لفظ اختیار نہیں کیا حالانکہ موسوی سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نبی کہلاتے ہیں اور جس حال میں کہ اس امت میں کسی نے آج تک اپنے آپکو اس طرح کھلے طور پر نبی نہیں کہا تو اب مرزا صاحب کیوں اپنے آپکو نبی کہتے ہیں۔

جواب از مسیح موعودؑ اس امت میں سابقہ مجددین اور مامورین کا نبی نہ پکارا جانا آنحضرت کی شان اور عظمت کو ثابت کرتا ہے جس کا فخر آنحضرت صلعم کو ہی ہے موسیٰ کو ہرگز نہیں ہے کیونکہ موسیٰ کے بعد نبی کہلانے والے بار بار آئے اور صدہا آئے تو اس سے موسیٰ کی کسر شان ہوئی کہ جو خطاب اُن کا تھا وہی اوروں کو کثرت سے ملا موسیٰ کے بارے میں خاتم النبیین کا لفظ استعمال نہیں ہوا مگر آنحضرت صلعم کے حق میں ہوا ہے اسلئے خدا نے اس امت میں یوں کیا کہ بہت سے ایسے پیدا کئے جنکو شرف مکالمہ تو دیا مگر آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کے لحاظ سے لفظ نبی کا ان کے حق میں نہ رکھا لیکن اگر اس امت میں کوئی بھی نبی نہ پکارا جاتا تو مماثلت موسوی کا پہلو بہت ناقص ٹھہرتا۔ اور من وجہ امت موسوی کو ایک فضیلت ہو جاتی اسلئے یہ خطاب آنحضرت صلعم نے خود اپنی زبان مبارک سے ایک شخص کو دیا جس نے مسیح ابن مریم ہو کر دنیا میں آنا تھا کیونکہ اسجگہ دو پہلو مدنظر تھے ایک ختم نبوت کا اسے اس طرح نبھایا کہ جو نبی کے لفظ کی کثرت موسوی سلسلہ میں تھی اسے اڑا دیا۔ دوسری مشابہت اسے اس طرح پورا کیا کہ ایک کو نبی کا خطاب دیدیا تکمیل

مشابہت کے لئے اس لفظ کا ہونا ضروری تھا سو پورا ہو گیا اور جو مصلحت یہاں مد نظر تھی وہ موسوی سلسلہ میں نہیں تھی۔ کیونکہ موسیٰ خاتم نبوت نہیں تھے۔

نوٹ ۔ اس حوالہ سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:-

(۱) دوسرے مجددین اور مامورین کا نبی نہ ہونا ہرگز اسلئے نہیں کہ بطور قاعدہ کلیہ کے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے بلکہ اسلئے ہے کہ تا آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کو ثابت کیا جاوے۔

(۲) آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کے لحاظ سے نبی کے لفظ کا استعمال نہ ہونا بغیر کسی استثنا کے ہے افراد امت محمدیہ کے لئے نہیں اور یہ صرف ایک پہلو کو مد نظر رکھکر ایسا کیا ہے۔

(۳) سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے تکمیل مشابہت کا ہونا دوسرا پہلو ہے جس کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ ایک فرد کو نبی بھی پکارا جاوے اور وہ نبی صرف مسیح موعود ہے

محمدی ختم نبوت کا تیرھواں امتیازی نشان ۔ آنحضرت صلعم کے بعد وہی محمدی نبی کہلا سکتا ہے جس کے نبی ہونے کی نسبت آنحضرت صلعم نے نام لیکر پیشگوئی فرمائی ہو لیکن دوسرے انبیاء کے بعد بغیر اس شرط کے نبی ہوتے رہے۔

(اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بھی بیان کر سکتے ہیں)

کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک محمدی کے نبی ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کا پیشگوئی فرمانا ایک شرط ہے

حوالہ نمبر ۱۳۶ (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

ما مسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان می آریم که سیدنا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہترین ادیان است، و ایمان می آریم که او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست مگر آنکه از فیض او پرورش یافته باشد و موافق وعدہ او ظاہر شد۔

نوٹ) اس حوالہ سے ہمیں اصول کے طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ (۱) آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت مسدود نہیں ہوا بلکہ کھلا ہے (۲) آنحضرت صلعم کے بعد نبی ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کا اسکے لئے وعدہ فرمانا ایک شرط ہے جہاں یہ شرط صادق آئیگی وہاں نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔

وہ لوگ جو بار بار کہتے ہیں کہ اسلام میں ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں انکو چاہئے کہ ختم نبوت کے اس امتیازی نشان کو ذہن میں لاویں آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں خدا نے اپنی مہر کے ذریعہ جس کسی کے نبی

ہونیکی تصدیق کی وہی نبی ثابت ہو سکتا ہے باقی رہا یہ اعتراض کہ کیوں خدا کی مہر نے صرف ایک ہی کو نبی قرار دیا سو یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت پر ہے اگر ہماری حکومت خدا پر ہوتی یا اسکی مہر پر ہوتی۔ تو بلاشبہ یہ سوال ہم پر پڑ سکتا تھا خدا اپنی مہر کے ذریعہ بہت سے نبیوں کے ہونے کی پیشگوئی فرماتا تو ہمیں اسکے ماننے سے بھی کوئی چارہ نہ تھا۔ جبکہ خدائی مہر صرف ایک ہی کو نبی قرار دیتی ہے تو ہم کون ہیں جو کہیں کہ صرف ایک ہی نبی کیوں ہوا حضرت مسیح موعود نے بھی اس سوال کا یہی جواب دیا ہے ملاحظہ ہو۔

حوالہ نمبر ۱۳۷ - بدر ۶ - جون ۱۹۰۸ء

ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ نبی ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں فرمایا کہ تمام اکابر اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ اس امت مرحومہ کے درمیان سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا ہمیشہ جاری ہے اس معنی سے ہم نبی ہیں ورنہ ہم اپنے آپکو امتی کیوں کہتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو فیضان کسی کو پہنچ سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پہنچ سکتا ہے اسکے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ایک اصطلاح کے جدید معنے اپنے پاس ہی بنا لینا درست نہیں ہے حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ آنے والا مسیح نبی بھی ہوگا اور امتی بھی ہوگا امتی تو وہ ہے جو آنحضرت صلعم سے فیض حاصل کر کے تمام کمال حاصل کرے لیکن جو شخص پہلے ہی سے نبوت کا درجہ پا چکا ہے وہ امتی کس طرح سے بن سکتا ہے وہ تو پہلے ہی سے نبی ہے۔

سلسلہ مکالمات الٰہیہ ہمیشہ جاری

سائل نے سوال کیا کہ اگر اسلام میں اس قسم کا نبی ہو سکتا ہے تو آپ سے پہلے کون نبی ہوا ہے؟

حضرت نے فرمایا یہ سوال مجھ پر نہیں بلکہ آنحضرت صلعم پر ہے انہوں نے صرف ایک کا نام نبی رکھا ہے امت میں پہلے کسی آدمی کا نام نبی نہیں رکھا۔ اس سوال کا جواب دینے کا اسواسطے میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

آنحضرت صلعم نے صرف ایک کا نام نبی رکھا

(نوٹ) اس حوالہ سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد باب نبوت بند نہیں بلکہ کھلا ہے۔ اور نبی کیلئے امتی نہ ہونا لازمی قرار دینا ایک جدید اصطلاح ہے جو اپنے پاس سے بنالی گئی ہے۔

(۲) دیگر اولیاء امت کا نبی نہ ہونا اسلئے نہیں کہ اصولاً باب نبوت بند تھا بلکہ اسلئے ہے کہ آنحضرت صلعم جو خدا کی مہر ہیں انہوں نے صرف ایک ہی فرد کے نبی ہونے پر نام لیکر مہر تصدیق فرمائی۔

(۳) یہ کہنا کہ اسلام میں اور کیوں کوئی نبی نہیں ہوا۔ ایک ایسا اعتراض ہے جس کے جواب کے ہم ذمہ وار نہیں بلکہ آنحضرت صلعم ہیں انہوں نے صرف ایک ہی فرد کو نبی قرار دیا اور اسی کی نبوت حقہ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ اسلئے اس سوال کے جواب کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلعم ہیں۔

محمدی ختمِ نبوت کا چودھواں ۱۴ امتیازی نشان۔ آنحضرت صلعم کے بعد ایک محمدی کے نبی کہلانے کے لئے علاوہ دیگر غیر منفکہ شرائطِ نبوت کے علیٰ وجہ الاتم بروزِ محمدی ہونا یعنی اکمل اور اتم طور سے بروزی رنگ میں جمیع کمالاتِ محمدیہ مع محمدی نبوۃ محمدیہ کا بالفعل اور ظاہراً جامع ہونا شرط ہے

(اس امتیازی نشان کو ہم دوسرے پیرایہ میں یوں بھی بیان کر سکتے ہیں)

آنحضرت صلعم کے بعد جس طرح کسی مستقل نبی کا ہونا مہرِ ختمیت کو توڑ دیتا ہے بعینہٖ اسی طرح ایک غیر محمدی بروز اکمل کا نبی ہونا بھی مہرِ ختمیت کو توڑتا ہے

خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کے لئے درحقیقت فنافی الخاتم الانبیاء کا دروازہ کھلا ہے آج سے پہلے بھی کھلا تھا آج بھی کھلا ہے اور آئندہ قیامت تک کھلا رہیگا یہ تو بابِ نبوت کے کھلے ہونے پر ایک اصولی بات ہے لیکن چونکہ بابِ نبوت کا کھلا ہونا یہ اور بات ہے اور نبی کا قائم ہونا یہ اور بات ہے اسلئے ہم ذیل میں وہ حوالجات درج کرتے ہیں جن سے اصولاً ان شرائط کا پتہ لگجاتا ہے جنکے پائے جانے سے ہم کسی فردِ امت کو نبی کے نام سے پکار سکتے ہیں اور جہاں یہ شرائط صادق آئینگی بضرور وہاں نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا خواہ ان شرائط کا صادق آنا ایک پر ہو یا دو پر یا ہزار پر لیکن بہرحال ہم کسی کو نبی قرار نہیں دے سکتے تاوقتیکہ اسمیں وہ شرط نہ پائی جاوے جس کی وجہ سے ہم ایک محمدی کو نبی قرار دیں۔ ہم اس بات کو علی الاعلان بیان کرتے ہیں جس وجہ سے مسیح موعود نبی کہلانیکا مستحق ہے اگر بعینہٖ وہی وجہ کسی اور فردِ امت میں پائی جاکر صادق آجاوے تو بعد اسکے حرام ہے کہ ہم اسکو مسیح موعود کی طرح نبی قرار نہ دیویں لیکن اسکے برخلاف یہ بھی سراسر ظلم ہے کہ بغیر اس شرط کے کسی اور جگہ صادق آنے کے یونہی کسی کو نبی قرار دیا جاوے ہم دیگر افرادِ امت کو اسوجہ نبی نہیں مانتے کہ وہ شرط جو کسی کو اس امت میں نبی کہلانیکے مستحق بنا دیتی ہے انمیں پائی نہیں جاتی اور مسیح موعود میں پائی جاتی ہے اسلئے مسیح موعود ہی نبی کہلانیکے مستحق ہیں دوسرے نہیں۔

یاد رہے کہ اس امتیازی نشان کے ساتھ اس سے پہلے کے امتیازی نشانوں کو عموماً اور تیرھویں امتیازی نشان کو خصوصاً ضرور مدنظر رکھیں کیونکہ آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں جیسا کہ وحی الٰہی میں آپکو خدا کی مہر کے نام سے پکارا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جبکہ آنحضرت صلعم خدا کی مہر ہیں تو بجز اس مہر کے نقش حاصل کرنے کے ناممکن ہے کہ اس امت میں کسی کا کوئی مرتبہ شرف و کمال ثابت ہو سکے ایسا ہی کسی محمدی کا علیٰ وجہ الاتم بروزِ محمدی ہونا بھی ناممکن ہے تاوقتیکہ قرآن اور حدیث سے اسکا قطعی ثبوت نہ ہو کیونکہ خدا کی مہر کے نقش ظاہر کرنیکا ذریعہ دو چیزیں ہیں گویا دوسرے لفظوں میں ۱۳ اور ۱۴ امتیازی نشان کو ایکساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک محمدی کے نبی کہلانے کے لئے قرار یافتہ عہد کے طور پر علیٰ وجہ الاتم بروزِ محمدی ہونا شرط ہے اب جہاں یہ شرط صادق آئیگی وہاں نبی کا خطاب بھی صادق آئیگا ورنہ نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۳۸ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد و احمد رکھا جاوے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جاوے۔ ومن ادعی فقد کفر (گذشتہ سے پیوستہ)

بجز اس فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اسکا نام محمد اور احمد رکھا جاوے کوئی نبی نہیں کہلا سکتا

اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اسوقت تک اگر کوئی نبی کہلائیگا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ نبی ہونے والے کے لئے کوئی پردہ مغائرت کا باقی نہ ہو +

لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائیگا۔ کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعوئی نبوت کے جسکا نام ظلی طور پر محمد و احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسےٰ بغیر مہر توڑنے کے نہیں آسکتا کیونکہ اسکی نبوت ایک الگ نبوت ہے۔

جب تک ظلی طور پر عین محمد ثانی نہ ہو جاوے کوئی نبی نہیں کہلا سکتا

حوالہ نمبر ۱۳۹ (ایک غلطی کا ازالہ)

غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم

بروزی محمد بہت ہیں مگر نبی وہی ہے جو قرار یافتہ عہد کے مطابق آیا +

حوالہ نمبر ۱۴۰ (ایک غلطی کا ازالہ)

آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔۔ میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلعم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔

نبی وہی ہے جس کی نبوت پر محمدی مہر ہو

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی پینے کے لئے باقی نہیں۔

آنے والے رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہے

حوالہ نمبر ۱۴۱ (ایک غلطی کا ازالہ)

ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آیت و آخرین منھم سے ظاہر ہے

حوالہ نمبر ۱۴۲ (ایک غلطی کا ازالہ)

دوسرا ثبوت

آیت انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا یعنے دینی برکات کے چشمے بہ نکلینگے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائینگے۔

تیسرا ثبوت

حوالہ نمبر ۱۴۳ (ایک غلطی کا ازالہ)

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اور رسول رکھا۔

حوالہ نمبر ۱۴۴ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

مسیح موعود کی نبوت ظلّی طور پر ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالےٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا یا احمد جعلت مرسلاً۔ اے احمد تو مرسل بنایا گیا یعنے جیسا کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا۔ حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا۔ سو اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے کیونکہ احمد نبی ہے نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔

حوالہ نمبر ۱۴۵ (نزول المسیح صفحہ ۳ حاشیہ)

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔

(خاکسار محمد سعید سعدی از لاہور)

(۵)
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

جس کا درد وہی جانتا ہے

دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

[illegible] ہے جسکی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہ ہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات و دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند حرام ہو جاتی ہے دیکھئے آجتک کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دستورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس آئی وڈائڈ دیکھی جاتی ہے اسلئے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بیہوش مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمائیے اسمیں نقصان نہیں ہے قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ ہر اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا ہے دیکھئے بابو کالکا پرشاد صاحب موضع کہروسا ضلع جالون سے کیا لکھتے ہیں آپکی دمہ کی دوا نے مجھے اسقدر بہت پہنچائی ہے کہ آپ کے احسان اور دمہ کی دوا کی تعریف نہیں کر سکتا۔

فصلی بخار و تلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار وطحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں جو کونین ہوتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص خوبیاں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو ماردیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلادیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ ر شیشی خورد ۸ ر محصولڈاک ۵ ر فی شیشی ۲ ر

کلوروڈائن

یہ انگریز طب کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد ہو خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے اور دست اور ہیضہ کیلئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دوا خانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۲ ر اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۹	بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ	جلد ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ ۔ عوام سے عہ طلبا سے عا غیر ممالک سے ؏

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور ... پبلشر نے شائع کیا

۵ اکتوبر کا تشحیذ وی پی ہوگا

میں نہایت ادب سے اپنے معزز مہربان قدردان ناظرین تشحیذ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ تشحیذ کے خریدار اسقدر کم ہیں کہ ان تمام کے چندہ سے سالانہ وصول ہونے پر اخراجات متعلقہ ضروریہ پورے نہیں ہو سکتے لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہر رسالہ کے نکلنے پر تعریفی خطوط تو بہت سے آجاتے ہیں کہ بس ایک رسالہ ہی ایسا مکمل اور مفید ہے کہ سالانہ قیمت وصول ہو گئی مگر حال یہ ہو کہ جب وی پی کیا جائے تو بہت سے احباب ایسے ہیں جو واپس فرما دیں فروری ۲۰ء میں تشحیذ کے وی پی بھیجے گئے کوئی اڑہائی سو کے قریب واپس آگئے پھر ماہ جولائی میں وی پی کئے گئے تاکہ واپس کرنے والوں سے سال رواں کی قیمت وصول ہو سکے پھر بھی نصف سے زیادہ واپس آگئے اب تیسری مرتبہ ۵۔ اکتوبر کا پرچہ وی پی کیا جائیگا میں امید کرتا ہوں کہ اب کرم فرمایان تشحیذ نوازش براطانہ سے کام لیکر اپنا اپنا ذمگی بقایا ادا فرمادینگے کیونکہ اب اسکے بعد تو ۵ دسمبر کو سال آئندہ ۲۱ء کے لئے وی پی ہونگے یہی موقعہ ہے اسکے علاوہ درخواست کی جاتی ہے کہ تشحیذ کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ کی جائے۔ اور یہ کتابیں جو ہیں ان کو خریدنے سے بھی کارخانہ کی امداد ہوگی۔

قبولیت دعا کے چھیاسی گر — ہر ایک طریق جو دعا کی قبولیت کا مندرج ہے اسکے ساتھ وہ آیت یا حدیث بھی ہے جس سے مستنبط ہے قیمت صرف ۱۰/

مجموعہ الہامات حضرت اقدس — حضرت اقدس کے تمام الہامات کشوف رؤیا تین جلدوں میں جمع کئے گئے ہیں پہلے قیمت عمر تھی اب عارضی طور پر عہ کر دی گئی ہے جلد منگوالیں ورنہ پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ جو جلد نہیں مل سکیگی اور قیمت بھی دگنی ہوگی۔

ختم نبوت کی حقیقت — تشحیذ ۱۱ اگست میں حضرت مسیح موعود کی تمام تحریریں جمع کر دیگئی ہیں جو مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ہیں ۳ر فی رسالہ

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی — اس پیشگوئی پر دو اعتراضوں کا جواب جو اس رسالہ کے ساتھ ہے الگ بھی چھپوا دیا گیا صرف ۲ر قیمت ہے زیادہ تعداد میں منگوا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں۔

سخن سنج — یہ ایک ادبی سہ ماہی رسالہ ۳۲ صفحے حجم کا ہے مرتبہ حکیم محمد سراج الحق صاحب مینیجر دنگل ایک حصہ میں منتخب تازہ غزلیں ایک میں دلچسپ ناول قیمت سالانہ صرف ۶ر لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء

احادیث کی ہر مذہب میں ضرورت ہے

"اس مضمون میں ہمارے فاضل مضمون نگار نے عیسائیوں کے عالم اکبر مسیح کے جواب میں یہ دکھایا ہے کہ عیسائیوں کے عقائد کا اکثر حصہ بھی احادیث پر مبنی ہے" (ایڈیٹر)

دو امر جو تاویل القرآن کی روح و رواں ہیں

مشہور و معروف پادری جی۔ ایل ٹھاکر داس صاحب نے جون ۱۸۹۲ء میں مسٹر اکبر مسیح آروی کی نسبت لکھا تھا (نور افشاں) کہ موٹی اور صاف باتوں میں عبث تاویلیں ڈھونڈنا بجز شہرت حاصل کرنے کی خواہش کے اور کچھ معنے ان تاویلات رکیکہ کے نہیں ہو سکتے۔" مسٹر اکبر مسیح کی تاویلات رکیکہ کی یہ ایک بہت ہی سچی اور صحیح تعریف ہے مسٹر موصوف کی تصنیفات یا خیالات کی خودستائی نے پہلے تو اپنے گھر کی خوب خبر لی پھر آپ نے اسلام پر وار کرنے شروع کئے مگر یہ وار کیسے تھے ان کی تعریف پادری جی ایل ٹھاکر داس نے خوب بتا دی۔ چنانچہ اسی قسم کی تاویلات رکیکہ کے نتائج مسٹر اکبر مسیح کی بعض وہ تصنیفات ہیں جو انہوں نے اسلام کے خلاف شائع کیں منجملہ انکے ایک کتاب تاویل القرآن ہے ہم اس رسالہ مذکور کو فی نفسہ قابل جواب نہیں سمجھتے کیونکہ پادری صاحبان کی اس قسم کی تمام تحریرات نزاعیہ یکساں بدمذاقی کی ہوا کرتی ہیں مگر پھر بھی شائقین کے لئے مشت نمونہ از خروارے کو مدنظر رکھکر

اسپر کچھ لکھا جاتا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کی اس کتاب کا اصل محصل یا لب لباب یہ ہے کہ وہ فرقہ اہل قرآن کے بہت مداح ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی علم احادیث کی صحت کا انکاری ہو اسے عدم ضرورت کا ایک فعل بتاتا ہے مثلاً مولوی عبداللہ صاحب کی وہ بہت تعریف کرتے ہیں چنانچہ مسٹر معروف لکھتے ہیں: "وہ اہل قرآن نے حدیث کی جانب جو نظر کی تو اسکو ایک وسیع جنگل پایا جو ہر طرف خس و خاشاک سے اٹا ہوا ہے جس کا طے کرنا امر محال تھا حدیثیں ہیں یا پشتارہ کی پشتارہ سرے سے آخر تک نرا بکھیڑا جتنے منہ اتنی باتیں نہ راوی کا ٹھکانا نہ روایت کا آخر آخر کار بیچارے اہل قرآن کو کہنا پڑا حدیثوں کی طرف نظر دوڑائیں تو بیشک ان میں زمین و آسمان کا فرق بتائینگے" تاویل القرآن صفحہ ۱۲۔ پھر اسکے علاوہ دوسری بات جس پر اکبر مسیح صاحب زور دیتے ہیں یہ ہے کہ شیعہ قرآن کے تلف اور نقصان ہونے کے معترف ہیں۔"

یہ دو امر ہیں جو رسالہ تاویل القرآن کی روح رواں ہیں مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ یہ ہر دو اعتراضات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

الزامی جواب پہلے اعتراض کا

اول۔ اہل قرآن کا علم احادیث کو ترک کر دینا اور شیعہ جماعت کا قرآن کریم کے نقصان کا اعتراف اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ کسی دیانتدار محقق مصنف کی نظر و خیال میں کسی مذہب کے ایک فرقہ کی اعتقادی غلطی صاحب تحقیق و تفحص کی تصنیفات کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ مگر ہمارے مسٹر اکبر مسیح پھولے نہیں سماتے لیکن سوال صرف یہ ہے کہ اگر شیعہ اور اہل قرآن کی اعتقادی کمزوریاں اسلام کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں تو مسیحی فرقہ جات کی تعداد ہر ایک دوسرے فرقہ کو ہڑپ کر جانے کے لئے طیار ہے مثلاً رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کے اعتقادی وہ مسائل جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ کسی مسلمان کو یہ نہیں بتلاتے کہ فرقہ مسیحی بالکل غلط ہے کیونکہ پراٹسٹنٹ رومن کیتھولک پر اور رومن کیتھولک پراٹسٹنٹ پر بہتیرے الزام رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ مسیحی مذہب کے خلاف ایسے معترض کی یہ دلیل کوئی دلیل نہیں۔

ہم مسٹر اکبر مسیح اور اس کے ہمصفیروں سے پوچھتے ہیں کہ اگر فرقہ چکڑالوی اور شیعہ لوگوں کے خیالات سچے ہیں اور بخیال شما اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنے والے ہیں تو فرقہ ابیونی کی طرف آپ کی توجہ ہونی چاہئے۔ یہ فرقہ پچھلے وقتوں میں ایک مشہور فرقہ تھا چنانچہ اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت

عیسٰی صرف ایک آدمی تھے اور مقدسہ مریم اور یوسف نجار سے اور آدمیوں کی طرح پیدا ہوئے تھے۔ موسیٰ کی شریعت کی اطاعت صرف یہودیوں پر ہی نہیں بلکہ سب پر واجب ہے اور عہد عتیق کے احکام پر عمل کرنا نجات کے لئے ضروری ہے اور مقدس پولوس جو اس امر کو ضروری نہیں کہتا تو مقدس پولوس کے حق میں وہ بہت برا کہتے تھے اور رسول پولوس کی تحریرات کی نسبت بڑی بے ادبی سے پیش آتے تھے یہ فرقہ پہلی صدی مسیحی میں تھا دیکھو تواریخ موشائم صاحب جلد ا صفحہ ۱۷۰

ایک دوسرا مسیحی فاضل اپنی مستند کتاب میں مقدس اوریجن کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ فرقہ ابیونی کے دو اول گروہ کے لوگ پولوس کے نامجات کو بالکل نہیں مانتا تھا اور مقدس پولوس کے حق میں بہت کفر بکتا تھا دیکھو کتاب الاسناد جلد ششم صفحہ ۳۸۳ مصنّفہ لارڈ نر

اور علاوہ ازیں لارڈ نر فرقہ مانی کنیز کے حال میں یوں لکھتا ہے کہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ توریت اور عبرانی پیغمبروں کے ساتھ بولنے والا اصلی خدا نہیں اور عہد جدید کی مقدس کتابوں میں سخت الحاق کا قائل ہے۔ اور مقدس کتابوں کے الزامی بیانات اسکی پسندیدگی پر انحصار رکھتے ہیں اور موسیٰ اور یہودیوں کے پیغمبروں کی نسبت اسکا یقین ہے کہ اصلی سچے خدا کے ساتھ انکا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور وہ یوحنا مانی سے اسکی سند پکڑتے تھے اور یہ اگستائیس اور فاسٹس کے اقوال مصنّف نے نقل کئے ہیں دیکھو لارڈ نر کی کتاب مذکور جلد سوم

پس ہم مسٹر اکبر مسیح اور اسکے ہمنوا دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ خود دیکھ لیں کہ ان کے گھر کا کیا حال ہے؟

الزامی جواب تحریف والے اعتراض کا + بھلا اکبر مسیح صاحب فرما دیویں۔ یا اب ان کے دوسرے دوست جواب دیویں کہ اگر کوئی مسیحی فلاسفر یا فیلسوف طبیعی کی راہ سے خدا تعالےٰ کے وجود کا انکار کرے، تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گا کہ خدا در اصل کوئی چیز نہیں۔ تعجب!

باقی رہا یہ امر کہ شیعہ قرآن کے نقصان کے معترف ہیں" اسکے جواب میں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ مطابق قول فاسٹس صاحب کے مانی کنیز کا عہد جدید کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ "سب عہد جدید واجب التسلیم نہیں اور اسکی کوئی کتاب کسی حواری یا تابعی کی تصنیف نہیں ہے" دیکھو کتاب الاسناد جلد سوم

پھر اور بھی سنو اخود یونیٹرن لوگ عہد جدید میں الحاق کے قائل ہیں جیسا کہ متی کے ابواب پہلے دو تک یوحنا مثلاً اسی یوحنا کی انجیل پانچواں باب وغیرہ کتاب اسناد مصنّفہ نورٹن کا صفحہ ۳۰

پس اکبر مسیح صاحب جیسے معترض کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ کسی فرقہ کا ایک امر کو رد کرنا یہ ثابت

نہیں کرتا کہ در اصل وہ مسئلہ صحیح نہیں کیونکہ فلاں فرقہ اس کو نہیں مانتا لیکن اگر اس اصول کو قابل استعمال سمجھا جائیگا تو پھر سب مذاہب سے زیادہ نقصان اس مسیحی مذہب کو ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ احادیث لے شمارہ کی بے شمارہ ہیں ان کے راویوں کا ٹھکانا نہیں ہے آپس میں ایک دوسرے کی نسبت ان میں اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے ذیل میں ہم اس کا وہ مفصل و مدلل جواب تحریر کر کے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ یہ اعتراض کیسا بودہ اور بیہودہ ہے۔ اور پھر خاصکر مسیحیت کا کچھ نہیں چھوڑتا۔

احادیث کس اہتمام سے جمع ہوئیں۔ اہل اسلام میں احادیث کے حفظ کرنے میں بہت اہتمام سے کام لیا گیا ہے احادیث کا جمع ہونا تابعین صحابہ کے زمانہ سے شروع ہوا۔ اور تابعین میں زہری اور ربیع اور صبیح اور سعید وغیرہ نے جمع کرنا شروع کیں لیکن انہوں نے احادیث کو ترتیب وار نہ کیا تھا بلکہ صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ وغیرہ کی احادیث کو ملا کر لکھا تھا اور جب تیسرا طبقہ پیدا ہوا انہوں نے بڑی کوشش سے فقہ کے ابواب کی طرح یوں لکھا کہ احادیث نماز ایک باب میں۔ روزہ کی حدیثیں ایک باب میں اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک قسم کی احادیث کو علیحدہ علیحدہ ابواب اور الگ الگ فصل میں ضبط کیا اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے مدینہ میں امام مالک نے جس کی پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی کتاب موطا لکھی اور مکے میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے اور شام میں عبد الرحمٰن اوزاعی نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں حماد بن سلمہ نے کتب لکھیں اور جب بخاری کے زمانہ کی نوبت پہنچی تو اس نے چاہا کہ بڑی کوشش سے ایک کتاب میں ان میں بڑی قوی احادیث کو جمع کیا جن کے سب راوی عدم تام الضبط ہوں اور جس احادیث کے راویوں میں سے کسی راوی میں کچھ نقصان عدالت یا ضبط کا پایا اس حدیث کو ترک کیا۔

عدل کے معنے۔ اہل اسلام کو اول ہی سے اس بات کا بڑا اہتمام رہا ہے کہ کوئی وضعی حدیث صحیح حدیث کا درجہ پا کر دوزخ میں ڈالنے کا وسیلہ نہ بن جاوے اسلئے انہوں نے بڑی غور اور نہایت تلاش کر کے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز رکھا۔ اور اسکے واسطے ایک ضابطہ باندھا کہ ہر کوئی اس کے وسیلے سے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کر سکے اور نہایت سعی سے کتب اسناد تصنیف کیں تا ان سے ہر کوئی معلوم کر سکے کہ فلاں حدیث کے راوی کیسے تھے اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے اور کب مرے اور کیا مذہب رکھتے تھے اور ان کی عدالت و دیانت کیسی تھی اور ان کا حافظہ کیسا تھا پس اس ضابطہ کے مطابق اگر ثابت ہو کہ حدیث کا راوی عاقل مسلم عدل تام الضبط ہے تو معتبر نہیں تو غیر معتبر شمار کیا جائیگا اور عدل اسکو

کہتے ہیں کہ پرہیزگار ہو۔ اور شرک جھوٹ۔ بدعت و فسق سے بیزار ہو۔ اور اسی طرح ان چیزوں کو بھی جو خسیس ہیں اور ہمت و مردانگی کی مخالف مثلاً کسی چیزیں سے کچھ تھوڑا سا چرا لینا۔ رذیلہ اور سفیہ اشخاص کی مجالس میں نشست و برخاست کرنا نہ کرتا ہو۔ اور اگر ثابت ہو جاوے کہ ساری عمر میں اس نے حدیث کی روایت میں دیدہ و دانستہ کذب بیانی سے کام لیا ہے تو حدیث مروی اس کی غیر معتبر شمار ہو گی گو وہ جھوٹ بولنا ایک دفعہ ثابت ہو۔ پھر اگرچہ وہ تائب ہو جائے لیکن اس سے نقل کی ہوئی حدیث معتبر نہ شمار کی جاویگی۔ اور اگر حدیث میں اس کا جھوٹ کہیں ثابت نہیں ہوا مگر معاملات دنیوی میں جھوٹ بولتا ہے تو اسکی حدیث کا بھی اعتبار نہیں۔ اور اسی طرح فاسق کی حدیث بھی غیر معتبر ہے اور مبتدع کی حدیث مروی بھی مذہب مختار کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

تام الضبط کے معنے۔ تام الضبط اسکو کہتے ہیں کہ راوی روایت کرنے کے زمانہ تک اس حدیث کو خوب یاد رکھتا ہو خواہ لکھ کر جیسے بعض محدثین کی عادت تھی خواہ حفظ کر کے جیسے اکثر محدثین کی عادت تھی اور اس سے غافل نہ ہو۔ اور اس کا حافظہ برا نہ ہو۔

اب دیکھئے علم احادیث کے اہتمام میں جن اصول کو مد نظر رکھا گیا ہے اس سے بیس گنا کم اناجیل وغیرہ کے جمع و ترتیب کرنے میں نہیں رکھا۔ اب اکبر مسیح صاحب کو خوب معلوم ہو جانا چاہئے کہ مشہور فاضل امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اگر ہم بالفرض کہدیں کہ تقریباً ایک صد پچاس ہجری میں امام موصوف نے علم احادیث کے جمع کرنیکا اہتمام کیا تو بھی کوئی مضایقہ کی بات نہیں۔ مگر اکبر مسیح صاحب اس عرصہ کو بہت

اکبر مسیح اپنے گھر کی طرف دیکھے

بتلاتے ہیں اور اپنے گھر کی طرف خیال نہیں کرتے کہ امثال کی کتاب کے پانچ ابواب دو صد ستتر برس کے بعد روایت زبانی سے جمع کر کے اس کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ جو آپ کے نزدیک الہامی ہیں۔ چنانچہ ایڈم کلارک اپنی تفسیر کی جلد سوم زیر آیت امثال ۲۵ باب ۱ یوں لکھتا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں اس کتاب کے وہ امثال ہیں جو حزقیاہ بادشاہ کے حکم سے جمع ہوئیں اور روایت زبانی سے جو سلیمان کے وقت سے چلی آتی تھی جمع کر کے ضمیمہ کے طور پر اس کتاب کے ساتھ لگائی گئیں اور چونکہ ممکن ہے کہ حزقیاہ کے رفقاء میں سے اشعیا و دیگر انبیاء جو اس وقت تھے مرد ہوں (کیا خوب ہے) تو یہ صحیفہ مثل باقی کتاب کے مستند ہے۔ ورنہ کیونکر اس کو ساتھ مقدس کتاب کے ملا دیتے"

پھر تعجب ہے کہ یہود کے علم حدیث پر اکبر مسیح نے کبھی کوئی رسالہ نہیں لکھا جس کے خلاف خود اس کے خداوند کے کلمات اناجیل میں موجود ہیں اور علاوہ ازیں بعض کے نزدیک سترہ سو برس کے بعد موسیٰ سے ایک گیمرا اور دوسرا بعض کے نزدیک دو ہزار سال بعد از موسیٰ مرتب ہوا۔ مگر یہ کیوں بصرف اسلئے کہ مشہور ہو جاؤں۔

اکبر مسیح کے سارے مذہب کا دارومدار احادیث پر

اب ہم ذرا زیادہ تحقیق و تفحص کو کام میں لائینگے اور دکھائینگے کہ اکبر مسیح صاحب کے سارے مذہب کا دارومدار صرف احادیث پر ہی ہے۔ اور کتب متعارف مثل اناجیل۔ اعمال۔ خطوط الرسل وغیرہ کے سب احادیث کے وساطت سے ہی جمع و مرتب ہوئی تھیں اور احادیث بھی کیسی جن کی تعریف بالفاظ اکبر مسیح صاحب کے یہی ہو سکتی ہے وہ حدیثیں ہیں بےشمارہ کی لیشمارہ سرے سے آخر تک نرا بکھیڑا جتنے منہ اتنی باتیں نہ راوی کا ٹھکانا نہ روایت کا آخر آخرکار یورپ و دیگر ملک کے محققین کو لکھنا پڑا۔ احادیث کے مجموعہ یعنے عہد جدید و عہد عتیق کی طرف جو نظر دوڑائیں تو بیشک انمیں زمین و آسمان کا فرق پائینگے (اور ہم خود بھی تقریبًا یکصد اختلاف بائبل میں ثابت کر سکتے ہیں جس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔)

رومن کیتھلک کا عقیدہ

اول رومن کیتھولک چرچ جو در اصل بڑا اناچرچ ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کتاب مقدس سے اصول دین عیسوی اور دیگر امور متعلقہ نجات ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان امورات کو مادر چرچ سے سیکھنا چاہیئے لہٰذا وہ علم احادیث کو بھی یہود کی طرح قابل اتباع اور لائق تسلیم جانتے اور مانتے ہیں۔

رسولی کلیسیا کا دارومدار زبانی روایات پر

پراٹسٹنٹ چرچ کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام اصولات دین عیسوی و دیگر امورات متعلقہ نجات خود کتاب مقدس سے ظاہر و باہر ہے اسلئے کسی بیرونی کتاب یا چرچ کی ضرورت نہیں۔ پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول ہم کتاب مقدس سے ہی یہ ثابت کریں کہ خود کتاب مقدس احادیث کی نسبت کیا کہتی ہے اور مابعد معزز متقدمین مسیحی مذہب کے اقوال نادرات اس بارے میں قلمبند کریں پس اسکے لئے جاننا چاہیئے کہ عام مسیحی لوگ اس امر کو جانتے اور مانتے ہیں کہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں پرانی انجیل متی اپنی تکمیل کو پہنچی تھی۔ بلکہ کل عہد جدید کی نسبت

لہ حیرت ہے کہ باوجود اس عقیدہ کے پھر بھی اتا ناسیس کے عقائد دربارہ تثلیث و الوہیت مسیح کو نہ صرف تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ لفظ بلفظ اسے دعا و نماز میں پڑھتے بھی ہیں ✣

یہ مسلّم امر ہے کہ پہلی صدی عیسوی کے بعد جمع و مرتب ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر کتب موجودہ عہد جدید کہاں سے لئے گئے۔ نیز اس پہلی صدی میں اصول ایمان کس طرح آموختہ کئے جاتے تھے سو اسکے لئے واضح ہو کہ خود اناجیل و خطوط الرسل سے اس امر کا پتہ چل سکتا ہے چنانچہ مقدس پولوس رسول کا کلام اس پر شاہد ناطق ہے "اے بھائیو ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے نام سے تمہیں حکم دیتے ہیں ہر ایک ایسے بھائی سے کنارہ کرو جو بے قاعدہ چلتا ہے اور اس روایت پر عمل نہیں کرتا جو اس کو ہماری طرف سے پہنچی نمبر ۲ تسلوہ ۳/۶"

اسکے علاوہ تمطاؤس کو ارشاد ہے کہ "اور جو باتیں تو نے بہت سے گواہوں کے سامنے مجھ سے سنی ہیں ان کو ایسے دیانتدار آدمیوں کے سپرد کر جو اوروں کو بھی سکھانے کے قابل ہیں۔ تمطاؤس نمبر ۲ ۲/۲ آیت"

پھر اسی خط کے پہلے باب میں فرماتے ہیں جو صحیح باتیں تو نے مجھ سے سنیں اس ایمان اور محبت کے ساتھ جو مسیح یسوع میں ہے۔ ان کا خاکہ یاد رکھ تمطاؤس ۲ ۱/۱۳"

پھر اسکے علاوہ دوسری بار نامہ تھسلونیقون میں لکھتے ہیں "پس اے بھائیو! ثابت قدم رہو اور جن روایتوں کی تم نے ہماری زبانی یا خط کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے ان پر قائم رہو نمبر ۲ تسلوہ ۲/۱۵"

مجملہ بالا مقامات سے ثابت ہو گیا کہ خود رسولی کلیسیا کا دار و مدار روایات زبانی یعنی احادیث پر تھا جن کے یاد رکھنے کی مقدس پولوس تاکید کرتے ہیں اور ان حوالہ جات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت زبانی کا اجرا حواریوں کے حکم سے ہوا اور ان کے نزدیک وہ بھی واجب الاعتبار تھیں ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تمطاؤس کو مقدس رسول لکھتے جو تو نے میری باتیں معتبر گواہوں سے سنیں ان کو ایسے امین لوگوں کو سکھاؤ جو دوسروں کو بھی سکھا سکیں اور تھسلونیقون کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ اس کلیسیا کو جیسے تحریر کے وسیلے علم پہنچے ہوئے تھے ویسے ہی روایت زبانی سے اور انہیں روایات کو لیکر اناجیل و دیگر کتب مقدسہ متعلقہ عہد جدید مرتب و تصنیف کی گئیں چنانچہ مقدس لوقا طبیب اپنی انجیل کے شروع میں فرماتے ہیں۔ کہ "چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انہیں ہم تک پہنچایا اسلئے اے معزز تھیوفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سنہ ۳۳ یا سنہ ۶۰ میں انجیل مرقس و لوقا لکھی گئی تھیں۔ وہ کوئی ثبوت اپنے اس دعوے کا نہیں رکھتے اسلئے قابل غور نہیں ہے۔

انہیں تیرے لئے لکھوں لوقا ۱ آیت ۳ پس اس سے ثابت ہوا کہ خود عہد جدید علم روایات و احادیث کے مجموعہ کا نام ہے

فضلاء مسیحی مذہب کی شہادت

ہم اس بارہ میں معزز و مقدس فضلاء متقدمین مسیحی مذہب کے اقوال کو لکھکر ثابت کئے دیتے ہیں کہ خود پراٹسٹنٹ فرقہ کے متقدمین کے نزدیک بھی یہ امر مسلمہ و ثابت شدہ ہے کہ مسیحی مذہب کا علم احادیث پر ہی انحصار ہے کاتلک ہرالڈ نمبر ۳ جلد ۶۳ میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر ٹربٹ جو پروٹسٹنٹوں کا ایک فاضل و عالم اجل ہے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھتا ہے "یہ بات تو مقدس کتابوں سے ظاہر ہے کہ عیسوی دین روایات زبان کے وسیلے پہلے الطبقوں اور حواریوں کے تابعین کے حوالے ہوا تھا۔ اور ان کو حکم ہوا تھا کہ اسے حفاظت سے رکھکر آئندہ طبقے کو پہنچادیں اور کسی مقدس کتاب سے کیا مقدس پطرس کی کتاب اور کیا دیگر حوارین کی تصنیفات سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انہوں نے متفق ہو کر یا علیحدہ علیحدہ ان ساری چیزوں کو جو نجات میں دخل رکھتی ہیں لکھدیا ہو یا کوئی ایسا قانون بنایا ہو کہ جس سے سمجھا جا سکتا ہو کہ مکتوب کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نجات میں دخل رکھتی ہو۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۳ میں لکھا ہے۔ "پولوس اور حواریوں کو ہم صریح دیکھتے ہیں کہ انہوں نے احادیث کو جیسا تحریر کے وسیلہ سے ہمیں دیا ہے ویسا ہی زبانی روایات کے وسیلہ سے بھی دیا ہے اور ان لوگوں کے حال پر افسوس ہے کہ جو ہر دو کی حفاظت نہیں کرتے اور حدیثیں دین مسیحی کے حق میں ایسی سند ہیں جیسے دیگر عہد جدید و کتب مقدسہ" یہاں تک تو ڈاکٹر ٹربٹ کا کلام ہے۔

پھر اس کے علاوہ بشپ موں ینگ لکھتا ہے حواریوں کی حدیثیں ان کی مکتوبات کے برابر ہم پایہ و اسناد ہیں۔ اور کسی پروٹسٹنٹ کو اس سے انکار نہیں کہ حواریوں کی زبانی تقریریں ان کی تحریر سے زیادہ ہیں، اور اور جلنگ ورتھ فرماتے ہیں کہ اس بات کی نزاع کہ کون سی انجیل قانونی ہے اور کونسی نہیں صرف زبانی روایت سے جو سارے جھگڑوں کے واسطے انصاف کا قاعدہ ہے اٹھ جاتی ہے۔

ریورنڈ رطامل انگلش لکھتے ہیں ایک پراٹسٹنٹ بشپ صاحب مان ینگ ثانی فرماتے ہیں کہ "دین کے بابت بہتیرے امر ہیں جنہیں خدا نے مقرر کیا ہے اور جو کلیسیا سے فرض کئے جاتے ہیں۔ اور جن کی بابت ہم قبول کرتے ہیں کہ کتاب مقدس ان امور کو نہ کہیں بیان کرتی ہے نہ سکھلاتی ہے۔"

مرأت الصدق مصنفہ صاحب موصوف صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ بحوالہ بالا فضلاء کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ دین مسیحی کا دارومدار احادیث پر ہے اب ان کے علاوہ اور بھی سنو!

ولیم میور صاحب فرماتے ہیں "پہلے مسیحیوں کے پاس کوئی لکھا ہوا عقیدہ نہ تھا۔ ایمان کے عقائد جنکا اعتقاد نجات کے واسطے ضروری ہے صرف زبانی تھے یہ قواعد دور و نزدیک کی کلیساؤں میں زبانی تھے اور یکساں تھے۔ رفتہ رفتہ مسیحیوں نے ان کو قلمبند کیا اور جب بریس میں ان کا مقابلہ کیا (کہاں اور کس وقت کن لوگوں نے کیا) تو بجز کچھ کچھ اختلاف لفظی[۱] کے سب جماعتوں کا عقیدہ مطابق نکلا اور اصل مطلب میں کچھ فرق نہ تہا۔ تواریخ کلیسیا مصنفہ صاحب موصوف باب ۳ صفحہ ۱۷

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ یوسی بس کی تواریخ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ سب کے نزدیک ایک معتبر و مستند کتاب ہے لہذا ہم اس سے شواہد بینات لاتے ہیں۔

فاضل موصوف لکھتے ہیں "کلیمنس اس یعقوب کے حال میں اپنی ساتویں کتاب میں ایک حکایت یاد رکھنے کے قابل لکھتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ کلیمنس نے اس حکایت کو ان زبانی روایتوں سے لکھا ہے۔ جو اسکو باپ دادے سے پہنچی تھیں۔ یوسیبس کی تواریخ کتاب ۲ باب ۹ احوال یعقوب

اس کلام سے ثابت ہوا کہ علم روایت کو مسیحیت میں کسقدر دخل ہے پھر دوسری جگہ ار۔ بی نیوس کا قول یوں نقل کرتا ہے "افسس کی کلیسیا جس کو پولوس حواری نے بنایا اور یوحنا حواری ترجان کے عہد حکومت تک وہاں رہا۔ حواریوں کی احادیث کا ایمان والا گواہ ہے۔ کتاب ۳ باب ۲۳

پھر اسی صفحہ پر کلیمنس کا قول یوں نقل کرتا ہے۔ "یوحنا حواری کی نسبت ایک حکایت سنو اکہ جھوٹی نہیں۔ بلکہ درست اور سچی ہے کیونکہ سینہ بسینہ اور حفاظت سے رہی ہے"

پھر دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ "مسیح کے مرید جیسے بارہ رسول اور دیگر ستر ایلچی اور اور بہت سے آدمی ان حالوں سے جو اناجیل میں لکھے ہیں۔ ناواقف نہ تھے لیکن ان میں سے صرف متی اور یوحنا نے ان حالات کو لکھا ہے اور بس۔ اور روایت زبانی سے ثابت ہے کہ انکا لکھنا بھی محض ضرورت کے سبب سے تھا کتاب ۳ باب ۲۴۔

پھر لکھتا ہے کہ "ار بی نیوس ایک حال قابل تحریر لکھتا ہے اور اسکو وہ حال پہلے کاتب[۲] سے زبانی روایت کے وسیلہ پہنچا ہے کتاب ۳ باب ۲۸

پھر کتاب ۴ باب ۵ میں لکھتا ہے "یروشلم کے اسقفوں کا حال بالترتیب کسی کتاب میں نہیں لکھا اور زبانی روایت سے ثابت ہے کہ وہ تھوڑی مدت رہے ہیں"

[۱] ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ کچھ کچھ اختلاف لفظی بھی مکتوبات میں پایا جاتا ہے مگر ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ تقریباً بکصد کی تعداد کی بھٹے بھاری اختلافات بیبل میں موجود ہے۔

[۲] ان سب فیصلہ مقدس کا حال جاننے کے لئے اور خوان ناظرین تواریخ کلیسیا عدالت میں پڑھ سکتے ہیں جو امریکن مشن سے طبع ہوا ہے۔

پھر تیسری کتاب کے چھتیسویں باب میں لکھتا ہے۔ "ہمکو روایت زبانی سے یوں پہنچا ہے کہ جب اگناٹیوس کو اسلئے کہ مسیحی ہونیکے جرم میں اسکو درندوں کے آگے ڈلواکر مروا ڈالا جاوے سریا سے روم کو لیجاتے تھے اور پہرہ کی حفاظت میں وہ ایشیا سے گذرا تو اسنے راہ میں مختلف کلیسیاؤں کو اپنی نصائح اور اقوال سے مضبوط کیا۔ اور ان بدعات سے جو آنکے دلوں میں پھیل گئی تھیں یا نئی حادث ہوئی تھیں متنبہ کیا اور نصیحت کی کہ ان زبانی روایتوں کے ساتھ جو حواریین سے منقول چلی آتی ہیں مضبوط لپٹے رہو اور آپ بھی زبانی روایت کا خیال کر کے یوں سمجھا کہ ان روایات کو لکھ کر انپر اپنی گواہی کردی"

غرضیکہ کوئی کہاں تک لکھے ان نامور اور مستند مسیحی قدیم مورخ و مفسر کی تصنیفات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بغیر علم احادیث کے مسیحی مذہب ہیچ ہے چنانچہ علاوہ بحولہ بالا مقامات کے اور بھی دیکھو۔ کتاب ۳ باب ۳۹ پے پیاس کی شہادت کتاب ۲ باب ۱۵۔ پولیکارپ کے حالات میں اری نیوس کا قول کتاب ۵ باب ۲۰ مورخ یوس کی تائید کتاب ۳ باب ۲۔ کتاب ۵ باب ۱۱ کلیمنس کا قول اور اس کتاب کو ہم نقل بھی کئے دیتے ہیں جو یہ ہے کلیمنس کہتا ہے کہ میں نے یہ کتاب جاہ طلبی کے لئے تصنیف نہیں کی بلکہ اپنے بڑھاپے کا خیال کر کے اور اسلئے کہ نسیان کا زہر مہرہ ہوں تفسیر کے طور پر جمع کی ہیں (یعنی احادیث مسیحی) گویا یہ ان الہامی مسئلوں کی شرح ہیں جنکو میں سچے بزرگوں اور مقدس لوگوں سے معلوم کر کے ذی عزت بنا ہوں اور ان آدمیوں میں سے ایک یونی گوس ہے جو یونان میں تھا دوسرا وہ تھا جو میگنا گریشیا میں رہتا تھا ایک ان میں سے سریانی اور دوسرا مصری تھا اور مشرق کے رہنے والے تھے ایک انمیں سے اسوری تھا اور ایک عبرانی فلسطین کے ملک کا اور جس شیخ کی سب کے بعد مجھے ملازمت نصیب ہوئی مصر میں چھپا ہوا تھا اور یہ سب مشائخ سے افضل تھا اسکے بعد کسی اور شیخ کی میں نے تلاش نہیں کی۔ کیونکہ اس سے کوئی افضل نہ تھا اور اس شیخ نے ان سچی احادیث کو جو پطرس اور یعقوب و یوحنا اور پولوس سے پشت بہ پشت منقول ہیں محفوظ و مامون رکھا ہے"

پھر کتاب ۵ باب ۲۰ میں اری نیوس کا قول یوں منقول ہے خدا کے فضل سے میں نے یہ باتیں (علم روایات) بڑے غور سے سنی ہیں اور انکو میں نے اپنے سینہ میں لکھا ہے نہ کاغذ پر اور قدیم سے میری عادت ایسی ہی ہے کہ ان کو ہمیشہ دیانت سے دور کرتا ہوں اور بھی دیکھو کتاب ۵ باب ۲۴ پولی کرائیس اسقف کا خط بنام وکٹر اور کلیسیائے روم۔ وکٹر دوسری صدی مسیحی میں روما کا اسقف تھا اور ۱۹۶ء

ہیں اسنے مشرقی کلیسیاؤں کو بذریعہ حکم ناطق کے رومی کلیسیا کا پابند کیا تھا پھر کتاب ۵ باب ۲ پھر اسکے علاوہ فاضل جان ملز کاتہلک کی کتاب کو پڑھو کہ اسمیں اس امر کی کیسا فگر تصدیق و تائید موجود ہے اور ہم بسبب اس امر کے کہ پراٹسٹنٹ ہمارے ملکی بھائی جان ملز کے اصل الفاظ سے رنجیدہ نہ ہو جاویں اسکی عبارت نہیں لکھتے بلکہ صرف چند حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ "دیکھو دسویں چٹھی بنام بعض صاحب اری نیوس کا قول اپنی ترجمہ کی کتاب کی جلد نمبر ۱ باب ۳ کا حوالہ دیتا ہے پھر اسی چٹھی میں اری نیوس کی کتاب کی جلد نمبر ۳ باب ۲ کا حوالہ لکھتا ہے پھر اسی چٹھی میں اری نیوس کی کتاب ۳ باب ۴ کا حوالہ نقل کرتا ہے پھر ترتولین کی کتاب جو اہل بدعت کے مقابل لکھی گئی ہے اسکے صفحات ۳۶ و ۳۷ کا حوالہ دیکر لکھتا ہے کہ اوریجن کی جو دوسری صدی مسیحی کا عالم ہے اور ۲۹۳ء میں بینتالیس کی عمر میں شہر کرتاگو کا اسقف تھا ہمارے مخالف ضرور سنیں پھر اسی چٹھی میں باسلیوس کا قول نقل کرتا ہے۔

اسکے بعد ابی فانیس کا قول نقل کرتا ہے اور اسکے الفاظ ہم بھی ضرور نقل کرینگے اور ہمیں امید ہے۔ کہ پراٹسٹنٹ دوست اس بزرگ کے الفاظ کا ہم سے زیادہ ادب ملحوظ رکھکر بسر و چشم قبول کرینگے۔

ابی فانیز اپنی کتاب میں جس کو اہل بدعت کے مقابل اسنے لکھا تہا فرماتا ہے "ہمکو چاہیے کہ زبانی روایت کا استعمال کریں کیونکہ سب چیزیں مقدس کتاب میں پائی نہیں جاتیں"۔

پھر اسی چٹھی میں جان ملز کاتہلک کریزاستم کی تفسیر کا حوالہ دیکر لکھتا ہے کہ کریزاستم نے تھسلونیقون کے نمبر ۲ ۱۵ کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ حواریوں نے سب چیزیں تحریر کے بغیر بھی ہم تک پہنچائی ہیں اور یہ ہر دو اعتبار میں مساوی ہیں اسلئے ہمیں چاہیئے کہ لحاظ رکھیں کہ کلیسیا کی روایت ایمان کا منشا ہے اور جب کوئی چیز زبانی روایت سے ثابت ہو جائے تو اس سے زاید طلب نہ کریں۔" تفسیر مذکور

پھر اور بھی سنو کاتہلک ہرلڈ جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے موسٹی قدسی بہت شاہد اس امر کے لاتا ہے کہ کلام مقدس کا متن حدیث اور زبانی روایات کے بغیر سمجھا نہیں جاتا اور کاتہلک مذہب کے فادرس یعنے مشائخ نے ہمیشہ اسی قاعدہ کی پیروی کی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر اسلامی علم احادیث نعوذ باللہ بقول اکبر مسیح اور فرقہ اہل قرآن کے اگر پایۂ اعتبار سے ساقط اور بے ضرورت بھی ہے تو اسکے اسلام اور اہل اسلام کو کیا نقصان کیونکہ قرآن کریم خود ان کے پاس موجود ہے جو ہر امر میں ان کی راہ نمائی کر سکتا ہے مگر مسیحی مذہب بغیر احادیث اور روایات کے بالکل ہیچ ہے جنکا حصہ سے زیادہ امور ہیں جو خاص مذہبی ہیں مگر کتاب مقدس بائبل میں ان کا ذکر نہیں۔ متن بغیر روایات کے سمجھنا ناممکن اب اکبر مسیح خود دیکھے کہ اسکے گھر کا کیسا حال ہے کہ خود عہد جدید کا ماخذ صحیح بھی علم روایت اور حدیث ہی ہے۔ فقط۔ (ایک طالب دعا)

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر ۵

شیعہ - لفظ آل اور اہل میں کچھ فرق ہے یا نہیں ہے بیان کیجئے۔

احمدی - آل اور اہل دونوں عربی الفاظ ہیں اس واسطے لغت عرب میں پہلے ان کے معانی دیکھنے چاہئے بڑی ضخیم کتابوں کو جانے دو منتخب اللغات میں ہی دیکھ لو۔ آل بالمد پیروان اہلخانہ و شخص و فرزندان یعنے پیروی کرنے والے اور گھر کے لوگ اور فرزندان

اہل - بالفتح سزاوار شدن و انس گرفتن و کدخدا شدن و سزاوار و کسان او مردم خانہ یعنی کسی بات یا کام کے لائق ہونا۔ اور انس پکڑنا اور شادی کرنا اور سزاوار اور لوگ اور گھر کے لوگ گویا دونوں لفظوں کے معنے تقریباً ایک ہی ہیں اور منجملہ دیگر معانی کے دونوں لفظوں میں اہلخانہ کے معنے موجود ہیں۔ اب گھر والی گھر کے آباد رکھنے والی تو بیوی ہی ہوتی ہے اسی کو گھر والوں سے نکالدو تو باقی لوگ کب اہلخانہ ہونے کے اہل رہ جاتے ہیں مجرد آدمی یا رنڈوے تو نہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔

قرآن مجید میں بھی ان معانی کی تائید موجود ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت آیا ہے کہ قال لاھلہ امکثوا [۲۰] یعنے کہا اسنے اپنے اہل کو یعنی بیوی کو جو شعیب کی صاحبزادی تھیں کہ ٹھہرو۔ اور پھر نوح اپنے بیٹے کی نسبت عرض کرتے ہیں ان ابنی من اھلی [۱۲] یعنے یہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ پھر لوط علیہ السلام دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں رب نجنی واھلی مما یعملون فنجینٰہ واھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغٰبرین [۱۹/۱۲] - یعنی اے رب مجھے اور میرے اہل کو نجات دیجیو اس سے جو وہ کرتے ہیں پس ہمنے نجات دی اسکو اور اسکے سب اہل کو سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہجانے والوں میں سے ہوگئی دوسری جگہ لوط علیہ السلام کی بابت حضرت ابراہیم کے مہمان فرشتوں کی زبانی یوں ہے قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین الا اٰل لوط انا لمنجوھم اجمعین الا امراتہ قدرنا انھا لمن الغٰبرین فلما جاء اٰل لوط المرسلون [۱۴] یعنے انہوں نے کہا کہ ہم بھیجے گئے ہیں ایک قوم کی طرف سے جو مجرمین ہیں۔ سوا آل لوط کے ہم ضرور ان سب کو بچا لینگے سوائے اسکی عورت کے کہ بیشک ہمنے اسے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر لیا ہے۔

دیکھو دونوں آیتوں میں ایک ہی گروہ کی نسبت آل و اہل کے الفاظ مختلف مواقع پر مستعمل ہوتے ہیں اور دونوں موقعوں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لوط علیہ السلام کی عورت بھی آل لوط اور اہل لوط میں داخل تھی فہو المراد اب حدیث شریف کو لو تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل کا لفظ جہاں بمعنی زوجہ مستعمل ہوا ہو وہیں اہل بمعنی آل بھی ہوا ہے چنانچہ آیت مباہلہ کے متعلق سعد بن ابی وقاص سے جو روایت ہے اسمیں آیا ہے کہ جب حسنین اور جناب علی علیہ السلام اور حضرت سیدہ علیہم السلام کو بلایا تو فرمایا اللھم ھٰؤلاء اھلی اخرجہ الترمذی تیسیر الوصول فصل ۳ باب ۳ فضائل اہلبیت ع

اور آیت تطہیر کے موقعہ پر جب اپنا کمل اوڑھایا تو آل عبا علیہم السلام کی نسبت فرمایا اللّٰھم ان ھٰؤلاء اھلبیتی تیسیر الوصول فصل ۳ باب ۳ - اور قصہ افک عائشہ رض کے متعلق ایک طویل روایت ہے اسمیں متعدد مقامات پر اہل کا لفظ بمعنی اہلخانہ وازواج مروی ہے -

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیقہ رض کو طلاق دینے کے لئے جناب علی علیہ السلام اور اسامہ بن زید سے مشورہ لیتے ہیں تو اسامہ نے عرض کیا ھم اھلک یا رسول اللہ ولا نعلم واللہ الا خیراً پھر لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین سے کبیدہ خاطر ہو کر اور انتقام لینے کی غرض سے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ایسے شخص سے کون میرا بدلہ لے جس کی طرف سے میرے اہل کے بارہ میں ایذا دینے والی بات مجھ تک پہنچی ہے خدا کی قسم میں تو اپنے اہل کو نیک ہی سمجھتا ہوں اور جس شخص کے ساتھ یہ لوگ (عائیشہ رض کو) تہمت لگاتے ہیں (یعنی صفوان بن معطل السلمی کو) اسکو بھی اچھا آدمی سمجھتا ہوں وہ شخص بجز میرے کبھی میرے گھر میں تنہا کبھی نہیں گیا - من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی فواللّٰہ ما علمت علی اھلی الا خیراً ولقد ذکروا رجلاً ما علمت علیہ الا خیراً - وما کان یدخل علیٰ اھلی الا معی - پھر اسی روایت میں ہے کہ جناب صدیقہ رض امید وار تھیں کہ خدا نے انکی برئیت کی خبر آنحضرت صلعم کو رویا میں ہی دکھادی - چنانچہ ایک رات ایسی آئی جس میں خدائے علیم و خبیر نے ان کی برئیت کی بابت کئی آیات بذریعہ وحی نازل فرمائیں تو اس رات کی وحی کی بابت لکھا ہے کہ فواللّٰہ ما رام مجلسہ ولا خرج احد من اھل البیت حتّٰی انزل اللّٰہ تعالیٰ علیٰ نبیّہٖ صلی اللہ علیہ وسلم کہ خدا کی قسم رسول صلعم ابھی اپنے بستر سے بھی نہ اٹھے تھے اور نہ کوئی گھر والوں میں سے ہی باہر نکلا تھا یعنے بہت سویرا تھا کہ خدا نے اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی - روایت مذکور کے لئے دیکھو تیسیر الوصول

روایت نمبر ۳۔ اخرجہ الخمسۃ الاّ ابا داؤد سورۃ النور الباب الثانی فی اسباب النزول

آنحضرت صلعم کے فقر و احتیاج کے متعلق جو احادیث مروی ہیں انہیں سے ایک دو ذیل میں درج کیجاتی ہیں ان میں بھی آل محمد و اہل محمد سے مراد ازواج پر بولا گیا ہے۔

۱۔ انس بن مالک کا شاگرد کہتا ہے کہ میں نے سنا ان کی زبانی کہ کہتے تھے ما امسی عند آل محمد صاع تمر ولا صاع حب وان عندہ یومئذ لتسع نسوۃ اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی تیسیر الوصول الفصل الثانی۔ فیما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ علیہ من الفقر کہ آل محمد کے پاس شام کو نہ ایک صاع کھجور رہی نہ ایک صاع کوئی غلہ باقی رہا اور اسوقت آپکی نو بیبیاں تھیں۔

۲۔ ما شبع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز البر ثلثا حتی مضی لسبیلہ وفی اخری ما اکل آل محمد اکلتین فی یوم واحد الا احدٰہما تمر مدہ ،، ہر دو روایات میں ازواج کو آل محمد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعۃ واہلہ طاویًا ولا یجدون عشاءً وکان اکثر خبزہم الشعیر اخرجہ الترمذی وصححہٗ ،، ،، ،، اس روایت میں انہی کو لفظ اہل سے بیان کیا گیا ہے۔

اگر یہاں تک آپکی تسلی نہیں ہوئی تو لیجئے میں شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر سے آل اور اہل کی تشریح عرض کرتا ہوں۔

والآل والاہل واحد وقیل اصل الآل اہل لان تصغیرہ اہیل والفرق بین الآل والاہل ان الاہل اعم منہ یقال اہل البصرۃ ولا یقال آل البصرۃ ویقال آل الرجل قومہ وکل من یئول الیہ بنسب او قرابۃ ماخوذ من الاول وہو الرجوع واہلہ کل من یضمہ بیتہ × × × × وآل الرجل اہلہ وقرابتہٗ قال الشاعر

۵۔ ولا تبک میتًا بعد میت احبۃ ۔ علیؓ وعباسؓ وآل ابی بکرؓ

قال ابو عبیدۃ سمعت اعرابیًا فصیحًا یقول اہل مکۃ آل اللہ فقلنا ما تعنی بذالک قال الیسوا مسلمین المسلمون آل اللہ وانما یقال آل فلان للرئیس متبع وفی شبہ مکۃ لانہا ام القری ومثل فرعون فی الضلال واتباع قومہ لہ۔ فاذا

جاورت ھذہ فان آل الرجل اھلبیت خاصۃً فقلنا لہ افنقول لقبیلۃ آل فلان قال لا اھلبیتہ خاصۃ۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان علامہ طبرسی زیر آیت واذ نجینا کم من آل فرعون

(ترجمہ) لفظ آل اور اہل کے ایک ہی معنی ہیں اور کہا گیا ہے کہ لفظ آل کی اصل بھی اہل ہی رہی کیونکہ اسکی تصغیر اھیل ہے اور آل واہل میں فرق یہ ہے کہ اہل میں آل (کا مفہوم) داخل ہے جیسے اہل بصرہ تو کہا جاتا ہے لیکن آل بصرہ نہیں کہتے اور کہتے ہیں کہ آل الرجل سے مراد اسکی قوم ہوتی ہے اور ہر ایک جو نسب یا قرابت میں اسکی طرف پھرے اور یوں مشتق ہے اول سے جس کے معنے رجوع کے ہیں اور اہل وہ ہوتے ہیں جو اسکے گھر میں رہتے سہتے ہوں اور آل الرجل سے مراد اسکے گھر والے اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے سہ علی اور عباس اور آل ابی بکر جیسے دوستوں کے مرنے کے بعد کسی مردہ پر مت آنسو بہاؤ۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ مینے ایک فصیح و بلیغ اعرابی سے سُنا کہ کہتا تھا کہ اہل مکہ خدا کی آل ہیں اس پر ہمنے کہا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے تو کہا کہ کیا نیک مسلمان خدا کی آل نہیں ہیں اور کسی بڑے رئیس کے متعلقین کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی آل ہیں اور مکہ چونکہ ام القریٰ (سب بستیوں کی ماں) ہے اس واسطے وہ اسکا مصداق ہے اور اسی طرح گمراہی میں فرعون متبوع ہے اور اسکی قوم اسکی آل ہے۔ جب اس سے بھی زیادہ تحقیق چاہے تو یہ ہے کہ آل الرجل خاص اسی کے اہلبیت ہوتے ہیں۔ پھر ہمنے کہا کہ کیا ہم کسی قبیلہ کو آل فلاں کہہ سکتے ہیں کہا کہ نہیں صرف اسکے گھر والوں کو۔

شیعہ اور ازواج کو تو اب میں بھی اہلبیت مان لیتا ہوں سگر عائشہ اور حفصہ کو داخل ماننے کو جی نہیں چاہتا۔

احمدی - قرآن وحدیث وکتب فریقین سے اس موضوع پر ایک حد تک کافی بحث ہو چکی ہے اب بھی اگر آپ کا جی نہ مانے تو اسکا کیا علاج ہے خدا سے دعا مانگو کہ اہلبیت کے بغض سے آپکے سینہ کو پاک کرے۔ تاہم اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں کچھ اور بھی عرض کر دیتا ہوں۔ شاید آپ کا دل مان جائے دیکھیے السلمان منا اھل البیت ایک مشہور حدیث ہے جس کے معنے ہیں کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہے حالانکہ سلمان بقول ملا باقر مجلسی فارس کے دہقان تھے۔ نہ آیت تطہیر کے وقت رسول صلعم نے انکو اپنی کمل کے اندر داخل فرمایا تھا نہ وہ بنی ہاشم تھے نہ آل ابو طالب

سے تھے اور نہ معصوم ہی تھے لیکن شیعہ و سنی سے کسی کی مجال نہیں کہ ان کو اہلبیت نبوی سے خارج کرے

اب اس سے آگے چلئے اصول کافی میں امام صادق علیہ السلام سے آیت تطہیر کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس سے مراد دروازہ امام اور ان کی محبت ہے پس جو اس میں داخل ہوا وہ نبی کے گھر میں داخل ہو گیا یعنے اہلبیت سے ہو گیا۔ وفی الکافی عن الصادق فی ھٰذہ الآیۃ۔ قال یعنی الائمۃ وولایتھم من دخل فی بیت النبی تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ زیر آیت تطہیر اب اپنے گرد و پیش اور نزدیک و دور کے شہر و دیہات میں خوب غور اور گہری نگاہ سے دیکھکر بتلایئے کہ کس قدر بنگ نوش اور کتنے شرابی فاسق و فاجر بے نماز "حب وا بائمہ" و "مومن" تکیوں اور بازاروں اور چکلوں میں کیا سادات اور کیا غیر سادات موجود ہیں اور اس طرح کتنی بدرنشاں اور بہار فشاں اور پیاری جان اور جھنڈی جان مومنات ہیں سب ہیں مطابق حدیث مذکورہ کے یہ سبھی تو اہلبیت نبی صلعم سے ہیں کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں ہرگز نہیں؟ بندۂ خدا ان تمام ایسوں غیروں کو داخل اہلبیت النبی مانتے ہیں آپکو کوئی انکار نہیں لیکن عائشہ اور حفصہ رضہ کو داخل اہلبیت النبی ماننے میں آپکو ہزاروں اصرار اور شبہات وارد ہو جاتے ہیں پناہ بخدا۔ آخر تعصب کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔

شیعہ۔ کیا عائشہ کا جنگ جمل کے لئے نکلنا آیت وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ کے خلاف نہیں ہے۔

احمدی۔ جناب صدیقہ مدینہ منورہ سے تو بارادہ حج نکلی تھیں لیکن بعض منافقین و دشمنان دین کی شرارت سے وہ اس جنگ میں مبتلا ہو گئیں اور جو آیت آپنے لکھی ہے اس سے شاید آپ یہ سمجھے ہیں کہ مستورات کو بالکل گھر سے نکلنا ہی منع ہے یہ بالبداہت غلط ہے اول از روئے لغت عرب۔ کیونکہ تبرج کے معنے ہیں بناؤ سنگار کرنا اور ساتھ جاہلیت کا لفظ اسکی تائید کرتا ہے۔ متبرج خود آراستن دیکھو منتخب اللغات اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جنابہ صدیقہ آخر جنگ تک اپنے ہودج میں پردہ کے اندر تشریف رکھتی تھیں اور اسی واسطے جناب علی علیہ السلام نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھیجا تھا کہ انکو جاکر سمجھائیں کہ آپ کے ہمراہی سب قتل ہو گئے یا بھاگ گئے آپ اپنے گھر تشریف لیجائیں باینہمہ اگر شیعہ باز نہ آئیں تو ان سے دریافت طلب ہے کہ حضرت سیدہ جو اپنے گھر سے نکلکر فدک مانگنے کے لئے ابوبکر صدیق کے پاس تشریف لے گئیں اور پھر عمر جیسے غیر محرم کیساتھ دست و گریبان ہوتی رہیں وہ بھی اسی آیت

کی وعید میں آسکتی ہیں یا نہ اگر نہیں تو کیوں؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا؟ روایت مذکورہ یہ ہے عن ابی جعفر و ابی عبداللہ علیہما السلام ۔ قال ان فاطمۃ علیہا السلام ما ان کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان لا یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد فاطمہ صفحہ ۲۹۱

شیعہ ۔ ہمارے ہم مشرب کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلعم جناب علی علیہ السلام کو اختیار دے گئے تھے کہ میرے ازواج میں سے جس کو نافرمان و راہ حق سے برگشتہ دیکھیں اسکو طلاق دیدیں۔

احمدی ۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! اعن ہذہ الہفوات والہذیانات ۔ جناب علی علیہ السلام کا ایک مشہور قول جو نہج البلاغۃ میں ہے بحوالہ ناسخ التواریخ اور کسی موقع پر لکھا گیا ہے جو آنجناب نے بعد خاتمہ جنگ فرمایا ولھا بعد حرمتہا الاولی والحساب علی اللہ یعنی باوجود جنگ و جدل کے اب بھی صدیقہ کی حرمت ویسی ہی ہے اگر آپ ان کے اس فعل کو نافرمانی پر محمول فرماتے تو یہ کلمات جن سے حفظ مراتب اور ادب فرزندانہ مترشح ہے ام المومنین کی نسبت زبان مبارک سے نہ فرماتے۔

دوم ۔ بخاری شریف کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے دل میں صدیقہ کی ویسی ہی عزت تھی جیسی کہ زمانہ رسول صلعم میں چنانچہ آنجناب نے جب امام حسن علیہ السلام اور یار غار حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں فوج بھرتی کرنے کے لئے اس موقعہ پر بھیجا جبکہ عائشہ صدیقہ بھی بصرہ میں اس مقصد کے لئے تشریف لے گئی تھیں تو عمار جو جناب علی علیہ السلام کے محرم راز اور نائب و نمائندہ سے تھے منبر پر چڑھکر اہل بصرہ کو فرماتے تھے کہ ان عائشۃ قد سارت الی البصرۃ واللہ انہا لزوجۃ نبیکم فی الدنیا والاخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لیعلم ایاہ تطیعون ام ہی اخرجہ البخاری ۔ دیکھو تیسیر الوصول کتاب الفتن فصل السادس وقعۃ الجمل

(ترجمہ) عائشہ بصرہ میں تشریف لائی ہیں اور قسم ہے خدا کی کہ وہ زوجہ ہیں تمہارے نبی کی دنیا میں اور آخرت میں لیکن خدا نے تمکو آزمائش میں ڈالدیا ہے تا معلوم ہو کہ تم اسکی اطاعت کرتے ہو یا اس کی ۔ اس بے بنیاد اعتراض کی تردید کیلئے یہ دو ثبوت صداقت کافی ہیں۔

شیعہ ۔ آپ نے تو ازواج کو داخل اہلبیت اور مصداق آیت تطہیر ثابت کرنے میں بہت زور لگایا مگر صحیح میں صاف آیا ہے کہ بوقت نزول آیت تطہیر حضرت آنحضرت صلعم نے حسنین اور جناب علی و فاطمہ کو اپنی کملی میں لے لئے

تھے تو ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم کیا میں آپ کے اہلبیت سے نہیں ہوں تو آپ نے فرمایا تھا۔ انک الی خیر اسکا کیا مطلب ہے اور کیا اس حدیث کے رُو سے ازواج اہلبیت کے اطلاق سے خارج نہیں ہو جاتے۔

احمدی ہم نے اس بات کے ثابت کرنے میں قرآن کو پیش کیا ہے نہ کہ کوئی اپنا قیاس۔ قرآن نے اس آیت کو ازواج مطہرات کے درمیان میں ذکر کیا ہے اور ان کو اہلبیت سے موسوم کیا ہے اب کسی مومن کی مجال نہیں ہو سکتی کہ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرے اور ایسے افراد کو اس میں داخل سمجھے جنکا ذکر قرآن میں نہیں۔ اگر کوئی حدیث ازواج کو اہلبیت سے خارج کرتی ہے تو وہ قرآن کے مخالف اور اسلئے قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ اور ارشاد نبوی بابت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یعنے انک الی خیر اسکا مطلب یہ ہے کہ تو تو بوجہ احسن اہلبیت میں سے ہے۔ تجھکو ضرورت ہی نہیں ہے کہ کملی میں داخل ہو۔ یہی مطلب شارحین حدیث نے لکھا ہے ویحتمل ان یکون معناہ انت علی خیر علی مکانک من کونک من اہلبیتی ولا حاجۃ لک فی الدخول تحت الکساء کانہ منعہا عن ذلک۔ ترمذی حاشیہ صفحہ ۵۳۰ فخر المطابع دہلی طبع ۱۳۰۲ھ

شیعہ ایک صحیح مسلم میں حدیث ثقلین کے ذکر میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اہلبیت رسول سے آپکی ازواج مراد ہیں تو اس نے کہا ایم اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر فیطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا اہل بیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حُرموا الصدقۃ بعدہٗ۔ یعنی قسم ہے خدا کی کہ عورت کچھ مدت مرد کے ساتھ رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف چلی جاتی ہے آنحضرت صلعم کی اہلبیت سے دراصل آپ کی وہ اہل حسب و خویش مراد ہیں جن پر آپ کے پیچھے صدقہ حرام ہے۔

احمدی۔ زید بن ارقم کا قول قرآن سے مقدم نہیں ہو سکتا لیکن اگر شیعہ کے قول کو ہی قابل حجت جانتے ہو تو چلو یوں ہی سہی دیکھو اسی زید بن ارقم سے اسی صحیح مسلم میں آپ والی روایت سے بھی پہلے ایک روایت مذکور ہے کہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ الیس نساؤہ من اہلبیتہ قال نساؤہ من اہلبیتہ ولکن اہل بیتہ من حرم الصدقۃ بعدہ قال ومن ہم قال ہم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل ہٰؤلاء حرم الصدقۃ قال نعم۔ صحیح مسلم مع شرح نووی صفحہ ۲۷۹ مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۹ھ یعنے لوگوں نے زید سے کہا کیا آنحضرت صلعم کی ازواج آپ کے اہلبیت نہیں ہیں؟ تو اسنے کہا بے شک آپکی ازواج آپکے اہلبیت ہیں لیکن آپکے اہلبیت سے وہ لوگ مراد ہیں

جن پر صدقہ لینا بعد آپ کے حرام ہے تو میں نے کہا وہ کون لوگ ہیں تو زید نے کہا کہ وہ آل علی اور آل عقیل و آل جعفر و آل عباس ہیں میں نے کہا کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے زید نے کہا کہ ہاں اس روایت میں وہ صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ ازواج داخل اہلبیت ہیں پھر اگر دوسری روایت میں اسکے خلاف کہیں تو ان کا قول قابل حجت نہیں ٹھہر سکتا۔ کہنے کو تو بعض نازک خیال شیعوں نے بھی جناب علی علیہ السلام کو عترت میں داخل نہیں کیا دیکھو حیات القلوب جلد ۳

اڈیٹر پر سے مطالب اور پھر جو انہوں نے کہا کہ عورت کو اس واسطے اہلبیت نہیں کہہ سکتے کہ خاوند اگر اسکو کچھ مدت ساتھ رکھکر طلاق دیدے تو وہ باپ یا کنبے والوں کے پاس چلی جاتی ہے اس پر قیاس کریں تو پھر تو لڑکی بھی داخل اہلبیت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بھی شادی ہو جانے کے بعد ماں باپ کے ہاں سے اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اور پھر جو عورت مطلقہ ہوکر خاوند کے پاس سے چلی جائے تو وہ مانا کہ گھر والوں میں سے نہیں رہتی لیکن جو عورت کہ ہمیشہ اپنے خاوند کے پاس رہے بلکہ اسکے بعد بھی وہیں رہے اور خاوند کی اولاد کی تربیت کرے تاہم اس کو داخل اہلبیت نہ سمجھا جائے تو اس سے بڑھکر کیا ظلم ہو سکتا ہے اور آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے خود خدا فرماتا ہے کہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء یعنی اے نبی کی بیبیو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو وہ امہات المومنین ہیں بحکم آیت وازواجہ امہاتہم۔ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی بلکہ آخر تک ان کو اپنے ساتھ رکھا اور وہ بھی جان و دل سے آپکی تابعدار رہیں پھر وہ کس طرح سے نبی کریم کے گھر والوں میں سے نہ ہوں اصل یہ ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حدیث ثقلین بیان کر رہے ہیں جس میں رسول صلعم نے قرآن کے ساتھ تمسک کرنے اور اپنے اہلبیت کا احترام و پاس ادب و حسن سلوک کو محفوظ رکھنے کا امت کو ارشاد فرمایا ہے گویا ان کو اہلبیت کی ایک خاص قسم مدنظر ہے جیسے کہ ہر دو روایات کے آخری فقرہ سے ظاہر ہے اور وہ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنے آل علی و آل عباس وغیرہم۔ حالانکہ شیعہ صاحبان صرف آل علی اور آل علی میں سے بھی صرف گیارہ اماموں کو ہی اہلبیت اور مطہر و معصوم جانتے ہیں اور دوسروں کو عترت اہلبیت میں ہرگز داخل نہیں سمجھتے نہ ان کو مصداق آیت تطہیر معصوم مانتے ہیں۔ خوشحال ہیں اہلسنت کہ وہ ازواج مطہرات اور ان کے ساتھ آل عبا و سب سادات بنو ہاشم کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور آجکل کے ہزاروں سادات جو آل رسول ہونے کے مدعی ہیں صرف صدقات و خیرات پر گذارہ کرتے

ہیں چاہیئے تو یہ کہ ان کو بوجہ صدقہ و خیرات کھانے کے آل رسول سے خارج سمجھا جائے مگر باوجود اس ہمہ اہلسنت صدق دل
سے انکی تعظیم کرتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کو نذر و نیاز دیتے ہیں۔

شیعہ - اہلبیت کی تو وہ شان ہے کہ درود میں داخل ہیں کیا ازواج کو بھی کہیں درود میں داخل کیا
گیا ہے۔

احمدی - دیکھئے آپ پر واضح ہوچکا ہے کہ ازواج کو اہلبیت رسول صلعم سے خارج ماننا خلاف قرآن و
حدیث ہے اور لغت کے بھی خلاف ہے دیکھو منتخب اللغات میں بھی اہل کے معانی میں مردم خانہ لکھا
ہے آپ درود شریف میں داخل ہونا اہلبیت ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں تو لیجئے بسم اللہ والستۃ
الا الترمذی عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال قالوا یا رسول اللہ کیف
نصلّی علیک قال قولوا اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی ازواجہ وذریاتہ کما صلّیت علی
ابراھیم وبارک علی محمد وعلی ازواجہ وذریاتہ کما بارکت علی ابراھیم انک
حمید مجید۔ تیسیر الوصول کتاب الدعا فصل سوم فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سوائے
ترمذی باقی تمام صاحبان صحاح ستہ نے ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم آپ پر درود کیسے بھیجیں فرمایا کہ تم کہا کرو اللّٰھم صلّ علی محمد وعلی
ازواجہ وذریاتہ الی آخرہ یعنی اے خدا درود بھیج اوپر محمد صلعم کے اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی
اولاد پر دیکھو یہاں بھی ازواج کو ذریت سے مقدم رکھا ہوا ہے۔

شیعہ - اہلبیت میں حسنین رضی کے حق میں سید اشباب اہل الجنۃ آیا ہے یعنے جوانان جنت کے سردار
ہیں کیا ایسی فضیلت کسی اور کے حق میں بھی ثابت ہے۔

احمدی - ہاں دو سروں کے حق میں بھی ثابت ہے دیکھو قاضی نور اللہ شوستری نے ابو سفیان بن حارث
بن عبد المطلب کے حال میں لکھا ہے پسر عم حضرت پیغمبر بود و رضاعی او بود و با آنحضرت مشابہت بسیار داشت
و پیش از شرف اسلام مسلمانان را آزار بسیار میکرد و حضرت پیغمبر را ہجو میکرد و چوں مسلمان شد بمدیجہ از
فضل و تقوی رسید کہ از لسان حقائق بیان حضرت رسالت این کلام سعادت انجام شنید کہ ابو سفیان
بن الحارث سید فتیان اہل الجنۃ (ترجمہ) وہ آنحضرت صلعم کے چچا کے بیٹے اور رضاعی بھائی تھے اور صورت
میں آنحضرت کے بہت مشابہ تھے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کو بہت تکلیف دیا کرتے بعد آنحضرت

کو ابا جہل کہتے اور جب مسلمان ہوئے تو فضل و تقوی میں وہ مرتبہ حاصل کیا کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے سنا کہ ابو سفیان الحارث جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تو کیا کہنے ہیں وہ تو بہشت کے بادشاہ ہیں ثبوت کے لئے دیکھو روایت ذیل کو زیر آیت ان اولیاءہ الا المتقون پ۹ القمی نزلت لما قال رسول اللہ لقریش ان اللہ بعثنی ان اقتل جمیع ملوک الدنیا واجر الملک الیکم فاجیبونی الی ما ادعوکم الیہ تملکو بہا العرب وتدین لکم بہا العجم وتکونوا ملوکا فی الجنۃ۔ تفسیر صافی زیر آیت مذکور

ترجمہ۔ تفسیر قمی میں جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی تفسیر سے بھی موسوم ہے لکھا ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی تھی۔ جبکہ رسول صلعم نے قریش سے فرمایا تھا کہ خدا تعالے نے مجھکو مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمام بادشاہان عالم سے مقابلہ کروں اور ملک تمہارے قبضہ میں دیدوں پس جس دین کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں تم اسکو قبول کر لو۔ تمام عرب کے تم مالک ہو جاؤگے اور عجم تمہارے تابع ہو جائیگا اور جنت میں تم بادشاہ بنوگے اب آپ فرمائیے کہ امت رسول میں سے کس نے عرب و عجم کو فتح و تابع کرنے میں سبقت کی سوائے ابوبکر و عمر خلفائے راشدین کے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ جنت کے بادشاہوں میں سے ہیں

شیعہ۔ ائمہ اطہار اہلبیت کی تو وہ شان ہے کہ جب آدم کو خدا نے بہشت میں پیدا کیا تو انہوں نے ساق عرش کی طرف جو نظر اٹھا کر دیکھا تو بارہ اماموں کے نام یکے بعد دیگرے نظر پڑے۔ کیا تمہارے اماموں کا نام و نشان بھی کسی نے وہاں دیکھا ہے ؟

احمدی۔ بارہ اماموں کی عظمت سے تو ہم کو انکار نہیں لیکن ساق عرش والی روایت کسی خوش اعتقاد کی خود گھڑت حکایت ہے اور بس کیونکہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جس جنت میں آدم پیدا ہوئے تھے وہ دنیا کا بہشت تھا اور جنت الخلد نہ تھا۔ دلیل اسکی یہ دی ہے کہ اگر وہ بہشت ہوتا تو وہاں سے آدم بیچارے نکالے نہ جاتے اور نہ وہاں ابلیس ہی داخل ہونے پاتا فی الکافی والعلل والقمی عن الصادق انہا کانت من جنان الدنیا یطلع فیہا الشمس والقمر ولو کانت من جنان الخلد ما خرج منہا ابدًا وزاد القمی ولم یدخلہا ابلیس۔ تفسیر صافی زیر آیت یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔

شیعہ۔ امام وہ ہونا چاہئے جو سہو و نسیان سے منزہ ہو۔ آپ کے خلیفہ اور امام سہو سے کب بری ہونے کے مدعی تھے۔

احمدی۔ سہو و نسیان سے تو کوئی بھی مبرّا و منزہ نہیں یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی چنانچہ بحوالہ کتاب عیون امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے قیل لہ ان فی سواد الکوفۃ قوماً یزعمون ان النبی لم یقع علیہ السھو فقال کذبوا لعنھم اللہ ان الذی لم یسھو ھو اللہ لا الٰہ الا ھو۔ تفسیر صافی زیر آیت ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلاً یعنی آپؑ سے عرض کیا گیا کہ نواح کوفہ میں ایک قوم ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نبی صلعم پر کبھی سہو واقع نہیں ہوا۔ تو امام نے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں خدا ان پر لعنت کرے۔ تحقیق جس ذات پر کہ کبھی بھول چوک نہیں واقعہ ہوئی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اب فرمایئے جب نبی سہو سے خالی نہیں تو امام اور خلیفوں کو اگر بھول چوک ہو جائے تو بیچارے معذور ہیں یا نہ؟

شیعہ۔ ہمارے امام کا نام تو رسول صلعم نے اذان میں بھی داخل فرما دیا جو خدا اور رسول کی منادی ہے اور پانچوقت ہر ایک ملک اور ہر ایک شہر اور ہر ایک مسجد میں دی جاتی ہے آپ کے خلیفوں کا نام کیوں داخل اذان نہ ہوا۔

احمدی۔ جناب علی علیہ السلام کا نام داخل اذان کرنا بھی شیعوں کی بدعت پسندی کی خاص دلیل ہے آجکل کے شیعوں کا تو یہ مسئلہ جزو ایمان بنا ہوا ہے لیکن ابتدا میں ایسا کرنا خلاف مذہب امامیہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ فخر المحدثین محقق ابن بابویہ المتوفی ۳۸۱ھ اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں جو منجملہ اصول اربعہ ہے کتاب الاذان میں اذان کے فصول یعنے کلمات لکھکر فرماتے ہیں ھذا ھو الاذان الصحیح لا یزاد فیہ ولا ینقص منہ والمفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخباراً وزادوا فی الاذان محمد وآل محمد خیر البریۃ مرتین وفی بعض روایاتھم بعد اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان علیاً ولی اللہ مرتین ومنھم من روی بدل ذٰلک اشھد ان علیاً امیر المؤمنین حقاً مرتین ولا شک ان علیاً ولی اللہ وانہ امیر المؤمنین حقاً وان محمداً وآلہ صلوات اللہ علیھم خیر البریۃ ولکن لیس ذٰلک فی اصل الاذان وانما ذکرت ذٰلک لیعرف بھذہ الزیادۃ المتھمون بالتفویض المدلّسون انفسھم فی جملتنا

یعنے اذان صحیح تو اسی قدر ہے نہ اسمیں کچھ بڑھایا جائے نہ کم کیا جائے اور مفوضہ (غالیوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جو کہتے ہیں خدا نے اپنے سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی امیر کو سپرد کر دئے ہیں اور آپ معطل ہوگیا ہے یہی حضرات پیدا کرتے ہیں اور یہی مارتے ہیں اور یہی رزق بانٹتے ہیں۔ غرض جو کام کہ خدا کے ہیں ان کے نزدیک وہ سب کام پیغمبر خدا اور جناب علی مرتضیٰ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کچھ نہیں کرتا۔ دیکھو ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ باب ۳۷ صفحہ ۱۳۱) نے کہ خدا ان پر لعنت کرے کئی حدیثیں وضع کر لی ہیں اور اذان میں دو دفعہ محمد و آل محمد خیر البریہ کہتے ہیں اور ان کی بعض روایات میں ہے کہ بعد اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ کے ان علیاً ولی اللّٰہ دو دفعہ کہنا چاہئے اور بعض نے اسکی جگہ لکھا ہے اشھد ان علیاً امیر المومنین حقاً اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ جناب علی علیہ السلام خدا کے ولی اور امیر المومنین برحق ہیں اور یہ کہ محمد صلعم اور آپ کی آل سب مخلوق سے افضل ہیں لیکن ایسا کہنا اذان میں درست نہیں اور یہ میں نے اسلئے ذکر کر دیا ہے کہ ان زائد کلمات سے وہ لوگ شناخت کئے جا سکیں جو در اصل تو مفوضہ ہوتے ہیں اور اپنے آپکو ہم شیعیان اثنا عشریہ میں سے ظاہر کرتے ہیں۔ (خادم حسین خادم احمدی)

خاتم النبیین کے کیا معنے

اسوقت غیر مبایعین سے ہمارا یہ اختلاف ہے کہ وہ خاتم النبیین کے معنے بتاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئیگا اور ان پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ بیشک ایسا رسول جو صاحب شریعت ہو۔ یا آنحضرت کا متبع نہ ہو نہیں آئیگا مگر ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو کر محمدی نبوت کی چادر اوڑھنے کا مستحق ہو جائے ہمارے پاس اس دعوے کے بہت سے ثبوت ہیں جو مختلف مواقع پر دئے جا چکے ہیں۔ یہاں اسمیں سے ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

لباب الخیار فی سیرۃ المختار (تالیف الشیخ مصطفےٰ الغلامینی مکتبۃ الاہلیۃ بیروت طبع ثانیہ) میں صفحہ ۵۹ پر زیر سرخی السنۃ الخامسۃ لکھا ہے "وفیہا تزوج الرسول زینب بنت جحش ابنۃ عمہ بعد ان طلقھا مولاہ زید بن حارثہ الذی قد تبناہ۔ یعنی پانچویں سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب سے نکاح کیا"

پھر اسکے آگے لکھا ہے۔

"وانزل اللہ فی ذالک ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی اسی واقعہ کے متعلق آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔"

عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ پانچویں سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نازل ہوئی تھی۔ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھئے اور آگے چلئے اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ پر السنة العاشرہ کے ماتحت لکھا ہے۔

"وفی ھذہ السنة توفی ابراھیم بن الرسول یعنے اس دسویں سال رسول کریم کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی۔"

اس سے ثابت ہوا کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ برس بعد صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی اور اس وفات کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حدثنا عبد القدوس ابن محمد حدثنا داؤد بن شیب الباھلی ثنا ابراھیم بن عثمان ثنا الحکم بن عتیبة عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراھیم بن رسول اللہ صلعم وقال ان لہ مرضعا فی الجنة ولو عاش لکان صدیقا نبیا۔

یعنی میرے بیٹے ابراہیم کے نبی بننے میں صرف موت روک ہوئی ورنہ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا اگر آیت خاتم النبیین نبوت کے لئے روک ہوتی تو رسول کریم یہ کیوں فرماتے اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا کیونکہ جب آیت خاتم النبیین اتر چکی تھی تو پھر اگر ابراہیم زندہ بھی رہتے تو بھی نبی نہ بن سکتے تھے۔ آیت خاتم النبیین کے دربارہ نبوت روک ہونے کی صورت میں تو حضور کو یہ فرمانا تھا لو عاش ابراھیم لما کان نبیا۔ یعنے اگر ابراہیم زندہ رہتا تو بھی نبی نہ ہو سکتا کیونکہ خاتم النبیین کے بعد نبی کا ہونا ممتنع ہے مگر حضور کا یہ ارشاد کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضور کے نزدیک آیت خاتم النبیین مانع نبوت نہ تھی۔ بلکہ موجب اجراء نبوت۔ باقی رہا نبی کا بالفعل ہونا۔ سو وہ ضرورت پر منحصر ہے۔ اور اس پر کہ نبوت پانے والا محمدی امت میں سے ہو۔ اور اپنے آئینہ ظلیت میں نبوت محمدیہ کا کامل انعکاس رکھتا ہو۔ سو اگر حضرت مسیح کے بعد چھ سو سال تک کسی نبی کے نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو گیا تھا کہ نبوت کا سلسلہ آئندہ کے لئے بند ہے تو تیرہ سو سال تک کسی نبی صادق کا نہ آنا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ آئندہ نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی

پر

دو اعتراضوں کا جواب

اس پیشگوئی پر میں مفصل بحث مئی ۱۳ء کے تشحیذ میں کر چکا ہوں اللہ کے فضل و کرم سے کوئی مخالف اسکے جواب پر قادر نہیں ہو سکا مجھے تو رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ اس پیشگوئی کا ذکر مخالف کس منہ سے کرتے ہیں جبکہ اس پیشگوئی کے ذریعہ میرے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے تیرہ نشان صداقت کے ثابت ہوئے ایسی عظیم الشان پیشگوئی جس کے اندر تیرہ زبردست پیشگوئیاں پوری ہوں اس پر اعتراض کرنا حد درجے کی دیدہ دلیری اور جناب الٰہی میں گستاخی ہے۔

میں سعید الفطرت طالبان حق کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ خدا کے الہام کے الفاظ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس پیشگوئی کا مقصد کیا تھا لڑکی سے نکاح یا کہ ایک خاندان کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والی رحمت و برکت سے بہرہ اندوز کرنا اور خدا کی ہستی کا ثبوت دینا آخری مقصد یہی تھا چنانچہ یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ کے اشتہارات سے ثابت ہے۔

ثبوت اوّل "اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ بنیاد یہ تھی کہ فریق مخالف × × × × دین کے سخت مخالف تھے × × خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے ایک شخص کی موت کو اسکی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو وابستہ کر دیا گیا اور موت کی حد مقرر کر دی گئی انسان کا کام نہیں" (خط بنام محمد حسین بٹالوی)

ثبوت دوم "پس خدا تعالیٰ نے انہیں ان کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرما دیا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے" (تتمہ اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء)

ثبوت سوم "اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپکو آفات سے محفوظ رکھکر برکت پر برکت دیگا۔

(ب) یہ دونوں طرف برکت اور موت کے ہیں جنکو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہو سکتا ہے اب جس طرح چاہو آزمالو (۱۰ مئی ۱۸۸۸ء نور افشاں)

ثبوت چہارم "ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور انمیں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا ... پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلائے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان انپر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے" (تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء)

اب ان مقاصد کو زیر نظر رکھتے ہوئے آپ ان واقعات پر غور کریں جو اس خاندان کو پیش آئے۔ مرزا احمد بیگ نے ۱۰ اپریل ۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح اور جگہ کر دیا اور بموجب پیشگوئی چوتھے مہینے ۳۰ ستمبر ۹۲ء کو فوت ہوا۔ اس موت فجاءۃ کے بعد یکدم اس خاندان کی حالت بدلی۔ اور انہوں نے شوخی استہزاء علانیہ تکذیب اور مخالفت چھوڑ دی جس کے نتیجہ میں وہ بقدر اپنی انابت اور خشیت خشوع اور خضوع کے ان بلاؤں سے بچ گئے جو حکم ربی کی نافرمانی کی صورت میں مقدر تھیں بلکہ بعض نے ان میں سے بیعت میں داخل ہو کر ان برکات سے حصہ پایا جو بشرط فرمانبرداری مقرر تھیں چنانچہ اس وقت کہ میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں اس خاندان کی مندرجہ ذیل حالت ہے

۱۔ مرزا احمد بیگ صاحب "حسب پیشگوئی فوت ہوئے"

۲۔ اہلیہ مرزا احمد بیگ صاحب۔ "خدا کے فضل سے بیعت کر چکی ہیں اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور یہ سب سے بڑا نشان ہے کیونکہ یہی اس رشتہ کی مانع تھیں اگر حضرت مسیح موعود کا کاروبار مفتریانہ تھا اور ان کے طرز عمل سے یہ ثبوت ملتا تھا جیسا کہ مخالفین اپنی تحریروں میں لکھتے ہیں کہ یہ درخواست نکاح خدا کے جلال کے اظہار اور اس خاندان کو برکات الٰہی سے بہرہ ور کرنے کیلئے نہیں تھی بلکہ محض نفسانی خواہشات کی بنا پر تو کم از کم یہ خاتون کبھی سلسلہ احمدیہ کو حق نہ سمجھتیں بلکہ دن بدن اور بھی اور رہوتیں اور نفرت و حقارت میں بڑھتیں مگر اب صدق دل سے ایمان لا چکی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی کے اندر کوئی ایسا زبردست صداقت کا جذبہ تھا کہ وہ باوجود ابتدائی مخالفت کے بیعت پر بغیر کسی دباؤ اور ظاہری غرض کے مجبور

ہوگئیں ورنہ رشتہ والی بات کی کتاب اور اشتہاروں میں اشاعت ہی دنیاوی رسوم کے لحاظ سے ایسی دکھ دینے والی بات ہے کہ بیعت تو کجا معمولی بول چال گوارا نہیں کیجا سکتی سوائے مقابل ہوکر پھر غلامی کا اقرار کرنا اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک صداقت پوری قوت کے ساتھ اپنا جلوہ نہ دکھائے اور حق کا نور ہر طرف سے پھیلکر ہر قسم کے شکوک و شبہات کی تاریکی کو دور نہ کر دے

تدبر۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یومنون۔

۳۔ سردار بیگم - وہ مرزا احمد بیگ صاحب کی دختر ہیں جو بیعت کرکے سلسلہ میں داخل تھیں ان کے خاوند مرزا محمد احسن بیگ صاحب جو مرزا احمد بیگ صاحب کی اہلیہ کی بہن کے فرزند ہیں مخلص احمدی ہیں اور حضرت خلیفۃ ثانی سے نہایت تعلقات نیازمندی رکھتے ہیں۔

۴۔ عنایت بیگم - مرزا احمد بیگ صاحب کی دوسری دختر ہیں بیوہ ہیں اور بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں

۵ - دو لڑکیاں اور ہیں کہ وہ بھی مخالف قطعاً نہیں ہیں ایک شادی کے بعد سلسلہ کو خوش عقیدگی سے دیکھتی ہیں جو چاہے تحقیق کرکے

۶ - اور دوسرے محمدی بیگم مرزا سلطان محمد صاحب کی بیوی اگر خدا لائے ہیں نہ بھیجو مجھکو شک ہو دریافت کرلے

[illegible]

۷۔ مرزا محمد بیگ صاحب - یہ مرزا احمد بیگ صاحب کے فرزند ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل تحریر ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ "میں حضرت میاں صاحب (صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد جانشین حضرت مسیح موعود) کو اپنے عقیدہ کے مطابق نیک بخت اور بزرگ سمجھتا ہوں اور مجھے احمدی جماعت والوں سے کسی قسم کی عداوت اور اعتراض نہیں ہے" (مرزا محمد بیگ بقلم خود الفضل ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۶ء)

۸۔ مرزا محمود بیگ - یہ مرزا احمد بیگ صاحب کا پوتا ہے مرزا غلام احمد صاحب سے کئی دفعہ کہہ چکا ہے کہ "میری بیعت کرا دیجئے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح معتقد ہے"

۹۔ مرزا امام الدین کی بیٹی - یہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور سوا مرزا صاحب موصوف ان کے گھر کے تمام بیعت میں داخل ہیں۔

۱۰۔ مرزا نظام الدین کا فرزند - مرزا گل محمد نے حال ہی میں بیعت کی ہے۔

۱۱۔ استانی صاحبہ - مرزا فضل احمد صاحب کی اہلیہ بھی بیعت کر چکی ہیں۔ بلکہ وصیت بھی جس کے متعلق الفضل میں چھپ چکا ہے کہ انہوں نے روپیہ داخل خزانہ انجمن کرا دیا۔

۱۲۔ **مرزا سلطان محمد صاحب** داماد مرزا احمد بیگ صاحب ہیں اپنے خط میں لکھتے ہیں جس کا عکس شائع ہو چکا ہے۔ "میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگذار۔ شریف النفس خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں۔"

الغرض ایسے کہ وہ خاندان اور اسکے متعلقین جن پر اس پیشگوئی کا اثر پڑنا تھا وہ تو یا احمدی ہیں یا احمدیت سے قریب اور سلسلہ سے خوش اعتقاد اور یہ بیرونی لوگ ہیں کہ اعتراض کئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بھلے مانسو اگر یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی یا اس پیشگوئی کے دوران میں ایسے امور پیش آئے یا کلمات شائع ہوئے جن سے مترشح ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا کاروبار کذب افتراء پر تھا تو سب سے پہلے متاثر اس خاندان یا اسکے متعلقین کو ہونا چاہیئے مگر اس کے افراد تو مرید یا اچھا خیال رکھتے ہیں اور تم بد بخت ہو کہ بیہودہ شور ڈال رہے ہو پیشگوئی پوری نہیں ہوئی حالانکہ پیشگوئی کا اصل مقصد جو تھا وہ تو پورا ہو چکا یعنے اس خاندان کے اکثر افراد نے مان لیا کہ خدا در حقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب ہیچ اور انہوں نے تسلیم کر لیا کہ خدا نے اعجوبہ قدرت دکھلایا باقی رہے پرائیویٹ خطوط جن کی عبارتوں کو پیش کیا جاتا ہے معلوم نہیں یہ لوگ مسلمان کیوں کہلاتے ہیں کیا خدا کی کسی پیشگوئی کو پورا کرنیکے لئے دنیاوی وسائل سے کام لینا اور خود کوشش کرنا حرام ہے کیا تمام انبیاء سے یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ غالب رہینگے (کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی) اور انجندنا لہم المنصورون۔ پھر وہ کیوں تبلیغ کے لئے جدوجہد کرتے اور سرتوڑ محنت کرتے لوگوں کو منت سماجت سے ڈرا کر دھمکا کر سمجھاتے تھے اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جب وعدہ تھا کہ سیہزم الجمع ویولون الدبر تو پھر کیوں وہ خود بھی بہت کر کے لڑائی میں تشریف لیجاتے اور تحریض المومنین علی القتال فرماتے جب فتح کا وعدہ تھا تو تم لوگوں کے عقیدہ کے مطابق گھر بیٹھے رہتے مگر ایسا نہ کیا اس سے ثابت ہوا کہ کسی پیشگوئی کے بعد اسے خود اپنے ہاتھوں سے پورا کرنے کی کوشش خلاف شریعت نہیں بلکہ ضروری ہے حضرت عمرؓ نے جب نبی کریم صلعم کی پیشگوئی سنی تو ایک صحابی کو بلا کر اسے سونے کے کڑے پہنانے چاہا یکہ یہ مردوں کے لئے جائز بھی نہیں کیونکہ چاہتے تھے کہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔ پس اگر حضرت مسیح موعود نے مرزا احمد بیگ صاحب یا ان کے متعلقین کو خط لکھے کہ مجھے یہ رشتہ دیدیا جائے تو اسمیں کیا گناہ ہو گیا اور اس سے ان کی صداقت میں کونسا فرق پڑ گیا۔ یہ تو حسب سنن انبیاء ضروری تھا۔ آپ ان خطوط کو اول سے آخر تک پڑھیں ان میں سوا اسکے اور کچھ نہیں۔

"۔۔۔ آپ انحراف نہ فرمائیں اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھولدیگا جو آپ کے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہو گی۔"

۲۔ جب آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا۔"

ان فقرات سے ظاہر ہے کہ آپکی تمام تر سعی محض خدا کے جلال کے اظہار اور اس خاندان کو برکات الٰہی سے بہرہ ور کرنیکے لئے تھی نہ کسی نفسانی غرض سے اور وہ کون نبی ہے جو اپنی قوم کے لئے اس بات کا حریص نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے انعامات سے حصہ پائے چونکہ خدا کے انعام کا کامل طور پر نزول اس بات کے لئے شرط تھا۔ اس لئے آپنے چاہا کہ یہ شرط پوری ہو جائے اس کے بعد جتنی مخالفت انہوں نے کی اتنا ہی دکھ اٹھایا اور جتنی موافقت کی اتنا انعام لیا۔

ہاں ان خطوط میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوگا تو میرا بیٹا فضل احمد بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدیگا اسے بے انصافی اور ظلم کہا جاتا ہے۔ میں جواب میں عرض کرتا ہوں کہ پہلے آپ یہ بات سمجھیں کہ یہ پیشگوئی کسی نفسانی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے اور اسکے کاموں کو اس خاندان اور دوسرے جہان پر ظاہر کرنے کے لئے۔ اب جو لوگ خدا کے کلام کی مخالفت کرنے پر تلے ہوں اور جو کچھ اس نے اپنے بندے کے ذریعہ چاہا ہو۔ اسکی خلاف ورزی پر کمربستہ ہوں ضرور تھا کہ ان سے بکلی قطع تعلق کر لیا جائے تا کہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کے ماتحت نہ آجائیں۔ بغاوت تو خاندان کا ایک سرگروہ کرتا ہے مگر دنیا میں بھی گورنمنٹ اسکے سب افراد کو جلاوطن کر دیتی ہے جن میں ان کے معصوم بچے بھی ہوتے ہیں۔ جو مطلق نہیں جانتے کہ ان کے باپ نے کیا جرم کیا اور اسی طرح کئی بھائی بند ہوتے ہیں کوئی دوست دوسرے دوست سے ناراض ہوتا ہے تو بعض اوقات اسکے دئیے ہوئے تحفے بیجان اور جاندار واپس کر دیتا ہے حالانکہ ان کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا۔ خدا جو احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے عذاب بھیجتا ہے تو اس میں نہ صرف جانور مرتے ہیں جو یقیناً گنہگار نہیں بلکہ کئی انسانی بچے بھی انہی مجرموں کے ساتھ ہلاک ہو جاتے ہیں جن کے لئے وہ عذاب آیا تو کیا کہو گے خدا نے ظلم اور بے انصافی کی بالغوں کو جب کوئی بیماری آتی ہے یا مصیبت تو کہا جاتا ہے کہ مومنوں کے لئے گناہوں کا کفارہ ہے اور کافروں فاسقوں کے لئے سزا مگر مومن بچے سخت سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں اسکا کیا جواب ہے۔ یہی کہ ان کے متعلقین رجوع الی الحق کریں۔ یا ان بچوں کے دکھ کی وجہ سے جو دکھ ان سے گنہگاروں کو ہوتا ہے وہ بطور سزا ہو پس اسی طرح یہ معاملہ ہے جب ایک خاندان کے سرگروہ نے اپنے لئے برکات الٰہی کو پسند نہ کیا تو ضرور تھا

کہ پیشگوئی کے مطابق وہ قہری نشانات سے حصہ پائے سو اسکے لیئے کئی صورتیں ہو سکتی تھیں یعذبہم
اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیہم (ترجمہ) صحابہ کرام کو فرمایا کفار کے متعلق پیشگوئی تھی کہ ایک سال
کے اندر ان پر عذاب آئیگا آخر یہ عذاب جنگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور نبی کریم اور صحابہ کرام کو حکم ہوا
کہ تم اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھا کر ان کو عذاب دو۔ اب کیا اس پر کہو گے کہ پیشگوئی عذاب کی فرمائی۔ اور پھر
خود ہی عذاب دینے لگے ہرگز نہیں تلوار اٹھانے میں ایک نشان تھا کہ قلیل گروہ کثیر پر باوجود حشمت و شوکت
فتحیاب ہوگا پس ان کی کسی لڑکی کا مطلقہ ہونا بھی ایک قہر تھا خدا نے اپنے مامور کے ذریعہ پورا کرادیا۔ دوم
ایک خاندان سے ایک نبی کا بالکل تعلق منقطع کر لینا بھی تو ایک عذاب ہی ہے کیونکہ ما کان اللہ لیعذبہم
وانت فیہم کے مطابق رسول کی موجودگی عذاب الٰہی کو روکنے والی ہوتی ہے آخر بعض رشتوں کے ذریعہ کسی
نہ کسی پہلو سے ان کو ان برکات و انعامات سے حصہ ملتا تھا جو نبی کے گھرانے کے لیئے مختص ہیں۔ خدا کی وحی
کی نافرمانی کی پاداش میں اس سے محروم کرنا ضروری تھا۔ سوم جب انہوں نے خود چاہا کہ اپنے تئیں قہر الٰہی کا
مورد بنایا تو حضور کے لیئے ضروری تہا کہ اس خاندان کے کسی فرد کا تعلق اپنے یا اپنے متعلقین کے ساتھ نہ
رہنے دیں تا کہ کسی نہ کسی طریق سے آپ کو بھی اس قہر کا گزند نہ پہنچے۔ چہارم لوط کا واقعہ دیکھو خود ہی عذاب
کی پیشگوئی کی۔ مگر جب عذاب آنے لگا تو خود ان کو حکم ہوا کہ یہاں سے راتوں رات نکلجاؤ۔ اب تم جیسے
معترضین تو کہینگے کہ جب عذاب کفار اور مجرمین کے لیئے تہا تو حضرت لوط کو کیا خوف تہا وہیں رہتے۔ اور
بچ جاتے مگر خدا کی یہ سنت نہیں وہ نافرمانوں سے نبیوں کا تعلق بکلی منقطع کرا دیتا ہے دیکھو حضرت لوط کی بیوی
نے اپنے رشتہ داروں سے کچھ تعلق رکھا (حالانکہ وہ پیشگوئی پر تو ایمان رکھتی تھی اور حضرت لوط کو مفتری نہیں جانتی
تھی) تو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آگئی۔ عذاب کے نزول کے وقت مومنوں کو حکم ہوتا ہے کہ لا یلتفت منکم
احد[1]۔ التفات نہ ہو۔ پس جب کسی نے چاہا کہ وہ قہری نشانوں کا مورد بنے تو ادہر سے بہر پہلو قطع تعلق کر لیا گیا
چنانچہ حضور کی اہلیہ جو ان کی طرف ملتفت تھیں اس سے بھی قطع کر کے ان کو اور ان کے دکھوں میں زیادہ آیت
یعذبہم اللہ بایدیکم (ترجمہ) اضافہ کرنے اور نیز اپنے بیٹے کو قہر الٰہی سے بچانے کے لیئے ارشاد فرمایا
کہ اپنی بیوی کو جو اس مخالف خاندان کے سرگروہ کی قریبی ہے طلاق دیدے اور یہ سب کارروائی اللہ کے حکم
سے کی اسی کے جلال کے لیئے اسی کی خاطر کوئی نفسانی غرض اسمیں شامل نہیں۔ اسپر یہ اعتراض جو کیا جاتا ہے
کہ فضل احمد کیوں بغیر کسی گناہ کے اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا یہ ایک شیطانی تو جیہ ہے۔

[1] قالوا یا لوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باھلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک
انہ مصیبھا ما اصابھم ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب۔ سورہ ہود

عن ابن عمر قال کانت تحتی امراۃ وکان عمر یکرھھا فقال لی طلقھا فابیت فاتی عمر النبی صلعم فذکر ذالک لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقھا ابوداؤد

ابن عمر سے روایت ہے کہ اس کی ایک بیوی تھی اور حضرت عمر اسے ناپسند فرماتے تو ارشاد کیا کہ اسے طلاق دے دو۔ حضرت عمر کے بیٹے کہتے ہیں بیٹے انکار کیا حضرت عمر نے نبی کریم سے شکایت فرمائی تو حضور نے حکم دیا کہ اسے طلاق دیدے

۳

عن ابی درداء ان رجلا اتاہ فقال ان لی امرأۃ وان امی تامرنی بطلاقھا فقال سمعت رسول اللہ صلعم یقول الوالد اوسط ابواب الجنۃ فان شئت فاضع ذلک الباب او احفظھا (ترمذی)

ابو الدرداء روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آکر کہنے لگا میری ماں کہتی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدو تو جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ باپ جنت کے بیچ کا دروازہ ہے چاہتے ہو تو نافرمانی کرکے دروازے کو کھو دو۔ چاہو تو فرمانبرداری کرکے محفوظ رکھ لو۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ بیٹے کو اگرچہ بیوی اپسند بھی ہو تو بھی باپ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے اور باپ اپنے بیٹے کو حکم دے سکتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ پس حضرت مسیح موعود نے وجوہات متذکرہ بالا سے ایسا حکم دیا تو بالکل بجا کیا حضور نے اس خط میں جو مرزا احمد بیگ کے نام ہے اور جو ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء کو لکھا گیا ہے مرقوم ہے کہ "یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی نظر اسکی طرف لگی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی نفسانی معاملہ نہ تھا بلکہ بات تو اسپر آرہی تھی کہ اسلام کی فتح ہوتی ہے یا دوسرے مخالف مذاہب کی پس جو خاندان یا شخص اسلام کے مخالف مذاہب کی امداد اپنے افعال یا اقوال سے کر رہا تھا اس سے قطع تعلق بہر صورت ضروری تھا چونکہ اس قطع تعلق سے خدا کا غضب نازل ہونا تھا اسلئے آپنے اس غضب سے بچانے کے لئے ازراہ کمال ہمدردی تمام رشتہ داران کو متنبہ کیا اور ہر طرح سے مرزا احمد بیگ صاحب کو بچانا چاہا چنانچہ آپنے مرزا علی شیر بیگ کو بھی خط لکھا کہ ان کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن تھیں اور نیز ان کی بیٹی عزت بی بی مرزا فضل احمد

حضور کے بیٹے کی بیوی تھیں آپ مرزا علی شیر بیگ کو ۴ مئی ۱۸۹۱ء کے خط میں لکھتے ہیں۔

"آپ کے گھر کے لوگ (مرزا فضل احمد کی ساس۔ مرزا احمد بیگ کی بہن) اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اسکو خوار کیا جائے . . مجھکو بچانا اللہ کا کام ہے"

. . . آپکی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدے ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کی مرضی کے خلاف نہیں کرینگے یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں . . . لہذا میں نے ان (والدہ عزت بی بی زوجہ مرزا احمد بیگ) کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی (مرزا احمد بیگ) کو اپنے ارادہ سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپکی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا"

ان سطور کو پڑھکر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے کیوں اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بصورت نافرمانی اس حکم کے وہ عاق ہے یعنے کہ اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کی صورت میں اسلام پر حرف آتا تھا۔ اس کی مخالفت درحقیقت اسلام کی مخالفت تھی کیونکہ اصل مقصود نکاح نہ تھا۔ بلکہ خدا کی وحی کا جس سے قبل از وقت اطلاع دیگئی تھی پورا ہو کر یہ ثابت کرنا کہ خدا ہے اور وہ اپنے ماموروں کے ساتھ ہے اور سلسلہ احمدیہ برحق ہے مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ اس معاملہ میں اپنے بھائی کی مددگار اور حضرت مسیح موعود کی مخالف تھیں وہ خود مطالبہ کرتی تھیں کہ ان کی لڑکی کو طلاق دیا جائے۔ پس ایک غیرتمند کے لئے ضروری تھا کہ جو اس سے قطع تعلق کرنا چاہے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

پس نظر بریں وجوہات نہ تو یہ پرائیویٹ خطوط جو مخالفین کی طرف سے بڑے فخر سے پیش کئے جاتے ہیں قابل اعتراض ہیں اور نہ یہ پیشگوئی ایسی ہے جس کی نسبت ضدیکہ ایک کہا جا سکے کہ پوری نہیں۔ پیشگوئی تو چودہ پیشگوئیوں کے رنگ میں پوری ہوئی ہے

(اکمل)

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۵۵

انعام ع - اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ
نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (ترجمہ)
کیا نہیں دیکھا اہل مکہ نے کہ کتنے گروہ ہمنے ہلاک کئے پہلے ان سے ایسے ایسا قابض کیا تھا ہمنے ان کو زمین
میں کہ نہیں غلبہ دیا ہمنے تم کو اور بھیجا تھا ہمنے اوپر ان کے مینہ زور کا آسمان سے اور ندیاں جاری کیں نیچے
سے پس ہلاک کیا ہمنے ان کو باعث ان کے گناہوں کے اور بعد اسکے پیدا کئے ہمنے اور گروہ۔

آیت ہذا میں اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کو بطور پیشگوئی کے یہ بات سنادی کہ پہلے انبیاء کے منکروں کا حال دیکھ
لیں کہ وہ کیوں ہلاک کئے گئے پس اگر تم بھی ایسا ہی کروگے تو ہم بھی ویسا ہی کرینگے اور بیشک منکران محمدؐ کے
ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا۔

پیشگوئی نمبر ۵۶

انعام ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ قُلْ
لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلْ لِّلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ کو کہدے کہ سیر کرو زمین میں پھر حق بین
آنکھوں سے دیکھو کہ کیونکر ہوا انجام تکذیب کرنیوالوں کا پھر یہ بھی کہدے کہ کس کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں اور
زمین میں ہے کہہ اللہ کے لئے جس نے لکھ رکھا ہے رحمت کو مقدم اپنی ذات کے لئے وہ خدا ضرور ہی تم سب کو
جمع کریگا طرف اس دن کے (کہ روحانی مردے زندہ کئے جاینگے) اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں
وهو القاهر فوق عباده۔

آیت ہذا میں یہ خبر دی کہ اہل مکہ زمین پر نظر کرو اور تاریخی طور پر دیکھو کہ کیسا برا انجام کیا ہمنے مکذبین حق کا

پھر فرمایا آسمان و زمین کے اختیارات کس کے ہاتھ میں ہیں وہی جو رحمٰن والا خدا ہے ضرور وہ متفرق عرب کو دین اسلام پر جمع کریگا سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

پیشگوئی نمبر ۵۷

انعام ع۲ - وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ (ترجمہ) اے نبی کہہ کہ وحی کی جاتی ہے میری طرف یہ قرآن مقدس اسلئے کہ اہل مکہ میں ڈراؤں تمکو ساتھ اس قرآن کے اور اُن لوگوں کو بھی جن کے پاس یہ پہنچ جائے۔

آیت ہذا میں بڑی زبردست بشارت کا ذکر فرمایا کہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے اور جو اسکا خلاف کرے ملتے میں عذاب الیم سے ڈراتا ہوں اور ان لوگوں کو بھی معذب ہونے سے خائف کرتا ہوں جن کے پاس یہ کتاب پہنچے سو یہ پیشگوئی پوری ہوئی جنہوں نے اسکی عزت و عظمت میں شبہ کیا انکار کیا ہلاک ہوئے رسوا ہوئے

پیشگوئی نمبر ۵۸

انعام ع۳ - إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ - (ترجمہ) بیشک وہ ظالم مشرک کبھی مظفر و منصور نہیں ہونگے اور ایک روز جمع کرینگے ہم ان کو پھر کہینگے ہم انکو جو مشرک تھے آج کہاں ہیں وہ تمہارے معبود باطل۔

آیت ہذا میں دو پیشگوئیاں سنائی گئیں ایک یہ کہ ظالم و مشرک صحابہ کرام کے مقابلہ پر کبھی مظفر و منصور نہ ہونگے گو ان کے پاس کتنی ہی نوجیں کیوں نہ ہوں۔

دوسری یہ کہ ایک دن آنے والا ہے کہ ہم عرب کو اسلام پر جمع کرکے کہینگے کہ بولو آج وہ تمہارے لات و عزّی وغیرہ کہاں ہیں۔ وہ تو اسوقت ٹوٹ بھی چکے ہونگے۔

پیشگوئی نمبر ۵۹

انعام ع۲ - قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ یعنے اے رسول اہل مکہ کو کہدے کہ میں بہت خائف ہوں کہ میں کوئی خدا کی نافرمانی کروں یوم عظیم کے عذاب سے۔

آیت ہذا میں یوم عظیم سے عذاب اہل مکہ کا یوم مراد ہے وہ دن مسلمانوں کے لئے عید عظیم کا دن ہوگا اور کفار کے لئے عذاب کا عظیم یوم جو قریب ہی آنے والا ہے سو یہ پیشگوئی یوم السعید و یوم الفتح مکہ

کے روز پوری ہوئی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۶۰

انعام ع۴ - وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ کے انکار کا غم نہ کھا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو جمع کر دیتا ہدایت پر (لیکن وہ جبر نہیں کرتا ہے) اور اے مخالف تو جاہلوں سے نہ ہو۔ سوائے اسکے نہیں کہ قبول کرینگے وہ جو کانوں سے سنتے ہیں اور اگرچہ وہ مُردے ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ اٹھائیگا پھر وہ سب کے سب اپنے اللہ معبود برحق کی طرف سچا رجوع کر جائینگے سو یہ خدا کی اٹل باتیں پوری ہوئیں۔ مُردے زندے ہوئے کُل کافر اسلام لائے۔

پیشگوئی نمبر ۶۱

انعام ع۵ - قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (ترجمہ) اے نبی کہہ اے اہل مکہ کو کیا تدبیر دیکھتے ہو تم اگر آ جاوے عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر اور وہ نہیں ہلاک کریگا مگر قوم ظالم مشرک کو اور جو سچا ایمان لاوے اور اعمال نیک کرے پس ان پر (وہ پہلے) خوف اور غم ہرگز نہیں ہونگے (بلکہ خوشیوں اور راحتوں سے بہرہ پائینگے۔

اور پھر آیت ہذا کے پچھلی آیت میں فرمایا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین یعنی جب یوم الدین کے زمانہ میں ظالم مشرکوں کو سزا دیجاتی ہے تو پھر سارا زمانہ الحمد للہ کا آ جاتا ہے اور بتوں کی بجائے خدا واحد کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔

پس ان آیات میں یہ زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ کہ عذاب اللہ کا ہمیشہ ظالموں کو ہی ہلاک کریگا۔ اور جب ان کی بیخکنی کی جاوے گی تو پھر معاً عہد توحید قائم ہو جائیگا۔ سو خدا کی باتیں خطہ عرب میں ایسی ہی پوری ہو گئیں +

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح ثانی)

باب احب الصلوٰۃ الی اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق تھا۔ کہ آپ کچھ رات تک عبادت کرتے رہتے پھر سو جاتے تعجب ہے بعض لوگ اپنے پیروں کو یہاں تک بڑھا دیتے ہیں کہ فلاں صاحب تو چالیس دن سوئے ہی نہیں بلکہ دن رات جاگتے ہی رہے یہ ایک جھوٹا الزام ہے جو ان بزرگوں کے ذمے لگایا جاتا ہے نبی کریم صلعم نے ایسا کبھی نہیں کیا تو وہ کیسے اس طرح کر سکتے ہیں۔

حدیث ابوالیمان۔ اس حدیث سے ہمیں ایک نہایت عمدہ سبق ملتا ہے جب دو آدمی ایک چیز کے متعلق جھگڑا کریں ایک اسے اپنا حق بتلائے دوسرا اپنا۔ تو اس وقت اگر اس چیز کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے تو جو سچا ہے وہ ضرور یہ کوشش کریگا کہ یہ چیز تباہ نہ کی جائے اگرچہ مل مخالف ہی کو جائے اور جھوٹا یہ کوشش کریگا کہ اگر مجھے نہیں ملتی تو چلو اس کا جھگڑا ابھی ختم کرو اور اسے تباہ کرو۔ اور وہ ضرور اسے ناکارہ کرنے کی کوشش کریگا۔ دو عورتیں تھیں دونوں کا ایک ایک بچہ تھا۔ ایک دن جو بڑی تھی اس کے بچے کو بھیڑیا لے گیا۔ اس نے چھوٹی کا اٹھا لیا یہ عادت گنواروں اور جہال میں ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے بچے کو زور سے اپنا بچہ بنا لیتے ہیں آخر یہ جھگڑا حضرت داؤد کے پاس گیا۔ انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیا۔ مگر وہ سلیمان کے پاس گئیں۔ تو حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ بچے کو نصف نصف کردو۔ اور ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دو۔ تب بڑی عورت تو چپ رہی مگر چھوٹی بول اٹھی کہ نہیں بچے کو مارو نہیں یہ اس بڑی کا ہے اسے ہی دیدو۔

اس کے دل میں درد تھا اسلئے اسنے نہ چاہا کہ اسے مارا جائے اور بڑی کا بچہ نہ تھا۔ اس کے دل میں درد نہ تھا وہ چپ ہو رہی تب حضرت سلیمان تاڑ گئے اور بچہ چھوٹی کو دلا دیا

ریویو

تاریخ یہود | جو میں نے وی پی منگوائی ہے اس صحیح اور مبسوط تاریخ ارض مقدس کا حصہ اول ہے جس میں بنی اسرائیل کی تاریخ آغاز سے انجام تک پوری آگئی ہے مرتبہ مولٰنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز لکھنؤ یہ کتاب میرے نزدیک ہر ذی استطاعت تاریخ دوست علمی مذاق رکھنے والے احمدی کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو سکیگا کہ یہود پہلے کیا تھے؟ اور پھر کیا ہوا۔ ان کے تنزل کے کیا وجوہات ہیں جب ہم ہر روز دعا کرتے ہیں غیر المغضوب علیہم تو ان مغضوب علیہم کے حالات سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے تاکہ ہم ان کے قدم بقدم چلنے سے بچ سکیں حجم ۷۶۵ صفحے قیمت عہ مجلد عا تعجب ہے کہ شرر صاحب نے یہ کتاب صرف ۲ زیادہ چھپوائی ہے گویا انہیں اپنی قوم کی قدردانی پر بھروسہ نہیں اس پر مزید تبصرہ آئندہ اشاعت میں بشرط ضرورت ہوگا۔

پنجاب کی سوغات | میں احمدی جماعت کے لئے اس ضرورت کو عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ لڑکیوں اور بچوں کے پڑھنے کے لئے ایسا سلسلہ کتب ہو جس سے باتوں ہی باتوں میں خداشناسی زندہ دلی روشن خیالی خوش خلقی فرض شناسی۔ بیداری۔ تقوٰی پرہیزگاری سچی شائستگی اور دینداری کی روح پیدا ہو جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے سلسلہ کے مشہور و مسلم اہل قلم ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی سابق ایڈیٹر الفضل کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور انہوں نے ”پنجاب کی سوغات“ کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا ہے جس کی زبان بہت ستھری اور طرز تحریر مؤثر ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ماسٹر صاحب نے بہت سی دینداری کی باتیں اک دلچسپ قصہ کے پیرائے میں سکھلانے کی کوشش کی ہے اس رسالہ کا نام بھی اپنے اندر ایک جذب رکھتا ہے مگر مجھے ماسٹر صاحب سے دوستانہ شکایت ہے کہ جس چیز کا نام انہوں نے پنجاب کی سوغات رکھا ہے وہ پنجاب کی سوغات نہیں بہر حال یہ ایک فروگذاشت ہے جس پر لائق مصنف کی نیکدلی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نوٹس نہیں لیتا۔ ورنہ سچ ہم بھی ہوں دیدہ آزار تو کچھ دور نہیں کہ ترے جور نمایاں کا تقاضا ہے یہی۔ اس رسالہ کی چھپوائی لکھوائی کاغذ قابل ستائش ہے اور فی جلد قیمت ہے ایک پیسہ ہے میں احباب منگوا کر اپنے اعزہ میں تقسیم کریں۔ ماسٹر صاحب کا حوصلہ بڑھائیں تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

مرہم عیسٰی کے فوائد سے ہر ایک احمدی واقف ہے یہ مرہم پھوڑے۔ پھنسیاں پرانے ناسور خنازیر وغیرہ وغیرہ کیلئے نہایت مجرب ہے۔ یہ مرہم کچھ عرصہ سے ختم ہو چکی تھی اب تیار ہو گئی ہے جن اصحاب کو ضرورت ہو منگوا لیں۔ اب کے دفعہ چھوٹی ڈبیہ بھی تیار کرائی گئی ہے تاکہ ہر ایک خرید سکیں۔ ڈبی کلاں - ڈبی درمیانی - ڈبی خورد (تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کریں)

قیمت عہ قیمت ۱۲/ قیمت ۱۰/

۶۷

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جسکی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہو مگر دمہ کے مریض خاصکر دیکھنے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں بعد رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم نکلے جاتے ہیں اور نیند حرام ہوجاتی ہے تجھیئے آجتک کسقدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا بھنگ اور دھتورہ بلاڈونا پوٹاس آئیوڈائڈ دیگر بنتی ہے اسلئے فائدہ ہو تو دہ بکار مریض بیموت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایکسا نادر جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزارہا مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں آپنے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں اسمیں نقصان نہیں قیمت عہ فی شیشی محصولڈاک ۵ر اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) ایک دو خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال رہے دمہ نہیں ہوتا ہے دیکھیے بابو کالکا پرشاد صاحب موضع کیہرو ساضلع جالون کیا لکھتے ہیں آپکی دمہ کی دوا نے مجھے اسقدر صحت پہنچائی ہے کہ آپکے احسان اور دمہ کی دوا کی تعریف نہیں کر سکتا۔

فصلی بخار و تلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہیں کر سکتی ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں یکدم آرام کرنیکا دعوی رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اس کی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۴ر شیشی خورد ۸ر محصولڈاک ۵ر دو شیشی ۶ر

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی پیٹنٹ دوا ہے ہیضہ مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو انکی ایک ہی خوراک سے جاتی ہے آؤن بست اور پیچش کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۱۰ر ایک درجن کے چار روپیہ ۱۲ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے [illegible] طلباء سے [illegible]

محصول ڈاک سے

[illegible] قادیان ... مطبع ... ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

ماہ اکتوبر کا رسالہ تشحیذ الاذہان

ان احباب کی خدمت میں جو ابھی تک چندہ سالانہ نہیں ادا فرما سکے وی پی روانہ ہوگا یہ ہماری آخری استدعا ہی امید ہے قبول ہوگی کیونکہ بہت سا بقایا احباب کے ذمہ ہے۔ **بیوی کی تعلیم** اور **چند کار آمد حوالے** الگ بھی چھپوائے گئے ہیں ۲ کے ٹکٹ آنے پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

احمدی زرگر یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں لائق مؤلف نے جو خود زرگر ہے زرگروں کے تمام راز طشت از بام کر دیئے ہیں اسمیں ان کی خاص بولی بھی لکھدی ہے جس کے ذریعہ وہ انجانوں کے سامنے چالاکی کر جاتے ہیں۔ پھر سونا چاندی میں ملاوٹ کے جو طریقے ہیں اور جس طرح پر مال اوڑایا جاتا ہے سب بتا دیا ہے پھر کھرے سونے چاندی کی پہچان کے طریقے بتائے ہیں ہر ایک گھر جسمیں زیور بنوایا جاتا ہو اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے جو صرف دفتر تشحیذ قادیان سے ۴ر قیمت پر ملیگا۔ قیمت بلحاظ خاص رازوں کے ہے جلد منگوا لیجئے۔ طبع ثانی شائد نہ کروائی جائے۔

لب احمدیت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی تاجر کتب قادیان نے یہ رسالہ نفیس خط سے اچھے کاغذ پر چھپوایا ہے اسمیں احمدیت کے متعلق موٹی موٹی عام فہم باتیں ہیں قیمت ار ایک روپیہ کی بیس ماسٹر صاحب سے منگوائیں۔

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں ہر رسالہ ۱ر ملیگا سب کے خریدار کو فیصدی رعایت نئے خریدار بننے والے اور ان رسالوں کے خریدار کو ۲۰ فیصدی رعایت ہے ممکن ہے بعض رسالے ختم ہوں تحقیق واقعات کربلا دسمبر ۱۹۱۱ (۲) واقعات کربلا دسمبر ۱۲ (۳) شیعیان قدیم نومبر ۱۳ (۴) الملاحم ستمبر ۱۳ (۵) خواص الائمہ جولائی ۱۳ (۶) علامات الشیعہ جون ۱۳ (۷) عبداللہ بن سبا جنوری ۱۲ (۸) شیعہ مذہب مارچ ۱۳ (۹) سلمان اہل البیت جنوری ۱۳ (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر ۱۳ (۱۱) یزید کی مدح خوانی نومبر ۱۳ (۱۲) عقائد نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر ۱۳ (۱۳) شمائل مرتضوی جولائی ۱۳ (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ ۱۳ (۱۵) واقعات کربلا تشحیذ جنوری ۱۳ (۱۶) موافقت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر ۱۳ (۱۷) خلفائے راشدین و شیعہ کا مقابلہ (۱۸) اتحاد الفریقین فی الاعتقاد الفرقین فروری ۱۴

(۱۹) اعتقاد الفریقین اپریل ۱۴ (۲۰) تحقیق امام آخر الزمان ماہ جون ۱۵ (۲۱) صحابہ رسول و صحابہ امام حسین ۱۴ (۲۲) اختلافات کثیر فی المرویات نظیر جون ۱۴ (۲۳) بر امام کے پیروان کے مختصر حالات نومبر ۱۴ (۲۴) رسالہ شیعہ و احمدی دسمبر ۱۴

جنوری ۱۴ اپریل ۱۴ جولائی ۱۴ دسمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء

بیوی کی تعلیم

ومن اٰیاتہٖ اَنْ خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃ - ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون - سورہ

قبل اسکے کہ ہمارے کسی اخبار میں خواجہ حسن نظامی کی تصنیف "بیوی کی تعلیم" کا ریویو شائع ہوتا کسی نے اس کتاب کو اپنی بیوی کے لئے منگوایا تھا - میں خواجہ صاحب کی طرزِ تحریر کو پسند کرتا ہوں ان کی کتابیں پڑھی ہیں لیکن خواجہ صاحب مجھے معاف کریں - اُن کی تصانیف میں قرآنی معارف کی چاشنی کم ہوتی ہے ورنہ قرآنی معارف کی ادائیگی کے لئے اگر خواجہ کا صوفی منش قلم مامور ہوتا تو آپ دیکھتے وہ الفاظ اور وہ جملے جو آج زبانوں سے واہ اور دلوں سے آہ نکال رہے ہیں تیر و نشتر بن کر دلوں میں پیوست ہوتے - اور اندر کے پیپ و لہو کو دھو کر آتے لیکن یہ خصوصیت اور امتیاز کارکنانِ قضا و قدر کی طرف سے اُس جماعت کے لئے اٹھا رکھی گئی تھی جسے احمد نبی اللہ کی غلامی کا فخر ہے اور جو اُس ذات عالی کا ظل ہے جس کی صفت خلقہ القرآن آئی ہے اللھم صلّ علیٰ محمد و آلہ وخلفائہ

مجھے ان باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں میں اپنے گستاخ دل کو "خموش" کی ڈانٹ بتاتا ہوں - کہ اُمور مصلحت خویش خواجگاں دانند"

خواجہ صاحب نے "بیوی کی تعلیم" میں یہ بتلایا ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو کیا سکھایا - لیکن

میں ان سطور میں یہ بتلانے کی کوشش کرونگا کہ "میں نے اپنی بیوی سے کیا سیکھا" ؟ اسلئے میرے مضمون کا عنوان بھی یہی ہے ؛

حقیقت میں مومن جو اختلاف اللیل والنہار اور تصریف الریاح میں آیات اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے میاں بیوی کے خوش آئیند تعلق میں جن کی وابستگی موت وحیات کا ایک سوال ہے اور ایک ایسے رشتہ میں جو کبھی انسان کو دوزخ کی ہوا کھلاتا ہے تو کبھی جنت کی بہار دکھلاتا ہے کیا روح انسانی کے لئے کچھ بھی ترقی کے مواد نہ ہونگے خدائی آیات اور خداشناسی کے رموز نہ ہونگے ؟ اوپر کی آیت میں دو مرتبہ فرمایا کہ ازواج تمہارے لئے آیت ہیں پھر یتفکرون کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ سوچو جو بات تم اپنی بیویوں سے چاہتے ہو ہم بھی تم سے وہی چاہتے ہیں۔ تم کو بھی ایک نیکبخت بیوی کی طرح بننا چاہئے ؛

جس طرح کہ دنیا کے سارے حقائق "جفت" کے بغیر ناتمام رہتے ہیں۔ اسی طرح روحانیت کی تکمیل کیلئے عبودیت اور ربوبیت کا جوڑ درکار ہے۔ عابد ومعبود۔ خالق ومخلوق۔ عبد ورب میں وہی سوز وگداز راز ونیاز خوف ورجا کا تعلق چاہئے جو ایک محبت کرنے والے انسانی جوڑے میں پایا جاتا ہے۔

مومن کی مثال عورت سے

مومن مرد کو امراۃ فرعون اور بی بی مریم سے نسبت دی اور کافر کو نوح اور لوط کی عورتوں سے تشبیہ سنئے قرآن پاک فرماتا ہے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراۃ نوح و امراۃ لوط الیٰ وکانت من القانتین۔ سورہ تحریم رکوع آخر

یہ ایک طریق تفہیم ہے جو مجاز سے حقیقت تک جسم سے روح تک محسوس سے غیر محسوس تک عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچاتا ہے آسمانی لٹریچر استعاروں اور لطیف تشبیہات سے مالا مال رہتا ہے کہ ہر مذاق اور ہر فطرت کی رہنمونی کر سکے۔ حضرت مسیح موعود اسی رنگ میں فرماتے ہیں :۔

"گو یہ امر اس طرح پر نہیں مگر فوراً سمجھ میں آسکتا ہے کہ جیسے ایک غیور مرد کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھے۔" الخ

ایک مقام پر فرماتے ہیں :۔

"بہر حال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہے اسی طرح عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے"

تقریر ۱۸ جنوری ۹۸ء

عورت درجہ اسلام میں (از حضرت طالب النفسہ)

بیعت یا نکاح نکاح کیا ہی ایک ناقص اپنی بضاعت کامل کے ہاتھ بیچتا ہے۔ ناقصۃ العقل والدّین ناتجربہ کار الہڑ۔ عورت اپنا تن من دھن۔ آرام وآسائش کامل القویٰ۔ کامل العقل مرد کے حوالہ کرتی ہے جسے مرد قبول کرتا یا دوسرے الفاظ میں عورت کی تربیت۔ خورد ونوش عزت وحرمت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذمہ وار ہو جاتا ہے

مرد مومن بھی جو ہنوز کوچۂ آشنائی میں سست گام ہوتا ہے اپنے خاوند اور خداوند کے ہاتھ اپنی جان مال عزت بیچ ڈالتا اور اُن کے عوض جنّت کا مستحق ہوتا ہے۔ انّ اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بانّ لہم الجنۃ۔

آزمائش پیوند نکاح کے بعد ہی بیوی مرد کی آزمائشات کا تختۂ مشق بنتی ہے عقلمند عورت محسوس کرنے لگتی ہے کہ اسکی چال ڈھال۔ صورت شکل۔ حسب نسب۔ طور طریق غرض ہر ایک ادا پر ایک گہری اور تیز نگاہ پڑ رہی ہے بعض وقت طریقۂ امتحان ذرا سخت ہوتا ہے اور بعض وقت لطف آمیز۔ کبھی کبھی آپ سے تم۔ تم سے تو ہونے لگی۔

پھر کبھی ایک نگاہ لطف مدت کے غبار کو دھو دیتی ہے ؎ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ؛ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ؛ اللہ اللہ باوجودیکہ عورت نے اپنا متاع عمر مرد کے رحم پر چھوڑ دیا ہے پھر بھی مرد کی مرضی ہی یہ ہے کہ بیوی ساس اور نند کی طعن وتشنیع سُنے مگر چوں نہ کرے کٹھ پتلی کی طرح سب کی خدمت کو حاضر ہو۔ گویا اس نے اپنی اپنے ماں باپ کی بھائی بہن اور بچّوں کی خدمت کے لئے ایک لونڈی خرید لی ہے روکھی سوکھی جو روٹی اسے دیجائے اسے بخوشی نوش جاں کرے۔ کبھی کبھی فاقہ کے لئے بھی تیار ہے ان کٹھے امتحانات میں پاس ہونا ضروری ہے ورنہ پایۂ اعتبار سے ساقط

اسی رنگ میں مرد مومن ابتلاؤں امتحانوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنّۃ ولمّا یعلم اللّٰہ الذین صدقوا والصابرین اور ولنبلونّکم بشیئٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس الآیۃ مومن بھی ایک رضا جو بیوی کی طرح جب ان ابتلاؤں میں اسلئے ثابت قدم رہتا ہے کہ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ہمنے تو اپنا سب کچھ اپنا خدا کے ہاتھ بیچ ہی دیا ہے۔ اب ہمارا رہے ہی کیا۔ تو اولٰئک علیہم صلوٰۃ من ربّہم

ورحمۃ واولئك هم المفلحون کے انعام کا مستحق ہوتا ہے۔

شرک سب سے بڑا گناہ جو ایک غیرت مند مرد کے کیش و آئین میں ناقابلِ عفو ہے وہ "شرکت غیر" ہے محض شک کی بنیاد پر کہ عورت نے کہیں اور آنکھ لگائی مرد یا تو طلاق دیتا ہے یا جان ہی سے مار ڈالتا ہے۔ بعض بزدل اور کم ہمت مرد خودکشی کرتے یا کم سے کم پاگل ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا غیور خدا بھی فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك۔

ریا شرک کے بعد مرتبہ ریا کا ہے بیوی اگر اوروں کو اپنا حُسن دکھلائے اوروں کی خاطر سنگار کرے اوروں کی تعریف اور غیروں کی سیوا اسکا کام ہو تو مرد کے پاس اسکی ساری لیاقت اور کیا دھرا اکارت ہو جاتا ہے مرد چاہتا ہے کہ عورت زینت کرے تو میرے لئے اور اپنا جوبن اور حُسن دکھلائے تو مجھ ہی کو۔ شریعت کا بھی حکم عورتوں کے لئے یہی ہے کہ لا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او آباء بعولتهن الآیۃ۔ ریاکار مرد کے بھی اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔ اور فویلٌ للمصلین الذین هم عن صلوٰتهم ساهون الذین هم یراؤن ویمنعون الماعون۔

کبر عورت جس کا ذرہ ذرہ مرد کی مدد کا محتاج ہے جس کی جان مال عزت و آبرو مرد کی حفاظت کے محتاج ہیں وہ بھی سمجھنے لگے کہ ہم بھی کچھ ہیں ہم نہ ہوتے تو مرد کے گھر کی زینت نہ ہوتی تو مرد کا دل اس سے پھیکا پڑجاتا ہے۔ لاکھ حسین متمول اور اونچے گھرانے کی کیوں نہ ہو۔ مرد مومن کی ہفتاد سالہ عبادت اور ریاضت ایک کلمۂ غرور پر ایسی برباد ہو جاتی ہے جس طرح کہ اس ابیٰ واستکبر والے کی۔ اللهم انا ایاك نعبد وایاك نستعین۔

کفرانِ نعمت بیوی اگر کھائے اور منہ پونچھ لے پلائے اور انکار کرے ذراسی تکلیف پر پچھلے احسانات فراموش کر جائے فوج اس گھر میں آکر کبھی سکھ نہ پایا۔ اسکا تکیہ کلام ہو "تم نے میرا کیا کر دیا" اس کے ورد زبان ہو تو خاوند کی ناراضگی کی انتہا نہیں رہتی خصوصاً جبکہ خاوند نے سلوک و احسان میں کمی نہ کی ہو۔ "یکفرن العشیر" جواب تھا اس سوال کا کہ کیوں عورتیں دوزخ میں زیادہ جاتی ہیں۔ پھر وہ انسان جس کی شان ہی ان الانسان لکفور کیوں اس عذاب کا مستوجب نہ ہوگا کہ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

نفاق الٰہی تیری پناہ انام سے خبث کی بو آتی ہے وہ مرد سچ مچ دنیاوی دوزخ میں ہے جس کا

شریک رنج و راحت شریک بستر و پہلو۔ شریک اولاد اطفال ہاں اجس کا شریک عمر بظاہر موافق اور بباطن منافق ہو مرد مومن کو نفاق سے سخت پرہیز رکھنا پڑتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

قصور پر اڑنا مرد با انصاف سے بولنا جب تم ایکبار بیوی کو قصور پر متنبہ کرو پھر بھی وہ اسی جرم کا ارتکاب کرے ڈانٹ ڈپٹ دو پھر بھی ہماں آش در کاسہ ہے تو تم کیا کرو گے۔

عقلمند مرد پہلے نصیحت و پند سے کام لیتا ہے پھر ڈانٹ ڈپٹ بتلاتا ہے آخر کار مار دھاڑ کی نوبت آتی ہے اب نہ سدھرے تو مادر بخطا ارشاد ہوتا ہے والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا۔ اسی طرح بندوں کے ساتھ خدا کا بھی سلوک ہے گناہ کے گند دور کرنیکے لیے عظوهن کے رنگ میں نذیر بھیجتا ہے پھر واهجروهن فی المضاجع کے مطابق چھوٹے چھوٹے عقاب بھیجتا ہے تاکہ لعلهم یتضرعون لیکن جب یہ نوبت آتی ہے ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لهم ولا لیهدیهم سبیلا تو فاضربوهن کی مار پڑتی ہے۔

عورت درجہ ایمان میں (مقتصد)

ان تمام مراحل کو جب ایک موقعہ شناس اور بردبار بیوی صبر و ثبات کے قدموں سے طے کر لیتی ہے۔ تو ایک دوسرا رنگ اسکی زندگی میں آتا ہے خاوند پر اسکا حسن ظن ترقی کرجاتا ہے۔ خاوند سے محبت پیدا ہوجاتی ہے ع ہرچہ از دوست میرسد نیکو است

محبت عورت میں تین وجہ سے محبت آتی ہے مرد خوبصورت ہو مرد متمول یا عالم ہو۔ مرد قدردان ہو مسلم بھی جب مومن ہوتا ہے تو اسے خدا پر بدگمانی نہیں رہتی خدا ان لن نقدر علیہ عسی الا اکون بدعاء ربی شقیا کافروں کی طرح تظنون باللہ غیر الحق ظن الجاهلیة اسمیں نہیں رہتا پھر خاوند بھی کیسا حسن احسان میں یکتا قدرت و طاقت میں لاشریک بیدہ ملکوت کل شیئ اور فعال لما یرید اسکے گن۔

رجا محبت کے بعد ہی محبوب سے امید اور آس ہوجاتی ہے بیوی کی امید اور اعتماد خاوند کے مقدار و حکمت

طاقت و اقتدار پر بڑھتی ہے ایسے وقت میں کچھ تنگی و تکلیف بھی دیکھتی ہے تو یہ اسکے زخم خوردہ دل کیلئے نمک کا کام دیتا ہے خاوند کی استغنا کا بھی خوف لگا رہتا ہے یہ تنگی بڑی بڑی کشائشوں کی کنجی ہوتی ہے

ایک میل دریا میں بہا تا آتا ہے تو تین میل جوار چڑھ جاتا ہے ؎ رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں

اور یہی مطلب ہے الایمان بین الخوف والرجاء کا۔ ایک صوفی کا قول ہے الرجاء رویت الجلال بعین الجمال

شکر شکر کیا ہے؟ منعم کی چیز اسی کی راہ میں خرچ کرنا۔ عورت کرتی کیا ہے؟ خاوند کی چیز خاوند پر خاوند کے بچوں پر صرف کرتی ہے غور کرو۔ دال چاول خاوند کا ہانڈی اور ہانڈی کا مصالحہ خاوند کا پکانے کا گھر خاوند کا جلانے کی لکڑی خاوند کی۔ بیوی پکا کر سامنے لاتی ہے اب میاں ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور نہال ہوتا جاتا ہے شاکر مومن بھی خدا کی نعمتیں اسی کی راہ میں صرف کرتا ہے اللہ اللہ! نعمت خدا کی خرچ کرنے کی توفیق خدا کی اسباب شکر ذرائع شکر خدا کے حد ہو گئی توفیق شکر بھی اسی کی طرف سے اب بندہ نے کیا کیا ہے۔ کہ لائن بن شکرکا مستحق ولدینا مزید کا مستوجب بن رہا ہے یہ محض مولا کریم غفور رحیم کا فضل ہے

رازداری اور رازدانی جس طرح کہ ایک ہوشیار بیوی اپنے میاں کے راز سے واقف ہوتی ہے اور کوئی نہیں ہوتا۔ اسکی باتوں اور اشاروں کا راز جس طرح وہ سمجھتی ہے دوسرے کم سمجھتے ہیں۔ اور یہی رموزدانی اسکی ترقیات کا باعث ہوتی ہیں کہ وہ جادہ ادب سے کبھی باہر نہیں ہو سکتی۔ مرد مومن بھی کلام الٰہی کے معارف و نکات سے واقف کیا جاتا ہے تاکہ دربار حقیقت کے راز اس پر منکشف ہوں اور رضا کے مراحل وہ بآسانی طے کر سکے لایمسہ الا المطہرون اسی طرف اشارہ کرتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اوّل فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآن اسے عطا کیا جاوے، کیونکہ وہی تو ہم مسلمان لوگوں کا مقتدا۔ ہادی پیشوا اور رہنما ہے"

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک عاشق اپنے معشوق کی زبان سیکھ لینے کا شوق رکھتا ہے پھر جس شخص کو محبت الٰہی کا دعویٰ ہے لیکن کلام الٰہی کے جاننے سے لاپرواہی ہے وہ ہرگز محب صادق نہیں"

صبر و رضا عورت کو پہلے پہل اپنے نفس کا خیال رہتا ہے میکہ کی طرف دھیان زیادہ رکھتی ہے لیکن رفتہ رفتہ خاوند کی محبت اسمیں دلسوزی کا مادہ پیدا کرتی ہے وہ خاوند کی خاطر تمام مصیبتوں کو

خندہ پیشانی سے برداشت کرلیتی ہے۔ ہر چہ می آید براں عدو رضا اسکا وطیرہ عمل ہو جاتا ہے۔ سسرال کے جور و جفا طعنے تشنیع اسکی محبت کو سرد نہیں کر سکتے مومن پر بھی صبر آزما۔ استقلال شکن تو بہ سوز مصائب آتے ہیں لیکن وہ کشتگان خنجر تسلیم رضینا۔ بقضاء اللہ کہکر چپ ہو جاتے ہیں خدا کے مقابل جو لوگ اپنے ہوا و ہوس کی مورتی پوجا شروع کرتے ہیں ان سرشاران محبت کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بیرحمی کا سلوک کرتے ہیں۔ گالی گفتار سے پیش آتے ہیں۔ ولتسمعن من الذین اشرکوا اذیٰ کثیرۃ

الذین اشرکوا شادی ہوتے ہی خاوند کی واحد حکومت میں زبردستی کے حصہ دار بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنی جائز ناجائز حکومت اس بیچاری سے منواتے ہیں شرعاً عقلاً قانوناً ساس اور نندوں کو بہو سے خدمت و اطاعت کی توقع رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ شریعت کی بے داغ حکمت نے جس کے ذمہ خدمت لگائی ہے اسی مخدوم کے مال کا وارث بھی بنایا ہے لیکن بہو نہ ساس کی وارث ہے نہ ساس بہو کی پھر بھی ساس ہر کہ بہو سے خدمت نہیں عبادت کی منتظر رہتی ہیں ادنیٰ سرتابی اگرچہ کہ سہواً ہی کیوں نہ ہو۔ ایک ایسا جرم ہے جو ناقابل عفو ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جو ناقابل تلافی نیچے آزار رہنا بہو کی آنکھوں نہ دیکھنا۔ عیب چینی کرنی یہ تو ساسوں کا روزمرہ ہے۔

بیچاری بہو خصوصاً ہندوستان کی بے زبان بہو جس کی خاموشی گورستان کو بھی مات کرتی ہے۔ ان تمام مظالم کو فقط اپنے پیا کے منہ کے لئے برداشت کرتی ہے اور اپنے دل کے غبار دوہوں اور ٹھمریوں کی شکل میں نکالتی ہے جیسے ہندی لٹریچر ق۔ر کے ماہنوں لیتا اور موسیقی اسے دردناک سُروں میں درد آشنا دلوں تک پہنچاتی ہے۔

مشرکین بھی جو نفس کی ظلمانی کیچ میں پھنس کر اپنے ہوا و ہوس کو معبود بناتے ہیں (حقیقت میں مشرک کی تعریف ہوتا ہے من اتخذ الٰھہ ھواہ) اور زبردستی اپنے معبودوں کو اپنے نفس کو خدائی میں شریک گردانتے ہیں۔ ان مومنوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جلی کٹی سناتے ہیں ان کے عفت و عصمت کے دامن میں کیچڑ ڈالتے ہیں لیکن یہ سیہ کشان جام الست انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ کہکر چپ ہو جاتے ہیں کبھی بیتاب ہو کر چلا اٹھتے ہیں متیٰ نصر اللہ۔ انکی یہ آہ و زاریاں مناجات کہلاتی ہیں جس کے لئے اجابت دامن پھیلا کر استقبال کو آتی اور فرشتے اسے لے کر پایہ عرش کو بھی تھرا دیتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا مولا جس کی شان ہے لہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض و ما

بینھما وما تحت الثری۔ اس خاوند کی طرح جو اپنی ولربا کو درشت مزاج ساس اور نندوں کے چنگل سے نجات دیکر ایک آزاد حکومت عطا کرتا ہے ان مومنوں کے لئے بھی تختہ زمین پلٹ دیتا ہے الذین اشرکوا منہ دیکھتے رہ جاتے وحمرنا ما کان یصنع فرعون الآیہ کا نقشہ سب کے سامنے کھچ جاتا ہے اور وہ مومن جنھوں نے خدا کی خاطر فرعون کی سختیاں سہی تھیں اورثنا الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا کے انعام کے مستحق ہوتے ہیں۔

شب بیداری۔ دعا ہاں یہ نتیجہ ہوتا ہے انکی شب بیداری اور ان خاموش دعاؤں کا جو جوف اللیل میں کیجاتی ہیں جس طرح کہ ایک خاموش اور بے زبان بیوی تاریک راتوں میں چپکے چپکے خدا جانے خاوند کے کان میں کیا کہہ دیتی ہے کہ وہ اسکے لئے پہاڑ الٹنے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ اسکی سسکیاں اور ہچکیاں اور اسکا بسورتا ہوا چہرہ ایک ایسی درخواست ہے جو مسترد نہیں ہوتی مرد مومن بھی جو مغز عبادت (دعا) کی چاشنی سے آشنا ہوتا ہے ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلاً کے مطابق راتوں کو اٹھتا اور دربار عزت جل جلالہ میں گر گر کہتا ہے حضور ہی کا ارشاد ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ ودون الجھر من القول الآیۃ۔ یہ بھی چپکے چپکے اور عاجزی سے خدا سے سرگوشی (مناجات) کرتا ہے

اشد وطأ وطأ کے ایک معنی کچلنے۔ پاؤں سے مسلنے کے ہیں دوسرے معنے موافقت کے ہیں۔ مواطاۃ اسی سے مصدر ہے۔ عورت کی شب بیداری اکثر مرد کی خاطر ہوتی ہے یا بچوں کی شفقت کے لئے اسکے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اول عورت کے قویٰ کچلدئے جاتے ہیں اور اسمیں برداشت کا مادہ بڑھتا ہے جوش کم ہو جاتا ہے۔ دوم۔ مرد سے موافقت مواطاۃ الفت پیدا ہوتی ہے ہاں یہی ہے جو عورت کو پورے اجر کا مستحق بنا دیتا ہے اسی طرح ناشئۃ اللیل (شب بیداری) کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد مومن کے نفسانی جوش شدت کے ساتھ کچلدئے جاتے ہیں اور دوسرے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے خاوند اور خدا سے شدت کی موافقت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے اور اسے شفقت علیٰ خلق اللہ کا سبق ملتا ہے جس کی ہمدردی میں وہ راتوں کو بھی جاگتا ہے۔ ہاں یہی ناشئۃ اللیل انہیں پورے پورے اجر کا مستحق بنا دیتی ہے

حمل خاوند کی امانت عورت جب مرد کی امانت کا بوجھ اپنے اوپر لیتی ہے تو اگرچہ کہ اسے تکلیف کا سامنا ہوتا ہے لیکن وہ شرط وفا کو نہیں چھوڑتی۔ جی

ملتا ہے قے آنے میں بدن کا بوجھ دن بدن بڑھتا ہی جاتا ہے کھانا چھٹ گیا ہے ساتھ والیاں چھیڑ خانیاں کرتی ہیں۔ دو قدم چلنے سے سانس پھول رہی ہے کمر اور پیٹھ درد سے دہری ہو رہی ہیں۔ لیکن وہ وفا کی پُتلی لمبی اور ٹھنڈی سانسوں سے برداشت کر لیتی ہے جتنے جتنے چاند چڑھتے جاتے ہیں۔ اتنی اتنی تکالیف اور احتیاط میں اضافہ ہوتا رہتا ہے پھونک پھونک کر قدم رکھنا کوئی سیکھے تو کسی کو کھبری سے سیکھے کھانے میں پینے میں چلنے پھرنے میں حتّٰی کہ خیال و فکر میں بھی احتیاط رکھنی پڑتی ہے مبادا کہ خاوند کی امانت ہاتھ سے چھٹ جاوے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

تیرے منہ ہی کی قسم اے میرے پیارے احمد ٭ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

اسکے بعد وہ دہشتناک وقت آتا ہے جس کے خیال سے روح کانپتی اور جس کا دھڑکا ہر ایک عورت کو لگا رہتا ہے وہ وضع حمل کا وقت ہے خالق مطلق نے خود جہاں فرمایا ہو۔ حملته امه کرها ووضعته کرها تو پھر اور کسی کو کیا کہنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مرد مومن جو حقیقی معنے میں "انسان" کے خطاب کے لائق ہوتا ہے جب حامل امانت آسمانی ہوتا ہے تو اسے بھی بڑی بڑی احتیاط اور پابندیاں رکھنی پڑتی ہیں حضرت مسیح موعود کو بھی سنت انبیاء کے مطابق روزے رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی قربت کی وجہ سے پیاز لہسن نہیں کھاتے تھے۔ انا عرضنا الامانة على السموٰت والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا۔

بڑی بڑی ایذائیں دکھ سب و شتم سننے پڑتے ہیں جان لینے کے منصوبے ہوتے جانی۔ مالی عزت و آبرو کے حملے ہوتے ہیں خود قوم کی حالت کو دیکھکر "باخع نفسك" ہوتا ہے ؎

بنالم بر دریش از انساں کہ نالد ٭ بوقت وضع حملے بار دارے

جس طرح کہ ادنیٰ سی بے احتیاطی اسقاط حمل کا موجب ہوتی ہے اسی طرح ادنیٰ سرتابی اور نالائقی حبط اعمال اور تنسیخ مدارج کا باعث ہوتی ہے۔

بچہ | جب صحیح و سالم بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو احباب خوش ہوتے اور اعداء غمگین ؎ انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی + فسبحان الذی اخزی الاعادی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے حقیر و کمزور ہے لیکن باپ اسے بڑھاتا۔ کھلاتا۔ پلاتا۔ تربیت کرتا اور پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ ضعیف اور کمزور بچہ ان کی عظمو

کے معبودوں کو للکارتا ہے کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو لیکن چونکہ وہ اسوقت تک بڈھے فاترالعقل اور بیکار ہو چکے ہوتے ہیں اسلئے پہلے پہل تو کچھ حرکت مذبوحی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کہ اسکو جسے ضعیف سمجھتے تھے مار کر ہٹا دیں لیکن خود ہی گرتے جاتے اور مرتے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ وہ کمزور بچہ لیتا ہے۔ اب وہ مسند نشین ہوتا ہے اور یہ قبر گزین۔ فرعون نے موسیٰ سے کہا تھا۔ الم نربک فینا ولیداً لیکن وہی ضعیف بچہ فرعون جیسے مدبر بادشاہ۔ ہامان جیسے بیدار مغز اور انجینئر اور قارون جیسے دھنی اور جادوگروں کو چیلنج دیتا ہے موعدکم یوم الزینة وان یحشر الناس ضحی۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے واورثنا الذین استضعفوا مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها۔ وہ قبطی جو ضعیف تھے۔ اب حکومت کے تختوں پر نظر آتے ہیں اور وہ الیس لی ملک مصر بولنے والا فرعون نیل مصر میں ہزاروں برس ڈوبنے کے بعد اب مصر کے نمائشگاہ میں عبرت اور ضالق ہے یہی حال حضرت نبی کریم کا ہوا۔ وہ یتیم جو چھپکر نماز پڑھنے کی بھی ہمت نہ رکھتا تھا اپنے حریف مقابل کو لنسفعن بالناصیة ناصیة کاذبة خاطئة الایہ کا نشانہ پاتا ہے۔

یہی حال اس زمانہ کے نبی اور مامور ربانی کا ہوا وہ جنھوں نے کہا تھا کہ جس نے مرزا کو اٹھایا تھا ہم ہی اسے پست کرینگے آج مھین من اراد اهانتک کے نخچیر لاغر ہیں۔ اور اس مرسل صفت کے مرید دنیا کے ہر ایک گوشہ پہ پھیلے ہوئے ہیں حضرت عدم خوب فرماتے ہیں ؎

مغرب میں جا کے گونجی آواز میرزا کی ٭ لنڈن میں پھر رہے ہیں اسکی دعا کے پتلے

عورت درجہ احسان میں (سابق بالخیرات)

درجہ فنا | جب ان تمام گھاٹیوں کو عورت مردانہ پامردی سے طے کر جاتی ہے تو اب وہ عاشق سے معشوق اور محب سے محبوب بنجاتی ہے اسکا اپنا نفس درمیان سے اٹھ جاتا ہے اسکی خواہش اور شوق پر موت کی ہوا چل جاتی ہے مرد کی محبت اسکی زندگی کا راز ہوتا ہے مرد بھی اسے اپنا قرۃ عین سمجھنے لگتا ہے یگانگت جاتی رہتی ہے اور یگانگت من تو شدم تو من شدی کے ترانے گاتی ہے یہی وہ درجہ ہے جہاں پہنچکر مومن کی روح پکار اٹھتی ہے۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای و

ومماتی للہ رب العلمین تو بارگاہ قدس سے اسے جواب ملتا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

نفس مطمئنہ | اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک ہوشیار عورت اسوقت تک دم نہیں لیتی اور اطمینان سے نہیں بیٹھتی جب تک کہ اسے خاوند کے راضی ہونیکا پورا پورا اطمینان نہیں ہو لیتا اور اُسے چین ہی نہیں ملتا جب تک کہ اُسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ خاوند میرا ہے خاوند مجھے ضائع نہیں کریگا وہ انتھک کوشش کرتی جاتی ہے۔ خواب و خور حرام کر لیتی ہے یہانتک کہ اپنے ساجن کو پا لیتی ہے اسے راضی کر ہی لیتی ہے۔

اسی طرح مومن کا نفس بھی اسوقت تک نفس مطمئنہ نہیں ہوتا۔ اسے اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے بے خزاں جنت میں قدم نہیں رکھ لیتا۔ کافر مطمئن بالحیٰوۃ الدنیا ہوتا ہے (واطمانوا بہا) اور مومن مطمئن باللہ و بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اسے کب چین آوے جب تک کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ مل نہ جاوے۔

علت غائی۔ وجہ بقا صفت مریمی | وجہ فنا کو وجہ بقا ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ ایک صحیح المزاج اور محبت کرنے والے جوڑے کے لئے نیکبخت اولاد کا وجود جب عورت اپنے اندر مریمی صفت پیدا کرتی ہے کہ اپنی شرمگاہ کو غیر مرد سے اپنے کان کو غیر آواز سے اپنی ناک کو غیر کی خوشبو سے اپنے خیال و فکر و ذکر کے سوراخوں (لطائف دماغ) کو غیر کے فکر و ذکر سے بچاتی ہے تو اکثر اوقات اسے مرد کی یادگار میں اُسی کی خو بو کا ایک بچہ ملتا ہے جو عورت کی ترقی مدارج اور دائمی سکھ کا باعث ہوتا ہے مرد مومن بھی جب احصنت فرجہا پر کاربند ہوتا ہے تو نفخہ الہام الٰہی شروع ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کیفیت کو اس رنگ میں بیان فرماتے ہیں۔

"جب اُس استعداد کے ساتھ ایک قطرہ رحمت الٰہی ملجاتا ہے تو اسی طرز کے موافق کہ جب عورت کے نطفہ میں مرد کا نطفہ پڑتا ہے تو تب انسان کی ماضی حالت نطفہ کی صورت سے علقہ بنجاتی ہے اور کچھ رشتہ باری تعالےٰ سے پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ علقہ اعمال صالحہ کے خون سے مضغہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے کہ جیسے خون حیض کی مدد سے علقہ مضغہ بنجاتا ہے" انتہی الی اخر الکلام (آئینہ کمالات صفحہ ۲۰۳)

ان تمام امور کو زیر نظر رکھ کے پھر پڑھیئے ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم

انہ راجاً لتسکنوا الیھا الآیۃ لتسکنوا کا لفظ بتاتا ہے کہ صبر و سکون سے کام لینا چاہیئے ہتھیلی پر سرسوں جمانے سے کام نہیں بنتا عورت سے استقلال و ثبات سیکھو علیکم بدین العجائز۔

خداوند تعالےٰ میری بیوی کو جزائے خیر دیوے کہ جنہوں نے اس سے یہ کام کی باتیں سیکھیں گو کہ سلامتی سے آپ موڑ گئی ہیں ارباب نظر کے لئے اسمیں بڑے بڑے مطالب آئینگے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ میری اور میری بیوی کی موت صالحین میں کرے آمین   (عبد الحلیم کٹکی از سمبلپور۔ اڑیسہ)

(ایڈیٹر) مولنا جزاکم اللہ نہایت لطیف از نکات معرفت سے پُر مضمون لکھا۔

مناجات

آں کرم کن کہ ماسوائے ترا   در حریم دلم نماند جا
از جناب تو درگہ رو آرم   منکہ اندر جہان ترا دارم
آں دلے دہ کہ راہ تو گیرد   واز دو عالم پناہ تو گیرد
جانم از سوز خویش روشن کن   دیو را نا امید از من کن
تا بمہد تو گشت پیوندم   دل ز دنیا و آخرت کندم
غم و اندوہ و درد و ذوقم بخش   انس و مہر و وفا و شوقم بخش
دلم از درد و شوق خود خوں کن   بر باہوش و سخت مجنون کن
سینہ از درد خویش ریشم کن   مظہر جذبہ ہائے خویشم کن
در غم و درد خویش زارم کن   در تپ عشق بیقرارم کن
اے خدا چارہ کن بیک نظرم   ہیچکس نیست با تو چارہ گرم
نابکار و ذلیل و عریانم   آبرو ریختہ بعصیانم
آں خداوند آنچہ بد کردم   تو بدانی کز و بصد دردم
کس شریک تو نیست در دو جہاں   بر دو عالم توئی خدائے یگاں
تو وحیدی و پاک و فرد و قدیم   تو بندگی و شان تست عظیم
پاک ذاتی و پاک در ہمہ کار   پردہ پوشی و غافر و ستار
بندہ او نمیت کہ مے خواہم   اینکہ باشد بدر گہت راہم

چند کارآمد حوالے

(از قلم معارف رقم جناب منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی ڈیرہ دون)

(۱)

دجال کے معانی۔ میں سے ایک معنی بڑی سیاحت کرنے والی قوم بھی ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو

ا۔ دجل کے معنی ٹریول اوور اے کنٹری۔ ملک میں سیاحت کرنا۔

دجال کے معنے لارج ٹریولنگ کمپنی۔ بڑی سفر کرنے والی جماعت۔ عربک انگلش ڈکشنری مؤلفہ الیف

سٹنگاس مطبوعہ لنڈن صفحہ ۵۴۲ موجودہ امپیریل لائبریری کلکتہ

ب۔ دجال بالفتح وتشدید جیم۔ طلا و جوہر شمشیر و بسیار دروغ گوئندہ و گروہ بزرگ منتخب اللغات

نول کشور صفحہ ۱۴۷ از زیر لفظ دجّال

(۲)

یاجوج ماجوج۔ ترکوں کا مورث اعلیٰ ایک ہے یعنی یافث بن نوح علیہ السلام۔ ترکوں

کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ سد سکندری میں مسدود ہو جانے سے رہ گئے تھے یعنے اُن کو ترک کیا گیا تھا

اسواسطے ترک نام ہوا دیکھو صراح زیر لفظ ترک۔ پس جب ترک عام نوع انسان سے مشابہ ہیں۔ اور

عجیب الخلقت نہیں ہیں تو یاجوج ماجوج کس طرح عام نوع انسانی سے مختلف اور غیر مشابہ ہو سکتے ہیں

ہمارے نزدیک یہ بڑا ہی مفید حوالہ ہے اس سے قوم یاجوج ماجوج کی اصل اور سد سکندری کا موقعہ

و محل سب واضح ہو جاتے ہیں۔

(۳)

تحقیق معنی توفی کی ایک تسلی بخش نظیر۔ توفّی کے معنے لغت عرب میں آتے

ہیں۔ اخذ الشیء وافیاً

والموت نوع منہ یعنی توفی کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا لے لینا اور موت بھی اسی کی قسم سے

ہے یعنے موت کے معنوں میں بھی اس کا استعمال درست ہے اور صراح وغیرہ میں تو صاف مرقوم ہے

والوفات الموت و توفاہ اللہ اخا قبض روحہ۔ خود آنحضرت صلعم (روحنا فداہ) کی وفات

کا مشکوٰۃ شریف میں جہاں ذکر آیا ہے پہلے اسمیں لکھا ہے کہ ملک الموت نے آپکی روح مبارک کو قبض کیا

اسکے بعد لکھا ہے کہ آپکی توفی ہوئی گویا وہی روح پر جب توفی کا لفظ بولا جائے اور اسم فاعل خدا یا ملائکہ قابض ارواح ہوں تو اسکے معنی قبض روح کے یقینی ہوتے ہیں اب روایت مذکورہ کا خاص موقعہ بنا بر تشفی شائقین عرض کیا جاتا ہے

فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی جبریل علیہ السلام فقال جبریل یا محمد ان اللہ قد اشتاق الی لقائک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لملک الموت امض لما امرت بہ فقبض روحہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجاءت التعزیۃ الخ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ۔ مشکوۃ شریف ج ۲ صفحہ ۱۹ مطبوعہ محمدی لاہور

(۴)

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ۔ وفات مسیح پر ایک قطعی الدلالت آیت اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ فلما توفیتنی ای قبضتنی الیک وامتنی عن الجبائی۔ قال الجبائی وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ امات عیسٰی وتوفاہ ثم رفعہ الیہ لانہ بین انہ کان شہیدا علیہم مادام فیہم فلما توفاہ اللہ کان ھو الشہید علیہم۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی زیر آیت فلما توفیتنی

یعنی جبائی نے اس آیت کے یہ معنی کئے ہیں فلما توفیتنی یعنے جب تو نے میری روح کو قبض کر لیا اور مجھے موت دیدی پھر جبائی کہتے ہیں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس بات پر کہ خدا نے عیسٰی علیہ السلام کو ماردیا اور اسکی روح قبض کر لی پھر اسکو اپنی طرف اٹھا لیا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے متبعین یعنی نصاریٰ پر نگران تھے جب تک ان میں رہے اور جب خدا نے ان کو وفات دیدی تو پھر وہی ان کا نگران حال تھا

نتیجہ۔ اگر نصاریٰ اپنے اصل عقائد پر ہیں تو مسیح بھی زندہ اور ان کے نگران ہیں اگر وہ اپنے اصل عقائد سے گمراہ ہو گئے ہیں جیسے کہ صدیوں کے مشاہدہ سے ثابت ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کہ مسیح ان میں موجود اور نگران نہیں ہیں اور اسی دلیل سے وہ زندہ بھی نہیں ہیں۔

یہ حوالہ جس طرح اہل سنت پر حجت ہے اسی طرح شیعہ پر بھی ہے کیونکہ ان کے ایک بہت بڑے مفسر نے اسکو اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ فتدبر

(۵)

آیت قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ کا مطلب یہ آیت بھی خاص معرکۃ الآراء ہے میں نے بعض مخالفین سے سنا کہ اس سے تو مریم علیہا السلام کی وفات بھی ابھی تک ثابت نہیں چہ جائیکہ مسیح علیہ السلام کی۔ حالانکہ یہ آیت

وافی ہذا یہ بھی وفات مسیح پر صریحاً دال ہے چنانچہ یہاں پر تفسیر ابن جریر سے اس آیت کی تفسیر عرض کیجاتی ہے

یقول جل ثناءہ لنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قل لھؤلاء الجھلۃ من النصاریٰ لو کان المسیح کما یزعمون انہ ھو اللہ ولیس کذلک لقدر ان یرد امر اللہ اذ جاءہ باھلاکہ واھلاک امہ. فلم یقدر علی دفع امرہ فیھا اذ نزل ذلک ففی ذلک لکم معتبر ان اعتبرتم وحجۃ علیکم ان عقلتم فی ان المسیح بشر کسائر بنی آدم وان اللہ عزوجل ھو الذی لا یغلب ولا یقھر ولا یرد لہ امر بل ھو الحی الدائم القیوم الذی یحیی ویمیت وینشی ویفنی وھو حی لا یموت ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر

فاضل مفسر فرماتے ہیں کہ اللہ جلشانہٗ اپنے نبی کریم صلعم کو فرماتا ہے کہ ان جاہل نصاریٰ کو کہو کہ اگر مسیح ایسا ہوتا جیسا تمہارا زعم ہے کہ وہ خدا ہے اور حالانکہ وہ ایسا نہیں) تو جب خدا کا حکم اسکے مارنے اور اسکی ماں کے مارنے کا ہوا تھا تو وہ اسکو ٹال دیتا اور اسکی ماں بھی مرگئی اور وہ اسکے حکم کو ٹال لینے پر قادر نہ ہو سکا اور اسمیں تمہارے لئے عبرت کا سبق ہے اگر تم سوچو اور تم پر اتمام حجت ہے اگر عقل سے کام لو اس بارہ میں کہ مسیح بھی بشر ہے جس طرح دوسرے نوع انسان ہیں اور بتحقیق خدا کی ہی ذات ہے جو کہ نہ مغلوب و مقہور ہوتا ہے اور نہ اس کا حکم ٹل سکتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ زندہ اور قیوم جو کہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور پیدا کرتا اور فنا کرتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جو کبھی نہیں مریگا۔

اشکال اس آیت میں صرف یہ تہا کہ عوام اسکے معنی بوجہ صیغہ مضارع کے جو من یہلک میں ہے ہلاکت حضرت مسیح اور مریم و جمیع اہل زمین کو زمانہ استقبال میں قرار دیتے تھے۔ حالانکہ وقوع وفات مریم علیہا السلام زمانہ گذشتہ میں مسلمہ یقینی و متحقق ہے مفسر ابن جریر نے جیسے کہ تشریح معروضہ بالا سے ظاہر ہے وقوع ہلاکت مسیح و مریم کو زمانہ ماضی میں بیان کر دیا فھو المراد

(۶)

اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ہے اس آیت میں دابۃ الارض کے متعلق تکلمھم کا لفظ وارد ہے عام لوگ اس کے معنے کلام کرنے کے لیتے ہیں لیکن وحی الٰہی اسکے معنے کاٹنے کے لیتے ہیں اسکے ثبوت میں ملاحظہ ہو۔ واصل الکلم الجرح (ومنہ الحدیث) انا نقوم علی المرضیٰ ونداوی الکلمیٰ ھو جمع کلیم وھو الجریح فعیل بمعنی مفعول نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۴۰ مطبوعہ مصر میں لفظ کلم (ترجمہ) کلم کے معنے دراصل زخم کے ہیں اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ ہم مریضوں

پر کھڑے ہوتے اور زخمیوں کا علاج کرتے ہیں کلمی جمع ہے کلیم کی جس کے معنے زخمی کے ہیں فعیل کے وزن پر ہے مفعول کے معنوں میں۔

(۷)

قتل کے معنی ہمیشہ مار ڈالنے ہی کے لغت عرب میں مستعمل نہیں ہیں جیسے کہ فارسی یا اردو میں مستعمل ہیں قد ترد ولا یراد بها وقوع الامر ومنه حدیث عمر (وفی حدیث المار بین یدی المصلی) قاتله ای دافعه عن قبلتك ولیس كل قتال بمعنی القتل (ومنه حدیث سقیفة) قتل الله سعدًا فانه صاحب فتنة وشر۔ ای دفع الله شره كانه اشارة الی ما كان منه فی حدیث الافك والله اعلم۔ وفی روایة ان عمر قال یوم السقیفة اقتلوا سعدًا قتله الله ای جعلوه كمن قتل واحسبوه فی عداد من مات وهلك ولا تعتدوا بمشهده ولا تعرجوا علی قوله (ومنه حدیث عمر ایضًا) من دعا الی امارة نفسه او غیره من المسلمین فاقتلوه ای اجعلوه كمن قتل ومات بان لا تقبلوا له قولا ولا تقیموا له دعوة وكذلك الحدیث الاخر) اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الاخر منهما ای ابطلوا دعوته واجعلوه كمن مات نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ زیر لفظ قتل

یعنی قتل کا لفظ وارد ہوتا ہے لیکن اس سے مراد واقعی قتل ہونا نہیں ہوتا اور اسی معنے میں حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ نمازی کے آگے سے جو گذرے اسکو قتل کر دو اسکے معنے ہیں کہ اس کو ہٹا دو اپنے سامنے سے اور ہر ایک قتال قتل کے معنوں میں مستعمل نہیں ہوتا۔ اور اسی قبیل سے ہے حدیث سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ لفظ کہ خدا قتل کرے سعد کو تحقیق وہ فتنہ اور شر کو پھیلانے والوں میں سے ہیں۔ اسکا مطلب ہے کہ خدا ان کے شر کو دور کرے گویا اسمیں اشارہ ہے جو ان سے سرزد ہوا۔ حدیث افک (حضرت عائشہ رض) کے متعلق بھی۔ واللہ اعلم

اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رض نے سقیفہ کے دن کہا تھا کہ قتل کر دو سعد کو خدا اسکو قتل کرے یعنی اسکو ایسا کر دو جیسے کہ مقتول ہوتا ہے اور اسکو ایسا گمان کرو کہ وہ مر گیا اور ہلاک ہو گیا اور اسکی موجودگی کا کچھ خیال نہ کرو۔ نہ اسکی بات پر کان دھرو۔ اور اس طرح ہے وہ حدیث عمر کی کہ جو کوئی لوگوں میں اپنی ذات یا دوسروں کی امارت کی دعوت کرے اسکو قتل کر دو یعنے اسکو مقتول اور مردہ کی طرح کر دو۔ اس طرح پر کہ نہ تو اسکی بات کو قبول کرو۔ اور نہ اسکی دعوت میں حصہ لو۔ اور اسی طرح ایک اور حدیث ہے کہ جب دو

خلیفوں کی بیعت ہولے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو یعنی اسکی دعوت کو باطل کر دو۔ اور ایسا گمان کرو کہ وہ (زندہ نہیں) مُردہ ہے۔

اس بنا پر جو قتل انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق کلام مجید کی بعض آیات میں مذکور ہے۔ اسکو بھی عام مروّجہ قتل کے معنوں پر نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ شدت مقابلہ و شدت ایذا رسانی کے معنوں میں وجہ وجیہہ اسکی یہ ہے کہ دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند کریم نے ہمیشہ اپنے مرسلوں اور نبیوں اور ان کے سچے متبعین کی نصرت فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں کو یہاں تک قدرت نہیں دی کہ انہوں نے انبیاء کرام اور ان کے جانشینوں پر غالب ہو کر ان کو قتل بھی کر دیا ہو۔ مثلاً کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز ۲۸ ۔ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ۲۴ نوٹ حضرت مسیح موعود نے بتکرار لکھا ہے کہ سلسلہ کا اول متقی نبی قتل نہیں ہوتا ہے (ایڈیٹر)

(۹)

حجرہ صدیقہ میں تین چاند ۔ وعن عائشۃ قالت رأیت ثلاثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رؤیای علی ابی بکر فسکت فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودفن فی بیتی قال ابوبکر ھذا احد اقمارک وھو خیرھا اخرجہ مالک۔ تیسیر الوصول کتاب تعبیر الرؤیا فصل الثانی حدیث نمبر ۹

(ترجمہ) عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں نے دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گر گئے ہیں۔ تو میں نے یہ اپنا خواب ابوبکر سے بیان کیا۔ تو وہ چپ ہو رہے جب رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا اور آپ میرے گھر میں مدفون ہوئے تو ابوبکر نے فرمایا کہ تیرے ان چاندوں میں سے ایک یہ چاند ہیں جو سب سے بہتر ہے۔ مالک اسکے راوی ہیں۔

بعد آنحضرت صلعم کے دو چاند اور بھی یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ اسی حجرہ شریفہ میں دفن ہوئے اور صدیقہ کی رؤیا واقعی سچی نکلی۔

اسکو مدنظر رکھتے ہوئے اس ضعیف سی حدیث پر غور کرو جس میں آیا ہے کہ جب عیسیٰ فوت ہو نگے تو فیدفن معی فی قبری وہ میری قبر میں یا میرے مقبرہ میں دفن ہونگے۔

جو روایت میں نے لکھی ہے وہ ثابت کرتی ہے کہ حجرہ مبارکہ میں دفن ہونے والے تو تین ہی چاند ہیں۔ اور چوتھے کا ذکر ہی نہیں۔

اور دوسرے فیدفن معی فی قبری والی حدیث صحاح ستہ میں سے نہیں ہے ورنہ تیسیر الوصول میں اسکا ذکر مسیح علیہ السلام کے نزول کے باب میں ضرور ہوتا۔

تیسرے۔ اگر اسکے ظاہر معنی لئے جائیں تو ایک مسلمان ذرا تعصب کو دل سے دور کرکے سوچے تو سہی کہ کس مسلمان کا حوصلہ پڑیگا جو عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کرنیکے لئے قبر رسول صلعم کو شہید کریگا۔

اگر رسول صلعم کے مقبرہ میں مسیح نے دفن ہونا ہوتا تو اسکے لئے اور تسلی بخش قرائن بھی ضروری تھے حالانکہ اصل یہ ہے کہ سوائے اس ضعیف حدیث کے اور کسی جگہ مسیح کے دفن ہونے کا ذکر تک نہیں ہے۔ دیکھئے جناب شیخین نے آنحضرت صلعم کے مقبرہ میں دفن ہونا تھا تو اسکی بشارت پہلے عائشہ صدیقہ کو دیگئی پھر وہ دفن بھی ہو گئے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ محشور بھی ہونگے وہو ہذا۔ وعن ابن عمر رض ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم خرج ذات یوم ودخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والاخر عن شمالہ وھو اخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیمۃ رواہ الترمذی مشکوۃ باب المناقب ابی بکر وعمر (ترجمہ) ابن عمر سے مروی ہے کہ تحقیق نبی صلعم ایک روز نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر و عمر ایک ان دونوں میں سے دائیں طرف آنحضرت صلعم کے تھے اور دوسرے بائیں طرف۔ اور آنحضرت صلعم نے ان دونوں کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے پس فرمایا حضرت نے کہ اس طرح اٹھائے جائینگے ہم قیامت کے دن۔

اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی مقدر ہوتا کہ وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی وقت واقعی مدفون ہونگے تو کسی حدیث میں اس طرح بعث ونشر کے ضمن میں ہی ان کا ذکر ضروری تھا خصوصاً شیخین کے ساتھ اس حدیث میں۔ لیکن جب نہیں ہے تو پھر بھی اس حدیث کے ظاہری الفاظ پر اصرار کرنا محض ضد بے دری اور اسرار شریعت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے

(۹)

لا مھدی الا عیسیٰ کی تائید۔ اول تو بخاری شریف میں ہی ہے ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ میمنیہ مصر

یعنی تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ تمہیں میں سے تمہارے امام ہونگے (یعنی کوئی دوسرا غیر امت محمدیہ سے نہ مسیح ہوگا نہ امام)

(۲) صحیح مسلم میں نزول مسیح کا ذکر کرکے آخر میں ہے فامکم یعنی مسیح ہی تمہارے پیشوا ہونگے اور امام مسلم - باب نزول عیسیٰ۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فیکون عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فی امتی حکماً عدلاً و اماماً مقسطاً الخ یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ ہیں ہونگے عیسیٰ بن مریم میری امت میں حکم اور عدل اور انصاف کرنے والے ابن ماجہ مطبوعہ مصر بحاشیہ حاشیہ سندی صفحہ ۲۶۷۔

ایضاً - عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی ینزل عیسیٰ بن مریم حکماً مقسطاً و اماماً عدلاً الخ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ وخروج یاجوج وماجوج ابن ماجہ مطبوعہ عمدۃ المطابع دھلی ۱۲۷۳ھ صفحہ ۲۸۷

ان حوالوں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح موعود امام بھی ہے اور امام سے مراد امام مہدی ہو سکتا ہے اور سوائے مسیح موعود کے آخری زمانہ میں کوئی غیر شخص دعویٰ مہدویت کے لئے موزون نہیں ہے - بلکہ صاف کیونکہ کہیں وہی مسیح ہی مہدی ہونا تھا چنانچہ تیرہ سو برس سے یہ ارشاد نبوی موجود ہے کہ لا المھدی الا عیسیٰ ابن مریم ابن ماجہ ابواب الفتن باب شدۃ الزمان صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ عمدۃ المطابع دہلی

پس الحمد للہ کہ ایک ابن مریم امت محمدیہ میں سے پیدا ہوا - اور جس طرح اس نے ایک طرف سے عین غلبہ مذہب نصاریٰ کے وقت عقائد باطلہ کی تردید کا فرض منصبی انجام دیا - اسی طرح اس نے امت محمدیہ کی ہدایت اور انہیں اسلام کی روح اور حرارت پیدا کرنے میں واقعی مہدویت کا کام کیا - ماننے والوں کے لئے بشارت ہے اور دن دونی رات چوگنی مسرت ہے لیکن افسوس ہے مشککین و مکفرین پر جنکو اب تک بصیرت نہیں نصیب ہوئی - اور وہ اس سعادت سے محروم ہیں وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ اصل مسیح ابن مریم اپنی کتاب انجیل اور اپنی امت نصاریٰ اور اپنی زبان عبرانی سے الگ ہو کر جن کی نسبت قرآن میں آیا ہے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب اور ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل اور وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم پ ۱۳ ع ۱۳ کس طرح قرآن کی تبلیغ کرینگے اور کس طرح رسول کے منصب سے معزول ہو کر امتی ہو جائینگے یا کہ مسلمان عبرانی بولنے سمجھنے والے ہو جائینگے کیا اسوقت کلام مجید کی یہ آیات منسوخ ہو جائینگی - نعوذ باللہ

قادیان میں جو منارۃ المسیح بنایا گیا ہے اسکے متعلق بعض شبہات کا جواب :- اوّل یہ کہ کہتے ہیں وہ دمشق میں بننا تھا۔ اور قادیان میں کیسے تسلیم کیا جائے

دوم :- یہ کیا ایسا ممکن ہے کہ مدعی خود ہی اپنے لئے ایک منارہ بنا دے اور پھر اسکو رسول صلعم کی پیشگوئی کے مطابق خیال کیا جائے۔

پہلے یہاں پر شارحین حدیث کی رائے اس بارہ میں لکھی جاتی ہے۔ ناظرین غور فرماویں اور پھر اسکے بعد نتائج پر غور کرنے سے خود بخود شبہات کا ازالہ ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ

عند المنارۃ - بفتح المیم کما فی الصحاح قال الحافظ ابن کثیر ھذا ھو الاشھر فی موضع نزولہ قال وقد وجدت منارۃ فی زماننا فی سنۃ احدی واربعین وسبعمائۃ من حجارۃ بیض ولعل ھذا یکون من دلیل النبوۃ الظاھرۃ - قال السیوطی ھو من الدلائل لا ریب × × × وقال الحافظ ابن کثیر وقد ورد فی بعض الاحادیث ان عیسٰی علیہ السلام ینزل ببیت المقدس وفی روایۃ بالاردن وفی روایۃ بمعسکر المسلمین واللہ اعلم قال السیوطی حدیث نزول عیسٰی بیت المقدس عند المصنف وھو ارجح ولا ینافیہ سائر الروایات لان بیت المقدس وھو شرقی دمشق وھو معسکر المسلمین اذ ذاک والاردن اسم الکورۃ کما فی الصحاح وبیت المقدس داخل فیہ فاتفقت الروایات فان لم یکن فی بیت المقدس الآن منارۃ البیضاء فلا بد ان تحدث قبل نزولہ۔ ابن ماجہ حاشیہ سندی صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ مصر

(ترجمہ) منارہ میم کے زیر سے ہے اور کہا حافظ ابن کثیر نے کہ منارہ کا ہونا اسکے اترنے کی جگہ میں بہت ہی مشہور ہے اور فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ ۷۴۱ھ میں سفید پتھروں کا منارہ دیکھا ہے اور اغلب ہے کہ یہ نبی کریم صلعم کی سچی نبوت کے دلائل میں سے ہو سیوطی نے کہا کہ بلاشک یہ دلائل میں سے ہے (نبوت کے)

اور کہا حافظ ابن کثیر نے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام بیت المقدس میں نازل ہونگے اور ایک روایت میں ہے کہ اردن میں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کی چھاونی

میں واللہ اعلم سیوطی نے کہا کہ بیت المقدس میں مسیح کے نزول کی حدیث مصنف کے نزدیک بہت قابل ترجیح ہے اور دوسری روایات اس کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ بیت المقدس دمشق کے مشرق کی طرف بھی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی چھاونی بھی ہے اور اردن کورہ کا نام ہے جیسے کہ صحاح میں آیا ہے اور بیت المقدس اسمیں داخل ہے پس روایات متفق ہوگئیں (باقی رہا سفید منارہ کا ہونا) پس اگر وہ اب بیت المقدس میں موجود نہیں ہے تو ضرور ہے کہ مسیح کے نزول سے پہلے پہلے وہ تعمیر کیا جائے

فوائد

پہلی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ منارہ دمشق میں ہونا چاہیئے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پر اپنے زمانہ میں ایک منارہ کا ہونا بھی ظاہر فرمایا اور اسکو نبوت محمد صلعم کی صداقت کی دلیل ٹھہرایا۔

لیکن دوسری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ منارہ کا ہونا خاص دمشق میں ضروری نہیں۔ بلکہ سمت شرقی دمشق میں ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ کہ بیت المقدس میں ہوگا تشریح اول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا بنا ہوا منارہ بھی مسیح کا منارہ قرار دیا جاسکتا ہے اور اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کا حکم لگایا جاسکتا ہے ورنہ ثابت کرنا پڑیگا کہ دمشق میں وہ سفید سفید پتھر آسمان سے کسی وقت برسے تھے اور راتوں رات ملائکہ نے ایک منارہ بنا دیا تھا وہو محال اور قادیان کے منارہ کا تو خدا کے فضل و کرم سے خود مسیح موعود کے حکم سے بنا ڈالا ہو چکا تھا۔ اور اب عملی صورت میں بعہد میمنت عہد خلیفۃ المسیح ثانی حضرت فضل عمر صاحب اسم با مسمی منارۃ البیضا مکمل ہو چکا ہے اور زبان حال سے نہ صرف مسیح موعود کی صداقت بلکہ مخبر صادق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت کی گواہی دیتا ہے اللہم صل علی محمد وعلی خلفائہ۔ اور قادیان بھی سمت شرق دمشق میں ہے دمشق سے باہر جیسے بیت المقدس ویسے ہی قادیان برابر ہیں۔

یہاں پر یہ بھی یاد ہے کہ بعض دفعہ خدا کے برگزیدہ جن کا ایمان خدا کے کاموں اور رسولوں کی سچی کلام پر علی وجہ البصیرت ہوتا ہے پیشگوئیوں کو خود پورا کر لیتے ہیں جیسے کہ آنحضرت صلعم نے سراقہ بن مالک رضی کو بشارت دی تھی کہ تو کسری کے طلائی کنگن پہنے گا تو جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدائن فتح ہوا اور کسری کے غنائم کثیر سے وہ سونے کے کنگن بھی دربار خلافت میں آئے تو حضرت عمر رضی

نے وہ کنگن سراقہ بن مالک کو بُلا کر آپ اُن کے ہاتھ میں پہنا دیئے تھے تاکہ مخبرِ صادق رسول صلعم کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔

اسی طرح جب سچا مسیح موعود آیا اور خدا نے اسکو سمجھا دیا کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام تو فوت ہو چکے اور اب بجسدہ العنصری دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے اُن کی خو بو پہ آپ کو ہی مبعوث کیا گیا ہے۔ خدا کی اس وحی پر آپ صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور جو فرائض مسیح موعود کے تھے وہ سب آپ بکمال کوشش و جانفشانی بجا لائے اور خدا نے نصرت و ہدایت کے دروازے بھی کھول دیئے مرزا کی مسیحائی کام کر گئی۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں قلوب مسخر ہو گئے اور ہو رہے ہیں دینِ اسلام کی صداقت اور ادیان باطلہ کی بطالت روز بروز خدا کے فضل سے ظاہر ہو رہی ہے اللّٰھم زد فزد

ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا کو کیا حق تھا کہ مسیح کا منارہ قادیان میں بنوایا ہم کہتے ہیں دمشق والوں کو کیا حق تھا کہ قبل از وقت سفید پتھر مسیح کے منارہ کے لئے جمع کر دیئے۔

حالانکہ نہ مسیح ابن مریم نے ان کو آسمان سے ایسا کرنے کو کہا نہ اسوقت کوئی ایسی علامات ظہورِ مہدی و مسیح کی نمودار ہوئی تھیں اور یہاں تو خدا کے فضل سے ایک نئی مسیحیت بھی ظاہر ہو چکی تھی پھر اگر اس نے اپنے نشان اور یادگار اور رسول صلعم کی فرمائی ہوئی پیشگوئی پورا کرنے کی غرض سے اور مومنین کے ازدیادِ ایمان و یقین کی خاطر منارہ بنوا دیا تو اسپر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے و تلک عشرہ کاملہ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مزید حوالے

ا۔ ان اللہ یبعث علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا (سنن ابو داؤد صفحہ ۲۴۱ جزو دوم) ۲۔ اللّٰھم انبضنی الیک (ابو داؤد جلد اول صفحہ ۳۳۵۔ یہاں قبض سے مراد موت ہے جو لوگ توفی کے معنی قبض کرتے ہیں ان پر یہ حجت ہے ۳۔ الساعۃ سے مراد بڑی تباہی ہلاکت اور عظیم الشان انقلاب بھی ہو سکتا ہے لعلم للساعۃ کے معنوں میں حوالے مفید ہیں ان یعش ھذا المریء لم یدرکہ الھرم قامت علیکم الساعۃ یہ ابھی بڑھاپے کو نہ پہنچیگا قیامت قائم ہو جائیگی (مسلم جلد دوم صفحہ ۴۰۶ علیٰ ید ہذا الھرم حتی تقوم الساعۃ (بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸) (بعثت انا والساعۃ ھکذا۔ حالانکہ قیامت تیرہ سو سال گزرے نہیں آئی ۴۔ لتتبعن سنن الذین من قبلکم (مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۲۹۔ یہود سے مثیل مسلمان بن جائینگے ۵۔ ولا المھدی الا عیسیٰ (ابن ماجہ)

جلد دوم ابن ماجہ باب شدۃ الزمان صفحہ ۲۵۷ - ۶ - واخبرنی ان عیسٰی عاش عشرین ومائۃ اور مجھے خبر دی کہ عیسٰے
۱۲۰ سال زندہ رہے مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی جلد اول صفحہ ۴۲ ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان - حیات وممات سے
مراد (۱) مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶) اللھم باسمک الذی
اموت واحی (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶) ج - الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا (مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۸) (د) تفسیر در منثور
آیت الکرسی کا شان نزول والحق الحی الذی لا یموت وقد مات عیسٰی (الحی وہ جو نہیں مرتا اور عیسٰی تو فوت
ہو چکے ہے) ۷ - قال ابو بکر نحن عترۃ رسول اللہ - زرقانی صفحہ ۲ (۲) سلمان منا اھل البیت زرقانی صفحہ ۲۰۹
(۳) فلا یکون النبی مستقلاً - جلد ۵ صفحہ ۲۷ زرقانی (۴) ان عیسٰی یاتی واحد من ھذہ الامۃ جلد خامس
صفحہ ۴۱۲ زرقانی معلوم ہوا کہ عیسٰی اس امت میں سے ہوگا - (۵) ہوا ماحدیث النبی عاش عیسٰی عشرین ومائۃ زرقانی ع ۱ ص ۴۲
۸ - ومن مات لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃً جاھلیۃ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸) ۹ - ان رفع ادریس ھو حی
لم یثبت من طریق مرفوعۃ قویۃ زرقانی جلد صفحہ ۸۶ - ادریس کا رفع ثابت نہیں ۱۰ - عمر دنیا سبعۃ
الاف (زرقانی جلد ۶ ص ۱۲۳) ۱۱ - قد مات عیسٰی مر گئے حضرت عیسٰی) تفسیر ابن جریر جز ثالث صفحہ ۱۰۱ سطر ۱۸
۱۲ - قد یعد اللہ ثم لا یظہر کما وعد مع کون الالہام خدا کبھی وعدہ کرتا ہے اور الہام کے مطابق نہیں
کرتا (فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ) (۲) ولم یوف لہ لکل وعد لئلا یغلب علیہ الرجاء (فتوح الغیب مقالہ ۲۹
حلف جابر وعمر فی حضرۃ النبی ان ابن الصیاد الدجال (مسلم صفحہ ۳۹۸ باب ذکر ابن الصیاد)

رسول اللہ کی پیشگوئیاں

۱۳ - (۱) لا یقتل قرشی صبراً بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ (اس طرح اب کوئی قریشی قیامت تک مرے گا حالانکہ
کئی قریشی اس طرح مرے مسلم صفحہ ۱۰۴ (۲) لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان - یہ امر قریش
میں رہیگا جب تک سو آدمی بھی رہ جائیں حالانکہ اسکے خلاف ہی ہوا (مسلم باب صلح حدیبیہ صفحہ ۱۱۹) (۳) الجلیبیب ھذا منی
وانا منہ (مسلم جلد ثانی صفحہ ۲۹۵) (۴) ذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر آپ نے رؤیا دیکھا اور ذہن اس طرف
منتقل ہوا کہ یمامہ ہے یا ہجر نکلا مدینہ (بخاری جلد ثانی صفحہ ۲۹۴) (۱۴) انی اخر الانبیاء وان مسجدی
اخر المساجد مسلم جلد اول فضل الصلوٰۃ لمسجدی مکۃ والمدینۃ (صفحہ ۴۴۴) (۱۵) نبی آخر الزمان
کے معنی اس سے ظاہر ہیں کہ آخر المساجد کے بعد اور مسجدیں ہیں (۶) قال للاعرابی خلا فلان اذا مات خلا
کے معنے موت - (لسان العرب)

۱۶۔ ان خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۹) میرا قرن سب سے اچھا ہے پھر جو ان کے قریب پھر فیج اعوج ۱۷۔ الا یبقی ممن ھو علی ظہر الارض احد (ایک سو سال کے بعد زمین پر کوئی نہ رہیگا) خضر کی حیات ماننے والوں پر حجت مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۱۰۔ ۱۸۔ قال واستیقظ وھو فی المسجد الحرام (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۰) یہ معراج کے رؤیا ہونے کا ثبوت ہے کہ آپ جاگ اٹھے ۱۹۔ تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷) فتن کے وقت اس جماعت کے ساتھ ہونا چاہیئے جو ایک امام مفترض الاطاعۃ کے ہاتھ پر بیعت رکھتی ہو

۲۰۔ افاضۃ المال حتی لا یقبلہ احد فی زمن عمر بن عبد العزیز۔ زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۷۷

۲۱۔ حلف جابر وعمر فی حضرۃ النبی ان ابن الصیاد الدجال (مسلم صفحہ ۳۹۶ باب ذکر ابن الصیاد)

۲۲۔ ان یکن النبی حیًا فی بعثۃ نبینا فلا بد ان یؤمن بہ ولینصرنہ ایک نبی دوسرے نبی کا متبع ہو سکتا ہے زرقانی ۲۹۲ (ب) ان عیسی ینزل اتفاقًا مع بقائہ علی نبوتہ آنے والا عیسٰی نبی ہی ہوگا (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۶۳) ۲۳۔ اول سورہ کہف یعصم من فتنۃ الدجال (مسلم جلد اول صفحہ ۲۷۱) فتنہ دجال سے سورہ کہف کی پہلی آیتیں بچاتی ہیں اس سے معلوم ہوسکتا ہے دجال سے کیا مراد ہے۔ ۲۴۔ النیل والفرات من انہار الجنۃ (مسلم جلد اول صفحہ ۹۰) حدیث معراج کے معنوں میں مدد دیتی ہے۔

۲۵۔ بعض باتیں حالات موجودہ پر نظر کرکے کہی جاتی ہیں دیکھو مشکوٰۃ مطبع احمدی باب العدۃ صفحہ ۲۸۹ الفصل الاول۔ اما معاویۃ فصعلوک لا مال لہ ایک عورت کو حضور علیہ الصلوٰۃ نے نکاح کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے فرمایا معاویہ تو مفلس قلاش ہے حالانکہ جلد ہی وہ بادشاہ ہوگئے۔

۲۶۔ وہ حدیث جسمیں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے بعض صحابہ کو دیکھکر فرمائینگے میرے صحابیو! جواب ملیگا آپکو معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا اسوقت حضور فرماتے ہیں میں کہونگا جو حضرت عیسٰی کہینگے فلما توفیتنی (اس سے ثابت ہوا کہ توفی کے معنے مرنے کے ہیں) بخاری مصری جلد ۳ صفحہ ۸۰ وایضًا قال ابن عباس متوفیک ممیتک

۲۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں خطبہ پڑھا۔ ایہا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ہل خلد نبی قبلی فیمن بعث فاخلد الا انی لاحق بربی (مشکوٰۃ) کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی رہا جو میں رہ جاؤنگا۔ تمام نبیوں کے مرنے کا ثبوت (منقول از بیاض جمال)

کیا شریعت لعنت ہے؟

اسلام کے نزدیک تو برکت ہے

برادر عزیز مولوی مہر محمد خان صاحب نائب مدیر الفضل نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے ایک اصولی مسئلہ پر یہ تحریر دلپذیر لکھی ہے جسے میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔" (ایڈیٹر)

عیسائیوں کے "مقدس پولوس رسول" کے یہ الفاظ کہ "جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔" گلتیوں ب ۳

اور یہ کہ: "شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں" گلتیوں ب ۳ ۱۲ نیز یہ کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُسنے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے" گلتیوں ب ۳ ۱۳ کچھ ایسی غلط فہمی کا موجب ہوئے ہیں کہ جس سے شریعت جیسی برکت کو لعنت سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر جناب مسیح کے اقوال پر جہانتک غور کیا جاتا ہے آپکا منشاء اور مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ شریعت کو لعنت نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کو رحمت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "جب تک آسمان زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہیں ٹلیگا۔ اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ "پس جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے کلموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو انپر عمل کریگا اور انکی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔" متی ب ۵ ۱۸-۱۹

حضرت مسیح کے ارشاد اور "مقدس پولوس" کے الفاظ کو اگر بالمقابل رکھکر دیکھا جائے تو بیشک ایک اختلاف عظیم نظر آتا ہے کیونکہ جناب مسیح تو یہ فرماتے ہیں کہ جو ان شریعت کے چھوٹے چھوٹے حکموں پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ مگر جناب پولوس کا یہ قول ہے کہ "جتنے شریعت پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں" اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح کی بڑائی مجبور کرتی ہے کہ بجائے آپ کے کلمات کو "مقدس پولوس" کے خیالات کے ماتحت کرنیکے پولوس کے الفاظ کو ہی جناب مسیح کے ارشاد کے ماتحت کیا جائے اور پولوس کے بیان کے ایسے معنے کئے جائیں

جو مسیح کے کلمات کے خلاف نہ ہوں

مگر افسوس ہے کہ یہاں اسکے برعکس ہوا یعنی مسیح کے ارشاد کو پولوس کے الفاظ کے ماتحت کیا گیا ہے جیسا کہ بد قسمتی سے آجکل مسلمان علماء ائمہ اربعہ کے اجتہاد کے ماتحت صریح احادیث کو کر دیا کرتے ہیں۔

پولوس رسول کا جو کچھ بھی منشاء تھا وہ ایک الگ مضمون ہے مگر جو مفہوم ان فقرات کا لیا گیا ہے۔ اسی پر آج مسیحی مذہب قائم ہے۔

حضرت مسیح کا ارشاد بھی بظاہر ایک اشکال کی صورت پیدا کرتا ہے لیکن اگر غور سے آپ کے اس کلام کو آپکے دوسرے ارشادات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

آپ توریت کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اسوقت تک توریت بھی قائم ہے اور دوسری جگہ آپ اپنی قوم کو مخاطب کر کے ایک پیشگوئی فرماتے ہیں کہ "میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دی جائے گی" (متی ۲۱ ۴۳)

اس عبارت اور پہلی عبارت کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان سے مراد نبوت سلسلہ موسویہ ہے مسیح فرماتے ہیں کہ جب تک یہ قائم ہے (سلسلہ موسویہ) اور میں اس سلسلہ کا پورا کرنیوالا موجود ہوں۔ اسوقت تک شریعت موسویہ قابل عمل ہے لیکن میرے بعد یہ زمین و آسمان بدل کر ایک اور نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا جائیگا اور اسوقت توریت کی جگہ کوئی دوسری شریعت لائی جائے گی مگر اس شریعت موعودہ کے آنے تک توریت ہی دستور العمل رہیگی۔

چنانچہ حضرت مسیح اس روح الحق کے متعلق جس کے ذریعہ سلسلہ موسویہ تبدیل کیا جا کر ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائیگا فرماتے ہیں کہ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئیگا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائیگا اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا اور میرا جلال ظاہر کرے گا" یوحنا ۱۶ ۱۲-۱۴

اس عبارت میں جناب مسیح نے بتلا دیا کہ وہ شخص جو میرے بعد آکر شریعت موسویہ کو منسوخ کریگا اسکا ایک کام یہ بھی ہوگا کہ وہ میری تصدیق کریگا کروڑہا کروڑ اس شخص کے خدام میرے خداداد رتبہ کو جو کہ نبوت ہے تسلیم کرینگے اور ایک نبی کے جلال ظاہر ہونیکے یہی معنے ہیں ۔

چنانچہ "وہ نبی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنھوں نے حضرت مسیح کے ماننے کو ایمانیات میں داخل کیا اور آپ ہی وہ مقدس انسان ہیں جن کے ذریعہ دنیا کو وہ باتیں بتائی گئیں جن کے سننے کی طاقت مسیح کے وقت میں بنی اسرائیل اور حضرت مسیح کے حواریوں میں نہ تھی نیز آپ ہی وہ موعود بادشاہ نبی ہیں جن کے ذریعہ موسوی زمین و آسمان تبدیل کرکے نیا زمین و آسمان قائم کیا گیا۔

پس یہ ہے حضرت مسیح کے ارشاد کا مطلب اور اس سے ظاہر ہے کہ توریت کی شریعت مسیح تک اور مسیح کے بعد "روح حق" یعنے "سچائی کی روح" آنحضرت کے تشریف لانے کے وقت واجب العمل ہے اور اس سے پہلے کسی صورت میں بھی اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اور ذریعہ حصول نجات کو ذہن میں رکھکر ہمیشہ کے لئے شریعت کو "لعنت" ٹھہرایا جا سکتا ہے مگر جب زمین و آسمان بدل جائینگے پھر موسوی شریعت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ تاہم مجرد شریعت خواہ کوئی بھی ہو "لعنت" کبھی نہیں کہی جائیگی ہاں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قبل اس کے کہ "سچائی کی روح" آئے موسوی شریعت کو لعنت قرار دیکر اور انسان کو کمزور ٹھہرا کر ہمیشہ کے لئے شریعت کی قید سے آزاد کر دیا جائے کیونکہ یہ سراسر جناب مسیح کے منشاء کے خلاف ہے۔

اب ہم اس مفہوم کے متعلق جو پولوس کے الفاظ سے لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید سے جو اس سچائی کی روح کا وہ کلام ہے جو اسنے خدا سے سن کر نہ اپنی طرف سے لوگوں کو سنایا ہے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ یہ بیشک درست امر سمجھا ہے کہ انسان کمزور اور ضعیف البنیان ہے اور اسکے پیدا کرنیکی غرض اور غایت جیسا کہ اسکی روح کے تقاضائے سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ صرف اپنے خالق خدا سے زندہ تعلق پیدا کرے نہ کسی اور سے۔ روح کا یہ تقاضا اور اضطراب بیجا نہیں بلکہ اسکا یہ فعل ظاہر کرتا ہے کہ روح خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے نہ کسی اور کی اور یہ بھی نہیں کہ خود بخود ہو۔ انہی معنوں میں ہمارے سید و مولا حضرت مسیح موعود نے جو قرآن کریم کی آیت وفی انفسکم افلا تبصرون سے ماخوذ ہیں فرمایا ہے

گر عاشقوں کی روح نہیں اسکے ہاتھ سے ٭ پھر غیر کے لئے ہے وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا ٭ پھر کیسے کھینچ لیتا ہے وہ دل کو تاب میں

غرض روح کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے خالق اور رب معبود کو اسی دنیا میں پالے مگر کہاں اللہ عزیز و حقیقی ہستی اور کہاں یہ ایک قطرہ آب ایک ضعیف مخلوق ایک ناتواں و محتاج ... تو یہ کہ ظلوم و جہول بھی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان امن و امان الوہیت کو باوجود ضعف و جہل جو اسکی شریعت نہ ہو کہ خود بخود

پالے۔

مگر اس مدعا کے حصول کے لئے جو طریق مسیحی پیرو نے تجویز کیا ہے۔ وہ بجائے خود ایک چیستان اور پہیلی ہے کیونکہ موجودہ مسیحی مذہب بوجہ انسان کے ضعف طبعی کے شریعت کو ناقابل عمل اور "لعنت" قرار دیتا ہے مگر اب اسکے مقابلہ میں قرآن کریم کو دیکھو وہ کس بلند آہنگی سے باوجود انسان کو ضعیف الخلقت قرار دینے کے شریعت کی ضرورت اور اسکی حکمت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان فرماتا ہے ملاحظہ ہو اللہ تعالےٰ شریعت کے مسائل و احکام بیان فرماتا ہوا ضرورت شریعت اور اسکی حکمت کے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفاً۔ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہارے بوجھ میں تخفیف کردے کیونکہ انسان تو ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

سبحان اللہ کیا پر حکمت کلام ہے شریعت کے احکام کا بیان ہے ان کی تفصیلیں کیجا رہی ہے مگر ایک خیال جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا تھا کہ ہمیں جو احکام دئے جا رہے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو یہ تو ایک تکلیف مالا یطاق ہے کون ہے جو اس بوجھ کو اٹھائے اور کون ہے جو ان مسائل کو دماغ میں محفوظ رکھ سکے اسلئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم تو خوب جانتے ہیں کہ تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے کہ تم ہم سے تعلق پیدا کرو۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۵۱۔۔۵۶) اور تمہاری روح بے قرار ہے کہ خدا کی طرف پرواز کرے اور آستانہ الوہیت پر پانی کی طرح بہنے لگے۔ اور اظہار عبودیت میں بکمال تذلل اور ابتہال دکھلائے یہ تو سب کچھ ہے مگر ادھر تمہارا ضعف پیدائش ہے کہ جس کے باعث تم خود بخود اسکی راہوں کو معلوم کر کے اس "کنز مخفی" کو پالینے سے قطعاً عاجز ہو جب تک اسی کا دست غیب تمہارا ناصر نہ ہو

کیونکہ جب تک پہلے گائڈ بک اور بدرقہ کے انسان خود بخود کسی بڑے شہر کے قابل دید مقامات اسکی تفرج گاہوں۔ اسکے قصور و عالی منازل اسکے بازاروں منڈیوں پیچ در پیچ گلیوں کو بھی نہیں دیکھ بھال سکتا تو وہ خدا جس کا تصور پرواز پیک خیال سے بھی بلند تر ہے اس تک خود بخود انسان کیسے پہنچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اسی انسانی کمزوری کی طرف اشارہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎ ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں ✤ وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

پس جب انسانی روح کا تقاضا یہ ہے کہ آستانہ الوہیت پر گرے اور اسکی خواہش ہے کہ طاقت بالا کا غیبی ہاتھ اسکو عالم بالا کی طرف بلند کرے اور فطرت گڑگڑا گڑگڑا کر پکار رہی ہے کہ میری دستگیری کی جائے تو پھر وہ خدا جو رحمٰن ہے بندوں کو بے ان کی محنت کے دیتا ہے اسکی صفت ربوبیت عامہ کو کب گوارا ہے اور اسکے شایان شان کیسے ہو سکتا ہے کہ اسکے بندوں کی روح اسکے لئے تڑپے اور وہ توجہ نہ کرے وللہ در القائل۔ ؎ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد + اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست جب درد موجود ہے اسکی ٹیس سے روح کو کل نہیں پڑتی تو کیوں طبیب حقیقی نہ ملے اور توجہ نہ فرمائے۔ وہ ضرور توجہ فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ ۲۹-۶۹ جو ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں کہ ہم انہیں ملجائیں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں بتادیا کرتے ہیں۔

پس اسلام نے مسیحیت کی طرح انسانی ضعف اور کمزوری کو آڑ بنا کر شریعت کو لعنت اور خدا سے دور پھینکنے کا آلہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسلام فرماتا ہے کہ تمہاری فطری کمزوری اور ضعف خلقت نے ہی خداوند کریم سے تقاضا کیا کہ وہ اسکو اپنی راہیں بتائے اگر خدا نہ بتاتا تو خدا جانے انسان خدایابی کی کیسی راہیں تلاش کرتا کہاں کا کہاں بھٹک جاتا جیسا کہ وہ لوگ جنھوں نے خدا کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل نہ کیا اور اسکی دکھلائی ہوئی راہوں پر قدم نہ مارا خدا کی بادشاہت سے بالکل الگ اور بے تعلق کر دئے گئے۔

ع آنکہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

پس آیت شریف یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا میں یہی بات بیان فرمائی گئی ہے کہ تم چونکہ خلقتاً کمزور ہو اور خواہش تمہاری یہ ہے کہ خدا کو پاؤ۔ مگر اس عزت و جبروت کے دربار تک اس کمزوری بے علمی کی حالت میں کیسے پہنچ سکتے ہو۔

ع کجا خدائے عزیز و من خراب کجا

اور ایسی کمزوری کی حالت میں تمہارا وہاں پہنچنے کا خیال تم پر ایک بوجھ ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے تمہاری بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے تمہیں اپنی راہیں آپ بتادی ہیں ان راہوں پر قدم مارو خدا کو پالوگے اسمیں ایک اور نکتہ بھی ہے چونکہ شریعت کو بوجھ اور اسپر چلنے کو ایک سردردی کہا جاتا ہے انسان کو ضعیف قرار دیکر اس بوجھ سے آزاد کر دیا جاتا ہے اسلئے خدا تعالےٰ نے اس آیت میں بتلایا۔ کہ شریعت بڑا بوجھ نہیں بوجھ تو یہ امر ہے کہ تمہیں جس رستہ کا علم نہیں اسپر چلنے کے لئے کہا جائے

اور تم اس پر ٹھوکریں کھاتے کہیں سے کہیں بھٹک کر نکلجاؤ بھلا یہ بھی کوئی بوجھ ہے کہ تمہیں اس رستہ کے تمام پیچ وخم سے خود آگاہ کر دیا جائے بلکہ ساتھ ہی محافظ کر دیئے جائیں۔

پس اسلئے اللہ تعالےٰ نے یہاں تخفیف کا لفظ استعمال کیا جس کے معنے ہلکا کرنے کے ہیں کیونکہ باوجود خدا کے رستہ بتلا دینے کے چلنے میں بھی تو ایک تکلیف ہوتی ہے مگر وہ لوگ جو شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ بالکل آزاد ہو جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بدیہی امر ہے کہ طلب صادق میں تکالیف ضرور پیش آتی ہیں جو شخص ان تکالیف کو بھی بوجھ قرار دیتا ہے وہ طالب صادق نہیں۔ ایک کبر و غرور کا پتلا ہے کہ معمولی تکالیف کو بھی مالا یطاق جان کر گوہر مقصود کی پروا نہیں کرتا ؎

بہ نخوتہا نمی آید بدست آں دامن پاکش ؎ کسے عزت از و یابد کہ سوزد رخت عزت را

اسلئے ہم کہتے ہیں کہ شریعت لعنت نہیں رحمت ہے

مسیحؑ کے بیوی بچے

ایک سوال کا جواب

پارہ ۱۳ سورہ رعد کے آخر میں ایک آیت ہے ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لہم ازواجاً و ذریۃ اسمنے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ان کی بیویاں بھی اور اولاد بھی اس آیت سے ایک صاحب نے استدلال کرتے ہوئے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ پھر حضرت مسیح ناصری کے بھی بیوی بچے ہونے چاہئیں چونکہ ان کے بیوی بچے نہ تھے اسلئے ضرور ہے کہ وہ پھر دوبارہ عنصری دنیا میں آئیں آکر نکاح کریں اور ان کی اولاد ہو۔

بارے مسیح کے بعینہٖ نزول کے بارے میں یہ ایک نیا سوال ہے اسکا جواب عرض کرتا ہوں۔

اوّل۔ ہم تفاسیر کو دیکھتے ہیں کہ اس آیت سے وہ کیا سمجھے ہیں۔

معالم التنزیل

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک روی ان الیہود وقیل ان المشرکین قالوا ان هذا الرجل لیست له همة الا فی النساء فانزل الله تعالیٰ ولقد ارسلنا ××

وما جعلنا ھم ملئکۃ لا یاکلون ولا یشربون ولا ینکحون

فتح البیان

ای ان الرسل الذین ارسلنا الیھم من جنس البشر ھم ازواج من النساء ولھم ذریۃ توالدوا منھم ومن ازواجھم ولم نرسل الرسل من الملائکۃ الذین لا یتزوجون ولا یکون لھم ذریۃ وفی ھذا رد علی من کان ینکر علی رسول اللہ تزوجہ النساء

ابن کثیر

یقول تعالی وکما ارسلناک یا محمد رسولاً بشریاً کذالک قد بعثنا المرسلین قبلک بشراً یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق ویاتون الزوجات ویولد لھم وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ × × قال ابو ایوب قال رسول اللہ اربع من سنن المرسلین التعطر والنکاح والسواک والحناء - وقد رواہ ابو عیسی الترمذی × × ثم قال وھذا اصح من الحدیث الذی لم یذکر فیہ ابو السماک

ابن جریر

ولقد ارسلنا یا محمد رسلاً من قبلک الی امم قد خلت من قبل امتک فجعلناھم بشراً مثلک لھم ازواج ینکحون وذریۃ انسلوھم ولم نجعل ھم ملئکۃ لا یاکلون ولا یشربون ولا ینکحون -

یہ سب عربی عبارتیں تقریباً ہم معنی ہیں کفار نے رسول اللہ صلعم پر اعتراض کیا کہ اسکی توجہ زیادہ تر عورتوں کے نکاح کی طرف ہی رہتی ہے انھیں جواب دیا گیا کہ اس سے پہلے رسول گذرے ہیں ان کے ہاں بھی بیبیاں تھیں اولاد بھی ہوئی وہ ملائکہ نہیں تھے بشر رسول تھے ملاحظہ ہو

ترجمان القرآن

ہمنے تجھ کو ایک رسول بشر کیا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے جو رسول مبعوث کئے تھے - وہ سب بشر تھے کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے بیبیوں کے پاس آتے جاتے ان کی اولاد ہوتی ہمنے ان کو ازواج وذریت دی تھی × × اور حدیث ابو ایوب میں مرفوعاً اربع من سنن المرسلین التعطر والنکاح والسواک والحناء رواہ احمد والترمذی

ایضاً وھو اصح چار باتیں تمام مرسلین کی سنت ہیں۔ عطر۔ نکاح۔ مسواک۔ حنا۔ ر یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مفسرین نے حضرت عیسٰی کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ پس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مسیح ناصری کے بیوی بچے نہ تھے یہ کلیہ تو بتاتا ہے کہ ضرور تھے۔

دوسرا طرز

اب میں دوسرے رنگ میں حجت ملزمہ قائم کرتا ہوں سنئے! اللہ تعالےٰ حضرت یحییٰ کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ حصور تھے ان اللّٰہ یبشرک بیحیٰی مصدقًا بکلمۃ من اللّٰہ وسیّدًا وحصورًا ونبیًّا من الصّٰلحین۔ حصور کے معنی جو مفسرین نے لکھے ہیں ملاحظہ ہوں۔

فتح البیان

کان حصورًا وفی القاموس الحصور من لا یاتی النسآء وھو قادر علیٰ ذٰلک والممنوع منھن او من لا یشتھیھن ولا یقربھن

مدارک

وحصورًا ھو الذی لا یقرب النسآء مع القدرۃ حصرًا لنفسہ ای منعا لھا من الشھوات۔

تفسیر معالم التنزیل

سیّدا وحصورًا۔ والحصور فی قول ابن مسعود وابن عباس وسعید بن جبیر وقتادہ رضی اللّٰہ عنہم وعطاء والحسن الذی لا یاتی النسآء ولا یقربھن۔ وھو علیٰ ھٰذا القول فعول بمعنی فاعل یعنی انہ یحصر نفسہ عن الشھوات × × × ان الحصور ھو الممتنع من الوطی مع القدرعلیہ۔

ابن جریر

وحصورا یعنی بذٰلک ممتنعًا من جماع النسآء × × عن مجاھد۔ الحصور لا یقرب النسآء۔ قال سعید عن قتادہ وحصورا کنا نحدث ان الحصور الذی لا یقرب النسآء۔

ترجمان القرآن

حصور وہ ہے جو پاس عورت کے نہ جائے۔ یہی قول ہے ابن مسعود ابن عباس مجاہد عکرمہ ابن المسیّب کا۔

الغرض سب مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب تک نہ جائے باوجود قدرت کے اس سے ثابت ہے کہ حضرت یحییٰ کے کوئی بیوی بچہ نہ تھا پس ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک سے اگر یحییٰ مستثنے ہو سکتے ہیں تو عیسے بھی۔

سوم

ہم اس آیت پر نظر کرتے ہیں جسے معترض نے پیش کیا ہے تو اسمیں بھی یہ نہیں پایا جاتا کہ بالالتزام سبھی رسولوں کے بیوی بچے تھے کیونکہ رسل جمع کثرت ہے جس کا اطلاق دس سے زیادہ پر ہوتا ہے (یبتدئ من احد عشر ولا نہایتہ لہ) پس اگر گیارہ رسولوں کے بیوی بچے ثابت ہو جائیں تو آیت صادق آ جائیگی اور مفید مدعا بھی ہوگی کیونکہ کفار پر صرف یہ حجت قائم کرنا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ نے اگر نکاح کئے ہیں تو یہ امر منافی رسالت نہیں کیونکہ تمہارے مسلمہ رسول بھی نکاح کرتے رہے اور ان کی اولاد بھی تھی یہ ضروری نہیں کہ تمام رسول بیوی بچے والے ثابت کئے جائیں یہاں تو رسل ہے اگر الرسل ہوتا تو بھی کہہ سکتے تھے کہ الف لام عہد ذہنی ہے نہ کہ استغراق کا۔ پھر منطق کے رُو سے دیکھیں تو یہی جملہ مستلزم الجزئیہ ہوتا ہے دیکھئے سلم حمد اللہ دیکھو۔ غرض جو آیت معترض نے پیش کی ہے وہ کسی صورت میں بھی مثبت مدعاء معترض نہیں۔ نہ ہم پر اعتراض آ سکتا ہے اگر کل رسول مراد لو۔ تو تمہارے مفسرین کے حوالوں سے ثابت ہے کہ وہ سب رسولوں کے ہاں بیوی بچے ہونے کے قائل ہیں حضرت عیسیٰ کا استثناء کیسا ہے ان کے ہاں بھی ضرور بیوی بچے تھے۔ اگر کل رسل مراد نہیں تو پھر اعتراض ہی غلط ہوا۔ پھر یحییٰ علیہ السلام باتفاق مفسرین عورتوں کے قریب نہیں لگے جب وہ اس کلیہ سے نکل گئے تو حضرت عیسے کو بھی صرف اسلئے کہ بیوی بچے نہیں تھے مبعوث ماننے کی ضرورت نہیں۔ پھر یہ آیت ہی صرف سے معترض کے لئے مفید نہیں کہ جمع کثرت کا کل پر حاوی ہونا ضروری نہیں اور قضیہ مہملہ کل افراد کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں بعض فرقہ عیسائیاں اس بات کا بعد غور سے قائل ہے کہ مسیح ناصری متاہل تھا دیکھو اس فرقہ کی کتب کو وہ کہتے ہیں۔ کہ مسیح کا عورتوں کو ساتھ لئے پھرنا اسکے متاہل قرار دینا اس پر اعتراض کی جڑھ کھولتا ہے ۞

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۶۲

انعام ع۔ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُم بِهِ ۚ مَا عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُل لَّوْ أَنَّ عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ (ترجمہ) اے نبی کہدے مکہ والوں کو بیشک میں اوپر کھلی دلیل کے ہوں اپنے رب کی جانب سے اور تکذیب کی ہے تمنے اسکی اور میرے اختیار میں وہ بات عذاب کی نہیں جسے تم جلدی طلب کرتے ہو۔ حکم تو اللہ ہی کے پاس ہے وہ ضرور واضح کریگا حق اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا پھر ان کو کہدے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا جو تم جلدی طلب کرتے ہو تو ضرور فیصلہ ہو جاتا (متنازعہ فیہ) کام کا جو درمیان میرے اور تمہارے ہے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالم مشرکوں کو۔

ان آیات میں بڑی زبردست پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ اول یہ کہ جو کچھ میں لایا ہوں خدا کی طرف سے ہے چونکہ تمنے اسے جھٹلایا ہے پس اسکی سزا تمپر ضرور وارد ہو کر رہے گی وہ عنقریب سب فیصلہ کریگا درمیان ہمارے کہ کون سرکش ظالم قابل مواخذہ ہے۔

سو یہ خدا علیم الکل کی باتیں اہل مکہ پر بعینہ اسی طرح وارد ہوئیں جس طرح اللہ تعالے نے قبل از وقت فرمایا تھا۔

پیشگوئی نمبر ۶۳

انعام ع۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ (ترجمہ) اے نبی کہدے اہل مکہ کو کہ وہ خدا قادر ہے اوپر اسکے کہ بھیجے اوپر تمہارے عذاب اوپر کی طرف یا نیچے قدموں کی طرف سے یا چڑھا لاویں ہم تمپر غیر لوگ باہر سے جو چکھا دیں تمکو مزا جنگ لڑائی کا بعض کے ہاتھوں سے۔

ان آیات میں بڑی کھلی پیشگوئی کی گئی ہے اہل مکہ کے لئے کہ تمپر عذاب آویگا سر کی جانب سے کوئی بادشاہ چڑھائی کرے یا کوئی بیرونی دشمن حملہ آور ہو۔ یا قدموں کی طرف سے زلزلہ سے زمین پھٹ جائے یا خسف ہو جائے یا تمہاری ماتحت قومیں ہمارے خلاف ہو جائیں یا ہوائیں مخالف ایسی آویں کہ لوگ پہاڑوں کے نیچے دب کر مر جائیں (مکہ میں پہاڑ بھی ہیں) یا اپنے ماتحتوں سے عذاب کا مزہ چکھیں۔ یعنے ذلیلوں کے ہاتھ سے جو تسلط پا گئے ہوں۔ چنانچہ اہل مکہ پر یہ سب مصائب آئے باہر سے نبی کریم نے حملہ کیا اور مشرک خود اُن کے یعنے مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے جنکو ذلیل رذیل جانتے تھے اور اُوپر سے ملائکہ نے آکر تلوار چلائی نیچے سے قحط پڑا یعنے پیداوار کم ہوئی۔ اس طرح خدا کی بات پوری ہوئی۔

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولو العزم)

(۲۶۔ جون ۱۹۱۲ء)

حدیث یحیٰی ابن بکیر۔ مدینہ میں ایک یہودی اپنا اسباب بیچنے کے لئے بازار میں لے گیا۔ اس نے اسباب کی قیمت ڈلوائی کسی آدمی نے اتنی قیمت بتلائی جو بہت کم تھی بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ وہ اصلی قیمت سے بہت کچھ کہدیتے ہیں بعض تاجر بھی کمال کر دیتے ہیں کہ چار آنہ کی چیز ہو تو دو روپیہ قیمت بتلا دیتے ہیں۔ لیکن بعض خریدار بس کمال کر دیتے ہیں دس روپیہ کی چیز ہو تو آٹھ دس آنے اسکے بتلاتے ہیں ایسا ہی اسے کسی نے کہدیا تو اس نے کہا قسم ہے اسکی جس نے موسیٰ کو بشر پر فضیلت دی کسی انصاری نے یہ سُن لیا غصہ جو آیا اسنے اسے تھپیڑ مار دیا۔ اسنے جا کر نبی کریم کے پاس شکایت کر دی تب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ تمنے ایسا کیوں کیا۔ انبیاء اللہ میں سے کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔ قیامت کے دن لوگ جب بیہوش ہو جاوینگے تو سب سے پہلے میں اٹھونگا مگر موسیٰ کو دیکھونگا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں کیا احتیاط ہے۔ نبی کریم صلعم پہلے وجہ دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ کیوں تمنے ایسا کیا۔ باقی رہی فضیلت سو وہ کئی قسم کی ہے ایک جزوی ایک کلی۔ ایسی فضیلت جس میں کمال انسانی کا رنگ نہ ہو۔ وہ بیشک آنحضرت صلعم پر

دوسرے کو ہو سکتی ہے جیسے ایک لوہار کوئی کام کر سکتا ہے لیکن نبی کریم صلعم ایسا نہیں کر سکتے تھے تو اسمیں وہ لوہار آپ سے بڑھا ہوا ہے حضرت عباس سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلعم۔ تو آپنے جواب دیا کہ نبی کریم صلعم مجھ سے بڑے ہیں۔ ہاں عمر میری آپ سے زیادہ ہے آنحضرت صلعم کی فضیلت بھی ظاہر فرمادی اور سوال کا جواب بھی دیدیا پس عمر میں آپ پر حضرت عباس کو فضیلت تھی۔

غرض ایسی فضیلت جس میں نبوت کا کمال یا انسانی کمال نہ ہو۔ اسمیں آپ پر دوسروں کو فضیلت ہو سکتی ہے مگر ایسا کام جسمیں کمال نبوت ہو۔ یا کمال انسانیت ہو۔ اسمیں آپ پر کسی کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

یونس بن متی کو ایسی فضیلت ملی کہ اور کسی نبی کو نہیں ملی اور وہ یہ کہ چونکہ انہیں تکلیفیں بہت اٹھانی پڑیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے ان پر یہ انعام کیا کہ ان کی ساری قوم ان پر ایمان لے آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی فضیلت ایسی ہی ہے جسمیں کمال نبوت نہیں اسمیں نبی کریم نے نصیحت بھی فرمادی یہ کہ جھگڑے سے بچتے رہنا چاہیئے ایک یہودی یا ایک عیسائی کب کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ یا عیسیٰ سے دوسرا کوئی نبی افضل تھا۔

یہاں ایک لطیف اشارہ فرمادیا ہے کہ اکون اول من یبعث میں سب سے پہلے اٹھونگا مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو پہلے دنیا میں ایک مرتبہ اس بیہوشی میں سے گذرنا پڑا تھا اسلئے وہ بیہوش نہ ہونگے۔ یہ کہ بیہوش نہ ہونگے یہ کوئی کمال نبوت یا کمال انسانیت نہیں۔

اس سے آپکی مراد فساد کو روکنا تھا اور ادب سکھلانا نہ یہ بتانا کہ آپ حضرت موسیٰ سے افضل نہیں۔ افضل تو آپ سب انبیاء سے ہیں +

کتابیں جو دفتر تشحیذ قادیان سے مل سکتی ہیں

دس روپے یکمشت خریدار کو محصول ڈاک معاف

صلوٰۃ کی روشنی ۲ ادا التشحیذ ۱۲ ار المبرق ۴ ر طبیب روحانی ۲ ر مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۔ ر الوصیۃ پر نظر خصوصیات مسیح موعود ا ر بلوغ المرام ۲ ار حقیقت نزول المسیح پنجابی ا ر درثمین ۹ ر درثمین اردو قسم دوم ۳ ر درثمین اردو فوٹو والی ۸ ر واقعہ صلیب ۲ ر صداقت عربیہ ۲ ر ظہور المہدی ۲ ر نغمہ اکمل حصہ دوم سوم ۲ ر ا ر ہدایات دربارہ معاملات ۲ ر البلاغ المبین ا ر ادعیۃ القرآن ۲ ر مکتوبات احمدیہ جلد اول دوم سوم نشان رحمت ا ر ضرورت زمانہ ۸ ر اسلام کی پہلی کتاب ۴ ر محمد رسول اللہ ا ر معیار حق ۔ ر لیکچر مہر سنگھ ۲ ر ترجمہ انگریزی حصہ اول ۲ ر حصہ دوم ۳ ر پرانی تحریریں حضرت مسیح موعود ۲ ر الاسماء الحسنیٰ ۵ ر الموعظۃ الحسنہ ۲ ر سلک مروارید حصہ اول ۴ ر مجربات نورالدین حصہ اول دوم سوم تفسیر القرآن جزو اول ۲ ر ترجمۃ القرآن از نمبر ۲۷ تا ۲۹ ۲ ر حقیقت نماز ۲ ر النصح ۲ ر لو بیٹا تحفہ سالانہ البشریٰ حصہ اول ۔ دوم مکاشفات ۲ ر آثار مبارکہ ا ر نماز مترجم ۔ ر قدامت روح و مادہ ۴ ر اسلام بذریعہ تبلیغ پھیلا ہے ۲ ر ضرورت نبی ا ر خطبات نور حصہ اول ۸ ر دوم ۱۰ ار چمکار محمدی چمکار مہدی ا ر وفات نامہ مولوی عبدالحی مرحوم ا ر انوار مہدی ۔ ر کلام محمود ۴ ر امۃ الحفیظ کی آمین مباحثہ امرتسر ۲ ر قرآن شریف حیدر آبادی سے ۔ پیغام حق ۴ ر مباحثہ شملہ ۲ ر نبی کی پہچان ا ر انوار خلافت ۱۰ ار القادر ربانی ۲ ار عصمت انبیاء ۲ ر ذکر الٰہی ۱۰ ار غلامی ۳ ر لیکچر سیالکوٹ ۲ ر چشمہ مسیحی دوسرا ایڈیشن ۲ ر شدھی کی شدھی ۲ ر تصدیق محمدیہ ۔ گذشتہ فائل تشحیذ ۴ ر فائل تشحیذ مجلد کسر صلیب ا ر کسر صلیب ۲ ر تعصب خشکی ا ر سدس وصل حبیب ۔ صراط مستقیم ۲ ر ہشت کتب ۲ ر تحمیس سلیم ۲ ر سر الشہادتین ا ر دافع البلاء ر حل حیستان مرزا کا جواب ا ر مسعود ا ر

سرمہ نور ۲ ر عرق کافور بہار فی تولہ ا ر مرض تخمہ ۔ ہیضہ اسہال وغیرہ کے لئے مفید ہے

مرہم عیسیٰ ڈبی کلاں ۲ ر تمام خورہ ۔ خنازیر دنبل وغیرہ کے لئے مفید ہے
درمیانی ۴ ار
خورد ۲ ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں۔ کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجیے **قیمت فی شیشی** ۱۲/ محصولڈاک ۴/ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ یکجا محصولڈاک دس آنہ ۱۰/

قوت کی گولیاں

۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکنیا۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلیئے مغز ریڑھ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص معویٰ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بےاعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے بہرے پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ڈوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ۱/ ۴ شیشی تک ۵/

دیکھیے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے تیس گولیاں منگائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پہ نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے پانچ روپیہ رکھنی چاہیے تھی ❖

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۳ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عموماً ۲ر طلباء سے ۱ع

غیر ممالک سے ۳ر

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب ... عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

ماہ نومبر کا رسالہ حاضر ہے

معزز بھائیو! ۱۱ ماہ کے رسالے پورے ہو چکے صرف ایک اور رسالہ باقی ہے مہینہ تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور آپکو کیا معلوم کن مشکلوں سے کیا اور یہ مشکلات بھی بے ادبی معاف! آپ ہی کی ڈالی ہوئی ہیں کیونکہ بعض احباب نے کئی سالوں سے اور اکثر نے اس سال چندہ سالانہ ادا نہیں کیا ہم تو تقاضا کر کے بھی تھک گئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی تک اگست کے اخراجات بھی ادا نہیں ہوئے کیا آپ مہربانی فرما کر اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمائینگے اور اپنا بقایا صاف کرتے ہوئے کم از کم تشحیذ کے لئے دو دو خریدار مہیا کرینگے کیونکہ موجودہ خریدار اگر سب کے سب بھی قیمت ادا کر دیں تو بھی سالانہ اخراجات کے لئے کافی رقم نہیں آتی مینے بہت سوچا۔ مگر یہ معما حل نہ ہو سکا کہ تشحیذ کا ایک ایک نمبر جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے اور عین ضرورت کے مطابق سمجھا جاتا ہے اسی لئے ہر رسالہ کے شائع ہونے پر بہت سے خطوط بھی تعریف سے بھرے ہوئے آجاتے ہیں اور اکثر مبلغین سلسلہ بھی اسی سلسلہ کو اپنا تبلیغی حربہ سمجھتے ہیں باایں ہمہ اسکے خریداروں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ معلوم میرے دوستو! اگر تو حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح کے لگائے ہوئے پودے کو یاد رکھنا ہے تو پھر ایک مجموعی کوشش کرو ورنہ یکدم ایک فیصلہ کر دو۔ یہ درمیانی حالت کب تک رہیگی رسالہ میں کوئی نقص ہے تو فرمائیے اسکی اصلاح کی جائے یہ کیا بات ہے کہ رسالہ بھی اچھا مضامین بھی مفید ضرورت کے وقت اسی کی تلاش مگر قیمت مانگو تو کچھ نہیں خریدار مستقل بنانا چاہو تو گنجائش نہ دارد مینے جو حالت ہے صاف صاف عرض کر دی حضرات ممبران انجمن تشحیذ بھی توجہ فرماویں۔

اخیر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالت سے تشحیذ کو نکالنے کے لئے ان کتابوں کا خرید لینا بھی ایک قسم کی مدد ہے جنکا اشتہار ستمبر کے رسالہ میں ہو چکا ہے بالخصوص (۱) بیوی کی تعلیم۔ اور چند کار آمد حوالے (جو مناظرہ میں آپکو بڑی مدد دینگے) ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیئے (۲) احمد بیگ کی پیشگوئی ۱۰ فی جلد کے حساب سے متعدد جلدیں منگوا کر تقسیم کریں۔ حیدر آبادی مترجم قرآن شریف تین روپے (سے) کو منگوائیں جو در اصل حضرت خلیفہ اول کے نوٹوں سے ماخوذ ہے اور اسمیں وہ سب کچھ آگیا ہے جو سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں ۱۹۱۲ء سے پہلے موجود تھا۔

نغمہ اکمل حصہ دوم وسوم ۲۰ ۳ سے سستے ہیں۔ (ملنے کا پتہ منیجر تشحیذ قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۷ء

ہم اور ہمارے معترضین

استہزاء رسولوں کے صدق کا نشان ہے

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اور اس پر ہم علیٰ وجہ البصیرۃ قائم ہیں جب تک اس دنیا سے گزر جائیں یہ عقیدہ کسی الحاد یا تقلید کی بناء پر نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے ہم اسکے لئے اتنے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ رکھتے ہیں کہ کسی میدان میں شرمندہ نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے مولیٰ میرے ہادی کے ہاتھ پر اسقدر نشانات صداقت ظاہر ہوئے کہ اگر وہ ایک ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔

منجملہ ان نشانات کے ایک یہ بھی ہے جو اس آیت قرآنی سے مستفاد ہے ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون ٭ بیشک دنیا میں کئی ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں حقیر سمجھا جاتا ہے انسان سے تمسخر و استہزاء ہوتا ہے مگر اس حرکت کے مرتکب علی العموم ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں پس خدا کے رسولوں کا یہ نشان ہر کہ ان کے مقابلہ پر متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ شخص بھی استہزاء سے کام لیتا ہے دیکھئے سر سید کیسی زبردست شخصیت کے بھاری بھر کم آدمی تھے وہ بھی ہمارے حضرتؑ کے دعوے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے اور جب ہوئے تو آپ نے

ایک تمسخر انگیز پیغام بھیجا جو ان کی شان سے بالکل بعید تھا مگر کیا کرتے رسولوں کے مقابل میں متانت اور سنجیدگی اسی طرح جواب دے جایا کرتی ہے۔ ایسا ہی بعض ہیں جو انگریزی یا عربی کی سند فضیلت رکھتے ہیں کئی کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں مشہور انشا پرداز ہیں یہ بھی دعوے ہے کہ کتاب سنت سے واقف ہیں بلکہ اس پر عامل۔ مگر سلسلہ احمدیہ پر جب کچھ لکھینگے تو متانت اور سنجیدگی کو یکدم جواب دے کر بالکل ایک ٹھٹھول آدمی بنجاینگے۔ ظرافت ایک اور چیز ہے استہزا و تمسخر اور چیز مجھے نہ تو ان کی مخالفت کا شکوہ کیونکہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا اسے وہ خلاف کتاب و سنت سمجھتے ہیں تو ان کا حق ہے کہ وہ اسکی مخالفت کریں۔ اور نہ ان کی انشا پردازی کا خوف مگر یہ کیا شرافت ہے کہ علم کی بات تو کچھ بھی نہ ہو محض سفیہانہ مکاید۔ (مدیر)

رسول کریم کی بعثت ثانی

آیت هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین واخرین منهم لما یلحقوا بهم کے معنے پر غور نہیں کرتے۔ اور ہم جو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول کریم کی بعثت ثانیہ ضروری ہے۔ اس پر استہزا کرتے ہیں اور ہمیں رجعت حلول اور تناسخ کے مشرکانہ تصورات کا سبق خوان بناتے ہیں۔

حالانکہ ہم عقیدہ حلول و رجعت بجسدہ و تناسخ کو ایک مشرکانہ عقیدہ سمجھتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو ہرگز مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس آیت کی تفسیر اپنی مسلّمہ تفسیروں ہی میں دیکھ لیں سب نے یہی لکھا ہے جو نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں۔

"واخرین منهم لما یلحقوا بهم مجرور ہے امیین پر معطوف ہے یعنے بھیجا اس نے امیوں میں ایک رسول یعنی بیچ ان کے وہ امی جو اسکے زمانے میں تھے۔ اور بھیجا اس کو ان میں کے دوسروں میں وہ اس وقت ان سے لاحق نہیں ہوئے اور بعد کو ان سے لاحق ہونگے۔

یا منصوب ہے یعلمهم کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے۔ ای یعلمهم و یعلم

اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ یامعطوف ہے یُزَکِّیْھِمْ کے مفعول پیای یزکیھم ویزکی اٰخرین"

بیان مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ تمام مفسّرین نے و اٰخرین کا عطف یا تو امیّین پر ڈالا ہے۔ یا ھم ضمیر منصوب پر پہلی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ بعث فی الامیّین ویبعثہ فی اٰخرین منھم یعنے امیّین میں آنحضرت کو مبعوث کیا اور پھر مبعوث کریگا ان کو اٰخرین میں۔

دوم ۔ یہ کہ آنحضرت امیین پر آیات پڑھتے ہیں ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں۔ انکا تزکیہ کرتے ہیں . . . .

. . . . اور پھر آنحضرت آخرین پر آیات پڑھینگے اور ان کا تزکیہ کرینگے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائینگے۔ بس یہی دو ترجمے ہیں جو اس آیات کے حسب قواعد صرف و نحو ہو سکتے ہیں۔ اب ان ترجموں کی تاویلیں مختلف ہیں بعض نے تو صرف یہی کہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی ہے کہ رسول اللہ بالقوۃ آنے والی امتوں کے معلّم ہیں کیونکہ آپ ہی کے سکھے ہوئے سکھلائینگے بعض نے اس حدیث کی بنا پر کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ نے یہ آیت پڑھی تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ من ھُمْ کلاء (یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ حضور نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ ان میں سے وہ رجل یا رجال ہونگے یہ کہدیا کہ اہل فارس مراد ہیں حالانکہ یہ دونوں تاویلیں باطل ہیں۔ اسلئے کہ اٰخرین منھم فرمایا ہے اٰخرین من الامۃ نہیں فرمایا یعنی قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کرام ہی میں سے ہونگے یہ نہیں فرمایا کہ صحابہ سے بعد قیامت تک آنے والے تمام لوگ دوم جب تمام لوگ مراد لئے جاتے ہیں تو پھر حدیث میں اہل فارس کی تخصیص کیسی ہے۔ اور ان سے فیضان محمدی مخصوص کیوں ہے۔ سوم پوچھنے والے نے تو پوچھا کہ من ھُمْ کلاء۔ اور جواب دیا جاتا ہے کہ رجل من فارس۔ معترض کے عندیہ کے مطابق تو یہ جواب ہونا چاہئے تھا کہ وہ تمام جو صحابہ سے قیامت تک آئینگے مگر رسول صلعم نے یہ جواب نہیں دیا پھر قرآن مجید میں بھی منھم فرمایا من الامۃ نہیں فرمایا۔ اس سوال کو نہ مفسّرین حل کر سکے ہیں نہ کوئی اہل بیسویں صدی کا معمہ آئے میں سمجھاؤں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ تقریر عبارت حسب قواعد صرف و نحو دو ہی طور پر ہو سکتی ہے دونوں قول میں یہ لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک گروہ پھر ایسا ہو جو صحابہ کرام کا مثیل ہو۔ اور صحابی آدمی کسی صورت میں بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ کسی نبی کی صحبت سے مستفیض نہ ہو۔ یا کم از کم اسکے زمانے میں ایمان نہ لائے۔ ادھر آیت بھی یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت آخرین کا بھی تزکیہ فرمائینگے۔ ان کو کتاب و حکمت سکھلائینگے۔ جیسا کہ امیین کا تزکیہ کیا اور ان کو کتاب و حکمت سکھائی۔ ادھر از روئے اسلام عقیدہ حلول یا تناسخ بھی باطل ہے۔ پس سوائے اسکے چارہ نہیں کہ ہم ایمان لائیں کہ آنحضرت کی روح نہیں بلکہ روحانیت آپکے ایک فیضیافتہ کے ذریعے ظاہر ہوگی۔ جو آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو۔ اور خلق اور خو اور رحمت اور ہمدردی خلائق میں حضور علیہ السلام کے اسقدر شدید مشابہت رکھتا ہو کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ پر پہنچکر گویا وہی بن گیا ہو۔ یعنے جن کمالات کی وجہ سے حضرت محمد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنے وہی کمالات اسمیں موجود ہوں۔ چنانچہ وہ حدیث بھی اس آیت کی تشریح کرتی ہے کہ جب اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو حضور کے بعد صحابہ کرام کا مرتبہ پائینگے (آخرین سے مراد اگر تا قیامت ہونے والے مسلمان لئے جائیں تو سوال ہی مہمل ہے اسکے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی یہ تو ہر مومن کو علم تھا۔ کہ قیامت تک مسلمان ہوتے رہینگے اور اسلام زندہ رہے گا۔ پس منھم آخرین کے کیا معنے؟) اور یہ سوال اس کا بجا تھا کیونکہ یوں تو تا قیام قیامت مسلمان ہوتے رہنے تھے اسے تو صرف یہ دریافت کا شوق تھا۔ کہ ان تمام آنے والے مسلمانوں میں سے صحابہ کرام کا مرتبہ پانے والا گروہ کون ہے تو اب چونکہ وہ گروہ کسی خاص ملک میں محدود نہیں ہونا تھا۔ بلکہ تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانہ میں اسکا ظہور تھا۔ کوئی امریکہ کا تو کوئی لنڈن کا کوئی چین کا کوئی جاپان کا۔ اسلئے آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمادیا۔ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یعنے اس فریق کا پتہ پوچھتے ہو۔ جو صحابہ کرام کا مرتبہ رکھنے والا ہے تو وہ وہ فریق ہے جس میں رجل من فارس مبعوث ہوگا۔ رجل من فارس۔ اس قوت قدسیہ کا انسان ہوگا کہ ایمان کو ثریا سے لانے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ یعنے اسمیں وہی کمالات ہونگے جو مجھ میں ہیں۔ کیونکہ گم گشتہ ایمان کو تو

حضور ہی آسمان سے لائے تھے۔ یہ کہنا کہ لو امکانی شرط ہے یہ کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کثرت سے اطلاع دی گئی ہے کہ ایک زمانہ میں ایمان۔ علم۔ قرآن۔ اسلام دنیا سے اٹھایا جائیگا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کا باب العلم آخری حصہ

۱۔ یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القراٰن الا رسمہ۔ یہ حضرت علی نے رسول اللہ سے روایت کیا (۲) ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا والعلم سینقبض ویظہر الفتن علم اٹھایا جائیگا اور فتنے ظاہر ہو جائینگے۔ پھر چونکہ آپ جیسے دانشمند بھی امت محمدیہ میں موجود تھے جو کہہ سکتے تھے کہ قرآن کب اٹھایا جائیگا وہ تو ہمارے سامنے موجود ہے اسلئے حضور کے ایک صحابی نے رسول کریم کی زبان سے ذالك عند اوان ذھاب العلم (یہ علم کے اٹھایا جانیکے وقت ہوگا) سُن کر یہ سوال کیا۔ کیف یذھب العلم ونحن نقرء القراٰن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیمۃ۔ تو حضور نے جواب دیا ثکلتك امك ان کنت لاراك من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاریٰ یقرؤن التوراۃ والانجیل لا یعملون بشیئ مما فیھما یعنے یہود و نصاریٰ کے پاس تورات و انجیل ہے وہ اسے پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں پس اسی طرح قرآن و اسلام اٹھایا جائیگا یعنی لوگوں میں ایمان نہیں رہیگا۔ مسلمان کہلائینگے مگر ان میں ایمان نہیں ہوگا۔ جمہور علماء امت کا یہ مذہب ہے کہ ایمان قرآن اسلام۔ امت محمدیہ سے ضرور اٹھایا جائیگا۔ اور یہ مسیح و مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ سو یہی وہ وقت ہے جبکہ تمام اخبارات والے اور واعظ یکزبان کہہ رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے یعنی وہ خود مانتے ہیں کہ ہم میں ایمان نہیں رہا سو رجل من فارس کے ظہور کا بھی یہی وقت تھا چونکہ احادیث میں دوسرے مقام پر اسی رجل من فارس کو مسیح اور مہدی بھی فرمایا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ رجل من فارس ہی مسیح موعود ہوگا۔ اور وہی آنحضرت صلعم کے رنگ میں رنگین آپکی قوت قدسیہ کا حامل مبعوث ہوگا۔ تا اپنے ماننے والوں کو پھر اللہ کی آیتیں سنائے ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے۔ الحمد للہ کہ ہمنے وہ رجل من فارس وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہمنے اس کو

آیات اللہ سنئیں ہمارا تزکیہ اس نے کیا۔ اسنے ہمیں کتاب کا علم دیا۔ حکمت سکھائی۔ جنھوں نے اپنے ہادی کو نہ پہچانا ان پر افسوس۔ اب بھی ان کے لئے وقت ہے کہ حدیث میں رجال من ھٰؤلاء بھی آیا ہی جسمیں یہ اشارہ ہی کہ اس رجل من فارس کی ذرّیت طیبہ سے اور بھی کچھ خدا کے برگزیدہ قائم کئے جائینگے۔ تا آنحضرت کی بعثت ثانی کا مشن پورا ہو۔

دریاب گر صاحب دلی غافل مشو گر عاقلی ٭ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایّام را

ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کا جواب

سوال اوّل۔ الہام انت منّی وانا منک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا کا باپ ہونے کا دعویٰ تہا۔

جواب۔ کاش اس الہام پر کچھ لکھنے سے پہلے معترض صاحب صحیح بخاری تلخیص الصحاح اور تفسیر کبیر کے مفصلہ ذیل مقامات کو دیکھکر انت منی وانا منک کے مطلب اور محل استعمال کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے دیکھو صحیح بخاری کتاب الصلح کی حدیث ذیل قال النبی صلعم لعلیؓ انت منی وانا منک وقال لجعفر اشبھت خلقی وخلقی وقال لزید انت اخونا ومولٰنا۔

پھر دیکھو صحیح بخاری کتاب المناقب کی حدیث ذیل۔ قال النبی صلعم لعلی انت منی وانا منک

پھر دیکھو تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فضائل الصحابۃ کی حدیث ذیل...... قال صلعم ھل تفقدون من احد قالوا لا قال لکنی افتقد جلیبیًا فطلبوہ فوجدوہ الی جنب سبعۃ قد قتلھم ثم قتلوہ فاتاہ النبی صلعم فوقف علیہ ثم قال قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھٰذا منی وانا منہ۔ ھٰذا منی وانا منہ۔

پھر تلخیص الصحاح جلد ۵ باب فی فضل جماعات متفرقہ فصل فی فضل قبائل مخصوصہ من العرب کی حدیث ذیل کو ملاحظہ کیجئے۔ قال رسول اللّٰہ صلعم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو وقلّ طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد

ثم اقتسموہ بینہم باناء واحد بالسویۃ فہم منی وانا منہم

پھر تفسیر کبیر تالیف امام رازی کی تفسیر آیت المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض کے نیچے پڑھو۔ جو سورہ توبہ پارہ نمبر ۱۰ میں ہے جہاں امام رازی لکھتے ہیں۔ فقال المنافقون والمنافقات بعضہم من بعض ای فی صفۃ النفاق کما یقول الانسان انت منی وانا منک ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ۔ علاوہ اسکے قرآن کریم کی آیت فمن لم یطعمہ فانہ منی اور آیت فمن تبعنی فانہ منی کو بھی ملاحظہ کرو۔ اگر آنحضرت کے ارشاد انت منی وانا منک اور ھذا منی وانا منہ اور فہم منی وانا منہم۔ اور امام رازی کا حوالہ مذکورہ بالا کے معنے کئے جائیں تو آنحضرت کو آپ کے اقوال میں حضرت علی۔ حضرت جلیبیب اور اشعری لوگوں کا بیٹا بھی ماننا پڑتا ہے اور باپ بھی۔ کیا معترض صاحب آنحضرت کے ان الفاظ سے وہی مراد سمجھینگے جو حضرت مسیح موعود کے الہام کے متعلق آپکو خدا کا بیٹا اور باپ قرار دینے میں سمجھی۔

یہ الہام تو بطور ذب کے ہے جب مخالفوں نے آپکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ جھوٹا مجدد اور مسیح اور مہدی ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ مفتری ہے تو خدا تعالے نے بطور ذب ان کے جواب میں آپ کو انت منی فرمایا کہ تسلی دی کہ تو جو کچھ بھی ہے مہدی یا مسیح اپنے دعوے میں مفتری نہیں بلکہ مجھ سے ہے۔ پھر جب مخالفین نے کہا کہ یہ دجال ہے ملحد ہے مضل ہے۔ خدا تعالےٰ اور اسکی معرفت اور قرب کا ذریعہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا تو اللہ تعالےٰ نے بطور ذب وانا منک فرمایا کہ میں تجھ سے یعنے تیرے ہی ذریعہ کسی کو مل سکتا ہوں۔ تیرے سے بغیر میری معرفت اور میرا قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔ علاوہ اس کے امام رازی نے فقرہ انت منی وانا منک کے معنی کئے ہیں ای امرنا واحد لا مباینۃ فیہ یعنے جب کوئی شخص اس فقرہ کو مخاطب سے بولتا ہے تو محاورات عرب کے رو سے اسکے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا امر اور مقصد ایک ہی ہے جسمیں کوئی بھی فرق اور مباینت نہیں۔ اب ان معنوں کے رو سے الہام کا یہ مطلب ہوا کہ تیرا اور میرا امر اور مقصد ایک ہی ہے یعنی یہ کہ تجدید دین اور حمایت صدق اور تائید اسلام ہو۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا۔ آپکی تقریروں تحریروں تصنیفوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی آپ مصلح عالم اور مجدد دین اور مؤید اسلام تھے۔ پھر آپ کے مشن اور سلسلہ کے

حالات اور کاروبار پر نگاہ ڈالنے سے بھی ہر ایک عقلمند بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اسکا مقصد بھی بجز اسکے نہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام ہو۔

سوال دوم ۔ الہام انت منی بمنزلۃ اولادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خدا کے بیٹے تھے۔ اور یہ خلاف ہے لم یلد ولم یولد کے

جواب ۔ معترض صاحب نے اپنی لاعلمی کے باعث الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کو پیش کیا ہے۔ کاش ایسی علمی کمزوری دکھانے سے پہلے سورہ آل عمران کی آیت ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ ایات محکمات ھن ام الکتب واخر متشابھات ہی پڑھ لیتے۔ تا معلوم ہو جاتا کہ خدا کا کلام علاوہ محکمات کے متشابہات کی قسم سے بھی ہوتا ہے۔ اور متشابہات ہمیشہ ماوّل اور قابل تاویل ہُوا کرتے ہیں۔ اور گو ان کا ظاہر پر محمول ہونا محکمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت کے رُو سے وہ محکمات کے ہم معنی اور انکی تائید میں ہوتے ہیں مثلاً الہام انت منّی بمنزلۃ اولادی کو نص صریح اور محکم آیات لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے خلاف قرار دیکر قابل اعتراض ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ یہ الہام از قبیل متشابہات ہے اسلئے ماوّل اور قابل تاویل ہے جیسے محکمات کی طرح ظاہر پر محمول سمجھکر اعتراض کرنا کسی ذی علم اور صاحب عقل کا کام نہیں ہو سکتا بجز ایسے انسان کے جو اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرے یا اپنی شرارت سے پھر جب اس الہام کو خود ملہم متشابہات سے قرار دیکر اسکے اس مطلب کو دور از حقیقت وخلاف صواب پیش کر رہا ہے۔ جو اسکے ظاہر پر محمول کرنے سے متبادر الی الذہن ہوتا ہے۔ تو اب خلاف منشاء ملہم و متکلم دوسرے کا کیا حق ہی جو اپنی طرف سے ایسے معنے کرکے پبلک کو مغالطہ اور بدظنی میں ڈالے جو دیانت اور امانت کے سراسر خلاف ہیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا اپنے الہام اور کلام میں کسی کو ابن یا ولد کے لفظ سے مخاطب کرنا اسکے موحد اور خالص بالتوحید ہونے کے معنوں میں ہوتا ہے اسلئے کہ بیٹا اپنے باپ کو باپ کی ابوت کی حیثیت میں واحد لاشریک مانتا ہے اور باپ کے ساتھ اسکی ابوت کی حیثیت میں کسی کے شریک کرنے کو اپنے لئے اور اپنی ماں کے لئے سخت گالی اور ہتک اور ذلت

سمجھتا ہے اور اپنے والد کے لئے ہر وقت اپنے تئیں موحّد ہونے کی حیثیت میں پیش کرنے کے لئے طیار رہتا ہے اسی نہج پر خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکراً فرما کر لوگوں کو توحید الٰہی کے لئے غیرت مند ہونے کی طرف توجہ دلائی کہ لوگو! تم جس طرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ اللہ کو بھی اسی طرح یاد کیا کرو۔ یعنی جس طرح اپنے باپ کو ایک سمجھتے ہو۔ اور ایک مانتے ہو اور اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے میں غیرت دکھاتے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مان کر اسکی توحید کے لئے غیرت دکھایا کرو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ باپ سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے غیرت دکھاؤ۔ اس ارشاد واجب الانقیاد کے نیچے قدسی محاورات میں ابن اللہ اور ولد اللہ کے معنی ہوئے موحّد انسان جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایسی غیرت دکھانے والا ہو کہ گویا خدا کا بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے لئے موحّد ہوتا ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کے منشا کے نیچے تورات میں یعقوب وغیرہ مقدسوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا اور یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی بناء پر انجیل میں مسیح اور سب راستبازوں اور صلحکاروں کو خدا کے فرزند کہا گیا اور یہی مطلب ہے حضرت مسیح موعود کے الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور الہام انت منی بمنزلۃ ولدی کا فافہم وتدبر۔ امید ہے کہ اب الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کی حقیقت کو سمجھ لیا ہوگا۔ جس کا صرف یہ مطلب ہے کہ تو اسوقت مجھ سے ان تمام پہلے راستباز رسولوں اور نبیوں کے قائم مقام ہے جو میری اور میری توحید کے لئے ایسے غیرت مند تھے کہ گویا وہ میرے بیٹے تھے۔ اس الہام میں ان سب پہلے رسولوں کو کہا گیا ہے جو خدا کی توحید کے لئے غیرت مند ہونے کی وجہ سے استعارہ کے طور پر بیٹے کہلائے اور الہام انت منی بمنزلۃ اولادی اور حضرت مسیح موعود کا دوسرا الہام یعنی جری اللہ فی حلل الانبیاء ان دونوں الہامی فقروں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اور یہ دونوں فقرے آیت اذا الرسل اقتت کی الہامی تفسیر ہیں فقرہ اول متشابہات کے رنگ میں ہے اور فقرہ دوم محکمات کی صورت میں۔

اب بتلائیے ان الہامی الفاظ پر اعتراض کیا ہو سکتا ہے ان کو قابل اعتراض قرار دینے سے معترض کی اپنی ہی جہالت اور غلط فہمی کا اظہار نہیں ہوتا نکتہ چینی اور حرص شہرت کی بد بختی

سوال سوم حدیث انّ اللہ یبعث لھذہ الامۃ الخ تو ہے ہی وضعی اسے بطور حجت پیش کرنا مرزائیوں ہی کا کام ہے۔

جواب یہ عجیب بات آپ نے کہی کہ مجدد والی حدیث ہی سرے سے وضعی ہے جو پیچھے سے بنائی گئی اور جن لوگوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا وہ کسی اصل صحیح کی بنا پر نہیں کیا۔ یونہی عیارانہ ڈھب سے تھا۔ گویا جس قدر آجتک مجددیت کے دعوے والے بزرگ گزرے ہیں جیسے امام غزالی۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ سید احمد بریلوی وغیرہم یہ سب مفتری تھے اور ان سب کا دعویٰ محض لغو اور باطل کی بنا پر تھا۔ حالانکہ یہ وہ صحیح حدیث ہے کہ جس کی خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت کی تصدیق کے علاوہ قرآن کریم سے خدا تعالیٰ کی قولی شہادت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھو سورہ نور کی آیت ذیل وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ یہ آیت شریفہ ہے جس کے نیچے مجددیّت کی حدیث بیان کی گئی۔ اور الہام اور وحی سے بیان کی گئی۔ آنحضرت کا انّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ کا فقرہ فرمانا آیت موصوفہ کے فقرہ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے معنوں میں ہے کیونکہ آیت کے فقرہ مذکورہ میں بیان کیا ہے کہ خدا نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور حدیث کے فقرہ مذکورہ میں بتایا ہے کہ وہ آیت والا وعدہ اس طرح سے ظہور میں آئیگا۔ کہ اس وعدہ کے مطابق خدا تعالےٰ اس امت کے لئے کہ جس کو آیت میں الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا رہیگا۔ جو دین اسلام کے باغ کی موسم بہار کی طرح تازہ بتازہ برکات سے تجدید فرمایا کرینگے۔ پھر آیت میں لیستخلفنھم فرمایا ہے تو حدیث میں لفظ یبعث کے متعلق من یجدد کا فقرہ بیان کیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ خلفاء کو ہی دوسرے لفظوں میں مجدد کہا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین۔ یعنی جب تک میں زندہ ہوں میرے طرزِ عمل پر چلو۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بعد میرے خلفاء کے طریق پر چلو۔ جو راشدین اور مہدیین ہیں۔ راشدین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بلافصل آپ کے بعد خلافت راشدہ کی مسند پر بیٹھے

والے ہونے اور مہدیین کے لفظ سے ان خلفاء کی طرف اشارہ کیا جو بالفصل صدی کے سر پہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہونے والے تھے۔ اب ایک طرف وعدہ کو مومنوں کے متعلق بیان فرمانے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب تک مومنوں کا وجود دنیا میں رہیگا یعنی قیامت تک یہ وعدہ عام مومنوں سے ہے نہ یہ کہ کسی خاص زمانہ تک اور خاص زمانہ کے مومنوں سے اور دوسری طرف حدیث میں بیان کر دیا کہ آنحضرت کے بعد اسوہ حسنہ کی ضرورت ہے۔ جس کو پورا کرنیکے لئے خلفاء کی بشارت دی۔ جو قیامت تک کے لئے ہے نہ کسی خاص زمانہ اور خاص لوگوں کے لئے پھر اس بشارت کے مطابق آجتک ہر صدی میں خدا کی طرف سے ایسے خلفاء مبعوث ہوتے رہے اور مومن لوگ اور طالبان حق دولتِ قبولیت سے مشرف بھی ہوتے رہے۔ ہاں شریر بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے۔ اور انکار اور تکذیب کے لئے طرح طرح کے مکر وں۔ فریبوں اور حیلوں سے عجیب عجیب راہیں پیدا کرتے رہے۔ سو معترض کا انکار صرف حدیث مجدد تک نہیں بالکل قرآن سے بھی انکار ہے کیونکہ حدیث آیت کے معنوں میں اسکی سچی تفسیر ہے جو آنحضرت کی زبان وحی ترجمان سے بیان ہوئی۔ جس کا انکار ایک مسلمان سے نہیں ہو سکتا۔

سوال چہارم ۔ وفات مسیح کے متعلق کثیر آیات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب نے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے کیوں استدلال کیا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۶ آیت ۲۲

جواب (۱) کثیر آیات کے ہوتے ہوئے ان کو ترک کر کے آیت موصوفہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ کثیر آیات کو بھی ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ آپ نے اپنے سوال میں آیت موصوفہ کا نمبر ۲۲ خود نقل کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ آیت موصوفہ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے اکیس آیات کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اگر بعد کی آیات بھی ملا لیں تو آیت موصوفہ کے سوا انتیس آیات وفات مسیح کے متعلق پائی جاتی ہیں۔

(۲) آیت موصوفہ کا وفات مسیح کے ثبوت میں تائیدی طور پر پیش کرنا اس حکم کی تعمیل کے نیچے ہے جو فاسئلوا کے صیغہ سے ظاہر ہے اور آیت کا یہ مطلب نہیں کہ الفاظ آیت میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ بلکہ یہ ارشاد تو یہ غرض اپنے اندر لئے ہوئے ہے کہ اگر مخالف اور منکر لوگ خدا کے موعود نبی کو اسلئے تسلیم نہیں کرتے کہ وہ انہیں ان جیسا آدمی نظر آتا ہے اور موعود کی اور علامات کا ظہور

اس طور پر نہیں ہوا۔ جیسا کہ اسکی تصویر ان کے ذہن میں کھچی ہوئی ہے مثلاً جیسا کہ مسیح موعود کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ پہلا مسیح ہی آئیگا جو کبھی ان کے خیال باطل کے مطابق آسمان پر چلا گیا اور پھر کسی وقت میں اتر کر آنے والا ہے تو اسکے جواب میں علاوہ آیات والہ علی وفات المسیح کے پیش کرنے اور وفات مسیح کے ثبوت دینے کے منکروں پر یہ راہ بھی ایک حجت کی پیش کی کہ اب تم مزید تحقیق کرنا چاہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو کہ آیا اہل کتاب نے ایلیا نبی کے آسمان سے نازل ہونے اور اسکی دوبارہ آمد کے متعلق پہلے مسیحیت کے مدعی سے کیا فیصلہ سنا۔ کیا ایلیا ر سے مراد اصل ایلیا ہی اسنے قبول کیا۔ یا ایلیا کا کوئی مثیل جیسا کہ اسنے مماثلت میں یحیی بن زکریا کو پیش کر کے کہا کہ آنے والے ایلیا سے مراد یوحنا تمہارے استاد کا لڑکا ہے پس مسیح کا فیصلہ چونکہ اہل کتاب میں نظیر کے طور پر موجود ہے اسلئے امت محمدیہ کو فاسئلوا کے ارشاد کے ماتحت ایسی نظیروں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اہل کتاب سے دریافت کر لینا ناجائز نہیں۔ بلکہ ضرورت کے موقعہ پر دریافت کرنے سے باز رہنا فاسئلوا کے حکم کی خلاف ورزی ہے چنانچہ فاسئلوا کے ارشاد کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی آیت موقوفہ کے نیچے اس مطلب کو بیان فرمانے سے یہی غرض ہے جو من وجہ حجت قائمہ اور دلیل محکم ہے کیونکہ جیسا کہ اصل ایلیا ر کی وفات نے اسے مثیل کی صورت میں ظاہر کیا۔ اسی طرح اصل مسیح کی وفات نے اسے مثیل مسیح کے معنوں میں ثابت کیا اور گذشتہ واقعہ کی نظیر سے یہ بات اور بھی محکم ہو گئی

سوال پنجم ۔ کیا آیت یا عیسٰی انی متوفیک میں و جو چہار واقعہ میں استعمال ہوئی عاطفہ کی ہے اور نیز او اسجدی وارکعی اور اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونن من المشرکین میں کس قسم کی ہے۔

جواب ۔ آیت یا عیسٰی انی متوفیک میں و عاطفہ تین دفعہ ذکر ہوئی ہے جو اسجگہ افادہ ترتیب کے معنوں میں مستعمل ہے اور و کا استعمال جمع اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیتا ہے اور جن کا یہ خیال ہے کہ واؤ محض جمع کا فائدہ دیتی ہے نہ ترتیب کا وہ غلطی پر ہیں کیونکہ بڑے بڑے ائمہ نحو اور محققین نے منکران واؤ ترتیب کے قول کو مردود اور باطل قرار دیا ہے چنانچہ ہمع الہوامع جلد ثانی کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے۔ وقال قطرب والربعی وھشام وثعلب ابوعمر

والزاهد وابوجعفر احمد بن جعفر الدینوری هی (ای الواو) للترتیب قالوا لان الترتیب فی اللفظ یستدعی سببا والترتیب فی الوجود صالح له فوجب الحمل علیه - یعنی قطرب وغیرہ محققین کے نزدیک و ترتیب کے لئے ہے اور یہ اسلئے کہ ترتیب فی اللفظ کا تحقق کسی سبب کو چاہتا ہے جس کے لئے ترتیب کا پایا جانا مناسب اور موزون ہے پس اس صورت میں واو کا ترتیب پر حمل کرنا واجب اور ضروری ٹھہرا۔

ایسا ہی مغنی اللبیب جلد ثانی کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے وقول السیرافی ان النحویین واللغویین اجمعوا علی انها لاتفید الترتیب مردود بل قال بافادتها ایاه قطرب والربعی والفراء وثعلب وابوعمر والزاهد وهشام والشافعی

یعنی سیرافی کا یہ قول کہ نحویوں اور لغویوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ و ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی مردود ہے بلکہ قطرب۔ فراء شافعی وغیرہم نے کہا ہے کہ و ترتیب کا فائدہ دیتی ہے تو اس صورت میں اجماع کہاں رہا۔

پس ثابت ہو گیا کہ و جمع کے علاوہ ترتیب کا فائدہ بھی دیتی ہے وهو المراد۔ اب اسکے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت یا عیسی انی متوفیک میں واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے ہے اور آیت واسجدی وارکعی اور آیت واقیموا الصلوة ولا تکونن من المشرکین میں واؤ جمع کے لئے۔

لیکن بلحاظ اسکے کہ خدائے علیم وحکیم کے کلام کا بلا ترتیب پایا جانا خلاف علم وحکمت ہے پچھلی دو آیتوں میں بھی ہم ترتیب ہی سمجھتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ترتیب کسی خاص ایک امر کے لحاظ سے ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ متکلم نے اپنے ذہن میں ترتیب ایسے پہلو کے لحاظ سے رکھی ہو جو عام فہم نہ ہو۔ جیسا کہ مثلاً یہی پچھلی دو آیتیں جن کے متعلق عام فہم لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ انمیں ترتیب نہیں بلکہ تقدیم وتاخیر ہے حالانکہ تقدیم وتاخیر مجبوری کو چاہتی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا کلام منزہ اور پاک ہے بلکہ ایسے لوگ کہ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں تقدیم اور تاخیر کو تسلیم کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے یحرفون الکلم عن مواضعه کے الزام سے ملزم قرار دیا ہے اور اس قسم کی باتیں خدا تعالیٰ کے کلام میں جائز قرار دینا علماء یہود کا کام تھا۔ لیکن افسوس کہ علمائے اسلام نے بھی انہی کا شیوہ نامرضیہ اختیار کیا اور جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا۔ کہ

اس امت کے علماء بھی علماء یہود کی سیرت اور طرز عمل اختیار کرینگے حتیٰ کہ ہاتھ کے ساتھ ہاتھ اور بالشت کے ساتھ بالشت تک پورا اترینگے جیساکہ واقعات نے اسکی تصدیق کردی کہ آج علماء امت یہود کی طرح قرآنی آیات میں تقدیم و تاخیر کی بدعت سیّئہ کو پیدا کر رہے ہیں۔ حالانکہ الٰہی کلام کا نظم و نسق اپنے اندر وہ شان رکھتا ہے کہ اسکی ترتیب سے انکار کرنا متکلم اور کلام دونوں کی عزت اور حیثیت پر ایک سیاہ دھبہ اور قبیح الزام لگانا ہے و نعوذ باللہ من ذالک پس حق یہی ہے۔ کہ قرآن کی کسی آیت میں تقدیم و تاخیر نہیں۔ بلکہ ہر ایک آیت اور ہر ایک لفظ قرآن کا اپنی اپنی جگہ گوہر آبدار اور دُرِ شاہوار کی طرح مرصّع اور برمحل ہے۔ اور اسی طرح یہ پچھلی دو آیتیں بھی اپنے اندر ایک ترتیب رکھتی ہیں نہ تقدیم و تاخیر۔

چنانچہ غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ آیت واسجدی وارکعی جس کے متعلق یہ سوال کیا گیا ہے کہ چونکہ رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ پیچھے اور آیت میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع پیچھے اسلئے تسلیم کرنا پڑا کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر آیت میں سجدہ اور رکوع سے مراد بھی سجدہ اور رکوع تھا جو ارکان اسلام سے ہے جیسا کہ سمجھا گیا تو پھر خدا تعالےٰ کے علم و حکمت سے یہ بعید ہے کہ اس نے بلاوجہ ترتیب طبعی کے خلاف بیان کرکے اپنے کلام میں نقص پیدا کر لیا پس اصل بات یہ ہے کہ سجدہ سے مراد صرف سجدۂ نماز ہی نہیں ہُوا کرتا۔ بلکہ سجدہ کے معنے اطاعت اور فرمانبرداری اور مطلق نماز کے بھی ہیں۔ جیسا کہ آیت للہ یسجد مافی السمٰوات ومافی الارض میں سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے۔ اور آیت والنجم والشجر یسجدان میں بھی سجدہ سے مراد اطاعت ہی ہے کیونکہ درختوں کا سجدہ قیام کی صورت میں سجدہ نہیں کہلا سکتا۔ بجز اسکے کہ سجدہ سے مراد اسجگہ اطاعت ہی لی جائے۔ ایسا ہی آیت واسجد واقترب میں سجدہ سے مراد فرمانبرداری اور نماز ہے۔ اب اس صورت میں واسجدی وارکعی کے معنے ہونگے کہ اے مریم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر۔ یا نماز پڑھا کر اور نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کر۔ پس جب یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں تو تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب۔ علاوہ اسکے جب مریم امت محمدیہ کے افراد سے ہی نہیں اور نہ وہ شریعت محمدیہ کے طرز عبادت سے مکلف تھی۔ تو اس صورت میں کیا ضرورت پڑی ہے کہ واسجدی اور وارکعی کے

خطاب میں مریم کا مخاطب ہونا شریعت محمدیہ کے طور پر قیاس کرلیں کیونکہ یہ خطاب تو شریعت موسویہ کے مطابق ہے نہ شریعت محمدیہ کے مطابق اب اس صورت میں تقدیم وتاخیر کا جھگڑا ہی کیا ہ

پھر ایسا ہی آیت واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونن من المشرکین میں بھی کوئی تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ اس آیت کے بعد کا ٹکڑا ہے من الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا۔ اب دونوں کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ نماز کو قائم رکھنا اور مشرک لوگوں سے نہ بننا یعنے ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور تفرقہ سے بالآخر وہ کئی گروہ بن گئے کیا مطلب ہے یعنے نماز کو آداب اور خلوص سے ادا کرنے سے انسان شرک اور تفرقہ سے محفوظ رہتا ہے۔ تم بھی اس سے محفوظ رہنے کے لئے نماز کو قائم رکھو تا تم مشرک ہونے اور فرقہ فرقہ بننے سے محفوظ رہو۔ اب غور کرو کہ اسمیں تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر علاوہ اسکے یہ دونوں فقرے امر اور نہی ہیں۔ پہلے فقرہ میں نماز کے قائم کرنیکے متعلق حکم ہے دوسرے میں شرک سے بچنے کے متعلق۔ اور ظاہر ہے کہ امر نہی سے ترتیب کے لحاظ سے اصل اور مقدم ہے پھر تقدیم وتاخیر کیسی۔ پھر نماز میں آیت فویل للمصلّین الذین الخ کے رو سے ریا جو خفی شرک ہے اس سے بچنے کی ہدایت ہے کہ نماز پڑھو اور شرک یعنی ریا نہ کرو یعنی خالص اللہ کے لئے ادا کرو۔ اب اس صورت میں بھی ترتیب ثابت ہے خواہ امر اور نہی کے لحاظ سے قبل از وقوع فعل سمجھیں۔ خواہ بعد از وقوع فعل بطور ہدایت لیکن اس صورت میں بھی تقدیم وتاخیر کا کوئی محل نہیں۔

سوال ششم۔ کانا یاکلان الطعام میں حضرت مسیح بوجہ تغلیب والدہ صیغہ ماضی میں شامل ہیں جیسے زید اور اسکی بیوی سیر کیا کرتے تھے زید فوت ہوگیا اور بیوی زندہ ہو ممکن ہے وہ اب بھی سیر کرتی ہو۔

جواب۔ اگر کانا یاکلان الطعام میں مسیح کے اپنی والدہ سمیت کھانا کھانے کی مثال زید اور اسکی بیوی کے سیر کرنے کی طرح ہے تو بیشک کچھ بات بنائی جاسکتی ہے لیکن جبکہ قرآن اور حدیث کے نصوص بیّنہ اور دلائل قویّہ سے مسیح کا فوت شدہ ہونا ثابت ہے اور فوت شدہ ہونے کی حالت کے بعد کانا یاکلان الطعام کا فقرہ بقرائن ودلائل آخری انہی معنوں میں ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ دونوں یعنی مسیح اور اسکی ماں زندہ تھے کھانا کھایا کرتے تھے اور تثنیہ غائب جو صیغہ ماضی میں بیان کیا گیا۔ اس سے بھی بطور واقعات اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ ان دونوں

کا ماضی کے زمانہ میں کھانا کھانا اور اب کھانا ان کی اس زندگی کی نفی کرتا ہے جو کھانا کھانے کے سوا مستلزم محال ہو اور اگر اس بات کو تغلیب کے ان معنوں میں تسلیم نہ کیا جائے جو ذکر کئے گئے بلکہ تغلیب کی وہ صورت تسلیم کریں جو مثال کے طور پر سوال میں ذکر کی گئی تو بھی یہ تغلیب تغلیب نہیں کہلا سکتی کیونکہ فرض کرو کہ مسیح اپنی والدہ کے ساتھ جبتک آپکی والدہ زندہ تھی دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن اسکے بعد مسیح کی والدہ فوت ہو گئی اور آپ ابتک زندہ پائے گئے اور تغلیب کو زمانہ ماضی کا ذکر کرنا مسیح کی والدہ کی رعایت سے ہوا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس تغلیب سے حیات مسیح کیونکر ثابت ہوئی۔ کیونکہ تغلیب کی یہ صورت بھی توفات مسیح کی منافی نہیں۔ مسیح کو جب ابتک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے جس کا زمانہ ماضی انکی والدہ کی زندگی تک کانا یاکلان الطعام کے قول کے مطابق کھانے پینے میں گزرا تو بعد وفات والدہ ابتک وما جعلناھم جسدًا لا یاکلون الطعام اور ماکانوا خالدین کی سنت کے ہوتے ہوئے بجسدہ العنصری سوا کھانا کھانے کے وہ کیونکر زندہ رہ سکتا ہے خصوصًا اس صورت میں جبکہ آسمان پر بجسدہ العنصری زندگی بسر کرنا آیت ولکم فی الارض مستقرّ اور آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون اور آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا کے صریح خلاف بھی ہو۔ پھر جب قل ھل کنت الا بشرًا رسولًا کے جواب میں آنحضرت کو کافروں کے سوال صعود الی السماء کے مقابل یہ حکم ہوتا ہے کہ ان کو کہدو کہ بشر رسول کے بجسدہ العنصری آسمان پر جانے میں کیوں بشریت* مانع نہ ہوئی۔ کیا مسیح کی بشریت آنحضرت کے مرتبہ بشریت سے افضل تھی کہ مسیح تو بشر ہو کر بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ گیا لیکن آنحضرت نہ چڑھ سکے کیا ھل کنت الا بشرًا رسولًا ہر ایک بشر رسول کے لئے قاعدہ نہیں۔ یا یہ صرف آنحضرت کے لئے ہی مخصوص تھا سوچو اور غور کرو۔

سوال ہفتم حضرت مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدا چودھویں صدی ہجری میں میری عمر چالیس سال تھی۔ اسوقت میں مامور اور ملہم ہوا تھا۔ سے آپ پچیس برس ملہم سے حدیث نزول المسیح میں چالیس سال کی ... سال سے بھی زیادہ زندگی کا تھا۔ چنانچہ ... حضرت مسیح ... کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ... ابتداء میں اپنی عمر کا ...

* بشریت لازم ہو تو مسیح کو بجسدہ العنصری کا آسمان پر جانا منع ہے۔

چالیس برس بتانا بھی بطور تخمینہ کے ہی ہے اور اگر آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۱۹و۲۲۰ کو دیکھا جائے تو وہاں حضور یوں تحریر فرماتے ہیں "و آیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخرین منھم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاءِ ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کرکے صحابہ سے مناسبت پیدا کریگا۔ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس ہوتے ہیں"

اب غور فرمائیے کہ حضور کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۷۵ سے ۱۳۲۶ تک آپکی عمر پچاس سال کی ہوتی ہے اب اگر اس روحانی بلوغ تک کی عمر کا زمانہ جو ۱۲۷۵ تک ہے ۲۵ سال قرار دیں تو ۷۵ سال بنتے ہیں۔ اور اگر ۳۰ سال قرار دیں تو ۸۰ سال اور اگر ۳۵ سال قرار دیں تو ۸۵ سال۔ اب آپکی روحانی تولد اور روحانی پیدائش سے پہلے کا جو بھی زمانہ قرار دینگے۔ ۲۵ یا ۳۰ یا ۳۵ ہی قرار دینا پڑیگا جو الہامی عمر کے مطابق ہے کیونکہ الہامی عمر بھی ۸۰ سال یا پانچ چھ سال اس سے زیادہ[لہ] یا کم بتائی گئی ہے۔ اور اگر مسیح اسرائیلی کا زمانہ نشأۃ ثانیہ کا ۳۰ سال قرار دیں۔ کیونکہ اسکے رفع کو عام طور پر ۳۳ سال میں تسلیم کر لیا گیا ہے تو بہرحال بعثت کا زمانہ پہلے ہی تسلیم کرنا پڑیگا جو ۳۰ سال ہے تو مسیح محمدی کی اس مماثلت سے ۱۲۷۵ سے پہلے کا زمانہ ۳۰ سال قرار دیکر بعد کے زمانہ سے جو ۵۰ سال ہے ملائیں تو پورے ۸۰ سال بنتے ہیں۔ اور اس صورت میں اگر آپکے تولد روحانی کے بعد آپکی بعثت کو دس سال پیچھے قرار دیں تو ۴۰ سال پر آپکی بعثت درست اترتی ہے اور باقی ۴۰ سال تبلیغ اور رسالت کے ہیں اور سوال حل ہو گیا۔ علاوہ ۸۵ کے اعداد ۷۵ سے ہی ہیں۔ تاہم ۷۵ کا عدد بھی الہامی عمر کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے وھو المراد

باقی رہا یہ کہ حضور نے عام طور پر تخمینہ کا طریق کیوں اختیار کیا۔ سو یہ آپکی فطری بات تھی جس کے متعلق آنحضرت کی شہادت بھی ہے جو پیشگوئی کے طور پر صحیح مسلم میں موجود ہے۔ دیکھو حدیث ذیل عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم یکون فی آخر الزمان خلیفۃ یقسم المال ولا یعدہ وفی روایۃ قال یکون فی آخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا

لہ دیکھو ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۹

ولا یعد عدا یعنی آخری زمانہ میں میری امت کے آخری حصہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور مال لپیں بھر بھر کر دیگا اور اسے گنے گا نہیں یعنی مال دینے میں حساب کی اسے عادت نہیں ہوگی چنانچہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے اور آپ کے اس طرز عمل کو مشاہدہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ باوجودیکہ ہر روز کئی طرح سے روپیہ اور مال صرف کرتے تھے لیکن اسکے متعلق آپ حساب نہیں رکھا کرتے تھے پھر آپکو آنحضرت سے چونکہ بوجہ مظہر اتم ہونے کے ایک کامل اتحاد اور مناسبت حاصل ہے اسلئے جیسا کہ آنحضرت نے اپنی نسبت انا امة امية لا نكتب ولا نحسب فرمایا مناسبت کے لحاظ سے امیت کا کوئی پہلو مماثلت کے رنگ میں آپ میں بھی ظاہر ہونا ضروری تھا۔ آپکا اپنی عمر وغیرہ میں تخمینہ سے کام لینا صاف طور پر دلالت کرتا ہے اور فقرہ لا نكتب اور لا نحسب کو صرف آنحضرت کے ساتھ مخصوص کرنا اور حضرت مرزا صاحب کو فقرہ کا مثبت مصداق قرار دیکر آپ پر اعتراض کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنے ساتھ اپنی امت کو بھی ملایا ہے۔ حالانکہ امت میں فقرہ مذکور کا تحقق بنسبت مثبت بھی ہے نہ محض بہ نسبت منفی اور اگر امت سے مراد صرف عرب ہی لئے جائیں تو بھی اکثر عرب اس سے مستثنیٰ ٹھہرتے ہیں۔ پس ہمارا بیان قابل تسلیم ہے نہ قابل اعتراض۔ اور اگر اعتراض حضرت مرزا صاحب پہ کیا جائیگا تو وہی اعتراض آنحضرتؐ پہ اور آپکی ساری امت پر بھی پڑیگا۔ فتدبر

علاوہ اسکے جب آنحضرت اپنی حیات اور ممات میں مخیر کئے گئے جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے۔ عن عائشة رضی الله عنها قالت كنت اسمع انه لا يموت نبی حتی يخير بين الدنيا والاخرة فسمعت النبی صلعم فی وجع الذی مات فيه . . . يقول مع الذين انعم الله عليهم الآية فظننت انه خير۔ ایسا ہی دوسری حدیث بخاری میں ہے عن عائشة كان النبی يقول وهو صحيح انه لم يقبض نبی حتی يری مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به ورأسه علی فخذی غشی عليه ثم افاق فاشخص بصره الی سقف البيت ثم قال اللهم الرفيق الاعلی فقلت اذا لا يختارنا وعرفت انه الحديث الذی كان يحدثنا وهو صحيح قالت فكانت آخر كلمة تكلم بها اللهم الرفيق الاعلی۔

یعنی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں آنحضرت سے سُنا کرتی تھی کہ نبی کو جب تک دنیا اور آخرت کے لئے مخیر نہ کیا جائے اُسے موت نہیں آتی پس جب آنحضرت بیمار ہوئے جس بیماری میں کہ آپ فوت ہوئے ہیں تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مع الذین انعم اللہ علیہم۔ یعنی مجھے منعم لوگوں کی معیت پسند ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ کو موت اور حیات میں مخیر کیا گیا ہے یعنے اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ زندہ رہیں خواہ عالم آخرت میں تشریف لے چلیں۔ ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے کہ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی نبی فوت نہیں ہوا۔ جب تک کہ اسے اسکی جگہ جو بہشت میں ہے دکھا کر موت اور زندگی میں مخیر نہ کیا گیا ہو۔ پس جب آنحضرت کا وہ وقت قریب آپہنچا۔ اسوقت آپکا سر میری ران پر تھا کہ آپکو غشی آگئی پھر جب ہوش میں آئے تو آپ نے اپنی آنکھ کو کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اللہم الرفیق الاعلیٰ۔ یعنے یہ کہ آپ نے مخیر ہو کر دار آخرت کو اختیار کر لیا ہے اب یہ ہمیں یعنے دنیا میں رہنے کو پسند نہیں فرمائینگے اور اسوقت میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی بات ہے جسے آپ صحت کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے آپکا آخری کلمہ کہ جس پر خاتمہ ہوا۔ اللہم الرفیق الاعلیٰ تھا۔

ان حدیثوں کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کی عمر الہامی طور پر ۷۵، یا ۸۰ یا ۸۶ تک بتائی گئی تھی تخییر پر دلالت کرتی ہے لیکن جیسا کہ آنحضرت نے تخییر ہونے سے اس زیادت کو قبول نہیں فرمایا جو تخییر کی صورت میں آپکو مل سکتی تھی۔ اور آپ نے مخیر ہوکر زیادت عمر اور دنیا میں رہنے پر آخرت اور وصال الٰہی کو ترجیح دی اسی طرح حضرت مسیح موعود نے

جلد تر پلا دے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی ۔ دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

فرما کر جلد کے لفظ سے ۸۰ اور ۸۶ سال کی زیادت پر ۷۵ کو ترجیح دی گویا دوسرے لفظوں میں آخرت اور وصال الٰہی کے لئے موت کو پسند فرمایا۔

اور اگر بطور تنزل حضور کی عمر ۷۰ سال بھی تسلیم کر لی جائے تو بھی آپ کا مثیل آدم ہونے کے لحاظ سے حدیث آدم کے رُو سے جیسی آنحضرت نے فرمایا کہ آدم کی عمر ہزار سال تھی مگر [illegible] چالیس سال کی کمی واقع ہوئی ہے کوئی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی بلکہ [illegible] مسیح موعود کو الہام [illegible] حسب آدم [illegible] گویا بعد ازاں مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم کی شہادت سے بھی دونوں [illegible]

کا ہونا ظاہر ہے تو عمر میں کمی کی مماثلت نے بھی آپکی صداقت میں اضافہ کیا ہے وھو المراد

سوال ہشتم - مولوی ثناء اللہ کے رسالہ الہامات مرزا جو احمدی مشن کے مقابلہ میں انعامی پانچسو روپیہ دوسری ایڈیشن ہزار روپیہ تیسرے ایڈیشن دو ہزار روپیہ لکھا گیا ہے توقف جواب کی کیا وجہ ہے؟

جواب - افسوس کہ باوجودیکہ ہماری طرف سے رسالہ الہامات مرزا کا مدت سے جواب نکل چکا ہے ہمارے معترض صاحب کو ابتک اسکا علم ہی نہیں دیکھو کتاب آئینہ حق نما بجواب رسالہ الہامات مرزا کس پایہ کی مضبوط اور مسکت کتاب ہے جسے ہمارے مکرم و معظم جناب شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر اخبار الحکم نے اپنے مدلل طور پر لکھا ہے کہ جسے دیکھکر ہر ایک صاحب علم اور دانشمند شیخ صاحب کی قابلیت کی داد دیتا اور آپکے علم و فضل کا اعتراف کرتا ہے - اب ثناء اللہ کو چاہئے تھا کہ کتاب مذکور کے نکلنے پر بتقاضائے شرافت انعام کا روپیہ شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا لیکن افسوس کہ اسنے ایسا نہ کیا - اور یہ اسلئے کہ اسنے رسالہ کے ساتھ انعام کا اعلان اسلئے نہیں کیا کہ خدانخواستہ کبھی کوڑی تک بھی اعلان کے مطابق دینے کی نیت اور عزم رکھتا ہے بلکہ محض اسلئے کہ انعامی روپیہ کے اعلان پر کتاب کی اہمیت اور وقعت کو بڑھا کر کتاب کی بکری سے انعامی روپیہ تک کی رقمیں مختلف ایڈیشنوں میں کمائے اور حاصل کرے سو اسنے انعام کے دینے کے اعلان میں بہت سا روپیہ کما لیا جو اسکا اصل مقصد تھا - مگر یہ سچ ہے کہ اسنے انعامی روپیہ کا اعلان صحت نیت کے ساتھ کیا اور بشرط ایفاء شرط وہ انعام مذکور ضرور دینے کے لئے طیار ہے تو ہم اسے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ انعام کا روپیہ یعنے دو ہزار سرکاری بنک میں بطور امانت جمع کرا دے اور میدان مقابلہ میں نکلے اور ایک دستاویز ہمارے حوالے کر دے کہ بشرط ایفاء شرط روپیہ موفی شرط کو دیا جائے -

لیکن یہ یاد ہے کہ جواب اس سنت اللہ کے مطابق ہو گا - جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی مقدس اور حکیم کتاب یعنی فرقان حمید میں پیشگوئیوں کے متعلق قائم کی گئی ہے یہ کہ ثناء اللہ کے اپنے مرحوم بابا کے متعلق بیچ گو ثناء اللہ پر آپکی سنت کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو منسوخ یا دوسری سنت کے مطابق پورا کرانا چاہتا ہے تو اب وقت ہے اور عمدہ موقعہ ہے اٹھے اور مقابلہ میں آئے پھر دیکھے کہ علاوہ ان تحریری جو بات کے جو آئینہ حق نما وغیرہ کے ذریعے دئے گئے بالمشافہ زبانی گفتگو سے بھی قرآنی سنت کے مطابق کس طرح سے منقولی اور معقولی جواب دئے جاتے ہیں -

اور اگر اس تحریر کے بعد مولوی ثناء اللہ نے نہ دو ہزار روپیہ باقاعدہ طور پر کسی کے پاس یا کسی مسلمہ فریقین امین کے پاس جمع کرایا اور نہ ہی جمع رقوم کے بعد میدان میں آیا تو پھر یہی سمجھنا چاہیئے کہ اعلان مذکور محض لاف وگزاف کی بنا پر یا حصول مطلب کی غرض سے تھا۔

سوال نہم کیا اہلحدیث اخبار میں قاضی ظفر الدین پروفیسر اورینٹل کالج کی طرف سے قصیدہ اعجاز احمدی کا جواب سنہ ۱۹ء میں نکل چکا ہے اور نیز علم عروض میں حرکت کا رد و بدل قافیہ میں عیب ہے؟ کیا عیب دار کلام درجۂ اعجاز رکھتا ہے۔ محیط الدائرہ صفحہ ۱۰۔ ایما ہران تغیر المجری الی حرکة بعیدة کما اذا ابدلت الضمة فتحة او بالعکس فہو عیب فی القافیة

جواب قاضی ظفر الدین نے جواب میں جو قصیدہ لکھا ہے ہماری نظر سے تو آج تک نہیں گزرا صرف مولوی ثناء اللہ کی زبان سے کبھی کبھی سنا جاتا ہے کہ قاضی ظفر الدین نے قصیدہ لکھا اور اہلحدیث میں شائع ہوا لیکن اشعار کا لکھنا اور چیز ہے اور اعجاز احمدی کی مثل قصیدہ بنانا اور چیز ہے قصیدہ اعجاز احمدی میں تو مطالبہ جس امر کا ہے وہ قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ؎

و ان اک کذّابا فیاتی بمثلها ∴ و ان اک من ربّی فیغشی ویثبر

یعنی اگر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو ثناء اللہ اسکی مثل ضرور بنا لائیگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو ثناء اللہ کی عقل اور سمجھ پر پردہ ڈالدیا جائیگا۔ اور اسے مثل بنانے سے روکدیا جائیگا۔

اب اس تحدی کے مقابلہ میں پہلے تو ہم مولوی ثناء اللہ سے عرض کر لیتے ہیں کہ آیا اس نے اس قصیدہ کے جواب میں کچھ لکھا ہے تو اس کا عکس کیساتھ جواب نفی میں ملتا ہے۔ اب کیا یہ نفی وہی نفی نہیں جس کی اس شعر میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ مولوی ثناء اللہ اس قصیدہ کی مثل لانے سے عاجز رہیگا۔ سو واقعات کی تصدیق سے پیشگوئی کا ظہور اور جلوہ صداقت کالشمس فی الضحٰی نمایاں ہوگیا باقی رہا قاضی ظفر الدین سو اسکے متعلق قصیدہ اعجازیہ کے ذیل کے دو شعر عرض کئے جاتے ہیں ؎

وفی خمسة قد تم نظم قصیدتی ∴ بلا الوقت خالصة اقل و اقصرا
ففکر بجهد خمس عشر لیلة ∴ وما حسبنا او ظنهم او اصغر.

یعنی میرا قصیدہ پانچ دن میں ختم ہوا بلکہ اصل وقت اس سے بھی کمتر ہے یعنے تین دن بس تو پندرہ راتیں کوشش کرتا رہ اور محمد حسین اور قاضی ظفر الدین اور اصغر علی کو بھی ملا لے حضرت مسیح موعود نے ہنے متعلق بیان فرمایا ہی کہ میں نے یہ قصیدہ اعجازیہ صرف پانچ دن میں بنایا ہے اور مولوی ثناء اللہ اپنے رفیقوں کو بھی امداد کے لئے بلالے جیسا کہ مولوی محمد حسین قاضی ظفر الدین اور اصغر علی ہیں۔ اور سب مل ملا کر پندرہ دن تک قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں کوئی نظم تیار کریں جس سے کم از کم قصیدہ اعجازیہ کے اشعار کی تعداد کی تحدّی کا پہلو تو ٹوٹ جائے۔ لیکن ان سب میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی کہ کوئی صاحب قصیدہ اعجازیہ کا جواب میعاد مقررہ میں لکھتا۔ ہاں قاضی ظفر الدین صاحب کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی قصیدہ لکھا لیکن کب لکھا سو اسکے متعلق معترض صاحب اپنے سوال میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۰۸ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا۔ بہت خوب!

اب دوسری طرف اعجاز احمدی کہ جس کے جواب کے لئے صرف ۱۵ دن میعاد مقرر کی گئی۔ اس کا سال تصنیف بھی ملاحظہ فرمائیے دیکھو اعجاز احمدی کا ٹائٹل پیج اسکے صفحہ پر کیا تاریخ لکھی ہے۔ وہاں لکھا ہے ۸ نومبر ۱۹۰۲ء۔ اب غور کیجئے کہاں اعجاز احمدی جو ۱۹۰۲ء میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی اور کہاں قاضی ظفر الدین صاحب کا قصیدہ جو ۱۹۰۸ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کیا گیا سو یہ ہیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ کیا ایسا قصیدہ اس قابل ہو کہ جس کو شرط کے مطابق قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں پیش کیا جا سکے۔ پھر وہ قصیدہ پورا بھی نہیں ہوا۔ بلکہ محض ارادہ تکمیل سے حسب پیشگوئی مندرجہ ٹائٹل اعجاز احمدی وہ ناکام فوت ہو گیا۔

رہا اعجاز احمدی کے بعض اشعار کے متعلق مخالفین کی نکتہ چینی کہ اس کے فلاں شعر کا فلاں حرکت کے بدل سے عیب دار ہے جو خلاف معنی اعجاز ہے۔ سو اسکے متعلق واضح ہو کہ مخالفین کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں سے تو آجتک شاید ہی کوئی بچا ہو کیونکہ جب لوگوں کی زبان سے اللہ اور اسکے رسول تک کوئی نہیں بچا تو ہم کون ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ؎

قیل ان الالٰه ذو ولد ٭ وقیل ان الرسول قد کهنا
ما نجی اللّٰه والرسول معًا ٭ من لسان الوریٰ فکیف انا

کیا قرآن کریم پر اعتراضات کرنے والے ہزاروں نہیں کیا آجتک دنیا میں موجود نہیں کیا رسول اللہ کی

ان مختلف تصنیفوں کو دیکھو جو قرآن کی تغلیط اور تردید میں شائع ہوئی ہیں۔ علماء نصاریٰ نے قرآن کریم کی ترتیب اسکے نظم و نسق اسکے الفاظ کو خلاف قواعد علمیہ اور ضوابط علوم الٰہیہ قرار دیکر اسقدر اعتراضات کیے ہیں کہ ان کو سُن کر بعض جسے ہیں جو لغزش اور ابتلاء سے بچے ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں سے ایک گروہ محض انہی تصانیف سے ٹھوکر کھا کر اسلام سے مرتد ہو گیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ قواعد زبان کے ماتحت ہوتے ہیں نہ زبان قواعد کے ماتحت۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف قواعد علمیہ کی کتب میں شاذ و نادر کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے جو قاعدہ زبان کے نیچے نہیں آسکتا۔ لیکن مقننین جو واضعانِ قوانین و قواعد سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ مجال نہیں کہ وہ تحکم کی راہ سے زبان کے الفاظ شاذ و نادر کو زبان سے خارج کر سکیں۔ یا ان کے محاورات کو مٹا کر انہیں مفقود کر سکیں۔ بلکہ محاورات زبان میں ساتھ ساتھ الٰہی تصرفات بھی ایسے طور سے اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں کہ دنیا اسکا انکار نہیں کر سکتی اور نہ ہی الٰہی تصرف کے اثر کو وقوع سے روک سکتی ہے جس سے شذوذ اور ندرت کے سلسلہ پر نظر ڈالنے سے خدا تعالیٰ کی ایک عجیب قدرت اور عجیب تصرف کا نظارہ نظر آتا ہے پھر ایک ایک ملک میں مختلف قبائل اور ہر ایک قبیلہ کی مختلف زبان ہوتی ہے جس سے اگر ایک قبیلہ کی زبان کو قاعدہ اور قانون بنائیں تو دوسرے قبیلہ کی زبان کہ جس کے بعض الفاظ اس سے مختلف ہونگے ان کو شاذ قرار دیا جائے مگر یہ نہیں ہوگا کہ ہم اختلاف السنہ کی وجہ سے ایک زبان کو قبول کر کے دوسری کو اسکے خلاف پانے سے اس سے انکار کر کے اسے رد کر دیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے قرآن کو عرب کے مختلف قبائل کی زبان میں پڑھنا جائز قرار دیا اور فرمایا کہ قرآن سبعۃ احرف یعنے سات زبانوں میں اترا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) زبان قریش (۲) زبان یمن (۳) زبان جرہم (۴) زبان ہوازن (۵) زبان قضاعہ (۶) زبان تمیم (۷) زبان طے۔ اور گو پیچھے حضرت عثمان کے وقت بتقاضائے ضرورت قرآن کے جمع کرنے کے وقت مصحف بین الدفتین کو زبان قریش کی قرأت میں محفوظ کیا اور وہ اختلاف جو مختلف قرائیوں سے پیدا ہوتا تھا۔ اسے ایک ہی زبان میں محفوظ کرنے سے مٹا دیا۔

لیکن تاہم بعض الفاظ کو جب آپنے قرأت صحیحہ راجحہ کے لحاظ سے باوجود قواعد زبان کے خلاف پانے کے بحال رکھا۔ اور آپ سے اسکے متعلق سوال کیا گیا تو آپنے اسکے جواب میں یہی فرمایا کہ ستقیمہا العرب۔ چنانچہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد صدی دوازدہم

اپنی بینظیر کتاب فوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں " ودر مثل والمقیمین الصلٰوۃ والموتون الزکوٰۃ حضرت عثمان گفتہ اند ستقیمہا العرب بالسنتہا و تحقیق ایں حکم نزد یک فقیر آنست کہ مخالف روزمرہ مشہورہ نیز روز مرّہ است وعرب اول را در اثنائے خطب محاورات بسیار واقعہ می باشد کہ خلاف قاعدہ مشہورہ بر زبان گذشتہ۔ اگر احیاناً برائے واؤ یا آمدہ یا بجائے تثنیہ مفرد یا بجائے مذکر مؤنث چہ عجب۔ یعنی آیت والمقیمین الصلٰوۃ والموتون الزکوٰۃ کے لفظ المقیمین الصلٰوۃ کے متعلق جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا۔ مقیمین کا صیغہ مؤتون کی طرح مرفوع کیوں نہیں منصوب کیوں ہے حالانکہ محل رفع پر ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی حرج نہیں عرب لوگ اپنی اپنی زبان میں اسے درست پڑھ لینگے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے اپنی طرف سے بجائے منصوب کے مرفوع لکھدیں۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اس باب میں میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ جو لفظ قاعدہ زبان کے مخالف ہو۔ لیکن روزمرہ کے محاورات میں اگر مشہور و معروف ہو چکا ہو۔ اسے خلاف محاورہ نہیں کہا جائیگا بلکہ اسکے محاورات میں اگر مشہور ہونے سے محاورات میں ہی داخل سمجھا جائیگا پھر فرماتے ہیں اور عرب اول کے محاورات میں اس قسم کی مثالیں بہت سی پائی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ کئی الفاظ ان کی زبان سے قاعدہ زبان کے خلاف نکلتے تھے۔ اس صورت میں اگر قرآن میں کہیں بجائے واؤ کے یا آئی ہو۔ یا بجائے تثنیہ کے مفرد اور بجائے مذکر کے مؤنث تو اسپر تعجب کیسا؟

اس صورت کے سمجھنے کے بعد اب ہم معترض صاحب کو حضرت مسیح موعود کے اعجازی قصیدہ کیطرف متوجہ کرتے ہیں کہ جب قرآن کریم میں جو شعر اور نظم نہیں۔ بلکہ ایک طرح کی نثر ہے اسمیں ایسے الفاظ موجود ہیں جو بظاہر قاعدہ زبان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عرب اول کے محاورات کے رُو سے خلاف قاعدہ ہونے کے اعتراض کے نیچے نہیں آسکتے۔ کیونکہ محاورات میں داخل ہونے سے بے عیب اور مبرا ہیں۔ اب اگر کوئی احمق ایسے الفاظ کو قابل اعتراض ٹھہرا کر قرآن کریم کی معجزانہ شان اور اعجازی عزت پر حملہ کرے تو اسکے ایسے اعتراض احمق سے قرآن کے معجزہ نما کلام ہونے میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ اور اگر کوئی عیسائی یا کوئی دوسرا غیر مسلم قرآن پر ایسے الفاظ کی بناء پر اعتراض کریگا۔ تو ایک مسلم جو قرآن کو خداتعالےٰ کا اعجازی کلام مانتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں بجز اس جواب کے

جو ہمنے اوپر بیان کیا ہے اور کیا جواب دے سکتا ہے اور جب یہ جواب جو اوپر عرض کیا گیا معترض کے مقابلہ میں قرآن کی بریت کے لئے صحیح اور کافی جواب ہے تو یہی جواب قصیدہ اعجاز احمدی کے اعتراضات کے مقابلہ میں ہماری طرف سے کافی سمجھنا چاہئیے۔ بلکہ قرآن کے اعجازی نثر کے بالمقابل قصیدہ اعجازیہ کی اعجازی نظم کے متعلق جواب مذکور زیادہ تر قابل پذیرائی ہے۔

ہاں علاوہ اسکے کتاب جواہر البلاغۃ کے حصہ علم عروض کے باب جوازات شعریہ سے مزید تسلی کے لئے کچھ اور عرض کر دیا جاتا ہے دیکھو کتاب جواہر البلاغۃ صفحہ ۲۶۵ - اور اسپر عبارت ذیل کو پڑھو - اعلم ان ما ورد فی بعض قصائد العرب من منع صرف المنصرف وصدّ المقصور و تذکیر المؤنث وتانیث المذکّر فک الادغام وغیر ذالک من المسوّغات الغریبۃ قد اتت علی سبیل الشذوذ - کیا مطلب یعنی معلوم رہے کہ شعراء عرب کے بعض قصائد میں جو کہیں غیر منصرف کو منصرف لایا گیا ہے اور مقصورہ کو ممدودہ اور مونث کو مذکر اور مذکر کو مونث اور کہیں مدغم کو منفک غیرہ وغیرہ الفاظ جو طرز غریبہ کی صورت میں استعمال کئے گئے یہ سب الفاظ ان کا طرز استعمال شاذ کی صورت میں ہوا ہے جو محاورات میں داخل ہے۔

اب دیکھو قصیدہ اعجازیہ کی نسبت الہامات مرزا میں جو عیب شماری کی ہے وہ یہی ہے کہ لفظ امرت کو منصوب کی جگہ مرفوع لایا گیا ہے اور قدھسا کو جو مذکر کا صیغہ ہے قدھسی کی جگہ جو مونث کا صیغہ ہے استعمال کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہی وہ اعتراضات ہیں جن کا جواب فوز الکبیر اور جواہر البلاغہ سے اس طریق سے جو مسلّم فریقین ہو صفائی سے دیا گیا وہو المراد پس وہ کلام جو فصحاء عرب کے قصائد با سناد سے مستند ہے وہ کیونکر قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال دہم حدیث - انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں مدفون ہوتے ہیں اسپر جمیع اصحاب کا اجماع بوقت وفات آنحضرت ہوا اسکا کیا مطلب ہے (یعنی مرزا صاحب خلاف اسکے اپنے مقام موت میں مدفون نہیں ہوئے)

جواب وہ حدیث جس کی بنا پر سوال اٹھایا گیا ہے۔ عن عائشۃ قالت لمّا قبض رسول اللّٰہ اختلفوا فی دفنہ فقال ابو بکر سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما قبض اللّٰہ نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ

او فنوہ فی موضع فراشہ رواہ الترمذی۔ یعنی عائشہ رضؓ سے روایت ہے فرمایا آپ نے جب آنحضرت نے وفات پائی تو صحابہ نے آپ کے دفن میں اختلاف کیا یعنے دفن کی جگہ میں بعض نے کہا کہ بقیع میں دفن کریں بعض نے کہا کہ آپ کی مسجد میں دفن کریں۔ اسی طرح بعض نے مکہ میں بعض نے قدس میں حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت سے سنا ہوا ہے اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نبی کو وفات نہیں دیتا مگر جس جگہ کہ وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرے۔ اسلئے آنحضرت کو آپ کے مقام رحلت میں ہی دفن کرو۔

یہ ہے حدیث جس کے رُو سے سوال اٹھایا گیا اسکے جواب میں اوّل تو یہ عرض ہے کہ یہ حدیث ترمذی نے ذکر کی ہے اور اس حدیث کے خلاف ترمذی نے ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ عیسےٰ ع بعد ٹھہرنے اپنے کے زمین میں حج کرینگے اور وہاں سے پھر کر آئینگے اور درمیان میں مکے اور مدینے کے انتقال کرینگے اور اٹھا کر لیجائے جائینگے مدینے میں پس دفن کئے جائینگے حجرہ شریفہ حضرت عمر کے پہلو میں دیکھو کتاب مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۰۰ جلد نمبر ۴۔

اب دیکھو ترمذی کی اس روایت کو جو صریح اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسمیں کھلے لفظوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسےٰ مکے اور مدینے کے درمیان فوت ہو کر وہاں سے اٹھائے جائینگے اور حجرہ شریفہ میں دفن کئے جائینگے۔ حالانکہ حدیث کے رُو سے چاہیئے تھا کہ ان کا بھی دفن ان کے فوت ہونے کی جگہ ہوتا نہ یہ کہ اس حدیث کے خلاف وہ فوت تو مکے اور مدینے کے درمیان ہوں۔ اور پھر وہاں سے اٹھا کر دفن ان کو دوسری جگہ کیا جائے کیا عیسےٰ نبی نہیں کہ ان کا فوت ہونا اور دفن ہونا اس حدیث کے حکم کے خلاف یا اس سے مستثنیٰ ہوگا۔ اور اگر عیسےٰ موعود کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے حکم سے مستثنےٰ ہیں۔ تو حضرت مرزا صاحب جو در حقیقت مسیح موعود اور دلائل اور شواہد کے رُو سے سچے نبی ہیں۔ باوجود اس استثنا کے ان کی وفات اور دفن کے متعلق اعتراض کیسا؟ اور علاوہ اس کے اگر اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے لفظ "شیئاً" پر نگاہ ڈالتے ہوئے یہ سمجھ لیا جاوے کہ اس حدیث کا اصل اور صحیح مطلب یوں ہے کہ نبی وہاں دفن کیا جاتا چاہیئے جہاں دفن ہونا اسکے محبوب اور پسند ہو۔ جیسا کہ آنحضرت کے متعلق وقوع میں آیا اور خداوند آپ کے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی دعا سے ظاہر ہے کہ رب ادننی من الارض المقدس رمیۃ بحجر

یعنی اگر میرے نے مرنا ہی ہے تو اے میرے رب مجھے ارض مقدسہ کے قریب کر دے۔ خواہ بمقدار ایک سنگ انداز کے ہی ہو۔ تو ان معنوں میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ کہ مسیح موعود جہاں فوت ہونگے وہاں دفن نہیں ہونگے۔ بلکہ وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ لائے جائینگے۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات اور اُن کے دفن کی پیشگوئی ہے جو ہو بہو پوری ہوئی۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور آپکی نعش کو لاہور سے اٹھا کر مدینۃ المسیح قادیان میں پہنچایا گیا۔ جہاں آپ کو کشفی حالت میں اپنی قبر کی جگہ دکھائی گئی جو چاندی کی طرح چمکتی تھی۔ سو آپکی وفات اور آپکے دفن کے متعلق نہ صرف اپنی ہی پیشگوئی پوری ہوئی۔ بلکہ وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اور اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے تو اس میں بہت سے اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ مسیح موعود کے متعلق جو وفات اور دفن کی پیشگوئی ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام باوجودیکہ مصر میں فوت ہوئے آپکی نعش کو اٹھا کر کنعان میں لایا گیا۔ ایسا ہی کئی اور بھی نبی ہیں۔ جو فوت کہیں ہوئے اور دفن کہیں جس سے ظاہر ہے حدیث کا تحقق انہی معنوں میں ہو سکتا ہے۔ جو ہم نے بیان کیا نہ خلاف اسکے۔ پھر جیسے انبیاء کی عمر کے متعلق ایک حدیث ہے کہ ہر نبی کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے اور یہ کلیہ تمام نبیوں پر صادق نہیں آتا۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ ہر نبی وہیں دفن ہو جہاں اسکی روح قبض ہو۔ بلکہ خاص قسم انبیاء مراد ہے

سوال یازدہم حضرت مرزا صاحب نے ریل کو گدھا قرار دیا ہے اور خود بھی گدھے پر سواری کرتے رہے حتی کہ بعد وفات بھی اسپر سوار ہونا پڑا۔ اسکا کیا مطلب کیا حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح بھی ریل پر سوار ہوگا۔

جواب اسکے جواب میں واضح ہو کہ حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ مسیح موعود پر ریل کی سواری حرام ہوگی بلکہ قرآن کریم کی سورہ نحل کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا ہے۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون۔ یعنی گھوڑے خچر گدھے وغیرہ کے جانور تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے ہیں اور علاوہ اسکے ابھی اور بھی چیزیں ہیں جو سواری کے لئے پیدا کی جائینگی جنکا ابھی تک تمہیں علم نہیں یعنی ریل۔ موٹر۔ بائیسکل۔ ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ آنحضرت نے گھوڑی کو گدھے سے ملانے والے کو ملعون فرمایا ہی

اور اس کام کو لعنتی لیکن باوجود اسکے آنحضرت نے خچر پر سواری کی اور نجاشی شاہ حبش نے جب آپکی خدمت میں ہدیۃً خچر ارسال فرمائی تو آپ نے اسے قبول فرمایا اور اسپر سواری فرمائی اور خدا نے خچر کو بھی گھوڑوں گدھوں وغیرہ سواری کے جانوروں میں ذکر فرماکر انسانوں کے لئے نعمت بیان کیا اور یخلق ما لا تعلمون فرماکر آئندہ زمانہ میں جو جو سواری کے لئے نئی نئی ایجادیں ریل موٹر - بائیسکل کی صورت میں پیدا ہونے والی تھیں - اللہ تعالےٰ نے ان سب کی ایجاد اور خلق کو اپنی طرف منسوب کیا - اب اس صورت میں ریل کو جب اللہ تعالےٰ بطور علت العلل اور مسبب الاسباب ہونے کے اپنی مخلوق اور اپنی چیز قرار دیتا ہے اور انسانوں کی سواری اور فائدہ کے لئے پیش کرتا ہے جس سے عوام کالانعام بھی فائدہ اٹھانے والے ہیں - تو ایسی نعمت مسیح موعود پر کیوں حرام ہوئی فتدبروا! اور جب آیت سے ثابت ہوگیا کہ ریل کی سواری خدا کی نعمت ہے اور لوگوں کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے تو مسیح موعود کے لئے تو بطریق اولیٰ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوا - وہو المطلوب

سوال دوازدہم ۱۲ آنحضرت کا قطعی فیصلہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا - اگر کوئی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے -

جواب افسوس ہے کہ عام لوگوں نے حدیث کے فقرہ لا نبی بعدی کے اصل مفہوم کو غلط سمجھنے سے سخت ٹھوکر کھائی سو جاننا چاہیے کہ لا نبی بعدی کا فقرہ آنحضرت کی حدیثوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے ایک اس موقع پر جہاں آپ نے حضرت علی کو مخاطب کرکے فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سو ظاہر ہے کہ اسجگہ حضرت علی کو ہارون فرماکر لا نبی بعدی سے اس وہم کا ازالہ فرمایا ہے جو بوجہ مماثلت حضرت علی کی نسبت نبی کے مضمون کا پیدا ہوتا تھا پھر بعد کے معنے جب غیر اور سوا کے بھی ہیں جیسا کہ مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ پر لا شیئ بعدہٗ کے معنے لکھے ہیں مثلاً خلا لاشئی سواہ یعنے لاشئی بعدہ کے معنے ہیں کہ اسکے سوا کوئی چیز نہیں تو اسصورت میں لا نبی بعدی کے معنے محل خطاب بخصوص میں یہ ہونگے کہ اے علی تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے لیکن فرق ہے تو یہ کہ ہارون موسیٰ ع

کے بعد نبی تھے اور تو میرے بعد نبی نہیں کیونکہ میری مہر کے سوا تیرے وقت میں کوئی نبی نہیں جیسا کہ موسیٰ کے وقت بھی ان کے سوا اور بھی نبی تھا۔

دوسری حدیث جس میں لا نبی بعدی فرمایا گیا ذیل میں ہے لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الاوثان وانه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تیس مدعی نبوت جو در اصل کذاب ہونگے انکا دعوی نبوت چونکہ آنحضرت کی خاتم کے نیچے نہیں ہوگا یعنی آپ کی تصدیق کے بغیر ہوگا اسلئے فرمایا کہ ایسے مدعی نبوت جو میری تصدیق کے بغیر ہوں وہ کذاب ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میں نبیوں کی مہر بنایا گیا ہوں اب نبی وہی ہو سکتا ہے یا کہلا سکتا ہے جس کے نبی ہونے پر میری تصدیق ہو اور جس کی نبوت پر میری مہر کی تصدیق نہ ہو۔ وہ لا نبی بعدی کا مصداق ہے کیا معنے یعنی میرے سوا اور میری تصدیق کے بغیر جو نبی ہونیکا مدعی ہے وہ کوئی نبی نہیں اسجگہ بھی بعد بمعنے سوا ہے پھر نبی چونکہ صاحب شریعت بھی ہوتے ہیں اور بغیر شریعت بھی اور آنحضرت کے بعد آپکے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت سے امتی نبی بھی اسلئے فرمایا کہ لا نبی بعدی یعنی ان تینوں قسم کے نبیوں کا اب میرے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے میرے سوا اور میری مہر کی تصدیق کے سوا کوئی بھی نبی نہیں کہلا سکتا یعنے اب میرے خاتم النبیین ہونے کے بعد جو بھی نبی کہلائیگا میری تصدیق سے کہلائیگا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جن نبیوں کو آنحضرت کے کلام یا آپ کی وحی اور الہام نے نبی کہا وہ نبی ثابت ہوئے اور آج تک سب اہل اسلام نے آپکی تصدیق سے ان سب کو نبی تسلیم کیا۔ حتیٰ کہ آنے والے مسیح موعود کو بھی نبی اسی لئے تسلیم کیا گیا کہ ان کے بارہ میں آپنے نبی اللہ کا لفظ استعمال کیا بلکہ اسے نبی اللہ فرمایا۔

اور اس پہلی حدیث میں آنحضرت کا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا فقرہ فرمانا اسلئے نہیں کہ فی الواقع آپکے بعد کوئی سچا نبی بھی نہیں آسکتا۔ بلکہ ان تیس مدعیان نبوت کے کذب پر اس فقرہ کو بطور استشہاد بیان فرمایا ہے کہ وہ تیس مدعیان نبوت جو میرے بعد ہونگے وہ کذاب اسلئے ہونگے کہ انکا نبی ہونا میرے بغیر یعنی میری مہر تصدیق کے سوا ہوگا۔

اور اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنے یہ لئے جائیں کہ آپکے بعد جس قدر مدعیان نبوت ہونگے وہ سب کے سب جھوٹے ہی ہونگے سچا کوئی نہیں آئیگا تو یہ غلط ہے کیونکہ آنے والے مسیح موعود

کو نبی اللہ فرمایا گیا ہے جو آپ کے بعد ہی آنے والا ہے جس سے لا نبی بعدی کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا ہی حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً جو آیت خاتم النبیین کے کتنے سال بعد حضرت ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر فرمائی گئی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ لا نبی بعدی اور آیت خاتم النبیین کے یہ معنے کرنا کہ آنحضرت کے بعد کسی طرح کا سچا نبی ہی نہیں آسکتا یہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اور بشرط حیات حضرت صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کے بعد ایک قسم کے نبیوں کے آنے کی گنجائش ہے جو ختم نبوت کی تصدیق سے اور شریعت اسلام کی تائید ہی آسکتے ہیں اور لا نبی بعدی کے بھی یہی معنے ہیں کہ آنحضرت کے سوا یعنی آپ کی تصدیق کے سوا کوئی نہیں آسکتا۔ اور اگر لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا قرار دیکر بعد کو بمعنے ظرف زمان لیں اور جبکہ محمد رسول اللہ ہے تو یہی لا کی نفی سے یہ مطلب ہے کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کے دین میں معین اور مخصوص نہیں ہے یعنی کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی شریعت کا ناسخ ہو۔ یا یہ کہ آپکی اتباع اور آپکے افاضہ کے بغیر آئے

لو کان بعدی نبی لکان عمر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر میں النبی کی استعداد قریب بہ نبوت تھی [illegible] جناب کی قلبی [illegible] صاحبزادہ ابراہیم پسر آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد [illegible] کوئی دوسرا نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا [illegible] درست ہے لیکن اس حدیث سے ان اصولوں سے کوئی تضاد لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہر ایک بات کے لئے کوئی محل ہوتا ہے جس سے اسکی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے اسے عمومیت میں لیکر اس سے خواہ مخواہ ایک دوسری صداقت کے لئے تناقض اور تضاد پیدا کر لیا جائے۔

سوال سیزدہم حضرت مسیح زمانہ قیامت میں بنی اسرائیل کی طرف نبی اور خلیفہ حضرت موسیٰ ہو کر آسکے اور تورات کی تصدیق کی اور قرآن مجید کی تصدیق زمانہ تجدید میں کرینگے جیسا کہ مطالعہ احادیث سے حضرت خاتم النبیین کی تصدیق کا ثبوت ملتا ہے جو منافی نبوت آنحضرت نہیں اسکا کیا مطلب ؟

جواب حضرت مسیح چونکہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے فوت شدہ ثابت ہیں اسلئے انکی حیات سے جو اشکال پیدا ہوتا ہے وہ آپکی وفات سے دور ہو جاتا ہے

زمانہ رقابت جو آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب سے ثابت ہوتا ہے یہ وہ رقابت ہے کہ جو فلما توفیتنی کے فقرہ کے بعد پیدا ہونے سے حضرت مسیح کو واپس دنیا میں نہیں آنے دیتی اسلئے زمانہ تجدید جو قریباً چالیس سال بیان کیا گیا وہ کسی اور کیلئے ہے جو مسیح اسرائیلی نہیں بلکہ مسیح محمدی کیلئے ہے جو حضرت مرزا صاحب ہیں پھر حضرت مسیح کی نسبت تو لکھا ہے کہ رسولاً الیٰ بنی اسرائیل یعنے وہ صرف بنی اسرائیل کا رسول ہے اور سورہ صف میں فرمایا ہے کہ مصدقاً لما بین یدی من التورات ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی مسیح تصدیق صرف تورات کی کرنے والے ہیں اگر قرآن کی تصدیق کا کام بھی آپ کے سپرد ہوتا ہوتا تو کہیں قرآن کی تصدیق کا ذکر بھی کیا ہوتا۔ اور بشارت احمد کا ذکر جو آپ نے جانے کے بعد کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ احمد کا آنا انکی موت پر دلیل ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ احمد آ نہیں سکتا جب تک کہ مسیح اپنی موت اور اپنی قوم کی موت سے احمد کے آنے کے لئے راہ صاف نہ کرے سو احمد آ گیا اور اسکے آنے سے ثابت ہو گیا کہ مسیح بھی فوت ہو گیا پھر آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی بھی ایک معنوں میں اسکو فوت شدہ ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت کی ختم نبوت کے یہ بھی معنے ہیں کہ آپ کے بعد جو بھی نبی آئے آپکی اتباع اور آپ کے فیض سے فیضیافتہ ہو کر آئے ورنہ لانبی بعدی کے لا کی نفی کے نیچے منفی کے حکم میں داخل ہوگا۔ اور حضرت مسیح چونکہ آنحضرت کے فیض اور آپ کی اتباع سے نبی نہیں بنے اسلئے وہ لا نبی بعدی کے حکم کے نیچے آنحضرت کے بعد کسی طرح سے بھی نہیں آسکتے۔ فقط

بشارات القرآن

پیشگوئی نمبر ۶۴

انعام ع ۸ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (ترجمہ) اے نبی اہل مکہ سے کہدے کہ میں تمہارے ہدایت یاب ہوجانیکا ذمہ دار نہیں ہوں (وہ جو تم نزول عذاب کی ساعت پوچھتے ہو) سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واسطے ہر ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہوچکا ہے اور پس اس ساعت کو بہت ہی قریب پالوگے اور جان لوگے جاننا علم کا۔

آیت ہذا میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک بات الٰہی کے پورا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے ضرور آئیگا سو وہ گھڑی جنگ بدر و یوم الفتح کے دن انہوں نے دیکھ لی۔

پیشگوئی نمبر ۶۵

انعام ع ۱۱ وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (ترجمہ) اور یہ کتاب فرقان حمید، کہ اتارا ہمنے اسکو سمندر برکات کا سچا کرنے والا پہلی الہامی کتب کو تاکہ ڈراوے تو تمام بستیوں کی ماں مکہ کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ارد گرد ہیں۔

آیت ہذا میں قرآن کو مبارک جو برکت سے مشتق ہے سمندر برکات کا فرمایا ہے جو اس سے پانی پینے کا انکار کرے اور مکروہ سمجھے وہ معذب کیا جائیگا اے رسول تو اس سمندر برکات کو ہاتھ میں لیکر تمام دنیا کی بستیوں کی ماں کو پہلے مخالفت قرآن سے ڈرا۔ اور پھر اسکے گرد و نواح کی بستیوں کو شامل جو بمنزلہ اسکی اولاد کے ہیں۔ لفظ ام میں ایک پیشگوئی مخفی ہے۔ مثل بچوں کو دودھ پستان سے پلاتی ہے اور وہ پرورش پاتے ہیں۔ ویسا ہی خدا نے ایک نعمت روحانی غذا کی جو قرآن ہے اسلام کے ام القریٰ میں اتاری۔ اور آگے کی چھاتیوں سے تمام عالم کی بستیاں

نے دودھ پیا اور پرورش پائی۔ سو خدا کی بات جو لفظ ام میں مخفی ہی ظہور پذیر ہو گئی کیونکہ ۔۔۔۔۔۔
نہ شیر مادر اب تک لوگ پی رہے ہیں۔ فتدبروا فیہ

پیشگوئی نمبر ۶۶

انعام ع ۱۲۔ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔ یعنے وہ اللہ جو جامع جمیع صفات اور پھاڑنے والا دانوں کا اور گٹھلیوں کا اور نکالنے والا زندوں کو مردوں سے اور مردوں کو زندوں سے۔ یہ ہے اللہ اب تم کہاں بھولے جاتے ہو۔ وہ خدا تو پھاڑنے والا صبح کا ہے۔ اور ٹھہرا رکھنے والا رات کا اور پھیرنے والا آفتاب اور ماہتاب کا یہ ہے الٰہی اندازہ مقرر شدہ غالب اور علیم کا۔

آیت ہذا کے سارے کلمات طیبات میں پیشگوئیاں ہویدا ہیں۔ خدا طاہر ہے کہ وہ اللہ جو پھاڑنے والا ہے دانوں کا اسلئے کہ اُس سے ایک پھلدار درخت بنائے اور وہ پھاڑنے والا گٹھلیوں کا تاکہ بڑے بڑے بلند درخت بڑھائے یعنی اسی طرح اندک جماعت مسلماناں کو بڑا درخت بنانے والا ہے اور جس طرح وہ مردوں سے زندے نکالتا ہے اسی طرح وہ کفار کی نسل کو مسلمان بنانے والا ہے اور جس طرح وہ صبح کو رات کے بعد روشن کرتا ہے اسی طرح کفر کی رات کو صبح بنائیگا اور ایمانی نور کی روشنی پھیلائیگا اور جس طرح وہ رات کے بعد آفتاب اور ماہتاب کو موجب روشنی کا بناتا ہے اسی طرح شرک کی رات کے بعد توحید کو قائم کرنے والی رسالت محمدیہ کے آفتاب کو اور پھر بدر خلافت کو نور پھیلانے والا بنائیگا سو کون نہیں جانتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ کیا یہ انسان کا کام ہو کہ قبل از وقوع ایسا دعوےٰ کرے اور پھر بعینہٖ انہی الفاظ میں پورا بھی ہو جائے۔

پیشگوئی نمبر ۶۷

انعام ع ۱۲ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۔ وہی خدا ہے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سی۔ پھر جگہ

ٹھہرنے کی مقدار کی۔ اور وہ جگہ مقدر کی جہاں تمہیں سونپ دیا جائے۔ تحقیق جدی جدی فیصلہ کردیا ہمنے آیات میں اس قوم کے لئے جو تفقہ دین کا حصہ رکھتی ہے۔

آیت ہذا میں شیعہ صاحبان کے لئے ایک فیصلہ کی پیشگوئی موجود ہے وہ یہ ہے کہ مستودع جائے قرار کے بعد فرمائی ہے اور انسان کی جائے قرار۔ رحم۔ آغوش مادر وزندگی دنیا میں ہی پھر اسکے بعد مستودع قبر ہے سو اسکا مقرر کرنا خدا نے اپنا ذمہ لیا ہی کہ جہاں اسکی نعش کو سونپا جائے۔ سو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رفیق غار اور حضرت عمرؓ کا مستودع (موضع دفن) ایک ہی بنا کر یہ ثابت کردیا کہ یہ تینوں رفقاء زندگی تھے جو بعد الممات بھی رفیق ہی رہے۔

دوسری پیشگوئی اسمیں یہ ہے کہ ہر ایک نیک و بد کی جگہ جنت ودوزخ مقرر ہے اور اسکے مرنے کی جگہ بھی کہ اہل مکہ کس جنگ میں مرینگے اور کہاں لاشیں پڑینگی۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے جنگ بدر کے قبل اپنی فوج کو ان کے اعداء کے مرنے اور انکی لاشوں کی جگہ بتادی تھی۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

پیشگوئی نمبر ۶۸

انعام ع۱۲ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا الخ (ترجمہ) وہی خدا ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالا ہمنے ساتھ اس پانی کے ہر ایک بوٹی اور ہر قسم کے سبزے

آیت ہذا میں تمثیلی پیشگوئی ہے کہ جس طرح خشکی کے بعد آسمان سے بارش آتی ہے اسی طرح وحی الہی نازل ہوئی اور وحی اللہ کے پانی سے بھی زمین سرسبز ہوگی جس طرح جسمانی بارش کے بعد ہوا کرتی ہی یعنے اسلام پھیلیگا سو ویسا ہی ہوا۔

پیشگوئی نمبر ۶۹

انعام ع۱۴ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ... إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ (ترجمہ) بیشک تیرا رب اے نبی خوب جانتا ہی ہدایت والوں کو اور بیشک جو لوگ گناہ والے کسب کیتے ہیں قریب ہی انکو سزا دیجائیگی۔ بسبب اسکے کہ وہ گناہ کرتے ہیں۔

ہر دو آیت میں اہل مکہ کے بارے میں آمد عذاب کی ایک کھلی پیشگوئی سنادی گئی تھی جبکہ وہ بڑے بڑے متکبر اپنے جاہ وجلال کے گھمنڈ میں تھے باتیں سب پوری ہوئیں وہ معذب ہوئے۔

درس الحدیث

(۳۰ جون ۱۹۱۶ء)

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

باب قول اللہ ووھبنا لداؤد سلیمان الخ

حدیث محمد بن بشار عفریت سرکش آدمی ہو یا جن۔ نبی کریم صلعم کو کسی جن نے رات کو نماز میں ایسی ایذا دی کہ قریب تھا کہ آپکو نماز توڑنی پڑتی پھر آپنے اسے باندھ دینے کا ارادہ کیا لیکن آپنے اسے چھوڑ دیا اور یہ دعا پڑھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت سلیمن علیہ السلام جنات پر قابض تھے اسلئے آنحضرت صلعم نے چاہا کہ اس جن کو پکڑیں اور باندھ لیں کیونکہ حضرت سلیمن کی یہ دعا تھی کہ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

اب دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت سلیمان کی یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ہ اگر اس دعا کو قبولیت کا شرف بخشا گیا تو نبی کریم کو بالکل اسکو پکڑنے پر قابو نہ ملتا اور اگر ان کی دعا قبول نہ ہوئی تب پھر نبی کریم اسے پکڑ سکتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنے آپکو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جنات پر قابض ہیں ان سے یہ پوچھا جائے کہ حضرت سلیمان کے قبضے میں جن تھے اور ان کی یہ دعا تھی۔ اب یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں وہ تو مانتے ہیں کہ ہاں قبول ہوئی۔ اس صورت میں یہ غلط ہے کہ جنوں پر عاملوں کا قبضہ ہے کیونکہ اگر حضرت سلیمان کی دعا قبول ہو گئی تھی اور فی الحقیقت اس دعا سے یہی انکی مراد تھی تب تو تم جنات پر ہرگز قابو یافتہ نہیں ہو سکتے۔ اصل میں اس حدیث کے معنے یہ نہیں جو لوگ کرتے ہیں بلکہ اس ملک سے مراد ملک دین ہے دنیاوی حکومتوں کو تو وہ جانتے تھے کہ بیٹا نالائق ہے یہ اس کے قبضے میں آئیگی اور وہ اسے تباہ کر دیگا۔ اور دین سے اسکا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ دینی حکومت کو تباہ بھی کر سکتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ سے دینی حکومت کے لئے دعا مانگی۔ جو انہیں دی گئی۔

نبی کریم صلعم نے بھی اس عفریت کو اسلئے چھوڑ دیا کہ دین کا کام کریں۔ ایسے کاموں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے

تصوّف

(ایک پرانی نایاب قلمی منظوم مثنوی سے)

(صرف تشحیذ کے لیے)

عشق چیست از قطرہ دریا ساختن
عقل نعلِ کفش سودا ساختن

فکر چیست اسرارِ کلی حل شدن
کوہ کندن در دلِ خردل شدن

ذوق چیست آگاہِ معنی آمدن
نے بصورت نے بہ فتویٰ آمدن

صحو چیست از خود بخود دریافتن
پس ز خود خود را منزّہ یافتن

محو چیست از خویش بے خویش آمدن
پس ز ہر دو نیز درویش آمدن

وجد چیست از صبحِ صادق خوش شدن
پیشِ حضورِ آفتاب ۔ آتش شدن

فقد چیست از صبح تا شام آمدن
ہمرہِ عشقِ خویش در دام آمدن

غیب چیست از عین پردہ ساختن
خویشتن را منزّہ ۔ ہر دو ساختن

عین چیست آئینہ خویش آمدن
خویش را بے خویش در پیش آمدن

سکر چیست از خار گل پنداشتن
جز ورا نادیدہ گل پنداشتن

شوق چیست از خویش بیرون آمدن
ہمرہِ امید رشک بستہ خوں آمدن

لطف چیست از ذرّہ ذرّہ شدن
عذرِ کمتر ذرہ را غرّہ شدن

قہر چیست از موئے پیل انگاشتن
پشہ را جبرئیل انگاشتن

بسط چیست از ہر دو عالم سر زدن
خویش را بر عالمِ دیگر زدن

قبض چیست از جانِ دل تن ملحقن
خانہ در سوراخِ سوزن ساختن

قرب چیست اندر برِ آتش شدن
یا چو پروانہ شدن یا خوش شدن

بعد چیست از آن آزاد آمدن
در بہشتِ عدن ناشاد آمدن

عمر چیست از مرگ بیرون زیستن
مرگ از طے کردن اکثر زیستن

وقت چیست از تیغ تیزے آمدن
صد بلا چوں تیغ در روئے آمدن

مرگ چیست از زندگی مردہ شدن
پیش بعد رو سے پسِ پردہ شدن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں۔ کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں بچے سے ضعیف تک کو وہ یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے کھا کر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کر لیجئے قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصولڈاک ۸؍ تین شیشی کی قیمت عہ محصولڈاک ۱۰؍

قوت کی گولیاں

۲۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس ماشکینیا۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغز ریڑھ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاصہ رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے چہرے پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک الیسی ۴ شیشی تک ۵؍

دیکھئے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے ۳۰ گولیاں منگوائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء مطابق صفر ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

عوام سے عا طلبا سے عار
غیر ممالک سے ہے

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری [illegible] پبلشر نے شائع کیا

سنہ ۱۹۱۷ء ختم ہوا

ولہ الحمد فی الاٰخرۃ والاولیٰ

الحمدللہ کہ تشحیذ کی بارہویں جلد ماہ دسمبر میں ختم ہوئی اس سال میں وہ مضامین ایسے چھپے جو مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو مقبول عام ہوئے۔ مکالمہ شیعہ و احمدی مسئلہ ختم نبوت۔ قبولیت دعا کے ۸۶ گر۔ محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت۔ بیوی کی تعلیم چند کارآمد حوالے۔ ایک غیر احمدی کے تیرہ سوالات کے جواب۔ نزول مسیح و وفات مسیح اسکے علاوہ بشارات القرآن کے عنوان سے قرآن مجید کی پیشگوئیاں اور درس الحدیث شائع ہوتا رہا۔ رسالہ باوجود اپنا پریس نہ ہونے کے ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا رہا جیسا کہ ہمارا فرض تھا۔ خریداران میں اضافہ نہیں ہوا تقریباً سو کی کمی ہی ہوئی وجہ معلوم نہیں چونکہ مضامین کے بارے میں تو تعریفی خطوط ہی آتے رہتے ہیں مالی حالت یہ ہے کہ ابھی تک ۳ ماہ کی تنخواہیں اور پانچ ماہ کی چھپوائی نہیں دی پس کیا ہمارے دوست اس طرف توجہ فرمائینگے ورنہ نتیجہ ظاہر ہے اخراجات اس کفایت کے ساتھ ہیں کہ تجربہ کار سے تجربہ کار بھی کہتا ہے اس سے کمی ممکن نہیں ممبران تشحیذ بھی اگر توجہ فرمادیں تو بہتر ہو۔ بعض احباب نے خریدار بڑھانے کی طرف توجہ فرمائی ہے

(۱) مولوی فاضل محمد اسمٰعیل صاحب آف قادیان ۵ خریدار

(۲) مولوی محمد بہاء الدین خان صاحب حیدر آباد دکن ۴ خریدار

(۳) سید عبدالمجید صاحب منصوری ۱ خریدار

احمدیہ ہوسٹل کے طلباء نے بھی کچھ کوشش شروع فرمائی ہے شکر اللہ سعیہم

بقایا بابت ۱۹۱۶ء ۱۰۰۰ روپے اور بابت ۱۹۱۷ء ۲۰۵ روپے

کیا ہمارے بھائی حقوق العباد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ رقم ادا نہ فرمادینگے اور ۱۹۱۸ء کی پیشگی قیمتیں اگر جلسہ پر دیدیں تو کام چلانے میں آسانی ہوگی۔ تاویل المتشابہات حضرت اقدس کے دس الہامات انت منی وانا منک انت منی بمنزلۃ توحیدی وغیرہ کی عجیب و غریب تفسیر ایک لمبا مضمون چھپ رہا ہے جنوری فروری کے دو نمبروں کے مجموعے کی صورت میں ۱۹۱۸ء کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء

مسئلہ نزول مسیح

جمہور اہل اسلام اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ آخری زمانہ میں دین اسلام کی تائید و نصرت و اشاعت کے لیے حضرت مسیحؑ نازل ہونگے۔ اس عقیدہ کی بناء جن "احادیث" پر ہے۔ وہ یہ ہیں:۔

(ا) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ والذی نفسی بیدی لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ (یضع الحرب بھی آیا ہے) ویفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احدٌ۔ (صحیح مسلم جلد اول صد ۷۲ باب نزول عیسیٰ مطبوعہ مصر)

(ب) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم۔ (صحیح مسلم جلد اول صد ۷۲)

ترجمہ (ا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بہت ہی جلد تم میں ابن مریم حکم و عادل کی حیثیت سے نازل ہو گا۔ کسر صلیب و قتل خنزیر کریگا۔ جزیہ یا لڑائی موقوف کر دے گا۔[1] اور پانی کیطرح مال بہائے گا۔ یہاں تک کہ اُسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا ٭

(ب) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن مریم نازل ہو گا۔ تو تمہاری کیا کیفیت ہو گی ٭

ابن مریم سے کون مراد ہے

ان احادیث میں سب سے پہلے بحث طلب ابن مریم ہے۔ آیا اس سے مراد حضرت موسیٰ کا آخری خلیفہ مسیح ناصری ہے۔ یا اُمت محمدیہ میں سے کوئی فرد اکمل جو بوجہ مشابہت تامہ مسیح کا نام پائے ہمارا عقیدہ ہے کہ ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ کو فرمایا ہے جو اُمت محمدیہ میں سے ہی مبعوث ہو کر امام ہو گا۔ اور اسپر ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں ٭

اوّل یہ کہ مسیح بن مریم علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ گزر گئے اس دنیا میں واپس نہیں آئنگے احمدیہ لٹریچر میں مفصل بحث موجود ہے۔ یہاں اس کا اعادہ ضروری نہیں۔ اس لئے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ جب ابن مریم فوت ہو چکے۔ تو بوجہ تعذر حقیقت لامحالہ ان کی صفات خاصہ کا حامل کوئی شخص اس کا مصداق ماننا پڑے گا ٭

دوم۔ اس حدیث میں ابن مریم کے ساتھ وامامکم منکم آیا ہے جو منکم بتاتا ہے کہ وہ ابن مریم بنی اسرائیل سے نہیں۔ بلکہ اُمت محمدیہ میں سے ہے۔ جو مسلمانوں کا امام ہو گا۔ یہ نوٹ کر لینا چاہیئے۔ کہ واؤ حالیہ ہے۔ اور حال یا فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے۔ پس ذوالحال یہاں ابن مریم ہی ہو سکتا ہے۔ اسی کے لئے منکم فرمایا یعنی اُمت محمدیہ

---

[1] چونکہ پہلے مسیح سے لڑائی و جہاد کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس لئے یضع الجزیہ فرما کر بتایا کہ یہ سب کام دلائل و براہین و دعا سے ہو گا۔ مادی ہتھیاروں سے نہیں ٭

میں ہو۔ اور اگر واؤ عاطفہ ہے۔ تو پھر امام مہدی کو بھی آسمان سے اُترنے والا ماننا پڑیگا۔

سوم۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے۔ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نبیوں کے خاتم۔ یعنی آپ کی نبوت کا عرصہ قیامت تک ممتد ہے۔ پس محمدی نبوت کے سوا کوئی نبوت جلوہ گر نہیں ہو سکتی یعنے کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو شریعت لائے یا جو آپ کی امت کا ایک فرد نہ ہو۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو انبیاء میں ایک مستقل نبی ہیں۔ کیونکر آسکتے ہیں۔ اگر کہو اُمتی ہو کر آئینگے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نعمت ہے۔ اور نعمت بغیر جرم کبیرہ چھینی نہیں جاتی۔ ذٰلک بان اللہ لم یک مغیراً نعمة انعمہا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم (انفال رکوع ۷)

چہارم۔ سورہ نور میں ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ یعنی اُمت محمدیہ میں جو کامل الایمان اور صالح الایمان ہیں۔ ان کو خلیفے بنائیگا۔ ٹھیک اس طرح جس طرح ان سے پہلوں (موسوی سلسلہ) کو خلیفہ بنایا۔ پہلی حضرت موسیٰ کے آخری خلیفہ عیسیٰ بن مریم کو مشبہ بہ بنایا۔ اور حضرت نبی کریم کے آخری خلیفہ مسیح کو مشبہ۔ مشبہ بہ اور مشبہ ایک نہیں ہو سکتے۔ پس یہ نازل ہونیوالا ابن مریم اور ہے۔

پنجم۔ حضرت مسیح ناصری کے لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔ ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل یعنے وہ بنی اسرائیل کی ہدایت اور اصلاح کے لئے رسول ہو کر آئے۔ انجیل میں بھی ان کا یہی قول درج ہے۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ آپ ہی اُمت محمدیہ کے آخری خلیفے ہونگے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ تمام جہان کی طرف مرسل ہوں گے۔ کیونکہ جس نبی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی مسند خلافت پر آپ متمکن ہوں گے وہ تمام جہان کے لئے آیا ہے۔ لقولہ تعالیٰ۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ اور یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ جس کی شان رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ہو۔ اُسے رسول اللہ الیکم جمیعاً کہنا درست نہ ہوگا۔ اور

قرآن مجید کی ہر دو آیت کی تکذیب لازم آئے گی ۔

ششم ۔ نبی کریمؐ کی شان میں آیا ہے۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی میںنے تمہارے لئے دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ تکمیل ہدایت کا کام تو حضور انور پر پورا ہو چکا۔ مگر تکمیل اشاعت ہدایت کا کام باقی تھا۔ جو وہ بھی آپ ہی کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیئے۔ تا کہ اتممت علیکم نعمتی کی شان دونو پہلوؤں سے نظر آئے۔ اور لیظہرہ علے الدین کلہ کی پیشگوئی پوری ہو۔ اس پیشگوئی کے متعلق مفسرین بھی یہی لکھتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے ذریعے پوری ہو گی ۔ دیکھو تفسیر فتح البیان جزو ۹ مطبوعہ مصر صہ ۴۳ ۔ وقیل ھو عند نزول عیسے علیہ السلام حین لا یبقی علے وجہ الارض کافر۔ (ایسا عیسٰی علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا) تفسیر قادری کے صہ ۱۵۴ پر لکھا ہے۔ "اس خبر کا ظہور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اترنے کے بعد ہو گا۔"

غرض اس پر تو سب متفق ہیں۔ کہ تکمیل اشاعت ہدایت مسیح کے ذریعے ہو گی۔ مگر بحث طلب امر یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری کے ذریعہ یہ کام ہو۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ یا مسیح محمدی کے ذریعہ ہو۔ تو آپ (صلعم) کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ ہر مسلمان یہی کہیگا۔ کہ اُمت محمدیہ کا ایک فرد جو آنحضرتؐ کی تعلیم اور اتباع سے مسیحیت کا درجہ حاصل کرے۔ اس کے ہاتھ سے یہ کام ہو۔ تو اسی میں جاہ و جلال نبوی کا اظہار ہے۔ یہ اُمت خیر الامۃ۔ اور اسکے علماء کانبیاء بنی اسرائیل ۔

ہفتم ۔ مسیح بن مریم کا حلیہ بخاری کتاب بدء الخلق میں یوں ہے ۔ عن نافع × × × ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال رجل الشعر × × وھو یطوف بالبیت فقالوا ھذا المسیح بن مریم ۔

نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ مجھے خواب میں کعبہ کے نزدیک ایک نظارہ دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ایک آدمی گندمی رنگ کا گندمی رنگ والے آدمیوں میں سے خوبصورت سیدھے بالوں والا بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میںنے پوچھا یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا یہ مسیح بن مریم ہے۔ اسی کے ساتھ دجال کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ دجالی حملے سے اسلام کو بچانے والے

مسیح موعود کا حلیہ ہے :۔

اب دوسری حدیث اسی باب کی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے :۔ رایت عیسیٰ وموسیٰ و ابراھیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر ۔ میںنے معراج کی رات حضرت عیسیٰ موسیٰ ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا ۔ عیسیٰ سرخ رنگ گھونگر یلے بالوں والے فراخ سینہ ہیں ۔

دونوں حلیوں میں فرق بیّن ہے ۔ نام تو دو شخصوں کے ایک ہو سکتے ہیں ۔ مگر حلیے ایک نہیں ہوتے ۔ پس جہاں کمال مشابہت کے لحاظ سے دونوں کو ابن مریم فرمایا ۔ وہاں ساتھ ہی حلیوں کا فرق بتا کر یہ سمجھا دیا کہ مسیح موسوی اور ہے اور مسیح محمدی اور ۔

یہ سات زبردست دلائل اس بات کے ہیں کہ آنے والا مسیح باوجود ابن مریم کہلانے کے وہ ابن مریم نہیں ۔ جو حضرت موسیٰ کا آخری خلیفہ بنی اسرائیل میں ہوا ۔

مسیح موسوی و مسیح محمدی کی مشابہت

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر آنے والے کو ابن مریم کیوں کہا گیا ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ بوجہ مشابہت تامہ کے جو آپ کو مسیح ناصری سے ہے جس کی تفصیل تذکرۃ الشہادتین اور تحفہ گولڑویہ میں ہے ۔ مختصر لکھتا ہوں

مسیح موسوی	مسیح محمدی
۱ ۔ بنی اسرائیل کے لیے موعود نبی ۔	۱ ۔ امت محمدیہ کے لئے موعود مرسل ۔
۲ ۔ آپ کے ظہور کے وقت رومی سلطنت ۔	۲ ۔ آپ کے ظہور پر انگریزی سلطنت ۔
۳ ۔ یہود کے بہت سے فرقے بن چکے تھے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ۔ آپ بطور حکم آئے ۔ اختلافات کا فیصلہ کرنے ۔ نئی شریعت نہیں لائے ۔	۳ ۔ مسلمانوں کے ہفتاد و دو فریق بن کر ایک دوسرے کی تکفیر میں سرگرم تھے آپ نے اختلافی مسائل کا وحی ربانی سے فیصلہ کیا ۔
۴ ۔ آپ نے موسوی جہاد کو موقوف کیا اور صلح و آشتی و نرمی سے دین کی تبلیغ جمالی رنگ میں کی ۔	۴ ۔ حضور نے بعض مولویوں کے خیالات در بارۂ جہاد کی تردید کی ۔ اور دلائل و حجج سے اشاعت اسلام کر کے دکھا دی ۔

مسیح موسوی	مسیح محمدی
۵۔ آپ کے زمانہ میں احبار و رہبان کی حالت بد سے بدترین ہو چکی تھی۔ اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ آپ نے بیدھڑک ان کے خلاف آواز اٹھائی ۔	۵۔ آپ جب آئے تو وہی نقشہ تھا۔ جو حدیث میں آیا ہے۔ مایبقی من القرآن الا رسمہ ولا من الاسلام الا اسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ فقہاء ذالک الزمان شر فقہاء تحت ظل السماء ۔
۶۔ مذہب مسیحی قیصر کی قوم میں نرمی و آشتی سے پھیل گیا ۔	۶۔ خدا کے فضل و رحم سے خدام مسیح موعود کی طفیل سے یورپینوں میں اسلام پھیل رہا ہے اور یہ صداقت پسند قوم اسکی طرف متوجہ ہو رہی ہے ۔
۷۔ آپ کے ظہور کے وقت ایک ستارہ نکلا۔ جسے دیکھ کر مشرق سے لوگ آئے ۔	۷۔ سنہ ۱۲۹۹ھ میں آپ کے ظاہر ہونے کا نشان ایک ذوالسنین ستارہ نکلا ۔
۸۔ مجدد الف ثانی نے مکتوب ۶۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موسوی کے وقت کامل سورج گرہن ہوا (اور زلزلہ آیا)	۸۔ آپ کے لئے بھی ماہ رمضان کی غیر معمولی تاریخوں میں سورج اور چاند دونو کو کامل گرہن ہوا جیسا کہ حدیث میں آنیوالے سچے مہدی کا نشان لکھا تھا۔
۹۔ جب آپ کو دکھ دیا گیا۔ تو وبا پھیلی ۔ مری پڑی ۔	۹۔ آپ کے ساتھ جب دشمن شرارت و شوخی و ایذا دہی سے پیش آئے۔ تو خدا نے طاعون بھیجا
۱۰۔ آپ پر مقدمات قائم کئے گئے۔ انہیں قیصر کا باغی بنایا گیا۔ وغیر ذالک۔ مگر پلاطوس نے کہا میں ان میں کوئی گناہ نہیں پاتا ۔	۱۰۔ آپ پر بھی خون کا مقدمہ بنا۔ اور اسی ضمن میں غیر وفاداری کا الزام ۔ مگر حاکم نے کہا کہ میں ان میں کوئی گناہ نہیں پاتا۔ یہ بری ہیں ۔
۱۱۔ بے باپ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھے ۔	۱۱۔ من وجہ یہ مسیح بھی قریش سے نہیں۔ اور من وجہ حسب حدیث ہیں سلمان منا اھل البیت ۔
۱۲۔ آپ کے وقت میں دنیا کی وضع جدید ہو گئی	۱۲۔ آپ کے ایام بعثت کے ساتھ تبلیغ کے

مسیح موسوی	مسیح محمدی
اور نئے نئے انتظام ہوئے ؛	تمام سامان ہو گئے۔ اور دنیا ایک شہر کے حکم میں ہو گئی ؛
۱۳۔ بے باپ پیدا ہونے کی وجہ سے نشان ٹھہرے۔	۱۳۔ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک لڑکی (توام) پیدا ہوئی۔ وہ فوت ہو گئی۔ آپ زندہ رہے ؛
۱۴۔ آپ پر احبار نے کفر کے فتوے لگائے۔ اور کہا کہ ہمارا دین بگاڑنے آیا ؛	۱۴۔ آپ پر بڑے بڑے علماء نے کفر کے فتوے دیئے۔ اور بیخ کن اسلام قرار دیا ؛
۱۵۔ آپ کو سخت مخالفت اور دشمن کے حملوں کے وقت بشارت دی گئی۔ انی متوفیک ورافعک الیّ یہ تجھے مار نہ سکینگے۔ میں تجھے عزت کی موت دونگا	۱۵۔ اسی طرح آپ کو خدا نے انی متوفیک و رافعک الیّ۔ کا الہام کیا۔ اور آپ کامیاب فوت ہوئے کسی کی مخالفت کچھہ نہ کر سکی۔ آپ کے متبعین کے حق میں فرمایا۔ کہ تاقیامت ازروئے دلائل غالب رہینگے۔ عیاں راچہ بیان ؛
۱۶۔ آپ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں آئے حضرت موسیٰ ۲۴۸۸ بعد از ہبوط آدم پیدا ہوئے اور مسیح علیہ السلام ۳۷۶۰ میں آئے۔ ۱۲۷۲ سال بعد ؛	۱۶۔ آپ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۷۲ سال بعد مبعوث ہوئے۔ اور یہ مماثلت بھی پوری ہوئی ؛
۱۷۔ آپ کی مخالفت اور ایذا دہی کی پاداش میں یہودیوں پر ادبار آیا۔ سلطنتیں جاتی رہیں۔ ہر ذلت و مسکنت طاری ہوئی ؛	۱۷۔ عیاں راچہ بیان۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ؛

یہ اور اس قسم کی بہت سی مشابہتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو ابن مریم فرمایا گیا۔ اور لفظ حرف تشبیہ بھی اسی واسطے نہ لایا گیا۔ کہ کمال مشابہت ظاہر ہو۔ جیسے کہتے ہیں یہ تو ہو بہو چاند ہے۔ شیر ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید سے بھی مل سکتی ہیں اور حدیث میں بھی پائی جاتی ہیں ؛

قرآن و حدیث سے مثالیں

مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت مریم کی نسبت یا اخت ہارون ماکان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیاً

حضرت مریم کے بھائی کا نام ہارون نہ تھا۔ مگر باایںہمہ آپ کو اخت ہارون کہا گیا۔ نیک اور تقیہ ہونے کی وجہ سے یا یہودیوں نے بطور طعنہ ہارون کی بہن مریم کا واقعہ یاد دلایا۔ جو گنتی باب ۱۲ میں ہے۔

۲۔ ان بنی اسرائیل کو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تھے۔ فرمایا۔ وانی فضلتکم علی العالمین اور اذ نجینٰکم من اٰل فرعون۔ حالانکہ جو ایسے تھے وہ مر چکے تھے۔

۳۔ بدوں کو باوجود آدمی ہونے کے بندر اور خنزیر کہدیا۔ قل ھل انبئکم بشر من ذالک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر (وہ جن کو خدا نے لعنت کی۔ اور انپر غضب نازل کیا۔ اور انہیں بندر اور سور بنا دیا) یہ بھی بوجہ کمال مشابہت فرما دیا۔ ورنہ وہ آدمی ہی تھے۔

خود حضرت مسیح انجیل میں فرماتے ہیں اے سانپو! اور افعی کے بچو۔ متی ۲۳/۳۳۔ پاک چیزیں کتوں کو نہ دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ متی ۷/۶۔ آپ قرآن مجید اور انجیل کی یہ مثال مد نظر رکھیں۔ تو یقتل الخنزیر کے معنے بھی حل ہو جائیںگے۔ کہ اس سے فاسد عقیدے والے فاسقوں اور فاجروں کا دُعا یا دلائل سے ہلاک کرنا مراد ہے۔

حدیث میں سب سے پہلے تو وہی حدیث قابل غور ہے۔ جسمیں ابن مریم آیا ہے۔ مگر باتفاق محققین وہاں ابن مریم کے مثیل مُراد ہیں۔ حدیث یہ ہے جو بخاری میں ہے:۔

کل بنی اٰدم یمسہ الشیطان یوم ولدتہ اُمّہٗ الا مریم وابنھا عیسیٰ۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:۔ وھذا یخالف نص القراٰن ان عبادی لیس لک علیھم بسلطان۔ ان المراد من عیسیٰ وامہ کل رجل تقی کان علے صفتھما وکان من المتورعین المتقین۔

یعنی اس حدیث میں عیسیٰ اور مریم سے مُراد ہر پرہیزگار شخص ہے۔ جو ان کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ (۲) کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر میں بھی لکھا ہے۔ وما جاء فی الحدیث

المذکور من ذکر عیسیٰ وامہ فالمراد ھما ومن فی معناھما۔ یعنی حدیث میں عیسیٰ و مریم سے مراد وہ اور ان کے مثیل ہیں ؂

دوم ۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصلّ بالنّاس ۔ ضرور ضرور تم ہی یوسف کی صواحب ہو ۔ ابوبکرؓ سے کہو ۔ نماز پڑھادیں ۔ (بخاری کتاب الاذان)

یہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بیبیوں کو استعارۃً ایک فعل میں شابہت کی وجہ سے صواحب یوسف کہا ۔ حالانکہ وہ کئی سو سال پہلے گذر چکی تھیں ۔ کہ حرف تشبیہ بھی نہیں ؂

پس آنیوالے مسیح کو جو ابن مریم فرمایا ۔ تو اسلئے کہ مسلمانوں کی نسبت آخری زمانے میں پیشگوئی تھی ۔ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ ذراعًا بذراعٍ حتّٰی لوسلکوا جحرضب لسلکتموہ قلنا یارسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن (بخاری جلد دوم صفحہ) یعنی تم انہی راہوں پر چلوگے ۔ جن پر یہود و نصاریٰ چلے ۔ اب ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے مسیحی صفت انسان یعنی ابن مریم ہی چاہیئے تھا ۔ ولنعم ما قیل ؂

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ؂ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

ابن مریم کون ہوتا ہے ۔ اس کا جواب قرآن مجید کی سورہ تحریم میں ہے ۔ ضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرءۃ فرعون الایہ (۲) ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربھا وکتبہ وکانت من القانتین ۔ یعنی اُمت محمدیہ کے بعض مومن فرعون کی بی بی کے مثیل ہیں ۔ اور بعض مریم کے مثیل ہونگے ۔ جن کا نشان یہ ہے ۔ کہ وہ اپنے تمام اعضاء کو حکم الٰہی کے ماتحت رکھتے ہیں ۔ پھر ان میں رُوح القدس پھونکا جاتا ہے ۔ اور کلام اللہ اور کتب الٰہیہ کے مصدق ہوتے ہیں ؂

پس ان مثیلوں میں سے فرد مکمل و اکمل کا نام ابن مریم ہے جسکی پیشگوئی ایک رنگ میں اسی سُورۃ میں درج تھی ؂

نزول سے کیا مراد ہے ؟

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ نزول سے کیا مُراد ہے ۔ جو لوگ اس کے معنے آسمان سے اُترنا بتلاتے ہیں ۔ وہ بہت غلطی پر ہیں ۔

اوّل ۔ تو ابن مریم وفات پا چکے ہیں ۔ اور فیہا تحیون وفیہا تموتون وارد تنزیل ہے یعنی بشر تو زمین ہی میں زندہ رہ سکتا ہے ۔ اور یہیں اسکے رہنے کا وعدہ ہے ۔ ولکم فی الارض مستقر ۔

دوم ۔ نزول کا لفظ ہمارے نبی کریمؐ کیلئے بھی آیا ہے ۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ ۔ (الطلاق ع ۲)
اور بالاتفاق سب مسلمان مانتے ہیں کہ نبی کریمؐ آسمان سے بجسدہ العنصری نہیں اُترے تھے

سوم ۔ یہ لفظ مہمان کے لئے بھی آتا ہے ۔ حتیٰ کہ دجال کے لئے بھی آیا ہے ۔ اور اس کے لئے کون مانتا ہے ۔ کہ آسمان سے اُتریگا ۔

چہارم ۔ حماسہ میں ایک شعر ہے ۔ یزید بن حمار کا ۔ نزلت علی آل المہلب شاتیاً غریباً من الاوطان فی زمن المحل ۔ (میں آل مہلب کا جاڑوں کے موسم میں مہمان ہُوا جبکہ غریب الوطن مسافر تھا)

پنجم ۔ کسی حدیث مرفوع میں ینزل من السماء نہیں آیا ۔ پس خدا جانے آسمان سے بجسدہ العنصری اُترنا کہاں سے نکال لیتے ہیں ۔

ششم ۔ اگر آسمان کا لفظ ہو ۔ تو بھی اگلی کتابوں کے حوالے بتاتے ہیں کہ اس سے مراد بجسدہ العنصری آنا نہیں ۔ بلکہ صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ انجیل کی یہ آیت یوحنا ۳ ۔ ۳۱

"جو اُوپر سے آتا ہے ۔ وہ سب سے اُوپر ہے ۔ اور جو زمین سے ہے ۔ وہ زمین ہی ہے ۔ اور زمین ہی کی کہتا ہے ۔ اور جو آسمان سے آتا ہے ۔ وہ سب کے اُوپر ہے ۔ جو کچھ اُسنے سُنا اور دیکھا ۔ اسی کی گواہی دیتا ہے ۔"

یہاں مسیح نے اپنی پہلی بعثت میں آسمان سے آنے کا دعویٰ کیا ہے ۔ حالانکہ بالاتفاق مسلم و نصرانی وہ آسمان سے بجسدہ العنصری نہیں آیا تھا ۔ بلکہ زمین ہی پر پیدا ہُوا ۔ پس اسی طرح بعثت ثانی میں اسکی آسمان سے آمد ہوگی ۔

ہفتم ۔ جو قضیہ یہاں درپیش ہے ۔ اسکی نظیر انبیاء سابق میں موجود ہے ۔ اسی کے مطابق اس

متنازعہ مسئلہ میں بھی یہی فیصلہ کرنا چاہیئے ؎

سلاطین ۲ باب ۲ آیت ۱۱ میں ہے۔ "اور ایلیاء بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا"
دیکھئے۔ کیسے صریح الفاظ میں ایلیاء کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ مسیح ناصری کیلئے
تو آسمان کا لفظ قرآن مجید میں نہیں۔ البتہ ایلیاء کیلئے بائبل میں ہے۔ کہ وہ آسمان
پر چڑھ گیا۔

اب ایلیاء کے دوبارہ آنے کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب میں پڑھیں۔
"خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو
تمہارے پاس بھیجوں گا۔" ملاکی ۴ باب ؎

جب حضرت عیسےٰ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو یہودی علماء نے یہی آیت پیش کی۔
کہ آپ سے پہلے الیاہ کا آنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح نے اس اعتراض کا جو جواب دیا وہ
متی باب ۱۱ آیت ۱۴ میں پڑھیں ؎

"سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی۔ اور چاہو تو مانو۔ ایلیاء جو آنیوالا
تھا یہی ہے"

یعنے وہ ایلیاء جو آنے والا تھا۔ وہ یوحنا ہے۔ جو اسکی روح و قوت میں ظاہر ہوا
پس جب ایک فیصلہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ تو ہم کیوں نہ ابن مریم کے دوبارہ
آنے کا مطلب یہ سمجھیں۔ کہ ایک مامور اسکی روح و قوت میں اس کا بروز ہو کر آنا تھا۔
جو مرزا غلام احمد ہے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) چاہو تو قبول کرو ؎

گذارش

اس رسالہ کے ساتھ جو فہرست کتب ہے احباب جماعت احمدیہ
اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اسی پر تشحیذ
کی مضبوطی کا سوال بھی حل ہو جاتا ہے ؎

مینجر تشحیذ الاذہان

مکالمہ شیعہ و احمدی

نمبر

سوال۔ اہلسنت جماعت کی کسقدر زبردستی ہے۔ کہ ابو طالب کے ایمان لانے کے قائل نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ نعوذ باللہ ایمان سے محروم ہی رہے ۔

جواب۔ صحاح ستہ اور تاریخ اسلام سے ایسا ہی ثابت ہے۔ اہلسنت کا یہ عقیدہ خود ساختہ نہیں ہے۔ اس کو جانے دو۔ خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے ۔

انک لا تھدی من احببت الخ۔ القمی قال نزلت فی ابی طالب کان رسول اللہ ص یقول یا عم قل لا الہ الا اللہ انفعک بہا یوم القیمۃ فیقول یا ابن اخی انا اعلم بنفسی فلما مات شھد العباس بن عبد المطلب عند رسول اللہ ص انہ تکلم بہا عند الموت فقال رسول اللہ اما انا فلم اسمعہا منہ وارجوان انفعہ یوم القیمۃ۔ وقال لو قمت المقام المحمود لشفعت فی امی وابی وعمی واخ کان لی مواخیا فی الجاھلیۃ

تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۴۸ مطبوعہ بمبئی۔ سورہ قصص زیر آیت انک لا تھدی من احببت الخ

ترجمہ۔ انک لا تھدی یعنے تو ہدایت نہیں کر سکتا جسکو چاہے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اے چچا۔ کہو لا الہ الا اللہ۔ قیامت کے دن اس سے آپ کو نفع پہونچیگا۔ تو ابی طالب کہتے۔ اے میرے برادر زادے۔ میں اپنی بابت خوب جانتا ہوں۔ پس جب وہ فوت ہو گئے۔ تو عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر شہادت دی۔ کہ مرتے ہوئے ابو طالب نے وہ کلمہ کہا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو ان کی زبان سے سنا نہیں اور امید ہے کہ قیامت کے دن میں ان کو نفع پہنچاؤں گا۔ اور یہ فرمایا کہ اگر میں مقام محمود پر کھڑا ہوا تو اپنی ماں باپ اور اپنے چچا اور بھائی کے بارہ میں شفاعت کروں گا ۔

سوال۔ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے۔ کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اور اگر موسیٰ کو بارہ نقیب دیئے گئے۔ جیسے کہ اثنا عشر نقیبا سے ظاہر تو فرمائیے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کون سے بارہ نقیب عطا فرمائے۔ سوائے گیارہ اماموں کے۔ اور کون اس مماثلت کا مصداق ہو سکتا ہے ؟

جواب۔ اگر دوازدہ امام علیہ السلام پر یہ شباہت چسپاں ہو سکے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن حالات اس کے منافی ہیں۔ اول تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے نقیب ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ اور بارہ امام یکے بعد دیگرے ہوئے۔ دوسرے موسیٰ کے نقیبوں نے تبلیغ رسالت و اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنی جان کا خوف نہیں کیا۔ برخلاف اسکے بارہ امام پورے طور پر پابند تقیہ تھے۔ اور بارھویں امام اب تک تقیہ کی وجہ سے ظہور فرمانے سے نفور ہیں۔ اگر آپ کو یہ گمان ہو کہ سوائے بارہ اماموں کے اور کوئی سلسلہ افراد امت میں سے بارہ تک ثابت نہیں۔ تو یہ درست نہیں ہے۔ دیکھئے انشاء اللہ آپ کی ہی نہایت معتبر تفاسیر سے ثابت کئے دیتا ہوں ؟

آیہ واذ یمکر بک الذین کفروا (سورہ انفال) کی تفسیر میں قمی نے لکھا ہے۔ کہ اس کا شان نزول یہ ہے۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت اسلام کا مکہ میں حکم ہوا۔ اور اوس اور خزرج مدینہ کے مشہور قبائل میں سے لوگ حج کی تقریب پر مکہ میں آئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام فرمائی۔ اور حسب قرار داد ستر نفر رات کے وقت دار عبد المطلب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو لکھا ہے کہ سعد بن زرارہ اور براء بن معرور و عبد اللہ بن حرام نے عرض کی۔ کہ ہمیں خدا کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ اور آپ کے لئے کیا؟ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا فرض یہ ہے کہ اسی کی پرستش کرو۔ اور کوئی اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور میرے لئے یہ شرط ہے کہ میری حفاظت کرو جسطرح کہ اپنے نفوس کی۔ اور اسی طرح میرے اہل کی جسطرح اپنے اہل اور اولاد کی کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی۔ پھر ہم کو اس کا اجر کیا ملیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آخرت میں تو جنت ملیگا۔ اور یہاں پر عرب کے بادشاہ بنوگے۔ اور عجم تمہارے تابع ہوگا۔ اور بہشت میں تم بادشاہ ہوگے۔ انہوں نے عرض کیا

کہ بس ہم راضی ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اخرجوا الیّ منکم اثنی عشر نقیبا۔ یکونون شھداء علیکم بذالک کما اخذ موسیٰ من بنی اسرائیل اثنی عشر نقیبا۔ فاشار الیھم جبرئیل فقال ھذا نقیب۔ تسعة من الخزرج وثلثة من الاوس فمن الخزرج سعد بن زرارہ والبراء بن معرور وعبد اللہ بن حرام وابو جابر ابن عبد اللہ ورافع بن مالک وسعد بن عبادہ والمنذر بن عمرو وعبد اللہ بن رواحہ وسعد بن الربیع وعبادہ بن الصامت ومن الاوس ابو الھیثم بن التیھان وھو من الیمن واسد بن حصین وسعد بن خثیمة۔ تفسیر صافی زیر آیہ مذکور

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بارہ نقیب نکالکر میرے پاس آئیں۔ جو کہ تم پر اس امر کے گواہ ہوں۔ جسطرح کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب چن لئے تھے۔ پس انکی طرف جبرئیل ارشاد فرماتے جاتے۔ کہ یہ نقیب ہے۔ اور یہ نقیب ہے۔ پس نو نقیب تو قبیلہ خزرج سے منتخب ہوئے۔ اور تین قبیلہ اوس میں سے :

اب فرمائیے بارہ نقیب سو خدا بارہ امام کے امت محمدیہ سے نکل گئے یا نہ؟ اور بفضلہ تعالیٰ یہ منصوص بھی ہیں۔ اجماعی نہیں ہیں :

سوال۔ خلافت منجانب اللہ اور اجماعی خلافت کی کیا پہچان ہے؟

جواب۔ چونکہ مابہ النزاع مسئلہ خلافت بلا فصل رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اس واسطے بجائے اس کے کہ میں خلافت کی لغوی و اصطلاحی معانی و تشریح میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤں۔ بہتر ہوگا کہ اسی خاص موقعہ کو مدنظر رکھ کر مختصر عرض کروں اور مدلل۔ سو آپ کو معلوم ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہو جانے پر سب سے پہلے انصار کو خلافت کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور انہوں نے سعد بن عبادہ کو جو پہلے سے ہی خزرج قبیلہ کے رئیس تھے۔ خلیفہ بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اور سقیفہ بن ساعدہ میں جا کر جمع ہو گئے۔ ادہر مہاجرین قریش چاہتے تھے۔ کہ چونکہ انصار مدینہ خلافت جیسے مہتم بالشان منصب کے اہل نہیں۔ اس واسطے خلافت کے لئے کوئی قریشی سردار منتخب کیا جائے

ادہر سرداران بنی ہاشم حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر جمع ہو رہے تھے۔ کہ خلافت کا سہرا اپنے ہے۔ تو مولا علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بندھے۔ کیونکہ کیا بلحاظ قرابت حسب و نسب اور کیا بلحاظ زوج بتول و داماد رسول مقبول ہونے کے ان کا کوئی ثانی نہیں جس طرح جماعت انصار اپنی مطلب برآری میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اسیطرح بنی ہاشم بھی لڑنے مرنے پر تیار تھے۔ بقول شاعر ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

چنانچہ حضرت عمرؓ کی زبانی ایک خطبہ میں مروی ہے۔ جو آپنے منبر پر چڑھ کر ہزاروں صحابہ کے سامنے فرمایا:۔

وانہ کان من خبرنا حین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرہم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وتخلف عنا علیؓ والزبیر رضی اللہ عنہما ومن معہما واجتمع المھاجرون الی ابی بکر۔ ملخصاً بقدر الحاجۃ۔ بروایت بخاری ومسلم تیسیر الوصول حرف خاء۔ الباب الثانی فی ذکر الخلفاء الراشدین وبیعتہم ٭

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہماری یہ حالت تھی۔ کہ انصار ہماری مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ اور سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جا جمع ہو گئے۔ اور مخالفت کی ہم سے علی اور زبیر نے۔ اور ان لوگوں نے جو انکے ساتھ تھے۔ اور مہاجرین نے اتفاق کیا تھا ابوبکرؓ پر۔ انصار اگر اپنی جمعیت اور اصل باشندگان مدینہ ہونے کی وجہ سے ایک زبردست پارٹی تھے۔ تو بنی ہاشم بھی بلحاظ قرابت قریبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و خداداد عظمت او وقار و دیگر ذاتی کمالات کے کسی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے۔ اور اگر شیعہ روایات پر اعتماد کیا جائے۔ تو وہ جمعیت میں بھی کم نہ تھے۔ بلکہ جمعیت کی ان کو ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ عصائے موسیٰ ان کے پاس۔ انگشتر سلیمان ان کے قبضہ میں۔ اور اسم اعظم کے پورے حروف ان کو ورد زبان۔ پھر ان کے مقابلہ میں مہاجرین قریش کی تھوڑی سی جماعت ہے۔ جنکی نظر لے دے کر ابوبکرؓ پر رہی تھی۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ کہ انصار بھی اپنے ارادوں میں ناکام رہتے ہیں۔ اور بنی ہاشم بھی خلافت نہ پا سکے۔ اور کامیاب ہو جاتے ہیں

تو ابوبکر رضؓ۔ اب اس نظارہ کو دیکھ کر ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بول اُٹھے گا۔ کہ ابوبکر رضؓ کا انتخاب واقعی منجانب اللہ تھا۔ اور اسی واسطے وہ اپنے حریفوں پر کامیاب رہا۔ اور دوسرے خلیفے اجماعی تھے۔ اور اسیواسطے ناکام رہے۔ اور ان کی سرتوڑ کوششیں اکارت رہیں وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء ؁

سوال۔ جناب علی علیہ السلام کے بارہ میں جو نصوص خلافت بلافصل ہیں اُن کا کیا جواب ہے ؁

جواب۔ جیسی جیسی نصوص آپ لوگ جناب علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرتے ہیں ویسی ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی ہیں۔ لیکن محققین نے یہ لکھا ہے۔ کہ نص خلافت جس طرح ابوبکر رضؓ کے حق میں صاف صاف نہیں فرمائی گئی۔ جناب علی علیہ السلام کے حق میں بھی ایسی کوئی نص صریح نہیں۔ جس سے حق خلافت بلافصل ثابت ہو سکے۔ دیکھئے۔ اہلسنت کو اعتراف ہے۔ کہ ابوبکر رضؓ صدیق کے حق میں کوئی نص مروی و ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی نص ہوتی۔ تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے مقابلہ میں ضرور ظاہر فرماتے۔ لیکن وہاں انہوں نے سوائے حدیث مشہور الائمۃ من القریش اور کوئی نص ظاہر نہیں فرمائی۔ فھو المراد ؁

رہے جناب علی علیہ السلام۔ تو ان کے بارہ میں بھی اس امر کے ثبوت میں ایک دو روایات خاص قابل غور ہیں۔ مثلاً ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے وقت جب عباس رضؓ نے جناب علی علیہ السلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خیریت پوچھی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ خیریت ہے۔ اسپر عباس رضؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم۔ تین دن کے بعد کسی کی اطاعت کا جوا آپ کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا کی قسم مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر ہوتے ہوئے معلوم نہیں دیتے۔ میں بنی عبد المطلب کے چہروں سے تاڑ جاتا ہوں۔ جب وہ فوت ہونے کے قریب ہو جائیں۔ آؤ ہمارے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ تاکہ ہم آپ سے اس امر خلافت کے متعلق پوچھ پاچھ لیں۔ کہ خلافت کن لوگوں میں ہے۔ اگر ہم لوگوں

میں ہوگی تو ہمکو معلوم ہو رہیگا اور اگر ہمارے سوا اور لوگوں میں مقدر ہے تو ہم اسبارے میں آنحضرت صلعم سے گفتگو کر لینگے پھر آپ ہمارے لئے خلافت کی وصیت کر جائینگے تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اما واللہ لان سالناھا فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألہا اخرجہ البخاری تیسیر الوصول المباب البشانی فی ذکر الخلفاء الراشدین۔ (ترجمہ) خدا کی قسم ہے کہ اگر ہمنے آنحضرت صلعم سے درخواست کی اور آپنے ہمکو نہ دی تو آپ کے بعد لوگ ہمکو کبھی خلافت نہ دینگے ہیں تو خدا کی قسم آپ سے خلافت کی درخواست نہ کرونگا۔

اسی طرح مرض الموت کی دوسری روایت مشہور روایت قرطاس ہے جن میں آنحضرت صلعم نے کاغذ و قلم دوات منگائی ہے اور شیعہ کا خیال ہے کہ خلافت کی وصیت لکھنا مقصود تھا بر دو روایات مذکورہ آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کے آخری ایام کے متعلق ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا مسئلہ رسول صلعم کی تمام زندگی میں ابتک ہرگز صاف نہیں ہوا تھا اور کسی فرد کے حق میں نص نہ تھی ورنہ عباس رضؓ کو آنحضرت صلعم سے اس بارہ میں دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور اسی طرح آخری وقت میں خلافت کی وصیت کو معرض تحریر میں لانے کی کیا حاجت تھی اب اس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ مرض الموت سے پہلے مختلف مواقع پر جو کچھ آنحضرت صلعم نے جناب علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا اس سے مراد خلافت بلا فصل ہرگز نہ تھی بلکہ اس سے مطلق خلافت یا کوئی اور امر مراد تھا ورنہ خلافت کا سوال جب پیدا ہوا تھا تو سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ سہی کیونکہ بقول شیعہ اسوقت آپ غسل آنحضرت صلعم میں مصروف تھے اپنے گھر میں اپنے مددگاروں اور حامیوں کے سامنے ہی سہی ورنہ بیعت عامہ کے وقت جب آپ کو مسجد میں بلایا گیا اسوقت صحابہؓ کے روبرو اس خاص نص کا اظہار آپ پر نہایت ہی ضروری اور فرض تھا لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ خاص اس بارے میں بالکل خاموش رہے اور اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو ہمنے نکالا ایک اور روایت بھی قابل غور ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر رسول صلعم کسی کو خلیفہ بنا جاتے تو کس کو بناتے انہوں نے کہا کہ ابو بکرؓ کو۔ راوی نے کہا کہ پھر کس کو بناتے فرمایا کہ عمرؓ کو پھر دریافت کیا گیا کہ عمرؓ کے بعد کس کو بناتے فرمایا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بس یہاں بات ختم ہوگئی اسکے آگے شارح حدیث فرماتے ہیں۔ کہ اہلسنت کے لئے ابوبکر رضؓ کی خلافت بلا فصل کی یہ عمدہ دلیل ہے۔ پھر عمرؓ کے لئے بذریعہ اجماع صحابہؓ کے

اور اسمیں دلیل ہے واسطے اہلسنّت کے کہ خلافت صدیق رضہ کے لئے رسول صلعم کی طرف سے کوئی نص صحیح نہ تھی بلکہ صحابہ نے جمع ہو کر اُن کی خلافت کا اہتمام کیا اور اُن کو انکی بزرگی کی وجہ سے مقدم کیا گیا اگر کوئی ان کے حق میں نص ہوتی یا کسی اور کے حق میں تو انصار وغیرہم سرے سے ہرگز تنازعہ نہ کرتے اور جس کے حق میں نص ہوتی وہ اسکا ذکر کر دیتا تو البتہ لوگ جمع کر لیتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے تنازعہ تھا اور کوئی نص سنائی نہ گئی پھر ابوبکر رضہ پر اتفاق کیا گیا اور امر خلافت قائم ہو گیا اور وہ جو شیعہ مدعی ہیں کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں نص تھی تو یہ باطل ہے اور اسکی کوئی اصل نہیں باتفاق مسلمین اور اُن کے دعوے کا بطلان جناب علی کے ہی زمانہ سے ہی ثابت ہے اور سب سے پہلے جناب علی ہی ان کی تکذیب فرماتے ہیں بقولہ ما عندنا الا فی ھٰذہ الصحیفۃ للرسل بیث جیسے کہ فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی نص نہیں جو کچھ ہے وہ اس قرآن میں ہی ہے اور بس نا آخر حدیث اور اگر آپ کے پاس کوئی نص ہوتی تو آپ اسکا ذکر فرما دیتے تو اصل یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اس تمام عرصہ میں اس نص کو یاد فرمایا نہ کسی اور نے آپ کو یاد دلایا تعلیق المحمود حاشیہ ابوداود نمبر ۴ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ کانپور

سوال یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار کا ساختہ پرداختہ خدا کا ساختہ و پرداختہ ہے

جواب دیکھیے خدا نے آیت استخلاف میں فرمایا تھا کہ میں تم مومنین سے ضرور خلیفے بناؤں گا غالباً اسی واسطے جناب رسول صلعم نے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ فرمایا اب بعد وفات آنحضرت صلعم کے خلافت کا جھگڑا پیدا ہو گیا اور ہر ایک فریق نے اپنی اپنی جگہ پوری کوشش کی آخر ایک شخص پر سب کا اتفاق ہو گیا اور اسکی کامیابی کو کوئی روک نہ سکا تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہی خلیفہ برحق تھا اور یہ کہ اسی کو خدا نے خلیفہ بنانا تھا اور وہی آخر خلیفہ ہو گیا۔ علاوہ اسکے خود جناب علی علیہ السلام کے مکتوبات میں ایک جگہ آیا ہے کہ شوریٰ و انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو حاصل ہے اور جس شخص کی امامت یا خلافت پر وہ اجماع کر لیں خدا کے نزدیک بھی وہی پسند ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسکی اطاعت سے انحراف کرے تو اسکو اطاعت پر مجبور کرنا چاہیے لیکن اگر انکار کرے۔ تو اسکو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ اُسنے عام مومنین کے طریق کو چھوڑ کر علیحدہ رستہ اختیار کر لیا اور جدھر وہ لوٹتا ہے خدا اسکو ادھر ہی لوٹائے گا۔

واضح ہو کہ یہ استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّی دیکھو ص ۱۴۳۔ اصل عبارت وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذلک رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن اوبدعۃ ردوہ الیٰ ماخرج منہ فان ابی فاقتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولّیٰ ۔ نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۷ مطبوعہ مصر دفعہ ثالث

نکتہ ۔ ابوبکر پر مہاجرین وانصار کا اجماع ہوگیا اور وہ پسندیدہ خلیفے ہوگئے جناب علی علیہ السلام نے طوعاً وکرہاً بیعت کرلی اور مخالفت کے فتنہ کی امان پائی لیکن بعد میں عبادہ نے پوری مخالفت کی اور آخر تک بیعت ابوبکر پر رضامند نہ ہوئے حتیٰ کہ مدینہ بھی چھوڑ دیا اگر وہاں رہتے تو فوراً قتل کئے جاتے اسی طرح حضرت عمر رضہ سے منقول ہے۔

فمن بایع رجلاً علیٰ غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ھو ولا الذی بایعہ تغرۃ ان یقتلا اخرجہ الشیخان تیسیر الوصول باب ثانی ذکر خلفاء الراشدین ۔ (ترجمہ) پس جو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرنا چاہے پس چاہیئے کہ بیعت نہ کرے اور نہ بیعت لینے والا اسکی بیعت کو قبول کرے اس خوف سے کہ دونوں قتل کیے جائینگے۔

سوال ۔ اگر جناب علی علیہ السلام خلافت ابوبکر کو حق بجانب جانتے تھے تو پھر آپ نے مطابق روایت صحیح مسلم چھ ماہ تک بیعت میں کیوں توقف کیا۔

جواب ۔ اوّل تو بیعت میں توقف کرنا خود روایات شیعہ کے برخلاف ہے کیونکہ لکھا ہے فلذلک کتم علی علیہ السلام امرہ وبایع مکرھاً حیث لم یجد اعواناً کتاب الروضہ فروع کافی صفحہ ۱۳۹ یعنے جناب علی علیہ السلام نے اپنے حق خلافت کو مخفی رکھا اور مجبوراً بیعت کرلی کیونکہ کوئی مددگار نہ پایا۔

اسی طرح اہلسنت کی دیگر مرویات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپنے اسی دن بیعت کرلی تھی بلکہ فرمایا کہ چونکہ رسول صلعم نے ابوبکر صدیق کو نماز جیسے رکن اسلام وعمود دین کے لئے پسند فرمایا تھا اسواسطے ہم اپنی دنیوی بہبودی کے لئے بھی اسی کو پسند رکھتے ہیں۔

کان خلیفۃ رسول اللہ رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا ۔ منتخب کنز العمال

بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ باب فضائل الخلفاء صفحہ ۲۹

ایسی صریح دلیل کے بعد جو خود آپکی زبان مبارک سے مروی ہے ہرگز عقل باور نہیں کرتی کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت میں توقف فرمایا ہو پس یا تو اسکی تاویل کرنی پڑے گی یا دروغ برگردن راوی اور سب سے آخری جواب باصواب ہے کہ جب ابوبکرؓ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا تو جناب علی علیہ السلام پر حتی الوسع جلدی بیعت کرنا لازمی تھا اگر انہوں نے توقف فرمایا تو انکی اجتہادی غلطی پر محمول کرنا چاہیئے نہ کہ خلافت پر نکتہ چینی کرنا پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر آپ نے بالفرض بیعت نہ فرمائی تو کوئی مخالفت بھی تو نہیں فرمائی جیسے کہ بعد میں عبادہ عمی خلافت نے کیا پس جناب کا معاملہ خاص ہے اور شیعوں کو اس توقف پر کیا تسلی ہو سکتی ہے جب آخر کار جناب علی نے بغیر بیعت کے چارہ ہی نہ دیکھا پس درمیانی باتوں کو چھوڑ کر انجام کو دیکھو کہ کیا ہوا۔ فقط

وفات مسیحؑ

(از روئے علم منطق)

وفات مسیح اور حیات مسیح کا مسئلہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے مابین ایک اہم مسئلہ ہے جس پر صداقت مسیح موعود کے ثابت کرنے سے پیشتر بحث کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر قرآن کریم سے مسیح ناصری کی حیات ثابت ہو جائے تو پھر وہی لامحالہ آئینگے ہاں اگر حیات کی نقیض یعنے وفات ثابت ہو جائے تو پھر آیت حرام علی قریۃ اھلکنا انھم لا یرجعون اور آیت ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون کے مطابق حضرت عیسےٰ کا دوبارہ اس دنیا میں آنا ناممکن ہے۔ پس ہم قرآن مجید پر نظر عمیق ڈالتے ہیں کہ وہ ان ہر دو مدعیان وفات مسیح اور حیات مسیح میں سے کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس ذیل میں چند دلائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ناصری وفات پاچکے ہیں۔

دلیل اوّل۔ پہلی دلیل قرآن کریم سے جو وفات مسیح پر دال ہے آیت وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم ہے مسیح علیہ السلام قیامت کے دن جبکہ ان پر ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین کا اعتراض ہوگا جواب دینگے کہ ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا

اللّٰہ ربی و ربکم وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم الخ کہ میں نے انکو سوائے اس تعلیم کے جس کے سکھانے کے لئے مجھے مامور کیا گیا تھا اور کچھ نہیں کہا اور میں اپنی قوم پر نگران رہا جب تک میں انمیں رہا لیکن میری نگرانی یوم توفّی نے زائل کی پھر جب میری توفی ہو گئی تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔

پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ مزیل نگرانی قوم سوائے توفّی کے اور کوئی امر نہیں۔ کیونکہ فلمّا توفیتنی میں فاء ہے اور فاء تعقیب مع الوصل اور ترتیب کے معنے دیا کرتی ہے۔

اب ہم آپکو اس آیت سے بذریعہ منطق جس کی یہ تعریف ہے کہ انہ علم بقوانین تعصم مراعاتھا الذھن عن الخطاء فی الفکر شکل اول کے ساتھ جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اور جس کے نتیجہ کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ایجاب صغریٰ اور کلیتہ کبریٰ ضروری ہیں ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔

(صغریٰ) مسیح پر توفی کا لفظ اس طور سے آیا ہے کہ خدا فاعل اور مسیح مفعول جو کہ ذی روح ہیں ہے (کبریٰ) اور جس پر توفی کا لفظ اس طور سے کہ خدا فاعل اور مفعول ذی روح ہے وارد ہوا ہے اسکا قبض روح ہو چکا ہے۔

(نتیجہ) مسیح کا قبض روح ہو چکا ہے۔

(ثبوت صغریٰ) مندرجہ بالا آیت میں توفیتنی جملہ آیا ہے جسمیں ضمیر متصل مرفوع فاعل ہے جس سے مراد خدا ہے اور یاء متکلم مفعول جس سے مراد مسیح ہیں اور توفی کا لفظ استعمال ہوا ہے (ثبوت کبریٰ) لغت اور محاورات اہل عرب اسپر شاہد ہیں کہ جب کبھی توفی کا لفظ اس نمط سے کہ خدا فاعل اور مفعول ذی روح چیز ہو بولا جائے تو اسکے معنے سوائے قبض روح اور موت کے نہیں ہونگے جیسے کوئی کہے کہ توفی اللہ بکرا تو اسمیں سوائے قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

دلیل ثانی - دوسری دلیل بذریعہ منطق وفات مسیح پر اس طرح ہے۔ (صغریٰ) مسیح ناصری رسول کریم سے پہلے ایک رسول تھے (کبریٰ) اور وہ تمام رسول جو کہ نبی کریم سے پہلے تھے وفات پا چکے ہیں - (نتیجہ) مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں۔

(صغریٰ) مسلّم فریق ثانی ہے اسلئے اسکے ثبوت پر کسی برہان کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں (ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر نبی کریم سے پہلے رسول تھے وفات پا چکے ہیں قرآن مجید سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الخ اگر کوئی کہے کہ خلت کے معنے موت کے نہیں تو اسکے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب - اگر خَلَت کے معنے موت کے نہیں تو اس آیت سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام رسول جو کہ نبی کریم سے پہلے تھے فوت نہیں ہوئے کیونکہ خلت کا لفظ الرسل پر آیا ہے حالانکہ اس بات کو کوئی بھی صحیح نہیں مانتا۔

دوسرا جواب - خَلَت کے لفظ کی تفسیر اس آیت میں ہی کر دی گئی ہے جو کہ افان مات او قتل سے ظاہر ہے اور پھر دوسری جگہ قرآن میں بھی لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں معنی موت کے لئے جاتے ہیں جیسے کہ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون ۵ اور آیت وقد خلت القرون میں بھی یہی معنے لئے جاتے ہیں۔

تیسرا جواب - لغت میں بھی ایسے حوالے پائے جاتے ہیں جسمیں خلا کے معنے موت کے لئے گئے جیسے کہ تاج العروس میں لکھا ہے کہ خلا فلان ای مات پھر محاورات اہل عرب بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ خلا کے معنے موت کے ہوتے ہیں جیسے کہ ایک حماسی شاعر لکھتا ہے۔

اذا سيد منا خلا قام سيد ❊ قؤول لما قال الكرام فعول

اس شعر میں تمام شارحین نے خلا بمعنے مات لکھا ہے پس جب قضیتین صحیح نکلے تو نتیجہ بھی صحیح نکلا

دلیل ثالث - تیسری دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام معبود من اللہ مانے جاتے ہیں (کبریٰ) اور جو معبود من دون اللہ ہیں فوت شدہ ہیں ..... تمام کے تمام مُردہ ہیں (نتیجہ) مسیح مردہ ہیں (ثبوت صغریٰ) کہ مسیح معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں قرآن مجید سے ثابت ہے جیسے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلثة اور آیت لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح عيسى ابن مريم - اور کبریٰ بھی نص قرآنی ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئًا وهم يخلقون

اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون یعنے جن کو اللہ کے سوا معبود پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود مخلوق ہیں اور وہ تمام کے تمام مردہ ہیں بالکل زندہ نہیں۔ اب تو انکو قبروں میں پڑے ہوئے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائینگے پس بنا بریں قضیتین کے صحیح ہونے کے نتیجہ بھی صحیح ہُوا۔

دلیل رابع ۔ چوتھی دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام کھانا کھایا کرتے تھے وہ وفات پا چکے ہیں (نتیجہ) مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

(صغریٰ) قرآن کریم کی اس آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام سے ثابت ہے (ثبوت کبریٰ) کہ جو کھانا کھایا کرتے تھے وہ وفات پا چکے ہیں استقراء ہے کہ ہمارا مشاہدہ اسپر دال ہے جو گذشتہ زمانہ میں کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے تو ان کا اس زمانہ میں کھانا نہ کھانا اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچاتا ہے کہ وہ فوت ہو گئے کیونکہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ ذی جسد شے بغیر کھانیکے زندہ نہیں رہ سکتی جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ما جعلنا ھم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین پس اس قانون میں مسیح بھی شامل ہیں اسواسطے مسیح بھی بغیر کھانیکے زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں کھانا کھاتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے اگر کہو کہ بغیر کھانے کے زندہ چلے آتے ہیں تو یہ اس آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت یہ ثابت کر رہی ہے کہ ذی جسد بغیر اکل طعام کے زندہ نہیں رہ سکتے اور اگر ہم مسیح کو بغیر کھانے کے زندہ مانیں تو نتیجہ باطل کو مستلزم ہوگا اور وہ بذریعہ شکل اولیٰ کے اس طرح پر ہے (صغریٰ) مسیح علیہ السلام مستغنی عن الطعام ہیں (کبریٰ) اور جو مستغنی عن الطعام ہیں وہ انسان نہیں (نتیجہ) مسیح انسان نہیں۔

پس نتیجہ اسواسطے غلط نکلا کہ (صغریٰ) "مسیح علیہ السلام مستغنی عن الطعام" ہیں غلط ہیں کیونکہ کبریٰ تو صحیح ہے اسلئے کہ انسان کے لئے تو کھانا ضروری ہے کیونکہ وہ ذی جسد ہے۔ پس جب کبریٰ صحیح ہے اور صغریٰ کو بھی اگر صحیح مانا جائے تو چاہیئے تھا کہ نتیجہ صحیح نکلتا پس یہاں نتیجہ غلط اور خلاف قرآن نکلا ہے یہ اسلئے کہ خدا تعالےٰ تو مسیح کو انسان ٹھہراتا ہے جیسے کہ فرماتا ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح مستغنی عن الطعام نہیں اور وہ بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتے۔

اور دوسری صورت کہ وہ کھاتے ہیں اور زندہ ہیں قرآن کے خلاف ہوئی کیونکہ قرآن ثابت کرتا ہے کہ وہ اسوقت نہیں کھاتے تو نتیجہ یہی نکلیگا کہ مسیح وفات پا گئے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے۔

دلیل خامس پانچویں دلیل وفات مسیح پر بذریعہ قیاس مرکب کے ہے اور قیاس مرکب کی تعریف یہی ہے کہ وہ ایسے مقدمات سے مؤلف ہو کہ ان سے جو نتیجہ نکلے وہ مطلوب نہ ہو لیکن اس نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملانے سے جو نتیجہ نکلے وہ نتیجہ مطلوب ہو یا دوسرے نتیجہ کو کسی اور مقدمہ کے ساتھ ملانے سے مطلوب حاصل ہو ہر صورت میں اسکو قیاس مرکب ہی کہینگے اور وہ بذریعہ شکل اول کے اس طرح پر ہے۔

(پہلی جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح بنی اسرائیل کی طرف رسول بنکر آئے ہیں (کبریٰ) اور جس قدر رسول بنی اسرائیل کی طرف آئے ہیں تمام انسان ہیں (نتیجہ) مسیح انسان ہیں۔

(دوسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح انسان ہیں (کبریٰ) اور جسقدر انسان ہیں تمام زمین میں ہی (نتیجہ) مسیح بھی زمین میں ہیں۔

(تیسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) مسیح زمین میں ہیں (کبریٰ) اور جو زمین میں ہیں یا زندہ ہیں یا مردہ (نتیجہ) مسیح بھی زندہ ہیں یا مردہ

(ثبوت پہلی جزو قیاس مرکب کا) (صغریٰ) قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ط

(ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر بنی اسرائیل کی طرف رسول آئے ہیں تمام انسان ہیں مسلم فریق ثانی ہے پھر قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی رسول بنکر آتے ہیں جو کہ انسانوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں پس جب مقدمتین صحیح ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

(ثبوت دوسری جزو قیاس مرکب کا) (صغریٰ) پہلی جزو قیاس مرکب کا نتیجہ ہے اس لئے اسپر کسی برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الخ یعنے حضرت عیسیٰ کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک ایک انسان کی ہے۔

(ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر انسان ہیں تمام زمین میں ہیں اور خدا تعالےٰ نے بنی آدم یعنی انسانوں کے لئے یہ قانون باندھا ہے کہ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون کہ زمین میں ہی تم زندگی بسر کروگے اور زمین میں ہی تم مروگے اور زمین سے ہی پھر قیامت کے دن نکالے جاؤگے تو اب کوئی انسان زمین سے باہر نہیں جاسکتا خواہ زندہ ہو یا مردہ ہر صورت میں زمین میں ہی رہنا پڑتا ہے پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہوا۔

(ثبوت تیسری جزو قیاس مرکب) (صغریٰ) نتیجہ ہے قیاس مرکب کی دوسری جزو کا سو اسکے ثبوت کے لئے کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں (ثبوت کبریٰ) کہ جو زمین پر ہیں یا زندہ ہیں یا مردہ یہ ہے کہ زمین میں رہنے کی دو ہی صورتیں ہیں زندہ ہونا یا مردہ تیسری کوئی صورت نہیں کہ مردہ بھی نہ ہو اور زندہ بھی نہ ہو اور پھر زمین میں ہو جب دو ہی صورتیں زمین میں رہنے کے ہوئیں اور ان ہر دو صورتوں میں زمین سے باہر نہیں جاسکتا تو ماننا پڑا کہ مسیح بھی اگر زندہ ہیں تو اس زمین میں اگر مردہ ہیں تو بھی اسی زمین میں ہی کیونکہ زمین سے کوئی باہر نہیں جاسکتا خواہ مردہ ہو یا زندہ پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ثابت ہوا

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام زمین پر زندہ ہیں یا مردہ پس زمین پر مسیح کا زندہ نہ ہونا تو مسلّم فریق ثانی ہے کیونکہ وہ تو آسمان پر زندہ مانتے ہیں نہ کہ زمین پر اور اوپر ثابت کیا جاچکا ہے کہ کوئی بھی زمین سے باہر نہیں جاسکتا خواہ زندہ ہو یا مردہ اور دوسری جگہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً و امواتاً کیا زمین کو ہمنے زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا پس جب ان کا زمین پر زندہ ہونا ثابت نہ ہوا تو نتیجہ یہی نکلا کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں کیونکہ زمین میں رہنے کی دو ہی صورتیں تھیں زندہ ہونا یا مردہ تیسری کوئی صورت ہی نہیں کہ زندہ بھی نہ ہو اور مردہ بھی نہ ہو پھر زمین پر اسکا قیام ہو جب پہلی صورت غلط ہوئی تو دوسری صورت کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں صحیح نکلی

دلیل سادس چھٹی دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے کہ اگر مسیح کو زندہ مانا جاوے

جیسا کہ فریق ثانی مانتا ہے تو نتیجہ قرآنجید کے خلاف نکلیگا اور وہ بذریعہ شکل اول اس طرح پر ہے۔

(صغریٰ) مسیح زندہ ہیں (کبریٰ) اور جو زندہ ہیں وہ کھانا کھاتے ہیں (نتیجہ) مسیح علیہ السلام کھاتے ہیں۔ (صغریٰ) مسلمہ فریق ثانی ہے اور ثبوت کبریٰ کا استقراء ہے کہ کوئی بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ اگر کوئی بغیر کھانے کے زندہ رہ سکے تو وہ مستغنی عن الطعام ہو جائیگا اور دلیل رابع میں بیان کیا جاچکا ہے کہ جو مستغنی عن الطعام ہو وہ انسان نہیں ہو سکتا۔

جب کبریٰ ثابت ہوگیا تو چاہئے تہا کہ نتیجہ صحیح نکلتا لیکن نتیجہ خلاف قرآن نکلا ہے کیونکہ قرآنجید سے یہ ثابت ہے کہ وہ اسوقت کھانا نہیں کھاتے۔

تو اب نتیجہ کا بطلان دلیل کے بطلان کو مستلزم ہوگا اور برہان میں دو طرح کے فساد ہوتے ہیں ایک اختلاف ہیئۃ دوسرا اختلاف مادہ۔ اسمیں اختلاف ہیئۃ تو نہیں اور پہلی شکل ہے جو کہ بدیہی الانتاج ہوتی ہے اور اسکی شرطیں ایجاب صغریٰ اور کلیتہ کبریٰ بھی پائی جاتی ہیں تو اب ہم اختلاف مادہ دیکھتے ہیں کہ صغریٰ اور کبریٰ میں کسی قسم کا فساد ہو تو اب کبریٰ یہ ہیں کہ "جسقدر زندہ ہیں کھانا کھاتے ہیں" کسی قسم کا فساد نہیں پایا جاتا اور پہلے اسکے صحیح ہونیکا ثبوت دیا جاچکا ہے اب اگر فساد ہے تو صغریٰ میں کہ مسیح زندہ ہیں کیونکہ اگر صغریٰ کو صحیح مانا جائے تو ماننا پڑیگا کہ وہ کھانا کھاتے ہیں لیکن یہ قرآنجید کے خلاف ہے جب صغریٰ غلط ثابت ہوا تو نتیجہ بھی اسی لئے غلط نکلا تو اب جبکہ مسیح کا زندہ ہونا غلط ثابت ہوا تو اسکی نقیض کہ مسیح علیہ السلام وفات پاگئے ہیں صحیح ہوگا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسیح زندہ بھی نہ ہوں اور مردہ بھی نہ ہوں کیونکہ اس طرح ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جو کہ محال ہے اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ بھی ہوں اور مردہ بھی کیونکہ اس طرح اجتماع نقیضین لازم آیا اور یہ بھی محال ہے۔ تو جب یہ قضیہ کہ مسیح زندہ ہیں غلط ثابت ہوا تو اسکی نقیض کہ مسیح علیہ السلام وفات پاچکے ہیں صحیح ہوگا اور اسکے ماننے سے نتیجہ قرآن کریم کے مطابق نکلیگا اور وہ بذریعہ منطق کے اس طرح ہے۔ (صغریٰ) مسیح وفات پاچکے ہیں (کبریٰ) اور جو وفات پاچکے ہیں وہ کھانا نہیں کھاتے۔ (نتیجہ) مسیح علیہ السلام کھانا نہیں کھاتے۔ پس مسیح کی وفات کو ماننے سے نتیجہ قرآن کے مطابق نکلا۔

اور اختلاف مادہ وجود سے

دلیل سابع ساتویں دلیل وفات مسیح پر بذریعہ منطق اس طرح پر ہے۔ (صغریٰ) حضرت عیسیٰ رسول کریم سے پہلے ایک بشر گزرے ہیں (کبریٰ) اور جس قدر رسول کریم کے پہلے بشر گزرے

ہیں وفات پاگئے ہیں۔ (نتیجہ) حضرت عیسیٰ وفات پاگئے ہیں (صغریٰ) مسلم فریق ثانی ہے۔

(ثبوت کبریٰ) کہ جسقدر رسول کریم سے پہلے بشر تھے وفات پاگئے ہیں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فھم الخالدون یعنے ہمنے تجھ سے پہلے کسی فرد بشر کے لئے خلود نہیں بنایا اگر تو فوت ہوگیا تو کیا یہ خلود والے ہیں۔ اور رسول کریم کی وفات مسلم فریق ثانی ہے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم کی وفات کے بعد جو ان بشروں سے جو آپ کے پہلے گزر چکے ہیں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا پس جب مقدمتین صحیح ثابت ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ثابت ہُوا۔

پس جب ہمنے از روئے منطق ثابت کرکے دکھلا دیا کہ مسیح ناصری وفات پاچکے ہیں تو دوسری بات یہ کہ کیا مسیح ناصری ہی دوبارہ دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے آئینگے یا کوئی اور ہم آپکو بذریعہ منطق شکل اول جو بدیہی الانتاج ہوتی ہے یہ ثابت کرکے دکھاتے ہیں کہ وہ پھر دوبارہ اس دنیا میں تشریف نہیں لاسکتے۔

(صغریٰ) مسیح فوت ہوچکے ہیں۔

(کبریٰ) اور جو فوت ہوچکے ہیں وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئینگے (نتیجہ) اسلئے مسیح بھی دوبارہ دنیا میں نہیں آئینگے۔

(صغریٰ) مذکورہ بالا دلائل بیّنہ سے ثابت کیا جاچکا ہے اور کبریٰ بھی قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے حرام علیٰ قریة اھلکنٰھا انھم لا یرجعون اور آیت حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون ۵ لعلی اعمل صالحًا فیما ترکت کلا انھا کلمة ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون پس جب مقدمتین بھی صحیح ہوئے تو نتیجہ بھی صحیح ہُوا۔

الغرض جب وفات مسیح اور مسیح کا دوبارہ اس دنیا میں نہ آنا ثابت ہوگیا اور مسیح موعود کے آنے کی علامات بھی ظہور میں آگئیں تو ضرور ہے کہ مسیح موعود اس امت محمدیہ میں سے کوئی فرد ملکی آنے والا ہو چنانچہ وہ آنے والا آگیا جس کی سچائی کے لئے خدا تعالےٰ نے ہزار ہا نشان دکھلائے لیکن اکثر لوگوں نے اسکا انکار کیا اور وہ مسیح موعود کے مندرجہ ذیل شعر کے مصداق ٹھہرے۔ شعر

میدرخشم چون قمر تابم چو قرص آفتاب ٭ کور چشم آنانکه در انکار ما افتاده اند

مبارک ہے وہ شخص جس نے اسوقت کو پہچانا اور صحابہ کرام کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ کیونکہ حضرت اقدس ظل و بروز سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے آپ کے متبعین بھی صحابہ کی طرح ہیں جیسے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں شعر

مبارک وہ جو اب ایمان لایا ٭ صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا

اور جس کی طرف آیت وآخرین منہم لما یلحقوابہم اشارہ کر رہی ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(جلال الدین جماعت ہفتم مدرسہ احمدیہ قادیان)

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے ایک حوالہ کی درخواست

"جبکہ آنحضرت صلعم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتہ نے ظاہر ہوکر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنیگی تو اسکا نام احمد رکھنا۔"

عبارت مندرجہ بالا کی نسبت جناب نے فرمایا تھا کہ یہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے اور اس بنا پر جناب نے حضرت میاں صاحب کو کتب مسیح موعود سے قطعاً ناواقف ٹھہرایا تھا خاکسار نے اسکا حوالہ متعدد بار پوچھا۔ مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی اور حوالہ نہ بتایا اب میں مایوس ہوکر جناب کے سامنے النبوۃ فی الاسلام کا صفحہ ۱۴۳ رکھتا ہوں

"ختم نبوت کے ذکر کا بھی ایک موقعہ تھا آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوچکے تھے۔ زید کو آپ کا متبنٰی کہا کرتے تھے زید نے زینب کو طلاق دیدی آنحضرت صلعم نے حکم الٰہی کے ماتحت زینب سے نکاح کیا جو تعلق ابوت کا لوگوں کے ذہن میں اسکے ساتھ تھا وہ بھی دور ہا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہمنے کوئی محمد رسول اللہ صلعم کو اسلئے نہیں بھیجا کہ جسمانی فرزند ہی اسکے ہوں اور آپکا کوئی سلسلہ نسب جسمانی ہی چلے بلکہ ہمنے تو اسکو آخری نبی بنایا ہے تاکہ اسکی روحانی اولاد کا سلسلہ کبھی دنیا میں منقطع نہ ہو"

اس عبارت میں جناب نے ابراہیم کی وفات کو پہلے بتایا ہے اور نزول آیت خاتم النبیین کو اسکے بعد میں تو ابتک تاریخوں میں یہی پڑھتا آیا ہوں کہ سنہ ۵ھ میں یہ آیت نازل ہوئی اور سنہ ۱۰ھ کو ابراہیم فوت ہوئے اب جناب اسکے خلاف فرماتے ہیں کیا یہ بھی ہمارے حضرت اقدس کی کتب سے قطعاً ناواقف ہونے کا نتیجہ ہے یا کوئی تاریخ زمانہ حال میں تصنیف ہوئی ہے یا آثار قدیمہ سے برآمد ہوئی جس سے یہ نقل فرمایا یا جناب کی تحقیقات خصوصی کا نتیجہ ہے اپنے دوستوں سے عرض پرداز ہوں کہ جناب مولوی صاحب سے جلسہ سالانہ پر اس سوال کا جواب لیں۔

فہرست کتب تشحیذ الاذہان

رعایتی قیمت

(۲۰ ر دسمبر ۱۹۱۷ء سے ۱۵ ر جنوری ۱۹۱۸ء تک)

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
البرق	۴ر	ار	یہ شیعہ و سنت جماعت کا مباحثہ ہے۔ نہایت دلچسپ ہے شیعہ میں اشاعت کرنے والوں کو ایک روپیہ کے ۲۰ جلد)
طبیب روحانی	۲ر	ار	دس بڑے گناہ۔ جنکے تحت میں تمام صغیرہ گناہ آجاتے ہیں۔ ان کا قرآن و حدیث سے علاج۔ ہر ایک مومن کو اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے ؛
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	ر	ـ	مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب۔ اکٹھی اشاعت کے لئے لینے والوں کو ایک روپیہ کے ۷۵ ؛
قبولیت دعا کے چھیاسی گر	۱ر	ار	اس میں قبولیت دعا کے ۸۶ گر قرآن و حدیث سے استنباط کرکے درج کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان گروں پر عمل کرنے والوں نے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ اکثر لوگوں سے اس رسالہ کی قبولیت میں تعریفی خطوط بھی آئے۔ بوجہ عدم گنجائش صرف ایک شخص منشی فرزند علی صاحب فیروزپوری کا نام درج کیا جاتا ہے ؛
لیکچر سیالکوٹ	۲ر	۲ر	حضرت مسیح موعود کا لیکچر سیالکوٹ۔ جسمیں حضرت نے کرشن کا دعویٰ کیا ہے اور اسلام کی حالت کا نقشہ دکھلایا گیا ہے ؛
دافع البلاء	۲ر	ار	حضرت مسیح موعود کی تصنیف طاعون کے بارے میں ؛
پارہ قرآن شریف اول	۴ر	۲ر	حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے درس کے نوٹ لیکر شیخ یعقوب علی صاحب کا ترجمہ کیا ہوا۔ پہلا پارہ قرآن شریف ؛
خصوصیات مسیح	ار	ـر	اسبات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود مجدد ہونے کی اعلیٰ شان رکھتے تھے اور زمرہ انبیاء میں داخل تھے ؛

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
الوصیت پر نظر	۸ر	ـر	حضرت مسیح موعود کی کتاب الوصیت سے غیر مبائعین جو خلافت سلسلہ احمدیہ کا رد کرتے ہیں۔ الوصیت سے خلافت ثابت کی گئی ہے۔ غیر مبائعین میں اشاعت کے لئے ایک روپیہ کے ۷۵ ۔
تکفیر اہل قبلہ	۸ر	ـر	اس میں حدیثوں سے تکفیر اہل قبلہ کے متعلق بحث ہے۔ اشاعت کے لئے ایک پیسہ کے ۔
قصیدہ مہدویہ	۸ر	ایک پیسہ دو	حضرت مسیح موعود کے ایک عربی قصیدہ کی پنجابی زبان میں نظم کی گئی ہے نہایت دلچسپ ہے ۔
مورکھ سیدھ	ار	۸ر	پنجابی نظم میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ ۔
حل چیستان مرزا کا جواب	ار	خہ	ثناء اللہ کی کتاب حل چیستان مرزا کا دندان شکن جواب۔ اشاعت کے لئے ایک روپیہ کے ۲۴ ۔
بیوی کی تعلیم	۳ر	۱ر	اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرد بیوی سے کیا روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں
کارآمد حوالے	۲ر	۱ر	غیر احمدیوں کے مقابلہ میں مناظرہ کے وقت یہ حوالے کام آسکتے ہیں ۔
ادعیۃ القرآن	۲ر	لعہ	قرآن کریم کی تمام دعائیں مع ترجمہ اردو نظم و نثر میں ۔
ہدایات	۲ر	ار	معاملات خرید و فروخت و رہن و کفالت وغیرہ کے تمام مسائل و احکام قرآن و حدیث سے جمع کئے گئے ہیں۔ ہر ایک احمدی کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے
نغمۂ اکمل حصہ اول	دو دکم	۲ر	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی نظمیں جمع کی گئی ہیں ۔
〃 〃 سوئم	ار	۳ر	〃 〃 〃 〃
نشان رحمت	ار	۱۰ر	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو حضرت مسیح موعود کی کتب سے مصلح موعود ثابت کیا گیا ہے
مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸ر	۱۲ر	وہ خطوط جو حضرت مسیح موعود نے مختلف دوستوں کو لکھے تھے۔ اور کہیں پہلے شائع نہ ہوئے تھے ۔
〃 〃 حصہ دوم	۸ر	۶ر	
〃 〃 حصہ سوم	۸ر	۶ر	〃 〃 〃 〃
اسلام کی پہلی	۴ر	۳ر	سلسلہ احمدیہ کے تمام مشہور عقاید کا بیان اور اعتراضوں کا جواب
محمد رسول اللہ	امر	ار	عیسائیوں کے رد میں حضرت مسیح ناصری کے مقابلہ میں نبی کریم کی فضیلت ثابت کی گئی ہے۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
معیار حق	۸ر	۶ر	سچے مذہب کی شناخت کے بارہ میں ؛
لیکچر مہر سنگھ	۸ر	۶ر	باوا نانک علیہ الرحمۃ کا مسلمان ہونا ثابت کیا گیا ہے ؛
ترجمہ انگریزی حصہ اول و دوم	۶ر	۵ر	انگریزی ترجمہ سیکھنے کے لئے نہایت آسان قاعدہ سے ۔ بہت سے سکول ماسٹروں نے اس رسالہ کی تعریف کی ہے ؛
حضرت مسیح موعودؑ کی پرانی تحریریں	۲ر	۱ر	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں ۔ جنمیں معارف و حقائق بھرے پڑے ہیں
سلک مروارید	۳ر	۲ر	لڑکیوں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے واقف کرنے کے لئے دلچسپ ناول کے طرز پر
الاسماء الحسنیٰ	۵ر	۴ر	اسماء باری تعالےٰ ۔ ہر ایک کے معانی و تشریح ؛
الموعظة الحسنہ	۲ر	۱ر	سورہ تبت یدا کی تفسیر ؛
ترجمۃ القرآن پارہ ۱۷ تا ۱۹	مجلد ۱۲ر فی پارہ	۱۲ر فی پارہ	شیخ یعقوب علی صاحب کی ہے ۔ جسمیں موجودہ زمانہ کے اعتراضات و ربط ۔ آیات قرآنی کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے ۔ فی پارہ ۳ر
آثار مبارکہ	۱ر	۸ر	اس میں حضرت مسیح موعود کی ٹوپی درج ہے ؛
مجموعہ الہامات مکمل سٹ ہر سہ	عہ	عہ	حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام و کشوف ۔ جو مختلف کتب و اخبارات میں تھے ایک جگہ کئے گئے ؛
قدامت روح و مادہ	۳ر	۳ر	آریوں کے رد میں ؛
اسلام	۲ر	۲ر	ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام تبلیغ سے پھیلایا گیا ہے نہ کہ تلوار سے ؛
ضرورت نبی	۱ر	۱ر	مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے ؛
خطبات نور ہر دو حصہ	۱۴ر	۱۲ر	مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کے خطبات جمعہ و عیدین کا مجموعہ ۔
چمکار محمدی	۸ر	۴ر	سوانح عمری نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ۔ پنجابی نظم میں ۔
چمکار مہدی	۱ر	۸ر	تبلیغ مہدویت پنجابی نظم میں
وفات نامہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم	۱ر	۸ر	نام سے ظاہر ہے ؛
انوار محمدی	۲ر	×	دو پیسے کے تین ؛

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
احمدی زرگر	۴ر	۳ر	اس کتاب میں زرگروں کے ہتھکنڈے ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے ساروں کے فریبوں سے بچ سکتا ہے ؛
انوار خلافت	۱۰ر	۹ر	حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ۱۹۱۵ء کے جلسہ کی تقریریں ؛
مباحثہ شملہ	۴ر	۳ر	مبائعین و غیر مبائعین کے مابین تحریری مباحثہ۔ اور اس پر ثالث کا مبائعین کے حق میں فیصلہ ؛
پیغام حق	۴ر	۳ر	ابتدا تبلیغ سلسلہ کے متعلق اس سے بہتر رسالہ نہ ملیگا۔ نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر ؛
نبی کی پہچان	۱ر	۳ر	نبی کی صحت کے طریق ؛
مباحثہ امرتسر	۲ر	۱ر	مولوی غلام رسول صاحب راجیکی و مولوی ثناء اللہ کے درمیان جو امرتسر میں تحریری مباحثہ ہوا ؛
القادر ربانی	۱۲ر	۵ر	مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی۔ و آیت لو تقول علینا پر مدلل و مفصل بحث ۶۸ صفحے کی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۵ر۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ
عصمت انبیاء	۱۰ر	۲ر	پادری ناظر کے سوالوں کا جواب۔ اکثر حصہ حضرت اقدس کا نوشتہ ہے۔ ان آیات کے صحیح معنے جن سے نبیوں پر گناہ کا الزام دیا گیا ہے ؛
غلامی	۳ر	۲ر	غلامی کے متعلق ضروری تشریح اور اعتراضات کا جواب ؛
چشمدید واقعہ صلیب	۱ر	۱۲ر	مسیح کے زندہ صلیب سے اتارے جانے کی عینی شہادت ؛
صداقت مریمیہ	۱ر	۱۲ر	یہی مسیحی الہامی ذرائع سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسیح بے باپ پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت نے ہی مسیح کی تطہیر فرمائے ؛
القول المحمود	۸ر	۷ر	مولوی محمد احسن صاحب کی کتاب القول الممجد کا نہایت مدلل جواب ؛
حقیقت نزول مسیح	۱۰ر	۶ر	حضرت مسیح موعود کے متعلق پنجابی نظم میں جامع کتاب ہے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے پنجابی زبان کے جاننے والوں کو یہ کتاب دکھلانی چاہیئے ؛
مسدس محمود و ضال	۱ر	۳ر	جناب ثاقب مالیر کوٹلوی کا دلکش کلام ضرور خریدئے ؛

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	خلاصہ مضمون
حقیقت نماز	۸ر	۷ر	نماز وغیرہ کی فلاسفی۔ اسکے متعلق تمام احکام و اذکار کا دلچسپ مجموعہ حجم ۴۰۴ صفحہ۔ نہایت ارزاں قیمت ہے ♦
کسرِ صلیب	۸ر	۸ر	ردِ عیسائیت
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری	۳ر	۲ر	یہ رسالہ تشحیذ ماہ فروری ۱۹۱۳ء ہے۔ اسمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری از پیدائش تا رحلت درج ہے ♦
تصدیق المسیح	۶ر	۳ر	یہ رسالہ جون ۱۹۱۳ء کا تشحیذ ہے۔ اس رسالہ میں جسقدر غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود کے دعوے پر علمی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ان کا مدلل جواب۔ ہر ایک احمدی کو غیر احمدیوں کے مقابلہ میں تیار رہنے کے لئے اس رسالہ کا پڑھنا ضروری ہے ♦
اسمہ احمد	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں اسمہ احمد کا مصداق حضرت مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔ تشحیذ ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء
نبوت مسیح موعود	۶ر	۴ر	اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے حضرت صاحب کی نبوت ثابت کی گئی ہے۔ تشحیذ فروری ۱۹۱۵ء ♦
تحقیق امام آخر الزمان	۵ر	۴ر	شیعہ کی کتب سے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کا ثبوت۔ تشحیذ جون ۱۹۱۵ء
الفارق	۴ر	۲ر	اس رسالہ میں غیر مبائعین کے مقابلہ میں۔ مبائعین کے حق پر ہونے کے متعلق قوی دلائل جمع کئے گئے ہیں (تشحیذ جنوری ۱۹۱۶ء)
مسئلہ حیات و ممات مسیح (ناصری) علیہ السلام	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں مسئلہ حیات وممات مسیح ناصری جو احمدیوں و غیر احمدیوں میں مابہ النزاع میں بحث ہے۔ اور وفات مسیح کے متعلق قرآن و حدیث سے ثبوت تشحیذ اپریل ۱۹۱۶ء
مسیح موعود کی نبوت از روئے قرآن و حدیث	۳ر	۲ر	قرآن و حدیث سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ثابت کیگئی ہے۔ تشحیذ مئی ۱۹۱۶ء
فائل تشحیذ گذشتہ	عہ ۸ر	عہ	

نام کتاب	قیمت اصل	رعایتی	خلاصہ مضمون کتاب
تفسیر آیت خاتم النبیین	۴ر	۳ر ۱	آیت خاتم النبیین کے متعلق علامہ حافظ روشن علی صاحب کی نہایت عالمانہ تفسیر۔ تشحیذ فروری ۱۹۱۷ء
محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت	۴ر	۳ر	حضرت مسیح موعود کی کتب سے ختم نبوت کا ثبوت۔ تشحیذ اگست ۱۹۱۷ء
فتاویٰ نوریہ	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے اقوال درج ہیں جیسیں حضرت مسیح موعود کی نبوت و کفر غیر احمدیان کے متعلق مختلف اوقات میں فرمائے۔ تشحیذ ستمبر ۱۹۱۳ء
عظمت مسیح ناصری از روئے قرآن مجید	۴ر	۳ر	یہ ایک نہایت نایاب مضمون ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے قلم سے اسوقت نکلا تھا۔ جن دنوں میں آپ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے۔ یہ آپ نے ایک عیسائی لیکچرار کے جواب میں لکھا تھا۔ نہایت قابل دید رسالہ ہے۔ (تشحیذ اپریل ۱۹۱۳ء)
غیر احمدی سے احمدی لڑکی کا نکاح منع ہے	۴ر	۳ر	اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا منع ہے۔ (تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۳ء)
احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت	۳ر	۲ر	قرآن مجید میں جو راستبازوں کے نشان ہیں۔
رمضان المبارک	۳ر	۲ر	اس رسالہ میں روزہ کے متعلق جسقدر مسائل ہیں۔ بدلائل قرآن و حدیث ثابت کیا گیا ہے۔ (تشحیذ اگست ۱۹۱۷ء)
وہ نبی	۳ر	۲ر	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جسقدر پیشگوئیاں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ نے بائبل میں کی تھیں۔ ان پیشگوئیوں کے مصداق نبی کریم ثابت کئے گئے ہیں۔ (تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۳ء)
عید اضحیٰ	۳ر	۲ر	قربانی کی فلاسفی اور اسکے مسائل کے بیان میں۔ تشحیذ نومبر ۱۹۱۳ء

وہ کتابیں جنمیں رعایت نہیں ہے

خلاصہ مضمون کتاب	قیمت	نام کتاب
حدیث کی مشہور و معروف درسی کتاب ۰	۱۲/	بلوغ المرام
احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقاید مع دلائل قرآن و حدیث ہے۔	عا/	ظہور المہدی
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا سب سے آخری لیکچر	ا/	حضرت مسیح موعود کا آخری لیکچر لاہور
	۲/	نوازمت جہم
حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عہد خلافت سے پہلے کی نظمیں۔ جو ایک جگہ جمع کی گئی ہیں ۰	۳ہر	کلام محمود
	۲ہر	اُمۃ الحفیظ کی آمین
مولانا میر محمد سعید صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضہ سے سبقاً پڑھکر مرتب کیا ہے۔ اور خلیفہ ثانی سے پہلے جو کچھ احمدیہ لٹریچر میں موجود تھا سب کا خلاصہ تفسیری نوٹوں میں موجود ہے ۰	سعر	قرآن شریف حیدرآبادی
یہ کتاب سوا دفتر تشحیذ الاذہان کے اور کہیں سے نہیں ملیگی۔ چند جلدیں باقی ہیں ۰	۷/	دُرِّ ثمین فارسی
یہ درثمین پہلے چھاپے کی ہے۔ تھوڑی جلدیں باقی ہیں ۰	۳/	دُرِّ ثمین اُردو اوّل ایڈیشن
اس درثمین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا فوٹو بھی ہے ۰	۸/	دُرِّ ثمین فوٹو والی
یہ نئی اڈیشن کی درثمین ہے ۰	۵/	دُرِّ ثمین اُردو قسم اعلیٰ
تائید سلسلہ ہیں ۰	۲/	النصح

فہرست مضامین منشی خادم حسین صاحب رضہ

یہ شیعہ مذہب کی تردید میں منشی صاحب کے مضامین والے رسالے ہیں۔ ہر رسالہ ۲ ہر کی بجائے ۲/ پر ملیگا سب کے خریدار کو ۱۰ فیصدی رعایت + نئے خریدار بننے والے اور ان رسالوں کے خریدار کو ۳۰ فیصدی

رعایت سے۔ ممکن ہے کہ بعض رسالے ختم ہوں (۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء (۲) واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء (۳) شیعیان قدیم نومبر سنہ ۱۹۱۳ء (۴) الملاحم ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء (۵) خواص الائمہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء (۶) علامات الشیعہ جون سنہ ۱۳ء (۷) عبد الدین سبا مئی سنہ ۱۳ء (۸) شیعہ مذہب مارچ سنہ ۱۳ء (۹) سلمان منا اہل البیت۔ جنوری سنہ ۱۳ء (۱۰) تعزیہ داری ایران دسمبر سنہ ۱۳ء (۱۱) یزید کی مدح خوانی نومبر سنہ ۱۳ء (۱۲) عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر سنہ ۱۳ء (۱۳) شمائل مرتضوی سنہ ۱۳ء (۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ء (۱۵) واقعات کربلا کے تشحیذ جنوری سنہ ۱۳ء (۱۶) جوابات الاعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۳ء (۱۷) مماثلت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر سنہ ۱۳ء (۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ جنوری سنہ ۱۴ء (۱۹) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین فروری سنہ ۱۴ء (۲۰) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین۔ اپریل سنہ ۱۴ء (۲۱) تحقیق امام آخر الزمان جون سنہ ۱۵ء۔ (۲۲) صحابہ رسول و صحابہ امام حسین۔ مئی سنہ ۱۶ء (۲۳) اختلافات کثیر فی المرویات تطہیر۔ جون سنہ ۱۶ء (۲۴) ہر امام کے پیروان کے مختصر حالات۔ نومبر سنہ ۱۶ء۔ (۲۵) مکالمہ شیعہ و احمدی۔ رسالہ دسمبر سنہ ۱۶ء۔ جنوری سنہ ۱۷ء۔ اپریل سنہ ۱۷ء۔ جولائی سنہ ۱۷ء۔ ستمبر سنہ ۱۷ء۔ دسمبر سنہ ۱۷ء ۔

---

(۲)

بقایاداران تشحیذ کے ذمے چودہ سو روپیہ ہے۔ ۱۴۰۰

علاوہ ازیں سنہ ۱۹۱۶ء کا بقایا ۱۶۰ – ۲ر – ۰
سنہ ۱۹۱۷ء کا بقایا ۲۹۵ – ۱۱ر – ۰

بقایادار سالانہ جلسہ پر یہ رقم ادا فرمادیں۔ آخر ہم اپنا کام کسطرح چلائیں ۔

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلادیں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کیلئے قیمت فی شیشی ۱۲ ار محصولڈاک ۴ ر تین شیشی کی قیمت عہ ر محصولڈاک ۱۰ ر

قوت کی گولیاں

۷۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسٹکنیا ۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنتی ہیں اسلئے مغز سر پٹھہ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعوی رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت مزاج میں گرمی معلوم ہوتی ہے ۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ نو محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵ ر

دیکھیے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہمنے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۳۰ گولیاں منگوائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہئے تھی ۔

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ